پاک و ہند میں زبان زدِ عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

تحقیق

مولانا طارق امیر خان صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

پاک و ہند میں زبان زدِ عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

تحقیق

مولانا طارق امیر خان صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

تاریخ اشاعت ـــــ جولائی ۲۰۱۳ء

صفحات ـــــ 432

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی
فون: 0092-21-32729089
فیکس: 0092-21-32725673
ای میل: zamzampublisher@gmail.com
ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور
- مکتبہ بیت العلم، 17 الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37112356

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  Bl1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

	زیر تحقیق روایات	

روایت	متن	صفحہ
روایت (۲۸)	۱-حاملہ کو (اور بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضا مند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔ ۲-دردِ زہ پر اس کو ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔ ۳-دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔ ۴-وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ۵-اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ ضمناً یہ تحقیق بھی کر دی گئی ہے کہ یہ موقوف روایت (عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد) ثابت ہے (اور ایسا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے): ''عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا''۔ مکمل ۲۸ روایات کا حکم (اختصار کے ساتھ)	۳۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ ''جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' (صحیح بخاری: ۱/ ۳۳) اس نوع کی احادیثِ مبارکہ کے پیشِ نظر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ احادیثِ مبارکہ کے بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط فرمایا کرتے تھے، جس کا اندازہ ان حضرات کے احادیثِ مبارکہ کے بیان کرتے وقت (اللہ کے خوف سے) کیفیات کے بدلنے والے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

محدثین حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ نے سندوں کی مضبوط جانچ پڑتال اور راویوں کے مفصّل حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قابلِ اعتبار احادیث کا ذخیرہ جمع کرنے میں بڑی محنت فرمائی اور ایسی باتیں جو کہ آپ ﷺ کی طرف منسوب کی گئیں جبکہ اُن باتوں میں سُقم شدید تر وقابلِ احتراز تھا۔ اُن باتوں کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کرنے کا دلائل واضحہ اور مضبوط تحقیقات کے ساتھ سدِ باب فرمایا، تاکہ بعد میں آنے والے ان وعیدات سے بچ سکیں، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف بغیر کسی تحقیق کے کسی بات کی نسبت کرنا مذکورہ بالا حدیث کا مصداق بننے کا سبب ہے اللّٰھم احفظنا منہ۔

لہٰذا ان موضوعات پر کئی جلدوں میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں جو آج بھی مثلِ شمع راہ نمائی کا ذریعہ ہے۔

عربی زبان میں ان موضوعات سے متعلق کئی کتابیں مطبوع ہے، محترم مولانا طارق امیر خان صاحب (متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی) نے اس موضوع پر اردو زبان میں ایک محققانہ مجموعہ مرتّب کیا ہے، جس میں آج کے معاشرے میں بیان کی جانے والی مذکورہ قسم کی روایات کی عمدہ تحقیق فرمائی جو کہ قابلِ تحسین ہے، جس کا اندازہ اس فن کے ماہر اساتذۂ کرام کی اس کتاب سے متعلق تقریظات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ''زمزم پبلشرز'' کو اس کتاب کے طبع کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ الحمد للہ ادارہ ہٰذا کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ تحقیقاتی اور مستند کتابوں کو طبع کرے، تا کہ اس فتنہ کے دور میں عوام کے ہاتھوں میں مستند بات پہنچیں اور صحیح رُخ پر چلنے میں راہ نمائی حاصل ہو۔ ادارہ کی قارئین سے درخواست ہے کہ تصحیح کے اہتمام کے باجود تصحیح سے متعلق کوئی قابلِ اصلاح بات ہوتو ادارہ کو ضرور مطّلع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کی اس سعی کو قبولیت عطا فرمائے اور مؤلف، ناشر اور اس کتاب سے متعلق کام کرنے والوں کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

احباب
''زمزم پبلشرز''

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی:

وبعد مولانا مفتی محمد طارق امیر خان بارک اللہ فی علمہ وعملہ وخدمتہ دینہ نے جامعہ فاروقیہ کراچی سے تخصص فی الحدیث کیا ہے۔

مولانا موصوف نے احادیث موضوعہ کی کتب ذخیرہ کو مقالے کا موضوع بنایا اور اپنے حضرت مولانا نور البشر استاد جامعہ فاروقیہ کراچی (محقق بلا کلام) کے زیر اشراف اور مولانا ساجد احمد استاد شعبہ تخصص فی الحدیث سے رہنمائی لیکر اپنا مقالہ مکمل کیا ہے۔

بعقر نے جستہ جستہ اس مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ واقعی خوب محنت کی ہے مولانا نور البشر نے مقالے کے بارے میں جن تاثرات کا ذکر کیا ہے بعقر ان سے اتفاق کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حق جل مجدہ ان علماء کرام کی مساعی کو حسن قبول عطا فرمائیں تمام شرور و آفات سے ان کی حفاظت فرمائیں اور جامعہ فاروقیہ کراچی کو رجال علم دین کی تیاری کی عمدہ سے عمدہ اور زیادہ سے زیادہ توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی
۵ جمادی الثانیہ
۱۴۳۴ھ
۱۶ اپریل ۲۰۱۳ء

Noor-ul-Bashar
• Ustazul-Hadith Jamia Farooqia, Karachi
• Principal and president of
Ma'had Usman Bin Affan Karachi

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کراچی
مدیر معہد عثمان بن عفان

Date ٢٠١٣/١/٣٠ م
Ref

التاریخ ١٤٣٤/٣/١٧ ھ
الرقم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد النبی الامی الامین، وعلی آلہ وصحبہ وتابعیہم ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین.

اما بعد:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ حضرات علماء امت کا ہمیشہ سے بھرپور تعلق رہا ہے، اسی تعلق کی بنیاد پر احادیث مبارکہ کی ہر پہلو سے خدمت کی ہے، خدمت حدیث کے مختلف پہلوؤں اور جہات میں سے ایک جہت "موضوع" یعنی گھڑی ہوئی بے سروپا احادیث کی نشان دہی بھی ہے۔

علماء امت نے - جزاہم اللہ خیرا - نے اس سلسلہ میں جو محنتیں کیں آج ان سے ایک پورا کتب خانہ تیار ہو سکتا ہے، لیکن یہ سارے کے سارے کام عربی زبان میں ہیں تو اردو زبان میں یہ کام نہ ہونے کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے عزیز گرامی مولانا محمد طارق امیر خان سلمہ اللہ تعالیٰ کو، کہ انہوں نے ہمارے جامعہ فاروقیہ کراچی سے تخصص فی الحدیث کیا اور پھر انہوں نے اپنا مقالہ اسی مضمون کو بنایا کہ عام لوگوں کے درمیان جو باتیں بلا تحقیق "حدیث" کے نام سے مشہور ہیں ان کی تحقیق کی جائے۔

عزیز موصوف نے اس سلسلہ میں زبردست محنت کی، اللہ جل شانہ کی طرف سے انہیں خصوصی توفیق ارزانی ہوئی اور انہوں نے اس عظیم کام کا ایک معتد بہ حصہ مکمل کر لیا۔

عزیز موصوف کی محنت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ بس ایسی حدیثوں کو جمع کر کے سرسری حکم لگا دیں، بلکہ ایسی روایات کی پہلے ممکنہ حد تک تخریج کی، پھر ہر روایت کی اسانید کو جمع کیا، ہر ہر سند پر ائمہ جرح و تعدیل کے کلام کی روشنی میں کلام کیا، اس کے بعد نپے تلے انداز سے اس حدیث کے اوپر حکم لگایا۔ اس طرح موصوف نے زبان زد عوام و خواص بہت سی احادیث کی چھان پھٹک کا عظیم محققانہ کام انجام دیا۔

41/25-28,36/B,Landhi,Karachi-75160,Pakistan
Tel:(+92-21)38411388 Cell: (+92)3212492164

Noor-ul-Bashar
• Ustazul-Hadith Jamia Farooqia, Karachi
• Principal and president of
Ma'had Usman Bin Affan Karachi

نور البشر محمد نور الحق
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
مدیر معہد عثمان بن عفان

Date ____________ التاریخ ____________
Ref ____________ الرقم ____________

یہ کام - جیسا کہ اہلِ علم اچھی طرح جانتے ہیں - انتہائی نازک ہے، اس میں اجتہاد و استنتاج کی غلطیوں کا کافی امکان ہے، نیز مؤلف کو یہ دعویٰ ہرگز نہیں کہ یہ کام ہر قسم کی غلطیوں سے پاک ہوگا، تاہم انسانی بساط کی حد تک عزیزِ موصوف نے محنت کی ہے، اس محنت کے پیچھے سوائے اس جذبہ کے اور کچھ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت نہ ہونے پائے جس کا تعلق حقیقۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ اسی طرح عوام و خواص کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا بھی مقصود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا تحقیق کسی بات کی نسبت کر دینا کس قدر خطرناک اور اس کے نتائج کتنے ہولناک ہیں۔

عزیزِ موصوف نے ایک ایک حدیث پر کام مکمل کر کے بندہ کو دکھانے کا معمول رکھا، اس طرح احقر نے اس پورے کام کو مکمل طور پر دیکھ لیا، جہاں ضرورت محسوس ہوئی مشورے دیئے، چنانچہ عزیزِ موصوف نے حسبِ ہدایت اس میں تبدیلی کی، اس طرح اب یہ کتاب منصۂ شہود پر آنے کے لئے تیار ہے۔

حضرات اہلِ علم سے گزارش ہے کہ اس کتاب پر تحقیقی نظر کرنے کے بعد اگر کوئی چیز قابلِ گرفت یا قابلِ اصلاح نظر آئے تو مؤلف کو ضرور آگاہ فرمائیں، ان شاء اللہ حق و صواب کو قبول کرنے اور غلطی سے رجوع اور اس کی اصلاح میں دیر نہیں لگے گی۔

اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ عزیزِ موصوف کی اس کاوش کو خالص اپنے فضل اور مہربانی سے قبول فرمائے، اس کی افادیت کو عام و تام فرمائے، اور اس جیسے مفید کاموں کی خوب خوب توفیق عطا فرمائے - آمین

وکتبہ
العبد الفقیر الی اللہ البر
نور البشر محمد نور الحق
عفا اللہ عنہما

41/25-28,36/B,Landhi,Karachi-75160,Pakistan
Tel:(+92-21)38411388 Cell: (+92)3212492164

مقدّمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَمْدُ اللّٰه الذي أمَرَ بالحَقِ وفَرَضَ الصِدْقَ، وحَرَّمَ الكِذْبَ ونَهى عن البَاطِلِ۔ والصَلٰوة وَالسَّلَامُ على سَيِدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِه ورَسُولِه و نَبِيِه القَائِلِ: ”إنّ كِذْباً عَلَيّ ليس كَكِذْبٍ على أحدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيّ مُتَعَمِداً فَلْيَتَبَوَّأ مَقْعَدَه مِنَ النَارِ“۔ وعلى آلِه وصَحْبِه وتَابِعِيهم بِإحْسَانٍ، حُمَاةِ شَرِيْعَتِه، ورُوَاةِ سُنَّتِه، الذَّابِيْن عنها تَحْرِيفَ المُحَرِّفِين، وانْتِحَالِ المُبْطِلِين، وكِذْبِ الكَاذِبِين۔

أمّا بعدُ!

شریعتِ غرّاء میں اَحادیثِ رسول اللہ ﷺ کو مصدرِ ثانی کی اساسی حیثیت حاصل ہے، جس میں نقب زنی سے حفاظت کا انتظام عہدِ رسالت کی ابتدا ہی سے کر دیا گیا تھا، اور یہ صیانت وحفاظت آپ ﷺ کے اس فرمان کا نتیجہ تھی:

”مَنْ كَذَبَ عَلَيّ مُتَعَمِداً فَلْيَتَبَوَّأ مَقْعَدَه مِنَ النَارِ“۔[1]

ترجمہ: ”جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“۔

جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اس ارشاد سے ہر دَم خوفزدہ رہتے تھے، اور آپ ﷺ کا یہ دستور، ہمہ وقت اُن کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کی اسی کیفیت کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اِن لفظوں میں بیان کیا ہے:

”سید الکونین ﷺ کا یہ فرمان، محافل صحابہ رضی اللہ عنہم میں اتنی شہرت اختیار کر گیا تھا

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي ﷺ ۱/۳۳ رقم الحديث: ۱۰۷، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

کہ آج بھی کتبِ حدیث میں سو سے زائد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام محفوظ ہیں، جن سے یہ روایت مسنداً (سند کے ساتھ) منقول ہے''۔ [1]

اگر اِن تمام طُرق اور روایات کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمہ گیری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کیونکہ جہاں اِبتدائے نبوت کی خفیہ مجالس میں اِس حدیث کی سرگوشیاں تھی، وہاں اِکمال نبوت یعنی خطبہ حُجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں بھی اسی اعلان کی گونج تھی، جہاں عشرہ مبشّرہ اس روایت کو نقل کر رہے ہیں، وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عام وخاص بھی اس کو دُہرا رہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں جس طرح یہ ارشاد زبان زَدِ عام تھا، صحابیات رضی اللہ عنہن کی مجالس بھی اس فرمان سے مزیّن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کا اثر تھا کہ جب ذخیرۂ اَحادیث میں من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایات کے ذریعے رَخنہ اندازی کی مذموم کوششیں شروع ہوگئیں، تو محدثینِ کرام نے احادیث کے صحت وسُقم کے مابین ''اِسناد'' کی ایسی خلیج قائم کردی، جس کی مثال اُممِ سابقہ میں ملنا مُحال ہے، محدثینِ کرام نے احادیث کو خس وخاشاک سے صاف کرنے کے لئے یہی ''میزانِ إسناد'' قائم کی، جس کے نتیجے میں حدیث کے مبارک علوم وجود میں آتے رہے، ضعیف اور کذّاب راویوں پر مستقل تصانیف کی گئیں، انہی متقدمین علماء نے ''کتب العِلَل'' میں ''ساقط الاعتبار'' (غیر معتبر) احادیث کو واضح کیا، علماء متأخرین نے بھی باقاعدہ مُشتہرات (زبان زَد عام روایات) ساقط الاعتبار اور من گھڑت روایات پر کتابیں لکھیں، چنانچہ ہر زمانے میں احادیث کا ذخیرہ محفوظ شاہراہ پر گامزن رہا، غرض یہ کہ روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے، وہ حدیث کے محافظین خود ساتھ لایا ہے۔

---

[1] اللآلي المصنوعة: ص: ۳۵، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

پاک وہند میں ساقط الاعتبار، من گھڑت روایات اور اُن کا سدّ باب:

پھر اگر ہم اپنے خطّے برّصغیر پاک وہند کا جائزہ لیں، تو موضوعات کی روک تھام میں سرفہرست علامہ ابوالفضل حسن بن محمد صاغانی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نظر آتا ہے، آپ ۵۷۷ھ لاہور (پاکستان) میں پیدا ہوئے، اور حدیث ولغت کی دیگر خدمات کے ساتھ، خودساختہ روایات پر دوگراں قدر کتابیں لکھی:

۱- الدُرَرُ المُلْتَقَط في تَبْيِينِ الغَلَط

۲- موضوعات الصَّغَاني

من گھڑت اور غیر معتبر روایات کے بنیادی عوامل:

پاک وہند میں من گھڑت اور باطل روایات کا مطالعہ بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے، جن میں یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ برّصغیر پاک وہند میں وہ کون سے قدیم بنیادی طبقات ہیں، جو یہاں خودساختہ روایات کی ترویج میں راہ ہموار کرتے رہے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں سب سے قدیم تحریر علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ملتی ہے، جس سے ہمیں بڑی حد تک اس سوال کے جواب میں رہنمائی ملتی ہے، چنانچہ علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُلْتَقَط" [1] میں اپنی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد كَثُرَتْ في زَمَانِنا الأحاديث الموضوعةُ، يرويها القصاصُ على رُؤوس المَنابِر والمجالِس، ويَذْكُرُ الفُقَرَاءُ والفُقَهَاءُ في الخَوَانِقِ والمَدَارِس، وتَدَاوَلَتْ في المَحَافِل، واشْتُهِرَتْ في القَبَائِل، لِقِلَّة مَعْرِفَةِ النَّاس بعِلْمِ السُنَنِ، وانْحِرَافِهم عن السُّنَنِ"۔

اس عبارت میں امام صاغانی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات اور غیر معتبر روایات کی اِشاعت

---

[1] الدُرَرُ الملتقط: بحواله مجلّه "فكر ونظر"، ص:۷۶، خصوصي اشاعت، ربيع الأول - شعبان ۱۴۲۶ھ، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الأقوامی، اسلامي يونيورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

میں مُلوّث چند عوامل کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

❊......قصہ گو برسرِ منبر اور مجالس عامہؔ میں، من گھڑت روایتیں بیان کرتے تھے، ایسے ہی جاہل صوفیاء اور جاہل فقہاء کی مجالس بھی ان باطل مرویّات سے پُر تھیں۔

❊......اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ خودساختہ روایتیں ملّت اسلامیہ کے ہر طبقے اور قبیلے میں رواج پاتی رہیں، اور یہی کلام، مجالس کی زینت بنتا رہا، بالآخر موضوعات کی یہ گرم بازاری پورے معاشرے میں سرایت کرگئی۔

❊......اس شرعی اِنحطاط کا باعث صرف معرفتِ حدیث سے دوری تھی۔

وضّاعین کی اقسام اور ان کے مذموم مقاصد:

علامہ صاغانی رحمۃ اللہ علیہ کا گزشتہ اِقتباس ہماری قدیم خستہ حالی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، جس میں مذکور طبقات ہمارے سابقہ سوال کا اجمالی جواب ہیں، مزید وضاحت کے لئے ہم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مقدمے [1] کو بہت ہی معاون پاتے ہیں، جس میں انھوں نے حدیث گھڑنے والوں کی اغراض ومقاصد بتاتے ہوئے، انھیں کئی اقسام پر تقسیم کیا ہے، اِن اقسام سے ہم بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں وہ کون سے حلقے، اَفراد اور گروہ ہیں، جن کے ہاں موضوع روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جنم لیتا رہا ہے، بالفاظ دیگر یہ روایات انھیں کے راستے سے مشہور ہوئیں۔

۱- زَنادِقہ:

ان کا مقصد اُمت میں رطب ویابس پھیلا کر شریعت کو مسخ کرنا ہے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت پاک وہند کے ''فرقۂ نیچریہ'' اور اُن کے گمراہ کُن عقائد کا ذکر کیا ہے، آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فرقہ نصوصِ شرعیہ میں تحریف (تبدیلی) لفظی ومعنوی کا مرتکب رہا ہے۔

---

[1] الآثار المرفوعة: ص:۱۲، دار الكتب العلمية-بيروت۔

۲-مؤیدینِ مذاہب:

دوسری قسم اُن افراد کی ہے، جنہوں نے اپنے مذہب اور موقف کی تائید میں روایتیں گھڑیں، اِس عنوان کے تحت علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں خوارج کے طریقۂ واردات کو بیان کیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعض خوارج نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم نے اپنے موقف اور رائے کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث گھڑی ہیں۔

یہاں برّصغیر پاک وہند میں موجود اہل سوء اور بدعتیوں کا ذکر بھی برمحل ہے، جنہوں نے اس خطّے میں بہت سی مُحدَثات (دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا) اور بدعات کو سند جواز فراہم کی، اور اپنی اِختراعات کے ثبوت میں، من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایتوں کا سہارا لیا۔

۳-اصلاح پسند اَفراد:

تیسرا طبقہ اُن افراد کا ہے، جنہوں نے لوگوں کی اصلاح کے خیال سے ترغیب وترھیب کی احادیث گھڑیں۔اس ضمن میں علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ پاک وہند کے بعض اصلاح پسند لوگوں نے تمباکونوشی سے زَجر ووَعِید پر مشتمل احادیث وضع کی ہیں، پھر موصوف نے اس مضمون پر مشتمل وضّاعین کی آٹھ ایسی روایتیں لکھیں، جو سب کی سب جعلی ہیں۔

۴-طبقۂ جہلاء:

چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہر اَمرِ خیر، اقوال زَرِیں وغیرہ کا انتساب جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ معتبر سند کے بغیر اس طرح انتساب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵-اہل غُلُوّ:

ایک قسم اُن لوگوں کی ہے، جو عقیدت و محبت میں اِفراط و غُلُوّ کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اہل بیت، خلفائے راشدین، ائمہ کرام اور رسالت مآب ﷺ کے حوالے سے باطل اور بے اصل مضامین مشہور کر دیتے ہیں۔

۶-واعظین:

چھٹا طبقہ ان قصہ گو واعظین کا ہے جو جعلی غرائبِ زمانہ سُنا کر عوام سے دادِ تحسین وصول کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ یہی طبقات اور اَفراد، خطۂ ہند و پاک میں حدیث کی جعل سازی کا بیڑا اٹھائے رہے ہیں، بلکہ اس تفصیل کے بعد ہم بصیرت سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے گرد و پیش ایسی بہت سی ہم معنی باطل احادیث پھیلی ہوئی ہیں، جو بلاتردّد انھیں خاص طبقات کی مذموم کوششوں اور تکاسل کا نتیجہ ہے۔

پاک و ہند میں حدیث میں تکاسل اور اس کے اسباب:

اگرچہ برصغیر پاک و ہند میں زبان زدِ عام رِوایات کی تنقیح بجا طور پر ہوتی رہی ہے، لیکن پھر بھی یہ سوال جواب کا مستحق ہے کہ پاک و ہند میں، افرادِ اُمت عام طور پر احادیث میں صرف سطحی ذہن رکھنے والے ہیں، اور اکثر احادیث کی چھان بین کو خاطر میں نہیں لایا جاتا، آخر حدیث کے عنوان سے مزاجوں میں حسّاسیت اتنی مدھم کیوں رہی ہے؟

تلاشِ بسیار کے بعد پاک و ہند کی قابلِ فخر شخصیت علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۹ھ) کی عبارت میں اس مُعَمّہ کا حل مل گیا۔ علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے

"کوثر النَّبِيِّ وزُلَالُ حَوْضِهِ الرَّوِي" [1] میں ایک مقام پر بعض ایسی کتبِ تفسیر، کتبِ زہد، کتبِ اَورَاد وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، جن میں مقدوح اور غیر مُعتبر احادیث بھی ہیں، پھر اِن کتابوں میں موجود ساقط الاعتبار احادیث کے اسباب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والسَّبَبُ أنّه قَلَّ اشْتِغَالُهم بِصَنَاعَةِ الحَدِيث، وأنّهم اعْتَمَدُ وا على المشهورفي الألْسِنَة مِنْ تَحْسِيْنِ الظَّنّ بالمُسْلِم وأَنَّهم انْخَدَعُوا بالكُتُب الغَيرِ المُنَقَّحَةِ الحَاوِيَةِ لِلرُّطَبِ واليَابِسِ، وأنّه لم يَبْلُغْهُم وَعِيدُ التَّهَاوُنِ في روايةِ الحَدِيثِ، وأيضاً منهم مَنْ يَعْتَمِدُ على كُلِّ ما أسْنِدَ مِنْ غَيرِ قَدْحٍ وتَعْدِيلٍ في الرُّوَاة"۔

"(اِن کتب میں رطب ویابس احادیث کی) وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنّفین فنِ حدیث سے اِشتغال کم رکھتے ہیں، اور مسلمان سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے، زبان زَد عام روایتوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں (حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہرِ فن پر ہی کیا جا سکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والے پر) اور یہ مصنّفین رطب ویابس پر مشتمل، غیر منقّح کتابوں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں، اور (ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (معمولی سمجھنا) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور بعض مصنّفین سند کے راویوں کی جرح وتعدیل دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں"۔

اسبابِ تکاسل کا جائزہ:

دراصل علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتبِ حدیث وتفسیر وغیرہ کا تذکرہ

---

[1] کوثر النَّبِيِّ وزُلَالُ حَوْضِهِ الرَّوِي (فن معرفة الموضوعات): ص:۱۰۸، المخطوط، نسخه العلامة عبد الله الوَلْهَارِي (۱۲۸۳ھ)۔

کیا ہے، یہ کتب برصغیر میں مُتَدَاول اور مُرَوّج ہیں اور ان کتابوں کے مؤلفین کی جلالت اور علوِ شان بلا شبہ مُسَلَّم ہے، لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِن مؤلفین کا فنِ حدیث میں اشتغال ناقص رہا ہے، چنانچہ صاحبِ کتاب کی یہ کمزوری عوام میں بھی سرایت کرتی رہی اور احادیثِ موضوعہ معاشرے میں پھیلتی رہیں، بہر حال ذَیل میں ہم مولانا عُبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ نِکات اور ان سے ماخوذ نتائج کا جائزہ لیتے ہیں۔

فنِّ حدیث میں اشتغال کی کمی:

ان مصنّفین کی تالیفات میں رَطب و یابس روایات کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان مؤلفین نے علومِ حدیث سے ایسا اشتغال نہیں رکھا، جس سے ان میں اُصولِ حدیث کے مطابق، حدیث کے ردّ و قبول کا مَلَکہ اور اسے پرکھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی، حتی کہ ہمارے زمانے میں بھی مُعتَد بہ تالیفات اس بات کی مقتضی ہیں کہ ان کے مؤلفین احادیث کے معاملے میں محض تحویل (حوالہ دینا) پر اکتفا نہ کریں، بلکہ حسبِ ضرورت اس بات کا پورا اطمینان حاصل کریں کہ یہ حدیث معتبر سند سے ثابت ہے۔

محض حسنِ ظن کی بناء پر روایات پر اعتماد:

ان کتابوں میں باطل اور بے اصل روایتوں کے شِیوع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اِن مصنّفین کے نُفُوسِ قدسیہ ہر مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے، اور زبان زَدِ عام روایتوں کو حسنِ ظن کی بنا پر بلا تحقیق قبول کر لیتے تھے۔

واضح رہے کہ اس مقام پر مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حدیث میں اعتماد کا مدار صرف ماہرینِ فن ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص صناعتِ حدیث میں مہارت نہیں رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر بلا تحقیق حسنِ ظن کی بنیاد پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔[1]

---

[1] الآثار المرفوعة: ص: ۱۹، دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

تہاونِ حدیث پر وعید سے نا آشنائی:

ان کتب میں قابلِ رَدّ مواد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تہاونِ حدیث (یعنی رِوایتِ حدیث میں پوری احتیاط سے کام نہ لینا) کی وعیدوں سے واقف نہیں ہوں گے، بلاشبہ ان حضرات کی عُلوّ شان اسی حسنِ ظن کی مقتضی ہے، البتہ اس تہاون سے اجتناب کی اہمیت اپنی جگہ ہے، خاص طور پر عوامی حلقوں میں اس کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ ملّت اسلامیہ کا ہر فرد یہ محسوس کررہا ہو کہ میں رسالت مآب ﷺ کی طرف ایسی بات ہرگز منسوب نہ کروں جو آپ ﷺ سے ثابت نہ ہو، تا کہ میں "مَنْ کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً۔۔۔" کا مصداق بننے سے بچ جاؤں، ورنہ یہی تہاون نہ صرف غیر مستند روایات کو پھیلانے میں کام آتا ہے، بلکہ اِن روایتوں کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔

تحقیق کا فقدان:

پھر ان تالیفات میں جو احادیث مُسنَد (سند والی روایات) تھیں، ان میں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ فن جرح وتعدیل کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا جائے، تا کہ قابلِ احتراز روایتیں ظاہر ہو جاتیں۔

ایک اہم فائدہ:

اگر ہم بھی اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ علم الروایہ (علمِ حدیث) میں ہمارا منتہیٰ صرف سندِ حدیث پانا ہے، اس کے بعد ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، حالانکہ صاحبِ کتاب تو سند بیان کر کے ایک حد تک اپنی ذمہ داری سے سَبکدَوش ہو جاتا ہے، اب اگلا مرحلہ ہم سے متعلق ہے کہ ہم حسبِ ضرورت، متقدمین اصحابِ تخریج اور ائمۂ عِلل کی جانب رجوع کریں، اور روایات کے قابلِ تحمل (روایت لینا) ہونے کا پورا اطمینان حاصل کریں۔

حاصل کلام:

سابقہ اسبابِ تکاسل خطۂ پاک وہند میں موضوعات کی اشاعت اور ان کی ترویج میں انتہائی مؤثر رہے ہیں، بلکہ اگر ان اسباب کے سدّ باب کے لئے اکابرین کے طرز پر عملی اِقدامات جاری رکھے جائیں، تو کافی حد تک اس ساقط الاعتبار ذخیرے کی روک تھام ہوسکتی ہے۔

من گھڑت روایات کے سدِّ باب میں علماء پاک وہند کی خدمات:

سابقہ اقتباسات سے ہمیں من گھڑت روایات کی اِشاعت میں ملوّث بہت سے گروہوں اور طبقات کا بخوبی علم ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ ان کی اغراض، اَفکار، اور طریقۂ کار بھی وضاحت سے سامنے آ گیا، لیکن واضح رہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ عمائدینِ اُمت نے اس فتنے کے سدّ باب کے لئے اپنی خدمات پیش نہ کی ہو، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ برّصغیر پاک وہند پر ایسے شب وروز بھی آئے ہیں، جن میں حفاظت حدیث کا تاج، علماء برّصغیر کے سر رہا ہے، چنانچہ علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جب کہ علمِ حدیث کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں، برّصغیر میں یہ سرگرمیاں عروج پر تھیں“۔[1]

گویا کہ یوں کہنا چاہیے کہ اس وقت عالمِ اسلام کی سربراہی کی سعادت برِصغیر کو حاصل رہی ہے، بہر حال یہاں ہم پاک وہند کے اُن چند مشہور مشائخ کا مختصر تذکرہ کریں گے، جنھوں نے زبان زَد عوام وخواص، روایات کی حقیقت واضح کی، اور ذخیرۂ احادیث میں تنقیح کی خدمات انجام دیں۔

---

[1] مقالات الکوثري: ص:٦٧، دار السلام مصر، الطبعة الثانية ١٤٢٨ھ۔

۱-امام رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۵۷ھ)

آپ کی تالیف "الدُّرَرُ المُلْتَقَط" اور "موضوعات الصَّغَانِي" کا شمار فنِ ہذا کے اوّلین مصادر میں ہوتا ہے۔مشتہرات پر مشتمل شاید ہی کوئی کتاب موصوف کے اقوال سے خالی ہو۔

۲-ملک المحدّثین علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۶ھ)

آپ نے اس فن میں "تذکِرۃُ الموضوعات" اور "قانون الموضوعات" لکھیں، بلاشبہ مشتہرات کا یہ مجموعہ ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳-علامہ سید محمد بن محمد حسینی زَبیدی الشہیر بمرتضی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ)

آپ نے "اتَحاف السَّادَۃ المُتَقِین" میں "إحیاء علوم الدین للغزالي" کی احادیث پر، تخریج وتشریح میں محدثانہ شان کا مظاہرہ کیا ہے، اہل علم طبقہ بالخصوص پاک وہند میں اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

۴-امام عبد العزیز بن احمد فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ نے تقریباً ۲ ہزار موضوع اور زبان زَد عام روایتوں پر مشتمل مجموعہ مرتب کیا ہے، فی الحال یہ مخطوط ہے۔آپ کے بارے میں مولانا موسیٰ خان روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمینِ پنجاب کو جب سے وجود بخشا ہے، ان جیسی کسی دوسرے شخصیت نے یہاں جنم نہیں لیا، تو میں حانث نہیں ہوں گا"۔[1]

۵-علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰۴ھ)

آپ کی شخصیت اور حدیثی خدمات محتاج تعریف نہیں ہے، اس فن میں آپ

---

[1] بغية الكامل السامي في شرح المحصول والحاصل للجامي: ص:۲۲۷، مكتبة مدينة بلاهور باكستان، الطبعة الخامسة ۱۴۱۴ھ۔

نے "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" کے نام سے یادگار چھوڑی ہے۔

۶- حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۰ھ/ ۱۳۶۲ھ)

آپ امراضِ امت کی پہچان اور اس کے علاج میں وَہبی بصیرت رکھتے تھے، آپ نے پاک و ہند میں مُتدَاوَل من گھڑت اور بے اصل روایتوں کا سدّ باب عملاً بھی کیا اور عوام کو بھی اس سے اجتناب کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ بہشتی زیور، حصہ دہم میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ''بعضی کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے'' اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''دعا گنج العرش، عہد نامہ یہ دونوں کتابیں اور بہت سی ایسی ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی دعائیں تو اچھی ہیں، مگر ان میں جو سندیں لکھی ہیں، اور ان میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو لمبے چوڑے ثواب لکھے ہیں، وہ بالکل گھڑی ہوئی باتیں ہیں''۔[1]

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ سلوک و تصوّف کی مجالس میں ایک معتد بہ تعداد بے اصل روایتوں کی ہیں، چنانچہ آپ نے "التَشَرُّفُ بِمَعْرِفَةِ أَحَادِيثِ التَّصَوُّف" میں ایسی بہت سی روایات پر روایتی اور درایتی پہلوؤں سے بحث کی ہے، جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ایک اہم التماس:

یہ مختصر اور محدود تحقیق اس کی مزید گنجائش رکھنے سے قاصر ہے کہ ہم اکابرینِ پاک و ہند کی متعلقہ موضوع میں تاریخی خدمات سے تفصیلی بحث کریں، البتہ اگر کوئی فرد علامہ عبدالحی الحَسَنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "نُزْهَةُ الخَوَاطِرِ وبَهْجَةُ المَسَامِعِ والنَّوَاظِر" کو سامنے رکھ کر ان محدثینِ کرام کی خدمات کو جمع کرے، جنہوں نے باطل اور من

---

[1] بہشتی زیور: ص: ۷۰۴، حصہ دہم، دارالاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اردو بازار کراچی۔

گھڑت روایتوں کا تعاقب کیا ہے، تو یہ کام نہ صرف ہماری اسلاف کے منہج کی جانب رہنمائی کرے گا بلکہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے اُن مخطوطات کی جانب بھی رہنمائی کرے گا جو آج دِیمک اور گردوغبار سے تحلیل ہوتے جارہے ہیں، بلاشبہ نت نئی تحقیقات، شروحات، تسہیلات وغیرہ ناگزیر تالیفات ہیں، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ آج جن مخطوطات کو ہم محفوظ کر سکتے ہیں، کل ان کا نام ''حسَراتِ زمانہ'' کی فہرست میں شامل کر دیا جائے۔

تحقیق اور اس کا موضوع:

گزشتہ تمام تفصیلات کے پیشِ نظر بندہ نے اپنے گرد وپیش پھیلی ہوئی مشہور روایتوں کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا، اور ان روایات میں سے ایسی ۲۸ روایات کی تعیین کی جو درجۂ اعتبار سے ساقط ہیں، واضح رہے کہ ۲۸ روایات کا یہ مجموعہ تین قسم کی روایات پر مشتمل ہے:

① من گھڑت روایات

② بے سند روایات

③ ضعفِ شدید پر مشتمل روایات

آپ دورانِ تحقیق نتائج میں ان تینوں اقسام کا مشاہدہ کریں گے، اور فنِ اصولِ حدیث کے مطابق یہ تینوں اقسام نوعیاتی فرق رکھتی ہیں، البتہ ان تینوں اقسام کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے، ذیل میں ان اَحادیث کو مختصر عنوان کے ساتھ سے تحریر کیا جاتا ہے:

① ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے، اُبوشحمہ پر حد نافذ کرنے کا قصہ (یہ موقوف روایت ہے)۔

③ ایک بدّو کے آپ ﷺ سے ۲۴ سوالات۔

④ آپ ﷺ کا وصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔ (یہ تفصیلی من گھڑت قصہ عکاشہ نامی ایک شخص کی جانب منسوب ہے، البتہ یہ قصہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ ﷺ نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سَواد بن غَزِیّہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہوکر بھلائی کی دعا دی۔ (انظر ترجمة سَواد بن غَزِيّة في "الاستيعاب في معرفة الأصحاب"، "الإصابة في تمييز الصحابة" وغيرهما)

⑤ ''ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے''۔

اس روایت کے تحت دو مزید حکایات کی فنی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

⑥ ''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے، اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا، حاضر ہوں!''۔

⑦ نورِ محمدی ﷺ کی چمک سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کا ظاہر ہونا۔

⑧ ''تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو''۔

⑨ ''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے، پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں''۔

⑩ ''اپنا نصف دین حُمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو''۔

⑪ بچے کی بسم اللہ پر اس بچے کی، اُس کے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔

⑫ ''ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مَردوں کی طرح ہے''۔

⑬ ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں''۔

اس روایت کے ضمن میں ایک زبان زَدِ عام قصہ کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔

⑭ حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔

⑮ ''اللہ کی معرفت میرا اَثاثہ ہے......''۔

⑯ ختمِ قرآن کی دُعا:

''اللّهم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي۔ا للّهم ارحَمْنِي بالقرآن العظيم واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّهم ذَكِّرْنِي منه ما نَسِيْتُ وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل و آناءَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين''۔

یہ دعا دَراصل دو مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے، ہر جزء کا حکم دوسرے سے مختلف ہے، اس لئے ہر جزء پر علیحدہ فنی تبصرہ کیا گیا ہے، واضح رہے یہ تحقیق دعا بحیثیتِ حدیث ہے۔

⑰ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا......''۔

⑱ ''جمعہ کا حج، حج اکبر ہے''۔

⑲ ''دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں''۔

⑳ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں۔

㉑ ''مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو''۔

تحقیق کے آخر میں ضمناً ایک دوسری روایت کی فنی تفصیل پیش کی گئی ہے، حدیث یہ ہے:

''جب آدمی مسجد میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں

لگا رہے، تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے مبغوض بندے! چپ کر جا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہو جا''۔

(۲۲) ''میری اَرض وسمأ مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مؤمن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سما لیتا ہے''۔

اس حدیثِ قدسی کے ساتھ ایک دوسری حدیث قدسی کی بھی تحقیق ذکر کی گئی ہے، حدیث یہ ہے:

''دل رب کا گھر ہے''۔

(۲۳) کھانے سے قبل دعا: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہ''۔

اس دعا کا ذکر ذکر معتبر کتب میں موجود ہے، لیکن یہ دعا تحقیق کا موضوع اس لئے بنی ہے کہ اس دعا کو لفظِ ''علی'' کے ساتھ لکھا جاتا ہے، حالانکہ لفظِ ''علی'' کی زیادتی درحقیقت ثابت نہیں ہے نیز ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ اس دُعا کا حوالہ دینے میں عام طور پر غلطی کی جاتی ہے۔

(۲۴) ''علماء کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علماء میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں''۔

(۲۵) ''مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے'': بعض جگہ یہ الفاظ ہیں ہے: ''مومن کے تھوک میں شفاء ہے''۔

(۲۶) ''جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہی، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہی، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہی، وہ اسی حساب سے حج کرے گا''۔

(۲۷) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک، اور شہنشاہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لئے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلاء کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کردوں گا“۔

(۲۸) ❶ حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

❷ دردِزہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

❸ دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

❹ وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

❺ اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ موقوف روایت (عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد) ثابت ہے (اور ایسا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے): ”عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا“۔

تحقیق کا منہج اور طریقۂ کار:

تحقیقاتِ حدیث ایک پیچیدہ فنی بحث ہے، جسے صرف وہی شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے، جس کے سامنے اصولِ حدیث، عللِ حدیث، اور فنِ رجال کی بحثیں ماہرین کی سرپرستی، وسیع مطالعہ اور طویل ممارست سے منقح ہوگئی ہوں، بصورتِ دیگر اِن تحقیقات سے کما حقہ فائدہ حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا، بہرحال دورانِ تحقیق جن اُمور کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اگر قارئین اِن امور کو سامنے رکھیں تو بہت سے مشکل مقامات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا، بلکہ کافی حد تک ان تحقیقات میں بصیرت بھی حاصل ہو جائے گی، ملاحظہ ہو:

❁...... تقریباً ہر حدیث کی ابتدا میں ایک تمہیدی مضمون ذکر کیا گیا ہے، یہ اِقتباس دراصل متعلقہ بحث کی تسہیل اور مرکزی نکتے کی حیثیت رکھتا ہے، اور اِس عبارت سے کئی مقاصد پورے ہوتے ہیں، مثلاً:

۱- اِس مضمون میں زیرِ تحقیق روایت کی ضروری اُصولی بحث ذکر کر دی جاتی ہے تا کہ دورانِ تحقیق فنی بحث سے اُلجھاؤ پیدا نہ ہو، اور اس فنی بحث کی طرف دورانِ تحقیق صرف اِشارہ کر دیا جاتا ہے، جس کی تفصیل اس ابتدائی مضمون میں گذر چکی ہوتی ہے۔

۲- کئی اَحادیث کی مرکزی اور فنی وضاحت مشترک ہوتی ہے، اس لئے اِن اِبتدائی مضامین میں آپ تکرار بھی پائیں گے، خاص طور پر حافظ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ کا وہ اقتباس جس میں موصوف نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے ضعیف حدیث کے ردّ وقبول کی تین اہم شرائط لکھی ہیں، ان شرائط کی تفصیل آگے آ رہی ہے، ان شاء اللہ۔

۳- اِن نِکات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اس ابتدائی مضمون کا متعلقہ تحقیقِ حدیث سے گہرا تعلق ہوتا ہے، بالفاظِ دیگر یہ اقتباس تحقیقِ حدیث کے تابع اور اس

کے سمجھنے میں انتہائی معاون ہوگا، اس لئے اسے محض مقدمہ ہرگز نہ سمجھا جائے۔

٭...... تمام اَحادیث کی اِبتدا میں پوری تحقیق کا خلاصہ لکھا جاتا ہے، تاکہ اجمالی نقشہ ذہن میں مستحضر رکھ کر تفصیلات سمجھنا آسان ہوجائے۔ یہ خلاصہ عام طور پر چار بنیادی اُمور پر مشتمل ہوتا ہے:

۱- روایت اور اس کے بنیادی مصادِر

۲- نفسِ روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳- روایت کے متکلّم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور ان کا خلاصہ

۴- روایت کا فنی حکم

٭...... ہم نے اپنی جستجو کے مطابق زیرِ بحث روایت کے مصادر ومراجع ذکر کیے ہیں، اور روایت کا فنی حکم انہی طرق اور ان کے بارے میں ائمہ حدیث کے کلام کو سامنے رکھ کر قائم کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی معتبر طریق ہمیں یا کسی بھی فرد کو مل جائے تو وہ اس تحقیق کے لئے ہرگز مضر نہیں، البتہ متنِ حدیث کا حکم بلاشبہ ایسی صورت میں بدل جاتا ہے، اَحبابِ فن اس سے بخوبی واقف ہیں کہ محدثینِ کرام کا کسی روایت پر فنی حکم لگانا، ان کی ملحوظہ روایات کی روشنی میں ہوتا ہے، اس میں اس بات کا امکان بہر حال باقی رہتا ہے کہ اس ساقط الاعتبار روایت کا کوئی معتبر طریق مل جائے، چنانچہ کسی معتبر طریق ملنے کے بعد اب متنِ حدیث کا حکم اس معتبر سند کی حیثیت سے بدل سکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ کسی سند کا معتبر یا غیر معتبر ہونا اصولِ حدیث کی روشنی میں ہی ہوسکتا ہے، اس لئے کسی ممکنہ معتبر سند کا محض تصور یا کسی غیر معتبر سند کا موجود ہونا، ان تحقیقات میں ذکر کردہ فنی حکم کے معارض نہیں بن سکتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق تحقیقاتِ سلف کو جمع کر کے

نتائج نقل کیے ہیں، قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ آپ فن حدیث کے مطابق اسے خوب پرکھیں، اگر آپ کے نزدیک ان نتائج کے علاوہ کوئی دوسرا حکم قرینِ قیاس ہے، تو اس بارے میں احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کا فنی تبصرہ ماہرینِ فن کے نزدیک راجح ہونے کی صورت میں احقر کو رجوع سے ہرگز تأمل نہیں ہوگا، اور احتیاج کے اظہار کے ساتھ آپ کی اصلاحات پر ممنون رہوں گا۔

❁...... واضح رہے کہ ہر روایت کا فنی مقام سمجھنے کے لئے جہاں نفسِ روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اَقوال کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے، وہاں روایت میں زیرِ بحث راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کے تفصیلی اَقوال کا سمجھنا بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اسی لئے دورانِ تحقیق ان دونوں امور کو علیحدہ عنوان سے لکھا گیا ہے، اور تسہیل کے لئے ہر عنوان کے آخر میں خلاصہ بھی مذکور ہے۔

❁...... نفسِ حدیث کے بارے میں متقدمین ومتاخرین دونوں کے اقوال لکھے گئے ہیں، جن میں آپ اکثر اس بات کا مشاہدہ کریں گے کہ متاخرین علماء کرام، متقدمین محدثین کی متابعت اختیار فرماتے ہیں، ہم نے اکثر مقامات پر اِن متاخرین محدثینِ کرام کی مکمل عبارتیں نقل کی ہیں، اور محض اس پر اکتفا نہیں کیا کہ متابعت کی صورت میں متاخرین کے صرف ناموں کو ذکر کر دیا جائے۔

❁...... متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال لکھتے ہوئے اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حسبِ ضرورت توضیحی عبارتوں سے مفہومِ کلام کو آسان تر بنایا جائے۔

❁...... اگر زیرِ بحث تحقیق مختلف الفاظ سے مروی ہو، تو ان تمام عبارتوں کو لکھا گیا ہے۔

❁...... اردو زبان کا دامن عربی زبان کے مقابلے میں انتہائی تنگ ہے، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ عربی عبارتوں کو حذف رکھ کر ان کا صرف ترجمہ کر دیا جائے،

بلکہ اکثر عربی عبارتیں ذکر کر کے ان کا ترجمہ لکھا گیا ہے، اس لئے اہل علم حضرات تو عربی متن کو خصوصیت سے ملحوظ رکھیں، اور ترجمہ میں حتی الامکان محاوراتی ترجمہ کے ساتھ ساتھ عبارت کے الفاظ کی رعایت بھی کی گئی ہے، اور اگر کہیں عربی عبارت میں کوئی لفظ پیچیدہ تھا، تو "لِسان العرب" یا "النِهاية في غريب الأثر" کے محاورات کی روشنی میں اردو میں اس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

❁......بعض مقامات پر طویل احادیث کا پورا متن نہیں لکھا گیا بلکہ اس کا خلاصہ لکھا گیا ہے، البتہ حسب موقع اِن طویل احادیث میں بھی عربی متن لاتے رہے ہیں۔

❁......بعض اوقات ایک روایت میں مروّجہ مضمون اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہوتا ہے، جس کی تلافی دیگر متعلقہ مفصّل روایات سے کی جاتی ہے۔

❁......اصطلاحی الفاظ ایک خاص پسِ منظر رکھتے ہیں، اس لئے ان کو ترجمہ میں ڈھالنے کے بجائے بعینہ لکھا جاتا ہے، خصوصاً ائمہ کرام کے اَقوالِ جرح وتعدیل اکثر اصطلاحی ہوتے ہیں (جو بظاہر غیر اصطلاحی معلوم ہوتے ہیں) جو در اصل متکلم فیہ راوی کے ایک خاص فنی مقام کی طرف مشیر ہوتے ہیں، جسے اَصحابِ فن بخوبی جانتے ہیں، اِن الفاظ کا اردو یا کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین غلطی ہے، اس لئے ایسے الفاظ کے بعد قوسین میں ''کلمۂ جرح''، اور ''کلمۂ تعدیل'' کے الفاظ لکھے گئے ہیں، اور حسبِ ضرورت ائمہ کے اقوال کا عام فہم خلاصہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ نتائج سمجھنے میں آسانی ہو، البتہ جہاں اِن اقوال میں ایسی فنی پیچیدگی نہ تھی، وہاں اِن اقوال کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے، لیکن یہ ترجمہ بھی محض تسہیلِ فہم کے لئے ہے، اسے تعریف نہ سمجھا جائے۔

❁......اردو عبارتوں میں بھی عمومی طور پر مشکل الفاظ کا آسان ترجمہ قوسین میں لکھا گیا ہے۔

※……بعض اوقات ایک حدیث ضمناً مذکور ہوتی ہے، جس کی مختصر تخریج حسبِ ضرورت لکھی جاتی ہے۔

※……اسی طرح بعض اوقات ایک ایسی ساقط الاعتبار روایت کو بھی ضمناً نقل کر دیا جاتا ہے، جو اگرچہ تحقیق کا موضوع نہیں ہوتی، لیکن زیرِ بحث روایت کے موضوع پر مشتمل ہوتی ہے۔

※……اگر زیرِ بحث ساقط الاعتبار روایت کے مضمون پر مشتمل معتبر روایت موجود ہو، تو بعض اوقات حسبِ موقع ان معتبر روایتوں کو بھی لکھا جاتا ہے۔

※……حسبِ ضرورت سند میں مذکور راویوں کی تصحیف (تبدیلی) اور سَقَطَات (سند میں رُواۃ یا دیگر اَلفاظ کا حذف) کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

※……آپ مختلف مقامات پر (……) کا مشاہدہ کریں گے، یہ خاص علامت حسبِ مقام مختلف مقاصد کے لئے استعمال کی گئی ہے، جیسے:

۱-عبارت کے شروع اس علامت کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ کلام ماقبل بحث سے منسلک ہے، اور یہاں یہ عبارت حسبِ ضرورت نقل کی گئی ہے۔

۲-عبارت کے اختتام پر اس علامت سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ ابھی عبارت مزید باقی ہے، لیکن ہم نے صرف موضوع سے متعلقہ عبارت نقل کی ہے۔

۳-بعض اوقات متعلقہ مضمون ایک لمبی عبارت میں منتشر ہوتا ہے، اس لئے اس مکمل عبارت کو لکھنے کے بجائے صرف متعلقہ عبارت نقل کی جاتی ہے اور زائد عبارت حذف کر کے یہ علامتِ حذف (……) ذکر کر دی جاتی ہے۔

۴-البتہ بعض مقامات پر حذف کی یہ علامت صاحبِ کتاب کی جانب سے ہوتی ہے، اس لئے التباس سے بچنے کے لئے عربی عبارت دیکھ لینی چاہیے تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ حذف صاحبِ کتاب کی جانب سے ہے یا محقِّق نے حسبِ ضرورت یہاں عبارت حذف کی ہے۔

❁......اِس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جن کتابوں کی عبارتیں نقل کی جائیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہ کی جائے، اگرچہ اس عبارت کا اُسلوب تحریر مروّجہ اسلوب کے موافق نہ ہو، اور اگر کہیں کسی تصحیف (تبدیلی) وغیرہ کی نشاندہی مطلوب ہو، تو اصل عبارت کو بعینہ نقل کر کے تصحیف وغیرہ کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔

❁......حسبِ ضرورت محدثینِ کرام اور روایانِ حدیث کے ناموں میں صحیح تلفظ کے لئے اعراب لگائیں گئے ہیں۔

❁......مذکورہ نِکات سے واضح ہو گیا ہو گا کہ ہر تحقیق میں تسہیل وتفہیم کی خاص رعایت کی گئی ہے، جس کا لازمی نتیجہ طوالتِ تحقیق ہے، اسی مقصود کے پیشِ نظر تمام تحقیقات میں طوالت کا تحمل کیا گیا ہے۔

آخر میں جامعہ فاروقیہ کے منتظمین، بالخصوص استادِ محترم مولانا محمد انور صاحب، مولانا نور البشر صاحب، اور مولانا ساجد احمد صدوی صاحب کا شکر گذار ہوں، جن کی قدم بقدم رہنمائی سے یہ تحقیق پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ جزاهم الله في الدارين أحسن الجزاء۔

راقم الحروف
طارق امیر خان
متخصص فی علوم الحدیث
جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل ٹاؤن کراچی

شرائطِ ثلاثہ کا تاریخی و عملی پس منظر

جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القَولُ البَدِیع" [1] میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی تحریر سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو، لہٰذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط راویانِ حدیث نکل گئے، جو نقلِ روایت میں تنہا ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ روایت، دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرطِ اول پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

ذیل میں ہم شرائطِ ثلاثہ کا فنی جائزہ پیش کریں گے:

شرطِ اول کا جائزہ:

---

[1] القول البدیع: خاتمة، ۴۹۶، ت: الشیخ محمد عوامه، دار الیسر- المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ

وضاحت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ اول کے عنوان سے چند راویوں کی جانب اشارہ کیا ہے، ان راویوں کی روایت فضائل میں بھی بیان نہیں کر سکتے، درحقیقت شرطِ اوّل میں ان راویوں کو ذکر کر کے حدیث کی ترتیب وار تین خاص انواع کی جانب اشارہ ہے:

(۱) موضوع

(۲) متروک

(۳) منکر

کذابین سے ''موضوع'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

متہمین سے ''متروک'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

اور فاحش الغلط سے ''منکر'' روایت کی جانب اشارہ ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

''متہم بالکذب راوی کا تنہا روایت کرنا اس روایت کو موضوع کہلانے کے لئے کافی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متہم کی روایت کو ایک علیحدہ قسم بنایا ہے اور اس کا نام ''متروک'' رکھا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے متروک روایت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ متروک روایت وہ ہے جسے ایک ایسا شخص نقل کرے، جو حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے کے ساتھ متہم ہو، اور وہ روایت صرف اسی شخص سے مروی ہو، نیز یہ روایت شرعی قواعد کے خلاف ہو، اسی طرح اس شخص کی روایت بھی متروک کہلاتی ہے، جو اپنی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو، البتہ اس شخص سے حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو، یہ دوسری قسم شناعت میں کم ہے''۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول متہم بالکذب سے وہ راوی نکل گئے، جو حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے میں معروف ہوں، اور یہ حدیث صرف انہیں سے منقول ہو، ایسی حدیث پر ہم وضع کا حکم لگاتے ہیں، بشرطیکہ قرائن وضع کے مقتضی ہوں، جیسا کہ حافظ علائی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی وضاحت کی ہے''۔[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرائطِ ثلاثہ اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے توضیحی کلام سے چند باتیں معلوم ہوتیں ہیں:

اگر کوئی راوی حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے میں معروف ہے اور وہ کوئی روایت تنہا نقل کرے، تو قرائن کی روشنی میں اس روایت کو ''من گھڑت'' کہا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ فضائل میں بھی من گھڑت روایت بیان نہیں کی جاسکتی۔

ایک شخص پر حدیثِ رسول میں جھوٹ بولنے کا اتہام ہو، اور وہ شخص دین کے قواعدِ معلومہ کے خلاف کوئی روایت نقل کرے، اور وہ اس روایت کے نقل کرنے میں وہ تنہا ہو، اس صورت میں یہ روایت ''متروک'' کہلاتی ہے، اسے فضائل میں بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر ایک شخص کے بارے میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنا ثابت ہو، تو ایسے شخص کی روایت بھی ''متروک'' کہلاتی ہے، جسے فضائل میں بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ یہ قسم شاعت میں کم ہے۔

یہاں تک کی تصریحات سے آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرط اوّل میں مذکور کذابین اور متہمین سے حدیث کی دو انواع یعنی ''موضوع'' اور

[1] تنزیہ الشریعۃ: ۱/ ۱۰، ت: عبد الوھاب عبد اللطیف و عبد اللہ محمد الصدیق دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ۔

''متروک'' مراد لی ہے، چنانچہ اس قسم کی روایتیں فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز نہیں ہے، شرط اول میں مذکور لفظ'' فاحش الغلط'' سے حدیث کی ایک خاص نوع مراد ہے، اس نوع کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''منکر'' کا نام دیا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''جو شخص فاحش الغلط ہو یا کثرت سے غفلت کا شکار ہو یا اس کا فسق کھلا ہوا ہو، تو ایسے شخص کی حدیث ''منکر'' کہلاتی ہے''۔[1]

خلاصۂ کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرطِ اول میں یہ ذکر کر رہے ہیں کہ فضائل میں تین قسم کی روایات بیان نہیں کر سکتے:

(۱) من گھڑت

(۲) متروک

(۳) منکر

بالفاظِ دیگر ان راویوں کی حدیث فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز نہیں ہے:

(۱) جو شخص حدیث رسول س میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔

(۲) جو شخص حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنے میں متہم ہو اور وہ قواعدِ دینیہ کے خلاف، کوئی روایت تنہا نقل کرے۔

(۳) جو شخص اپنی عام گفتگو میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو، اگر چہ اس شخص سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

(۴) وہ شخص جو نقلِ روایت میں فاحش الغلط ہو، یا کثرت سے غفلت کا شکار ہو یا کھلے فسق میں مبتلا ہو۔

---

[1] نُزهَة النَظَر في توضيح نُخبَة الفِكَر: المُنكَر، ۱/ ۱۱۲، ت: عبد الله بن ضيف الله الرحيلي، مطبعة سفير بالرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہ تینوں قسمیں عام محدثین کے نزدیک بھی اسی ترتیب سے مردود ہیں، چنانچہ موضوع روایت تو بالاتفاق مردود ہے، متروک کے ردّ وقبول میں سلفاً وخلفاً اختلاف کی گنجائش نظر آتی ہے، اور منکر میں پھر یہی گنجائش کافی وسعت اختیار کرلیتی ہے، اس امر کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرط اوّل کو حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اتفاقی کہا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تاریخی حیثیت سے یہ جائزہ لیں کہ فضائل کے باب میں محدثین سلف نے شرطِ اول کی کس حد تک رعایت کی ہے۔

شرطِ اول کی عملی حیثیت:

سلف وخلف وضاعین، متہم بالکذب اور فاحش الغلط راویوں سے احتراز کرتے رہے ہیں، یہ امر کسی توضیح کا محتاج نہیں ہے، البتہ ذیل میں اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں:

''احمد ابن سنان رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہتے ہیں: ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کسی شخص کی روایت ترک نہیں کرتے تھے، سوائے متہم بالکذب شخص اور ایسے شخص کی جس میں غلطی کا غلبہ ہو''۔

''علامہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: احادیث لکھی جائیں گی، سوائے چار شخصوں کے:

(۱) روایت میں بہت غلطی کرنے والا شخص، جو غلطی میں مراجعت نہیں کرتا۔

(۲) کذاب۔

(۳) جو شخص بدعتی ہو اور بدعت کی طرف کسی کو دعوت دے۔

(۴) وہ شخص جو حدیث حفظ نہ کرے، اور پھر حفظ سے حدیث بیان کرنا شروع کردے''۔[۱]

---

[۱] شرح عِلَلِ الترمذي: الغلط الذي يُرَدُّ به الراوي او يترك، ۱/ ۳۹۹، ت: دکتور همام عبد الرحمٰن سعيد، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة ۱۴۲۱ھ۔

امام العِلَل حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرحِ علل الترمذی" میں اس کے لئے باقاعدہ یہ عنوان قائم کیا ہے: "الغَلَطُ الذي يُرَدُّ به الراوي أو يُترَكُ"۔ (یعنی وہ غلطی جس سے راوی مردود یا متروک بن جاتا ہے) اس موضوع کے تحت ان حضرات کے اقوال ہیں:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ۔[1]

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بعض ایسی نصوص بھی ملتی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلف بابِ فضائل میں، شرطِ اول میں شامل بعض راویوں کی احادیث قبول کر لیتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی متہم بالکذب راوی، یا حدیث میں بنا بر غفلت و کثرتِ خطا ضعیف راوی، نقلِ روایت میں متفرد ہو، اور متعلقہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو، تو ان راویوں کی حدیث قابلِ احتجاج نہیں رہتی، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جملے کا مقصد یہ ہے کہ ان راویوں کی روایت شرعی احکام اور عملی امور میں حجت نہیں بن سکتی، البتہ ان میں بعض راویوں کی روایت رقائق اور ترغیب و ترہیب میں نقل کی جائے، تو بہت سے ائمہ نے اس کی اجازت بھی دی ہے کہ رقائق وغیرہ میں ضعفا کی روایتیں نقل کی جا سکتی ہیں، ان ائمہ میں امام ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں"۔[2]

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، امام العلل حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کا

---

[1] شرح عِلَلِ الترمذي: الغلط الذي يُرَدُّ به الراوي او يُترک، ۱/ ۳۹۹، ت: دکتور همام عبد الرحمن سعيد، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ۱۴۲۱ھ۔

[2] شرح عِلَلِ الترمذي: رواية الضعفاء والرواية عنهم، ۱/ ۳۷۱، ت: دکتور همام عبد الرحمن سعيد، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة ۱۴۲۱ھ۔

مضمون نقل کرتے ہیں، موصوف لکھتے ہیں:

''ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ وہ شخص جو نقل روایت میں کثیر الغفلت ہو، تو ایسے شخص کی روایت احکام کے علاوہ (رقائق ترغیب وترھیب) میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ متہم بالکذب کی روایت صرف بیانِ حال کی صورت میں بیان کی جاسکتی ہے''۔[1]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہے، آپ لکھتے ہیں:

''اشکال کیا جاتا ہے کہ یہ ائمہ باوجودیکہ جانتے ہیں کہ مغفلین، ضعفا اور متروکین کی احادیث سے احتجاج درست نہیں ہے، پھر بھی اپنی کتب میں ان کی احادیث کو ذکر کرتے ہیں''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کے چار جوابات دیے ہیں، چوتھے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

''یہ محدثین ان راویوں سے ترغیب وترہیب، فضائل اعمال، قصص، زُہد اور مکارم اخلاق پر مشتمل روایات جن کا حلال حرام اور دیگر احکام سے تعلق نہیں ہے نقل کرتے رہتے ہیں اور حدیث کی اس نوع میں محدثین تسامح سے کام لیتے ہیں، اور اس کے بیان وعمل کو جائز سمجھتے ہیں؛ بشرطیکہ روایت من گھڑت نہ ہو''۔[2]

علامہ امیر صَنعَانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''من گھڑت احادیث کے علاوہ دیگر احادیث مثلاً: واہی احادیث کے

---

[1] شرح عِلَلِ الترمذي: الرواية عن الضعفاء من اهل التهمة بالكذب والغفلة وكثرة الغفلة، ۱/۳۸۷، ت: دكتور همام عبدالرحمن سعيد، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة ۱۴۲۱هـ

[2] شرح النَوَوي على الصحيح لمسلم: الكشف عن معايب رواة الحديث، ۱/۱۲۵، الطبعة المصرية بالأزهر، الطبعة الاولى ۱۳۴۷هـ

بارے میں ائمہ حدیث نے تساہل، اور ان احادیث کو ان کے ضعف کے اظہار کے بغیر بیان کرنے کو جائز کہا ہے، بشرطیکہ یہ احادیث احکام کے باب سے نہ ہوں''۔[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صنیع میں اسی امر کا اظہار کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''حدیث انس رحمۃ اللہ علیہ جو عسقلان کی فضیلت کے بارے میں ہے، یہ حدیث فضائل اعمال میں ہے، اور اس میں رِباط فی سبیل اللہ پر ابھارا گیا ہے، اور حدیث کا مفہوم شرعاً وعقلاً محال بھی نہیں ہے، اور حدیث کو صرف اس وجہ سے باطل کہنا کہ یہ ابو عقال کی روایت میں سے ہے، قرینِ قیاس نہیں ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا احکام کے علاوہ، فضائل کی روایات میں تسامح کرنا تو معروف ہے''۔[2]

حالانکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقریب التهذیب'' میں مذکورہ حدیث عسقلان کی سند میں موجود راوی ''أبو عقال هلال بن زید'' کو ''متروک'' کہا ہے۔[3]

نتیجہ:

ان نصوص سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ائمہ حدیث فضائل کے باب میں بعض ایسے راویوں کی روایت کو قبول فرمالیتے ہیں، جن کا ذکر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ اول میں کیا ہے، بشرطیکہ وہ روایت احکام کے باب میں نہ ہو، بلکہ فضائل کے باب میں سے ہو۔

---

[1] توضیح الأفکار: ۸۲/۲، ت: صلاح بن محمد بن عویضة، دار الکتب العلمیة۔بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ۔

[2] القول المُسَدَّد: الحدیث الثامن، ۲۷/۱، مکتبة ابن تیمیة۔القاهرة، الطبعة الاولی ۱۴۰۱ھ۔

[3] تقریب التهذیب: ص: ۵۷۵، رقم: ۷۳۳۶، ت: شیخ محمد عوامة، دار الرشید۔ سؤریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

شرطِ ثانی کی وضاحت:

شرطِ ثانی میں کہا گیا تھا کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے گھڑی گئی بے اصل روایتیں نکل گئیں، اصل عام کی وضاحت کے لئے حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر انتہائی اہمیت کی حامل ہے:

''ہم نے جہاں کہیں حدیثِ ضعیف کے بارے میں یہ کہا ہے کہ حدیثِ ضعیف میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس پر اصلِ عام کے تحت ہونے کی وجہ سے عمل کیا جائے، تو اس عمل کی شرط یہ ہے کہ ان عمومات سے اخص کوئی ایسی دلیل اس روایت کے مقابلہ میں نہ ہو، جس میں اس سے منع کیا گیا ہو، مثلاً: رجب کے پہلی شب جمعہ میں مذکورہ نماز (بعض نوافل مراد ہے) کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں ہے، سو جو شخص ان عمومات کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے جو نماز اور تسبیحات میں کے بارے میں وارد ہوئی ہے، اس حدیث پر عمل کرنا چاہے گا تو یہ فعل درست نہیں ہے، کیونکہ صحیح روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جمعہ کی شب کو قیام کے لیے خاص کر دیا جائے، اور یہ حدیثِ صحیح اخص ہے ان عمومات کے مقابلے میں جو مطلق نماز کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں''۔[1]

سابقہ نصوص سے اصلِ عام کی وضاحت ہوگئی، مثلاً: ایک شخص حدیث ضعیف کے بیان کے مطابق کسی وقتِ خاص اور ہیئتِ خاص کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہے، تو وہ مشہور احادیث جن میں نماز اور تسبیح کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس خاص نماز کے لئے اصل عام کہلائے گی، اسی مثال سے اصلِ عام کی دیگر مثالیں بسہولت جانی جاسکتی

---

[1] إحكام الأحكام: باب فضل الجماعة ووجوبها، ۱/۱۲۲، ت: شيخ مصطفى، مؤسسة الرسالة۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۶ھ

ہیں، البتہ ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ اصل عام مشروط ہے کہ کسی مقابل روایت سے معارض نہ ہو۔

شرطِ ثالث کی وضاحت:

شرطِ ثالث میں کہا گیا تھا حدیثِ ضعیف پر عمل کے وقت ثبوت کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ ﷺ کی جانب ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔

شرطِ ثالث کی تاریخی حیثیت:

یہ وضاحت تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرما چکے ہیں کہ شرطِ ثالث (اور اسی طرح شرطِ ثانی) حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت اس شرط کو ضروری نہیں سمجھتی، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی لوگوں میں ہیں جو اسے شرط قرار نہیں دیتے، کیونکہ آپ ''الاذکار'' میں جا بجا یہ لکھتے ہیں کہ ''فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل مستحب ہے'' انتہی، اور کسی عمل کا مستحب ہونا اس عمل کے آپ ﷺ سے ثبوت یا احتمالِ ثبوت اور پسندیدگی کی خبر دیتا ہے، معلوم ہوا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرطِ ثالث قطعاً ضروری نہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام عبد الرحمن ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے فضائل کے باب میں حدیثِ ضعیف کے لئے صرف یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، شرطِ ثانی و ثالث کا تذکرہ ان علماء کرام نے نہیں کیا، اور بعض دیگر قوی قرائن سے یہی امر مؤکد ہوتا ہے کہ سلف و خلف عام طور پر شرطِ ثانی و ثالث کو بابِ فضائل میں قبولیت کے لئے قید قرار نہیں دیتے، کیونکہ محدثین کی ایک جم غفیر نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حدیثِ ضعیف بیان کرتے وقت اس کے ضعف کی

صراحت کرنا ضروری نہیں ہے، چند محدثین کے نام یہ ہیں: علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن وزیر یمانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

ان تمام محدثین کا بیانِ ضعف کو ضروری نہ سمجھنا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حدیث ضعیف میں عدمِ ثبوت کا اعتقاد شرط نہیں ہے، کیونکہ جب عامۃ الناس سامعین کو یہ معلوم ہی نہ ہوگا کہ یہ حدیث ضعیف ہے تو وہ احادیث میں ہرگز یہ امتیاز نہیں کرسکیں گے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ثبوت کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیے، اور یہ روایت غیر ضعیف اور قابلِ اعتقاد ہے، اور اس عدمِ اعتقاد کو ان محدثین نے ہرگز مضر نہیں سمجھا، کیونکہ وہ اس امر کی صراحت کر چکے ہیں بیانِ ضعف ضروری ہی نہیں۔

نتیجہ کلام:

ان تمام دستاویزات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ بابِ فضائل میں اگرچہ حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے شرطِ ثانی وثالث کو نقل کیا ہے، لیکن عام طور پر متقدمین ومتاخرین نے اسے شرط قرار نہیں دیا، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرائطِ ثلاثہ کے آخر میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ شرطِ اول اگرچہ بقول علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ اتفاقی ہے، لیکن شرطِ ثانی وثالث کے قائلین میں صرف حافظ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر کیا ہے، واللہ اعلم۔

اس تمام تفصیل کے بعد اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہمارہ مقصد صرف اس بات کا اظہار ہے کہ ''شرائط ثلاثہ'' کی تاریخی حیثیت واضح ہوجائے، بالفاظ دیگر احقر کے سامنے اب تک سلف وخلف کی وہ عبارات جن کا تعلق ان شرائط ثلاثہ کے

اثبات وعدم اثبات سے ہے، وہ سب قارئین کرام کے سامنے پیش کردی جائے، ان میں کسی ایک جانب کی ترجیح ہمارا موضوع نہیں ہے۔

رہی بات ہماری مذکورہ ''تحقیقات'' کی، اس کا معاملہ ''اقوال سلف برروایت'' کی جمع وتالیف سے ہے، اور ظاہر ہے یہ امر ''شرائط ثلاثہ'' سے ہٹ کر روایات کے بارے میں سلف کے ''تعامل'' اور ''اجراء'' سے متعلق ہے، ان میں بعض مقامات پر استیناساً شرائط ثلاثہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے، اور ''بناءِ تحقیق'' سلف سے ''منقول ارشادات برروایات'' ہیں۔
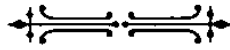
روایت نمبر: (۱)

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ، سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثین کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں جن کی روشنی میں، ان احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس جوازِ عمل کے لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تین بنیادی شرائط ذکر کی ہے، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القولُ البدِيع" میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً۔ و كَتَبَه لي بخَطّه ـ يقول: شَرْطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل مُتَفَقٌ عليه، وهو أنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديد فيَخْرُجُ مَن انْفَرَدَ مِنَ الكَذّابين والمُتّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه والثاني: أن يكونَ مُندَرِجاً تحتَ أصل عامٍ، فيخرج ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلٌ أصلاً، والثالث: أن لا يُعْتَقَدَ عند العَمَلِ به ثبوتُه لئلا يُنْسَب إلى النبي صلى الله عليه وسلم ما لم يَقُلْه۔ قال: والأخيرانِ عن ابن السلام وابن دَقِيقِ العيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الاتّفاقَ عليه"۔[1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بذاتِ خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو، لہٰذا اس شرط سے وہ کذّابین، متہمین اور فاحش الغلط رُواۃ نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

[1] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار اليسر۔المدينة منورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

دوسری شرط یہ ہے روایت دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دَقِیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام کے اسی منہج کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائی گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل (روایت کا ضعفِ شدید سے خالی ہونا) مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق پانچ اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳۔متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور روایت کا فنی حکم

۴-روایت کا شاہد اور اس کا فنی حکم

۵۔مکمل تحقیق کا حاصل اور روایت کا فنی حکم

روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ :

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ابو عبدالرحمن عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "مسند أحمد" [1] میں لکھتے ہیں:

"وكان في كتاب أبي: حدَّثنا يزيد بن هارون، أخبرنا فائد بن عبد الرحمن، قال: وسمعتُ عبدالله بن أبي أوفى، قال: جاء رجلٌ إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسولَ الله! إنَّ هاهنا غلاماً قد احْتُضِرَ يقالُ له: قل: لا إله إلَّا اللّٰهُ. فلا يَسْتَطِيعُ أنْ يقولَها، فقال ﷺ: أليس كان يَقُولُها في حياته؟ قال: بلى، قال: فما مَنَعَه منها عند موتِه؟... [كذا في نسخة مسند أحمد] فذَكَرَ الحديثَ بِطُولِه. فلم يُحَدِّثْ أبي بهذين الحَدِيثَين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كِتَابِه لأنَّه لمْ يَرْضَ حديث فائدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث".

ترجمہ: ابوعبدالرحمن عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب میں یہ روایت تھی: یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ مجھے فائد بن عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہاں ایک لڑکا ہے، جس کی موت کا وقت قریب ہے، جب اسے کہا جاتا ہے کہ "لا إله إلّا اللّٰه" کہو، تو وہ یہ کلمہ نہیں کہہ پاتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا وہ اپنی (سابقہ) زندگی میں یہ کلمہ نہیں کہا کرتا تھا؟ تو اس شخص نے عرض کیا: کیوں نہیں (یعنی زندگی میں تو وہ پڑھتا تھا)، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر موت کے وقت کیا چیز اس کلمہ کو کہنے سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے؟...... [مسند احمد کے نسخے میں اسی

---

[1] مسند أحمد: ۶/ ۵۶۴، رقم: ۱۹۶۳۱، عالم الكتب۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

طرح حذف کا نشان ہے] پھر راوی نے مفصل روایت ذکر کی۔

(عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) پھر میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ دونوں اَحادیث (ایک تو یہی زیرِ تحقیق روایت ہے، اور دوسری روایت اس کے علاوہ ہے) بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے، کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن (جو اِن دونوں روایتوں کی سند میں ہے) کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد بن عبدالرحمن، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "متروک" (شدید کلمہ جرح) تھا۔

مسند اَحمد کی عبارت یہاں مکمل ہوگئی۔

روایت کا بقیہ مضمون:

آپ دیکھ چکے کہ "مسند أحمد" میں تو یہ روایت اختصار سے ذکر کی گئی ہے، البتہ "شعب الإیمان" میں اس کے بعد پھر یہ اضافہ ہے کہ اس نوجوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر بتایا کہ میں والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے کلمہ نہیں پڑھ سکتا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کی والدہ سے کہا کہ اگر آگ جلا کر اس نوجوان کو اس میں ڈالا جائے تو کیا تم سفارش کروگی؟ وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا سمجھ گئی اور اپنے بیٹے سے رضامندی کا اظہار کرلیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کلمہ کی تلقین کی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور اس کی روح پرواز کرگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحَمْدُ اللهِ الذي أنْقذَه مِنَ النَّار"۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔

حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

دورانِ تحقیق حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفی رضی اللہ عنہ کا نام کثرت سے آئے گا، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف لکھا جائے۔

حافظ ابن اُثیر رحمۃ اللہ علیہ "اسد الغابة" [1] میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن اَبی اُوفی اَسلمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ، خیبر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں رہے، پھر کوفہ منتقل ہو گئے، اور کوفہ میں رہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۸۶ھ کوفہ میں ہوا ہے۔

روایت کے دیگر مصادرِ اَصلیہ:

یہ روایت اسی سند کے ساتھ اِن کتب میں بھی ہے:

"شعب الإيمان للبيهقي رحمۃ اللہ علیہ" [2]

"الصغفاء الكبير للعُقيلي رحمۃ اللہ علیہ" [3]

"دلائل النبوة للبيهقي رحمۃ اللہ علیہ" [4]

"المجالسة وجواهر العلم لأبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدينوري المالكي رحمۃ اللہ علیہ" [5]

"تاريخ دِمشق لابنِ عساكر رحمۃ اللہ علیہ" [6]

---

[1] أسد الغابة: عبد الله بن أبي أوفى، باب العين والباء، ۳/ ۱۸۱، رقم: ۲۸۳۰، الشيخ علي محمد المعوض والشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[2] شعب الإيمان: ۱۰/ ۲۹۰، رقم: ۷۵۰۷، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[3] الضعفاء الكبير: فائد بن عبدالرحمن ۳/ ۴۳۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[4] دلائل النبوة: باب ما جاء في الشاب الذي... ۶/ ۲۰۵، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۸ھ۔

[5] المجالسة وجواهر العلم: ۲/ ۳۴۷، رقم: ۵۱۶، أبو عبيدة مشهور بن حسن، دار ابن حزم-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

[6] تاريخ دمشق: إبراهيم بن عبدالله بن الجنيد... ۷/ ۵، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر-بيروت، ۱۴۱۵ھ۔

"التدوين في تاريخ قزوين لعبد الكريم بن محمد القزويني رحمه الله" [1]

"مساوئ الأخلاق للخرائطي رحمه الله"۔ [2]

یہ تمام سندیں، زیرِ بحث سند میں مذکور راوی فائد بن عبدالرحمن پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ کا کلام:

زَیرِ بحث روایت کو مختلف محدثینِ کرام نے اپنی کتب میں ذکر کرنے کے بعد روایت اور اس کی سند پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان ائمہ حدیث کی عبارتیں اور آخر میں ان کا خلاصہ بھی لکھا جائے گا:

۱- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا کلام:

علامہ ابوعبدالرحمن عبداللہ بن أحمد بن حنبل رحمہ اللہ تخریجِ روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"وكان في كتاب أبي... فلم يُحدِّث أبي بهذين الحديثين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كِتَابِه؛ لأنَّه لم يَرْضَ حديثَ فائدِ بن عبدالرحمن وكان عنده متروكَ الحديث"۔ [3]

ترجمہ: میرے والد کی کتاب میں یہ حدیث تھی ......پھر میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) نے یہ دونوں احادیث بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رُک گئے تھے، کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن (جو ان دونوں روایتوں کی سند میں ہے) کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد بن عبدالرحمن، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک "متروک" (شدید جرح) تھا۔

---

[1] التدوين في تاريخ قزوين: باب التاء، ۲/ ۳۶۹، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

[2] مساوئ الأخلاق: باب ماجاء في عقوق الوالدين ۱۲۰، رقم: ۲۵۱، ت: مصطفى بن أبو النصر، مكتبة السوادي۔ جدة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

[3] مسند أحمد: ۶/ ۳۶۴، رقم: ۱۹۶۳۱، عالم الكتب۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۲-حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت فائد بن عبدالرحمن کے ترجمے میں ذکر کی ہے، روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"ولا يُتَابِعُه [فائد] إلّا مَنْ هو نحوه"۔[1]

فائد کی متابعت اُن جیسے لوگ ہی کرتے ہیں۔

۳-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"تفَرَّدَ به فائدُ بن عبدالرحمن أبو الورقاء وليس بالقَوِيِّ واللّٰه أعلم"۔[2]

فائد بن عبدالرحمن اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہے اور وہ "قوی" نہیں ہے۔

ایک تعارض کی وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ فائد کی متابعت اس روایت میں اُن جیسے راوی نے کی ہے، یعنی فائد کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بھی یہ روایت فائد کے شیخ (سند میں مذکور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ) سے نقل کی ہے، جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فائد کے علاوہ کسی اور نے یہ روایت نقل نہیں کی ہے، بہر حال یہاں دو احتمال ہیں:

۱-ممکن ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فائد کی متابعت سے واقف ہوں، لیکن متابعت کرنے والا راوی ساقط الاعتبار ہو، اس لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس متابعت کا اعتبار

---

[1] الضعفاء الكبير: فائد بن عبدالرحمن، ۳/ ۴۳۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: د۔ عبدالمعطي، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

[2] شعب الإيمان: ۱۰/ ۲۹۰، رقم: ۷۵۰۷، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

نہیں کیا، اور فائد کو اس روایت میں متفرد (تنہا) قرار دے دیا۔

۲-یہ اِمکان بھی ہے کہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ (فائد کی متابعت اُن جیسے لوگ کرتے ہیں) فائد کی جرح پر محمول ہو، اور اس میں متابعت سے متابعت اصطلاحی مراد نہ ہو، اب اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ فائد کی متابعت اُن جیسا شخص ہی کرے گا، چنانچہ اس احتمال کو اختیار کرنے کے بعد حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

البتہ واضح رہے کہ تلاش بسیار کے باوجود بندہ کو فائد بن عبدالرحمن کا متابع نہیں مل سکا، نیز اس روایت کا ایک ناقص شاہد موجود ہے، جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔

۴-حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات" [1] میں لکھتے ہیں:

"هٰذا حديثٌ لايَصِحُّ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، وفي طريقه فائد۔ قال: أحمد بن حنبل: فائدٌ متروكُ الحديث، وقال يحيى: ليس بشيئ، وقال ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ: لايجوز الاحْتِجَاج به، وقال العُقيلي: لايُتَابِعُه على هذا الحديث إلاّ مَنْ هو مِثْلُه، وفي الإسناد داؤد بن إبراهيم، قال أبو حاتم الرازي: كان يَكْذِبُ"۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنا "صحیح" نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں فائد ہے، جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحدیث" (کلمہ جرح) اور یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے "لیس بشیئ" (کلمہ جرح) کہا ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فائد کے ذریعے احتجاج درست نہیں ہے، عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں فائد بن عبدالرحمن کی متابعت ان جیسے ہی دوسرے راوی کرتے ہیں (علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) اور اس حدیث کی سند میں داؤد بن ابراہیم

---

[1] الموضوعات: باب تاثير عقوق الام، ۳/ ۸۷، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة۔

ہے جن کے بارے میں ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے دو راویوں کو کلام کا موضوع بنایا ہے: فائد بن عبد الرحمن اور داؤد بن ابراہیم۔ عنقریب ذکر کیا جائے گا کہ اس سند میں داؤد کی متابعت، فضیل بن عبد الوہاب نے کی ہے (یعنی فضیل بن عبد الوہاب نے بھی یہ روایت نقل کی ہے) اور فضیل بن عبد الوہاب سکری کوفی کو امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے؛ لہٰذا اس سند میں داؤد کا موجود ہونا متنِ حدیث کے لئے مضر نہیں ہے، البتہ دوسرا راوی فائد بن عبد الرحمٰن محدثین کرام کے نزدیک مجروح ہے۔ محدثین کرام کے نزدیک فائد بن عبد الرحمن متروک راوی ہے، جو تمام سندوں میں موجود ہے، فائد کے بارے میں ائمہ کے تفصیلی اقوال عنقریب آئیں گے۔

۵- حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ "تَلْخِيصُ كتابِ الموضوعات"[1] میں رقم طراز ہیں:

"رواه داؤد بن إبراهيم كذَّاب۔ ثنا جعفر بن سليمان، ثنا (فائد) العطار، عن ابن أبي أوفى"۔

اس حدیث کو داؤد بن ابراہیم کذاب نے نقل کیا ہے......"۔

ماقبل میں گذر چکا ہے کہ داؤد کی متابعت، فضیل بن عبد الوہاب نے کی ہے (یعنی فضیل بن عبد الوہاب نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور فضیل بن عبد الوھاب ثقہ ہیں) اس لئے اس سند میں داؤد بن ابراہیم کا ہونا متنِ حدیث کے لئے مضر نہیں ہے۔

٦- حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مُنذِرِی رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترھیب"[2] میں صیغہ مجہول سے روایت ذکر

---

[1] تلخيص كتاب الموضوعات: ٢٨٠، رقم: ٧٥٧، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ١٣٨٦ھ۔

[2] الترغيب والترهيب: كتابُ البر والصلة، ٤٨٠، رقم: ٣٦٩٦، دار ابن حزم، الطبعة الأولى ١٤٢٢ھ۔

کرنے کے بعد لکھتے ھیں:

"رواه الطَبَراني وأحمد مختصراً"۔

اس روایت کو طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً تخریج کیا ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

واضح رہے کہ حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترھیب" میں صیغۂ مجہول سے جن احادیث کو ذکر کرتے ہیں، وہ ضعف کی دونوں قسموں پر مشتمل ہوسکتی ہیں (یعنی ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید)، حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقۂ کار کو "الترغیب والترہیب" کے مقدمہ میں وضاحت سے لکھا ہے۔

۷-حافظ نور الدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [۱] میں لکھتے ہیں:

"رواه الطَبَراني وأحمد باختصار كثير، وفيه: فائد أبو الورقاء، وهو متروك"۔

اس روایت کو طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی اختصار کے ساتھ تخریج کیا ہے اور اس میں فائد ابو الورقاء ہے، جو کہ "متروک" (شدید جرح) ہے۔

۸-علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ "اتحاف الخِيَرة المَهَرة" [۲] میں لکھتے ہیں:

"رواه أحمد بن منيع، والطَبَراني واللفظ له، وعبدالله بن أحمد بن حنبل، وقال: لم يُحَدِّث أبي بهذا الحديث، ضَرَبَ عليه مِنْ كِتَابه لأَنَّه لَمْ يَرْضَ حديثَ فائدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث"۔

اس روایت کو احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ اور طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور الفاظِ

---

[۱] مجمع الزوائد: كتاب البر والصلة، باب ماجاء في عقوق...، ۸/ ۲۷۰، رقم: ۱۳۴۳۳، ت: الشيخ عبدالله الدرويش، دار الفكر-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

[۲] اتحاف الخِيَرة المَهَرة: كتاب ۵/ ۴۷۶، رقم: ۵۰۳۹، ت: أبوتميم ياسر، دار الوطن للنشر-الرياض، الطبعة ۱۴۲۰ھ۔

حدیث طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن أحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے یہ حدیث بیان نہیں کی، وہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے، کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن کی حدیث سے راضی نہیں تھے، اور فائد ان کے نزدیک ''متروک الحدیث'' (شدید جرح) تھا۔

۹-امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [1] میں رقم طراز ہیں:

"...رواه العُقَيلي عن عبدالله بن أبي أوفى مرفوعاً، وفي إسناده: متروك كذَّاب، وله طرق أخرى"۔

''...... عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے اور اس کی سند میں متروک کذّاب راوی ہے، اور اس کے دیگر طرق (سندیں) بھی ہیں۔

واضح رہے کہ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر طرق (سندوں) میں بھی، فائد بن عبدالرحمن مجروح راوی موجود ہے۔

۱۰-علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [2] میں لکھتے ہیں:

"...(عق) ولا يَصِحُ فيه داوٗد بن إبراهيم قاضي قزوين وفيه حامد العَطَّار متروك (تعقب) بأنَّ داوٗد تَابَعَه فضيل بن عبدالوهاب

---

[1] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب الزهد... ۲۳۱، رقم: ۳۸، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الأدب الزهد...، الفصل الثاني، ۲/۲۹۶، رقم: ۵۱، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

أخرجه الخرائطي في مَسَاوِئ الأخلاق وحامد تَابَعَه فائد أبو الورقاء أخْرَجَه الطَبَراني رحمۃ اللہ علیہ والبيهقي رحمۃ اللہ علیہ في الشعب وقال: تفرد به فائد وليس بقوي"۔

ایک تصحیف اور تسامح کی وضاحت:

حافظ ابن عرّاق کا کلام:

یہاں ایک اہم تسامح (بھول چوک) اور تصحیف (تبدیلی) کی نشاندہی ضروری ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج کی ہے، اور روایت کی سند دو راویوں داؤد بن ابراہیم اور حامد العطار کی وجہ سے معلَّل اور متکلم فیہ ہے، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کا تعاقب کیا ہے کہ فضیل بن عبدالوہاب نے داؤد کی متابعت کی ہے یعنی یہی روایت فضیل نے جعفر بن سلیمان، عن عبداللہ بن اَبی اوفی کی سند سے نقل کی ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی)، اور فضیل بن عبدالوہاب سکری کوفی کو امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے، اس لئے اس سند میں داؤد کی موجودگی متنِ حدیث کیلئے مضر نہیں۔ دوسری بات یہ کہی ہے کہ متروک راوی حامد العطار کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد بن ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی)، لہٰذا سند میں حامد العطار کا ہونا بھی متنِ حدیث کیلئے مضر نہیں۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی اصل سے مراجعت (یعنی امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جائزہ):

اب تسامح کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب کو بیان کرتے ہوئے یہ کہنا تو درست ہے کہ فضیل بن عبدالوہاب نے داؤد

کی متابعت کی ہے، چنانچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" [1] میں حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر بحث مسند روایت تخریج کرکے لکھتے ہیں:

"لا يَصِحُّ۔ فائد متروكٌ، قال العُقَيلي رحمه الله: لا يُتَابَعُ عليه وداؤد كذّابٌ (قلتُ): داؤد لم يَنْفَرِدُ به فإنّ الحديث أخرَجه الخرائطي في مَسَاوِئِ الأخلاق وقال حدثنا إبراهيم بن الجنيدي، حدثنا فضل [2] بن عبدالوهاب، حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن فائد العطار قال سمعتُ عبدالله بن أبي أوفى يقولُ: إنّ رَجُلاً حَضَرَتْه الوفاةُ..."۔

یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، فائد متروک راوی ہے، عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فائد کی متابعت نہیں کی جاتی ہے، اور داؤد کذّاب ہے (یہاں تک ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے)، میں کہتا ہوں (یعنی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) داؤد اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد (تنہا) نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے مساوئ الأخلاق میں اس سند سے تخریج کی ہے: حدثنا إبراهيم بن الجنيدي، حدثنا فضيل بن عبدالوهاب، حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن فائد العطار قال سمعتُ عبدالله بن أبي أوفى يقولُ: أنّ رَجُلاً حَضَرَتْه الوفاةُ..."۔

اس عبارت میں صاف موجود ہے کہ فضیل نے جعفر بن سلیمان، عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے، ثابت ہوا کہ داؤد کے علاوہ فضیل نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، اور داؤد اس روایت کو نقل کرنے میں تنہا نہیں ہے۔

البتہ یہ کہنا درست نہیں کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے، کیونکہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں اس روایت کی تین سندیں ذکر ہے:

---

[1] اللآلي المصنوعة: ٢/ ٢٥١، محمد عبدالمنعم رابح، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٨ھ۔

[2] "اللآلي المصنوعة" میں یہ لفظ "فضل" لکھا ہے لیکن "مساوئ الأخلاق" کے نسخے میں "فضیل" ہے۔ یہی صحیح ہے اور فضل تصحیف (تبدیلی) ہے۔

۱- حافظ خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

۲- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

۳- امام طَبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

ان تینوں سندوں میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی، فائد ابوالورقاء کو ذکر کیا گیا ہے، اور تینوں ائمہ کی اپنی تصانیف میں بھی فائد ہی مذکور ہے، اور نہ ہی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابو الورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حامد العطار کے علاوہ فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے۔

حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کے تسامح کی علت:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابو الورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد بن ابو الورقاء نے بھی نقل کی ہے، تو علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات کیسے فرما دی کہ "وحامد تَابَعَه فائدأبو الورقاء" حامد کی متابعت فائدہ ابوالورقاء نے کی ہے؟

اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ "اللآلي المصنوعة" کے نسخے میں موجود عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں یا "الضعفاء الكبير للعُقَيلي" کے نسخے میں تصحیفاً (تبدیلی سے) یہ لفظ "حامد العَطّار" لکھا ہوگا، جیسا کہ حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے:

"(عق) ولا يصِحُّ، فيه داؤد بن إبراهيم قاضي قزوين وفيه حامد العَطّار متروك"۔

"اس روایت کی تخریج عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اور یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، اس میں قزوین کا قاضی داؤد بن ابراہیم ہے، اور حامد العطار متروک راوی بھی ہے"۔

حالانکہ صحیح یہ ہے کہ سند میں مذکور یہ لفظ حامد العطار نہیں بلکہ "فائد العطار" ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اسی تصحیف (تبدیلی) کی وجہ سے یہ سمجھے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سندیں لا کر یہ بھی ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ حامد العطار کی متابعت فائد ابوالورقاء نے کی ہے، یعنی یہی روایت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے فائد ابوالورقاء نے بھی نقل کی ہے، جیسا کہ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے: "وحامدتابعه فائد أبو الورقاء أخرَجه الطَبَراني والبيهقي في الشعب وقال: تَفَرَّد به فائد وليس بقوي"۔ اور فائد ابوالورقاء نے حامد کی متابعت کی ہے، جسے امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "شعب الإیمان" میں تخریج کیا ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے نقل کرنے میں فائد متفرد (تنہا) ہے اور فائد قوی نہیں ہے۔

تسامح اور تصحیف کا خلاصہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حافظ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ فائد ابوالورقاء نے کسی حامد نامی راوی کی متابعت کی ہے، مذکورہ تصحیف (تبدیلی) کی وجہ سے تسامح (بھول چوک) پر مبنی ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

یہاں تک ان ائمہ حدیث کے اقوال لکھے گئے ہیں، جنہوں نے خاص اس زیرِ بحث روایت کو کلام کا موضوع بنایا ہے، اِن محدثینِ کرام میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین کرام نے صاف لفظوں میں فائد بن عبدالرحمن کی وجہ سے اس روایت کو ساقط الاعتبار کہا ہے، ان کے علاوہ حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت میں فائد بن عبدالرحمن کو ضعیف کہا ہے، اور آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ کلام کا مدار خاص طور پر فائد بن عبدالرحمن ہے، اس لئے

ذیل میں بحث کو مزید واضح کرنے کے لئے زیرِ بحث روایت سے قطع نظر، صرف فائد بن عبدالرحمن کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال لکھے جا رہے ہیں۔

ابو الورقاء فائد بن عبدالرحمن پر ائمہ حدیث کا کلام:

۱- عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وكان في كتاب أبي... فلم يُحَدِّثْ أبي بهذين الحديثين، ضَرَبَ عليهما مِنْ كتابِه لأنَّه لم يَرْضَ حديث فائدِ بن عبدالرحمن، وكان عنده متروكَ الحديث"۔[1]

میرے والد کی کتاب میں یہ حدیث تھی...... پھر میرے والد (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے) یہ دونوں احادیث بیان نہیں کی، اور ان دونوں احادیث کو اپنی کتاب میں ذکر کرنے سے رک گئے تھے، کیونکہ وہ فائد بن عبدالرحمن (جو ان دونوں روایتوں کی سند میں ہے) کی حدیث سے راضی نہیں تھے۔ اور فائد بن عبدالرحمن، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "متروک" (شدید جرح) تھا۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "إطْرافُ المُسْنِدِ المُعتَلِي بأطراف المسند الحنبلي"[2] میں مذکورہ حدیث اور عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

"... ولم يَسُقْ عبدُالله ذلک، وقد أورده الطَبَراني مِنْ طريق عيسى بن يونس عن فائد بِطُولِه"۔

"...... عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نہیں لائے، اور امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ بن یونس عن فائد کے طریق سے اسے تفصیل سے تخریج کیا ہے"۔

---

[1] مسند أحمد بن حنبل: ٦/٥٦٣، رقم: ١٩٦٣١، عالم الكتب-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔
- وضرب على يده: أمسک۔ كذا في "لسان العرب" ١/ ٢٣٤، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٣هـ۔

[2] إطراف المسند المعتلي: فائد أبو الورقاء، ٣/ ٣٢٥، رقم: ٤٠٢٧، ت: زهير بن ناصر، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ۔

۳- حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كان مِمَّنْ يَرْوِي عن المشاهير ويأتي عن ابن أبي أوفى بالمُعْضَلاَت، لا يَجُوزُ الإحْتِجَاجُ به"۔[1]

فائد بن عبدالرحمن ان لوگوں میں ہے جو مشاہیر سے روایتیں نقل کرتے تھے، اور وہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مُعضَل (جس سند میں دو یا اس سے زائد راوی گرے ہوں) روایتیں بیان کرتے تھے، فائد کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔

۴- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مُنْكَر الحديث"۔[2]

فائد بن عبدالرحمن "مُنْكَر الحديث" ہے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ لفظ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

۵- حافظ یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو الورقاء إسمه فائد ليس بثقة وليس بشيئ"۔[3]

ابوالورقاء کا نام فائد ہے جو "ليس بِثِقَة" (کلمہ جرح) اور "ليس بِشَيئ" (کلمہ جرح) ہے۔

۶- امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ أبي، وأبازُرْعَة يقولان: فائد أبو الورقاء لايُشْتَغَلُ به، سَمِعْتُ أبي يقول: فائد ذاهبُ الحديث، لايُكْتَبُ حديثُه . . . وأحاديثُه عن أبي أوفى بَوَاطِيل لاتكادُ ترى لها أصلاً كأنه لايُشْبِهُ حديثَ ابن أبي

---

[1] المجروحين لابن حبان: باب الفاء، ۲/۲۰۳، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت۔

[2] التاريخ الكبير: باب الفاء، ۷/۲۳، رقم: ۹۹۳۴، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹ھ۔

[3] الجرح والتعديل: باب الفاء، ۷/۱۱۱، رقم: ۱۲۰۲۰، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

أوفى، ولو أنَّ رجلاً حَلَفَ أنَّ عامَّةَ حَدِيثِه كِذْبٌ لم يَحْنَث"۔ [1]

میں نے اپنے والد (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ) اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ: "لا يُشْتَغَلُ به" (کلمہ جرح) عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا: فائد "ذاهب الحديث" (کلمہ جرح) ہے، ان سے احادیث نہ لکھی جائے...... اور فائد کی ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اَحادیث باطل ہیں، قریب نہیں ہے کہ آپ کو اِن احادیث کی کوئی اصل دکھائی دے، گویا کہ فائد کی عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اَحادیث، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی اَحادیث کے مشابہ نہیں ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فائد کی اکثر احادیث جھوٹی ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔

۷- حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدَّثنا محمد بن أيوب، قال: وسَمِعْتُ مسلمَ بن إبراهيم، سألتُه عن حديثٍ لِفَائد أبي الورقاء فقال: دخلتُ عليه، وجاريتُه تَضْرِبُ بين يديه بالعُودِ، قلتُ ليحيى: فلم كتبتَ عنه؟ قال: لِمَ كَتَبَ عنه حمَّادُ بن سلمة"۔ [2]

محمد بن ایوب نے ہمیں بیان کیا ہے کہ میں نے مسلم بن ابراہیم کو سنا، اور ان سے فائد ابوالورقاء کی احادیث کے بارے میں پوچھا، تو مسلم نے بتایا کہ میں فائد ابوالورقاء کے پاس گیا، تو دیکھا کہ اس کے سامنے ان کی باندی سارنگی بجا رہی تھی، محمد بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیی سے کہا (میرا گمان ہے کہ یہ لفظ مسلم ہے، اَز راقم الحروف، واللہ اعلم) آپ نے پھر ان سے روایتیں کیوں لکھی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ حماد بن سلمہ نے ان سے کیوں روایتیں نقل کی ہے؟۔

---

[1] الجرح والتعديل: باب الفاء، ۷/ ۱۱۱، رقم: ۱۲۰۲۰، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

[2] الضعفاء الكبير: فائد بن عبدالرحمن، ۳/ ۴۶۰، رقم: ۱۵۱۶، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت۔

٨-حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"يَرْوِي عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعة، روى عنه عيسى بن يونس وغيره". [1]

ابن ابی اوفی سے فائد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، فائد سے عیسیٰ بن یونس وغیرہ نے احادیث نقل کی ہے۔

٩-حافظ ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وهو مع ضُعْفِهِ يُكْتَبُ حديثُه". [2]

فائد کی احادیث ان کے ضعیف ہونے کے باوجود لکھی جائیں گی۔

١٠-حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"متروكٌ اتَّهَمُوه". فائد "متروک" (شدید جرح) ہے، محدثین نے فائد کو متہم قرار دیا ہے۔ [3]

١١-حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"تركوه". محدثین نے فائد کو "ترک" (شدید جرح) کیا ہے۔ [4]

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ،

---

[1] المدخل إلى الصحيح: ١٨٤، رقم: ١٥٥، ت: د۔ ربيع هادي، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٤ھ۔

[2] الكامل في الضعفاء: ٢١٣/٧، رقم: ١٥٧٢، الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨ھ۔

[3] التقريب: ص: ٤٤٤، رقم: ٥٣٧٣، ت: شيخ محمد عوامة، دار الرشيد۔ سؤريا، الطبعة الرابعة ١٤١٨ھ۔

[4] الكاشف: ٣٧٨/٢، رقم: ٤٥٠٤، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔ القاهرة، الطبعة الأولى ١٣٩٢ھ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام نے فائد بن عبد الرحمن کے بارے میں جرح کے شدید فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً:

ابن ابی اوفی سے فائد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا (حاکم رحمۃ اللہ علیہ)۔

فائد "متروک" (شدید کلمہ جرح) ہے، محدثین نے فائد کو متہم قرار دیا ہے (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فائد کی اکثر احادیث جھوٹی ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ (ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ)

فائد بن عبد الرحمن "مُنکَر الحدیث" ہے (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ جملہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

ان کے علاوہ دیگر محدثینِ کرام نے بھی فائد کی تضعیف کی ہے، بہر حال اِن نامور محدثین کے اقوال کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ فائد بن عبد الرحمن کی یہ روایت اس خاص تناظر میں کہ فائد جیسا راوی اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد ہے، کسی بھی صورت میں ضعفِ شدید سے خالی نہیں رہ سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین کرام نے فائد بن عبد الرحمن کی وجہ سے اس روایت کو ساقط الاعتبار کہا ہے، جیسا کے روایت کہ بارے میں ائمہ کے اقوال کے تحت تفصیل آچکی ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک ضعیف روایت کو فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اس جواز میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ ضعیف روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اور یہ روایت ائمہ کرام کی تصریحات کے مطابق، فائد بن عبد الرحمن کی وجہ سے اس خاص تناظر میں کہ فائد کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس کو نقل کرنے والا نہیں ہو، شدید ضعیف ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کو منسوب کرنا جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔

پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت کا ایک ناقص اور غیر معتبر شاہد بھی ہے، یعنی حضرت عبداللہ بن اَبی اَوفی کے علاوہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے، ذیل میں اس شاہد (روایتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ) کی سند پر کلام اور آخر میں اس کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

زیرِ بحث روایت کا شاہد:

فقیہ اَبو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (۳۷۳ھ) نے "تنبِیه الغافلین"[1] میں زیرِ بحث روایت کا ایک شاہد ذکر کیا ہے، یعنی یہی روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جو انتہائی مفصّل ہے، لیکن اس روایت کی سند ناقص ہے، کیونکہ اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے ابان روایت کرتے ہیں، اور ابان کے بعد سند مذکور نہیں، نیز ابان سے مراد ابان بن ابی عیاش ہے۔

ابان بن اَبی عیاش فیروز کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال:

علامہ شعیب بن حرب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سمعتُ شُعبةَ يقول: لأنْ أَشْرَبَ مِنْ بَولِ حِمَارٍ حتىٰ أَرْوَي أحبّ إليّ مِنْ أنْ أَقُولَ: حدّثنا أبان بن أبي عياش۔[2]

میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں ابان بن ابی عیّاش سے روایت نقل کروں، مجھے اس سے زیادہ یہ پسند ہے کہ خوب سیراب ہو کر گدھے کا پیشاب پیئوں۔

علامہ ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلتُ لشعبةَ: حدّثني مَهْدِي بن ميمون، عن سَلْم العلوي قال: رأيتُ أبانَ بن أبي عَيّاش يَكْتُبُ عن أنسٍ بالليل، فقال شُعبةُ: سَلْم يَرَى

---

[1] تنبیه الغافلین: باب حق الوالدین، ۵۸، إشاعت إسلام کتب خانه محله جنگی پشاور۔
[2] میزان الاعتدال: ۱/۱۰، رقم: ۱۵، ت: علی محمد البجاوي، دار المعرفة۔ بیروت۔

الہِلالَ قبلَ النَّاسِ بلَیلَتَین۔ [1]

میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: مجھے مہدی بن میمون نے سلم علوی سے نقل کیا، سلم فرماتے ہیں کہ میں نے ابان بن ابی عیاش کو رات کے وقت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے، تو اس کے جواب میں شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سلم تو چاند بھی لوگوں سے دو دن پہلے دیکھ لیتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَبان "متروک الحدیث" (شدید جرح) ہے۔ [2]

امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے ابان کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے، اور ایک موقع پر "ضعیف" کہا ہے۔ [3]

امام ابو اسحاق جوُزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اَبان کو "ساقط" (کلمہ جرح)، اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔ [4]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان أبان مِنَ العباد الذي يَسهَرُ الليلَ بالقِيَامِ، ويَطْوِي النَّهارَ بالصِّيامِ، سَمِعَ عن أنس أحاديث، وجَالَس الحَسَنَ، فكان يَسمَعُ كَلامَه، ويَحفَظُ، فإذا حَدَّث رُبَمَا جَعَلَ كلامَ الحَسَنِ عن أنسٍ مرفوعاً وهو لا يَعْلَم..."۔ [5]

"ابان اُن عبادت گذار لوگوں میں تھا، جو رات نماز میں، اور دن روزے میں بسر کرتا تھا، ابان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیثیں نقل کرتا اور حضرت حسن کے پاس بیٹھا بھی کرتا تھا، اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنتا، اسے یاد کرتا، پھر بیان کرتے ہوئے لاعلمی میں حسن کے کلام کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کلام کر کے

[1] المصدر السابق۔
[2] المصدر السابق۔
[3] المصدر السابق۔
[4] المصدر السابق۔
[5] المصدر السابق۔

مرفوعاً (یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول) بیان کر دیتا تھا......"۔

حافظ ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: أرجو أنّه لا يَتعَمّدُ الكذِب ... "۔ [1]

مجھے یہ امید ہے کہ ابان، جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا......"۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابان کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔ [2]

حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابان "متروک" (شدید جرح) ہے، امام ابو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ (سليمان بن أشعث سِجستانی) نے ابان کی روایت مقروناً (دوسری سند کے ساتھ ملا کر) بیان کی ہے۔ [3]

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور مذکورہ شاہد کا فنی حکم:

ابان کے بارے میں ائمہ کے اقوال کا آپ نے مشاہدہ فرمالیا، حاصل یہ رہا کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام جَوْزَقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ان سب ائمۂ رجال نے ابان کے بارے میں فنی جرح کے شدید جملے فرمائے ہیں، اسی طرح حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ ابان سے جھوٹ ثابت ہے، لیکن وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ "تنبيه الغافلين" کی اس روایت میں ابان بن ابی عیاش کے بعد سند ہی موجود نہیں، چنانچہ یہ روایت درحقیقت سنداً ثابت ہی نہیں ہے، بہر حال ابان بن ابی عیاش پر مشتمل یہ روایت کسی بھی طرح زیرِ بحث روایت کے لئے شاہد نہیں بن سکتی۔

---

[1] المصدر السابق۔

[2] التقريب: ص، ۸۷، رقم: ۱۴۲، ت: محمد عوامة، دار الرشيد۔سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[3] الكاشف: ۱/ ۷۵، رقم: ۱۰۹، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

روایت کی پوری تحقیق کا خلاصہ اور فنی حکم:

آپ سابقہ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ علماء کی تصریح کے مطابق، زیرِ بحث روایت "ضعف شدید" پر مشتمل ہے، اور "تنبيه الغافلين" میں موجود شاہد خود ہی درجہ اعتبار سے ساقط اور نا قابل التفات ہے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک ضعیف روایت کو فضائل کے باب میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اس جواز میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ ضعیف روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، جیسا کہ تحقیق کی ابتداء میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے مذکورہ روایت کو بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام منسوب ہوسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو واللہ تعالی اعلم۔
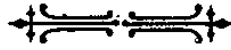
روایت نمبر: (۲)

قصہ گوئی انسانی تاریخ کی قدیم روایت ہے، جس میں قصہ خواں اپنی ملمّع سازی کے جوہر دکھا کر لوگوں کے دلوں موم کر دیتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لئے کچھ قصہ گومن گھڑت واقعات سنا کر لوگوں سے دادِ تحسین وصول کرتا ہے۔ اِس فعل کی شناعت اگر چہ فطری ہے، مگر اسلام اپنے خاص تحفّظات کی بنا پر اس کی شدید مذمّت کرتا ہے، چنانچہ سننِ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے:

"لم يكن القَصَصُ في زمَن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ولا زمَن أبي بكْر ولا زمَن عُمَر"۔[1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قصہ گوئی نہیں تھی (یعنی ایسی قصہ گوئی جو غیر ثابت وغیر شرعی امور پر مشتمل ہو)''۔

زیرِ بحث تبصرے کا پس منظر چار صفحات پر مشتمل ایک اِشاعتی مضمون ہے، جو گزشتہ ایّام میں نظر سے گزرا، اس میں انتہائی پر سوز انداز میں ایک قصہ پیش کیا گیا تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے اُبوشُحمہ عبد الرحمان نے نُسَیکہ یہودی کے پاس شراب پی لی تھی، اور پھر باغ بنی نجار میں ایک عورت سے زنا کیا، پھر اس عورت نے ولد الزنا کو بھی جنم دیا اور بچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئی، بعد ازآں اُبوشحمۃ نے بھی زنا کا اقرار کرلیا، جس کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر اُفلح نامی غلام نے حدنافذ کی اور سو کوڑے لگائے، آخر کار اُبوشحمہ کا دم نکل گیا۔ چالیس دن بعد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

---

[1] سنن ابن ماجه: كتاب الأدب، باب القصص، ۲/۱۲۳۵، رقم: ۳۷۵۳ ت: محمد فؤاد عبد الباقي دار الفكر-بيروت۔

نے خواب میں حضور انور ﷺ کی اس حال میں زیارت کی کہ ابو شحمہ بھی سبز پوشاک پہنے حضور ﷺ کے ساتھ کھڑے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اقامتِ حد کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحسین کی اور اُبو شحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔

آئندہ سطور میں ہم فن اصول حدیث اور ائمہ حدیث کے اقوال کی روشنی میں اس قصہ کا جائزہ لیں گے، پھر صحیح روایت کی تعیین کریں گے، ان شاء اللہ۔

عنوانِ قصہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے اُبو شحمہ کو بطور حد کوڑے لگانا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ زیر بحث روایت کی تحقیق چار بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادرِ اصلیہ

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- صحیح واقعہ کی تعیین

۴- اہم نتائج

ابو شحمہ عبدالرحمن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عبدالرحمن نامی تین بیٹے تھے۔ زیر بحث قصہ، عبدالرحمن الأوسط أبو شَحْمَہ کی طرف منسوب ہے۔

حافظ ابن کثیر (التوفی ۷۷۴ھ) "البداية والنهاية"[1] میں لکھتے ہیں:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لُهَيَّہ نامی خاتون سے نکاح کیا، عبد الرحمن الأوسط أبو شحمه ایک قول کے مطابق انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے، البتہ علّامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لُہَیَّہ امّ ولد تھی، بیوی نہیں تھی"۔

---

[1] البداية والنهاية: صفة عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب وذكر زوجاته وأبنائه وبناته، ۷/۲۷۰، دار ابن كثير- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ۔

روایت کے مصادرِ اصلیہ اور مراجع:

مذکورہ قصہ کو حُسَین بن ابراہیم جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۴۳ھ) نے "الأباطیل والمناکیر" میں اور أبوالعباس محب الدین الطَبَری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۹۴ھ) نے "الرِیاض النَضْرَة"[1] میں بلا سند نقل کیا ہے، البتہ علّامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۹۷ھ) نے "الموضوعات" میں شِیرُوَیہ کی مکمل سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے، نیز شِیرُوَیہ کے علاوہ دو اور مزید سندیں بھی ذکر کی ہیں، جن میں یہی روایت مختصراً مذکور ہے۔ علّامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ھ) نے "اللآلي المصنوعة" میں یہ تینوں طریق نقل کیے ہیں۔

۱۔ **پہلی سند**..... حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"حُدِّثتُ عن أبي محمّد هارون بن طاهر، أنبأنا أبوالفضل صالح بن أحمد بن محمّد بن صالح فيكتابه، أنبأنا أبو عبدالله الحَسَن بن عليّ قراءةً، حدّثنا محمّد بن عُبيد الأسدي، حدّثنا أبوالأحوص، عن سعيد بن مَسْرُوق قال: كانتْ امرأةٌ تَدخُلُ على آل عُمر أومنزلِ عُمر ومعها صَبِيّ..."۔[2]

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بچہ لائی اور کہا کہ آپ کے بیٹے أبوشحمہ نے مجھ سے زنا کیا ہے اور یہ بچہ ان کی اولاد ہے۔ ابوشحمہ نے بھی زنا کا اِقرار کرلیا، جس کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوشحمہ پر حد نافذ کی، جس میں ۵۰ کوڑے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ۵۰ کوڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مارے۔

---

[1] الرياض النضرة في مناقب العشرة: ذِكْرُ شدّتِه في دين الله وغلظتِه على مَنْ عصى الله، مكتبه محمد نجيب الخانجي، مطبعة دار التاليف ومن الكتاب الكبرى، الطبعة الثانية ۱۳۷۲ھ۔

[2] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ما روي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبناً له حتى مات، ۳/ ۲۷۵، رقم: ۲۶۹ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبه السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸٦ھ۔

روایت پر کلام:

۱......علامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[1]

۲......علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا وَضعه القصّاص وقد أبدوا فيه وأعادوا وقد شرّحوا وأطالوا"۔[2]

یہ من گھڑت موضوع روایت ہے، جسے قصہ گوؤں نے گھڑ رکھا ہے، اور قصہ گو اپنی طرف سے اس میں باتیں بناتے، اضافے کرتے، اور خوب شرح وبسط سے اسے بیان کرتے رہے ہیں۔

۳......حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"هذا وَضعه القصّاص يروي عن أبي الأحوص عن سعيد بن مسروق مُنقطِعا"۔[3]

یہ قصہ گو کی موضوع روایت ہے......"۔

۴......علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"موضوع وَضَعَه القصّاص، وفي الإسناد مَن هو مجهول وسعيد بن مسروق مِن أصحاب الأعمش، فأين هو وحمزة" [وهو تصحيف والصحيح عُمر]۔[4]

یہ من گھڑت روایت ہے، اسے قصہ گو نے بنایا ہے، نیز سند میں مجہول راوی

---

[1] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ۱۸۴/۲، رقم: ۵۷۶، الناشر إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

[2] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ما روي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبناً له حتى مات، ۲۷۵/۳، رقم: ۲۶۹ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

[3] تلخيص الموضوعات: والمستبشع مِنَ الموضوع من الصحابة رضي الله عنهم، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

[4] اللآلي المصنوعة: ۱۹۴/۲، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالازهر، الطبعة الأولى۔

ہیں اور سعید بن مسروق اُعمش کے ساتھیوں میں ہے، وہ کہاں اور حمزہ [یہ لفظ مصحف ہے، صحیح عمر ہے، از راقم الحروف] کہاں یعنی ان کا لقا (ملاقات) ثابت نہیں ہے۔

٢-دوسری سند... "حُدِّثْتُ عن هارون بن طاهر، أنبأنا صالح بن أحمد بن محمّد في كتابه، حدّثنا أبو الحُسَين عليّ بن الحُسَين الرازي إمْلاءً، حدّثنا أبو يزيد محمّد بن يحيى بن خالد المروزي، حدّثنا محمّد بن أحمد بن صالح التيمي حدّثني الفضَل بن العبّاس، حدّثني عبد العزيز بن الحجّاج الخَوْلاني، قال أبو الحُسَين - هكذا قال - وهو عند يعبد القُدُّوس بن الحجّاج، حدّثني صفوان عن عُمر أنّه كان له إبنان، يقال لأحدهما: عبد الله والآخر عُبَيد الله وكان يُكنى أبا شَحْمَة..."۔[1]

اس روایت میں یہ مضمون ہے کہ اُبوشحمہ نے نُسَیکہ یہودی کی مجلس میں نبیذ پی، پھر بنی نجار کے ایک باغ میں ایک عورت سے زنا کیا۔

روایت پر کلام:

١......علامہ جوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[2]

٢......علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"فإنّ عبد القُدُّوس كذّاب قال ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ: كان يضَع الحديثَ على الثِقات لا يَحِلُّ كتب حديثِه"۔[3]

[1] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضی اللہ عنہم باب ما روي أنّ عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناً له حتى مات ٢٧٥/٣، رقم: ٢٦٩ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعة الأولى ١٣٨٦ھ۔

[2] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ١٨٣/٢، رقم: ٥٧٦، الناشر، إدارة المبعوث الاسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ١٤٠٣ھ۔

[3] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضی اللہ عنہم باب ما روي أنّ عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناً له حتى مات ٢٧٥/٣، رقم: ٢٦٩ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعة الأولى ١٣٨٦ھ۔

بلاشبہ (اس سند میں مذکور) عبد القدوس کذّاب ہے، ابن حبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد القدوس ثقات پر حدیثیں گھڑتا تھا، ان کی احادیث لکھنا جائز نہیں ہے۔

۳..... حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں:

"وَضَعَه الجَهَلَة؛ لِيُبْكِي العَوَام والنّساء"۔ [1]

جاہلوں نے اسے وضع کیا ہے؛ تاکہ مرد و زن کو آبدیدہ کیا جائے۔

۴..... علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" میں فرماتے ہیں۔

"عبدالقُدُّوس كَذّابٌ يَضَع وصفوان بينه وبين عُمَر رضي الله عنه رِجالٌ"۔ [2]

عبد القدوس کذاب ہے، روایتیں گھڑتا ہے، اور صفوان اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین رجال ہیں، یعنی سند میں انقطاع ہے۔

۳- تیسری سند..... "حُدِثْتُ عن شِيْرُوَيْه بن شَهْرَيار الحافظ [كذا في الأصل]، أنبأناأبوالحسَن عليّ بن الحسَن بن بكير الفقيه، أنبأنا أبوبكر عبد الرحمن بن محمّد بن القاسم النَّيسَابُوري، أنبأنا أبو سعد عبدالكريم بن أبي عثمان الزاهد، حدّثنا أبوالقاسم بن بابويه الصرفي، حدّثنا أبو عبدالله، إبراهيم بن محمّد، حدّثنا أحمد بن محمّد بن عيسى، حدّثنا أبو حُذيفة عن شبل عن مجاهد، قال: تذاكر الناسُ في مجلس ابن عبّاس رضي الله عنه فأخَذُوا في فضْل أبي بكر . . ."۔ [3]

یہ روایت مفصّل ہے، جسے قصہ گو کے انداز میں انتہائی ملمّع سازی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اسی کا ترجمہ کر کے تشہیر کی گئی تھی جیسا کہ ماقبل میں ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔

---

[1] تلخيص الموضوعات :والمستبشع مِنَ الموضوع من الصحابة، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الاؤلى ۱۴۲۰ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۲/۱۹۴، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى۔

[3] الموضوعات: كتاب المستبشع من الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ما روي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبناً له حتى مات ۳/۲۷۵، رقم: ۲۶۹ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبة السلفية بالمدينة المنوّرة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اَبوشحمہ نے نُسَیکَہ یہودی کے پاس شراب پی کر باغ بنی نجار میں ایک عورت سے زنا کیا، پھر اس عورت نے اس زنا کے نتیجے میں ایک بچے کو جنم دیا، عورت بچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آ گئی، اور اَبوشحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے زنا کا اقرار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر اَفلح نامی غلام نے حد نافذ کی اور سو کوڑے لگائے، آخر کار ابوشحمہ کا دم نکل گیا۔ چالیس دن بعد حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت میں زیارت کی کہ اَبوشحمہ سبز پوشاک پہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامتِ حد کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحسین کی، اور اَبوشحمہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے۔

روایت پر کلام:

۱...... علامہ جَوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔[۱]

۲...... علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"فيه مجاهيل، قال الدَّارَقُطْني: حديث مُجاهد عن ابن عبّاس في حدّ أبي شَحْمَة ليس بصحيح"۔[۲]

دارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اَبوشحمہ کی حد کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحیح نہیں ہے۔

۳...... علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" میں فرماتے ہیں۔

"موضوع فيه مجاهيل"۔[۳]

---

[۱] الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: ۱۸۴/۲، رقم: ۵۷۶، الناشر، إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

[۲] الموضوعات: كتاب المستبشع من الموضوع على الصحابة، باب ما روي أنّ عمر رضی اللہ عنہ جلد إبنا له حتى مات، ۲۷۵/۳، رقم: ۲۶۹ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبد المحسن صاحب المكتبه السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

[۳] اللآلي المصنوعة: ۱۹۴/۲، كتاب الأحكام والحدود، المكتبة الحسينية المصرية بالازهر، الطبعة الأولى۔

یہ روایت موضوع ہے، اس میں مجہول راوی ہیں۔

۴..... حافظ شمس الدین ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخیص کتاب الموضوعات" میں لکھتے ہیں۔

"قال الدَّارَ قُطنِي: حديث مجاهد عن ابن عبّاس رضي الله عنه فيحدّ أبي شَحْمَة ليس بصحيح"۔[1]

دارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اَبوشحمہ کی حد کے بارے میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، صحیح نہیں ہے۔

۵..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "الإصابة في تمييز الصحابة" میں رقمطراز ہیں:

"جاء في خبَرٍ وَاهٍ أنّ أباه جَلَدَه فمَات، ذكَره الجَوزَقاني"۔[2]

ایک واہی خبر میں ہے کہ ابوشحمہ کو ان کے والد نے کوڑے مارے تھے، جس سے ان کا انتقال ہوگیا، اسے جَوْزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

نتائج:

ان تینوں طرق کے بارے میں ائمہ حدیث کے سابقہ اقوال کا خلاصہ یہ رہا کہ علّامہ حسین بن ابراہیم جَوزَقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الأباطيل والمناكير" میں اس واقعہ کو جعلی، باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ علّامہ جَوْزَقانی کے بعد حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضوعات" میں، حافظ شمس الدین ذَہبِی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخیص الموضوعات" میں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الإصابة في تَمْيِيز الصحابة" میں، اور علّامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں، ان سب محدثین نے علّامہ جَوْزَقانی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے اور اس واقعہ کو من گھڑت کہا ہے۔

---

[1] تلخيص الموضوعات: والمستبشع من الموضوع من الصحابة، ۳۵۸، رقم: ۹۸۰، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

[2] الإصابة في تمييز الصحابة: حرف الشين، القسم الثاني، أبو شحمة، ۱۰۱/۴، رقم: ۶۲۳ دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

سابقہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ابو شحمہ عبد الرحمان بن عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کی طرف منسوب مذکورہ قصّہ باطل، موضوع اور من گھڑت ہیں، چنانچہ علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ تینوں روایتوں پر تفصیلی کلام کے بعد لکھتے ہیں:

”وضَعه الجُهّال القصّاص؛ ليكون سَبَباً في تبكِية العوام والنِساء، فقد أبْدَعُوا فيه وأتَوا بِكُلّ قَبيحٍ ونَسَبُوا إلى عُمَر مالا يلِيقُ به ونَسَبُوا الصحابة إلى مالا يلِيق بهم، وكلماتُه الرَكِيكَة تَدُلُّ على وَضْعِه، وبُعْده عن أحكام الشريعة يدُلُّ على سُوءِ فَهْمِ واضعِه وعدَمِ فِقْهِه“۔ [1]

”یہ واقعہ جاہل قصّہ گو نے گھڑ رکھا ہے، تاکہ عام لوگوں بالخصوص عورتوں کو آبدیدہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نئے نئے طریقے اپنائے، اور ہر قسم کی ناشائستہ باتیں لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں، جو انکے شایانِ شان نہیں اور ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم پر نامناسب باتیں چسپاں کر دیں۔ اس روایت میں موجود رکیک جملے کھل کر بتا رہے ہیں کہ یہ من گھڑت ہے، اور قصّہ کے اندر موجود غیر شرعی پہلوؤں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گھڑنے والا بدفہم، اور دینی سمجھ سے محروم آدمی تھا“۔

یہاں تک اس بات کی تحقیق لکھی گئی ہے کہ ابو شحمہ کی جانب منسوب سابقہ قصہ باطل ہے، البتہ ذیل میں ابو شحمہ کے واقعی قصّے کی تفصیل، مستند تاریخی شواہد کی روشنی میں پیش کی جائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ صحیح واقعہ کیا تھا اور لوگوں نے اس واقعے میں کون کون سی غلط پیوندکاری کر رکھی ہے!

---

[1] الموضوعات: كتاب المستبشع مِنَ الموضوع على الصحابة رضي الله عنهم باب ماروي أنّ عمر رضي الله عنه جلد إبناً له حتى مات، ۲۷۵/۳، رقم: ۲۶۹ ت: عبد الرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المكتبه السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

صحیح واقعہ کی تعیین:

حافظ ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ زُبیر بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی روایات:

محدث علّامہ ابن عرّاق الکنانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) نے "تنزیہ الشریعة" میں اَبوشحمہ کی طرف منسوب من گھڑت روایات کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بارے میں اصل بات وہ ہے جس کو زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "الطبقات" میں ذکر کیا ہے:

"والذي ورَد في هذا ماذكره الزبير بن بكار و ابن سعد في الطبقات وغيرهما أنَّ عبدالرحمن الأوسط من أولادِ عُمَر ويُكنى أباشَحْمَة كان بمِصْرَ غازياًفشَرِبَ ليلةً نَبيذاًفخرج إلى السكر فجاء إلى عَمْرو بن العاص رضي الله عنه فقال له: أَقِمْ عَلَيَّ الحدّ فامتنع فقال له: إنّي أُخْبِرُ أبي إذا قدِمْتُ عليه فضربه الحدّ في دارِه ولم يُخْرِجْه فكتب إليه عُمَرُ يلُومُه ويقول: ألافعلتَ به ماتَفْعَلُ بجميع المسلمين ـ فلمّاقدِم على عُمَرَ، ضربه فاتّفق أنّه مرِض فمات"۔[1]

''عبدالرحمن الأوسط، جن کی کنیت ابوشحمہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ مجاہدین کے لشکر کے ساتھ مصر میں مقیم تھے۔ ایک شب آپ نے نبیذ پی لی، جس کے اثر سے نشہ میں آ گئے، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ مجھ پر حد نافذ کر دیں، لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پس وپیش کرنے لگے (شاید نبیذ کی وجہ سے)۔ (یہ دیکھ کر) اَبوشحمہ نے کہا، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے، تو میں واپس جا کر اپنے والد کو بتادوں گا، (ان کا اصرار دیکھ کر) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر ان پر حد نافذ کر دی، اور

---

[1] تنزیة الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة: الفصل الأول، کتاب الأحکام والحدود، ۲۲/۲ رقم: ۱۲، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية ـ بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

اس کے لیے ان کو باہر نہیں لائے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ملامت کی کہ آپ نے اُبوشحمہ کے ساتھ وہ معاملہ کیوں نہیں کیا جو آپ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ (اس واقعہ کے بعد) پھر جب اُبوشحمہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آگئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ (تادیباً) کوڑے لگائے، پھر اس کے بعد اُبوشحمہ اِتفاقاً بیمار ہوگئے، اور اسی بیماری میں آپ کا انتقال ہوگیا"۔

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت:

یہ واقعہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۱۱ھ) نے بھی اپنی "مُصَنَّف" میں اپنی سند کے ساتھ تخریج کر کے لکھا ہے:

"فلَبِثَ شهراً صحيحاً ثم أصابه قدرُه فمات فحسِب عامةُ الناس أنّما مات مِن جلد عمر رضي الله عنه ولم يَمُتْ مِن جلد عمر رضي الله عنه"۔[1]

"(ابوشحمہ کوڑے لگنے کے بعد) ایک ماہ تک تندرست رہے، پھر اس کے بعد (بیمار ہوکر) انتقال کر گئے۔ عام لوگ یہ غلط خیال کرنے لگے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں سے انتقال کر گئے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں سے ہرگز فوت نہیں ہوئے"۔

حافظ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

یہی تفصیل حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے بھی "الاستيعاب في معرفة الأصحاب" میں لکھی ہے، البتہ "الاستيعاب" میں یہ اضافہ بھی ہے:

---

[1] مصنف عبد الرزاق: كتاب الأشربة، باب الشراب في رمضان وحلق الرأس، ۹/۲۳۰ رقم: ۱۷۰۴۷، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، من منشورات المجلس العلمي، الطبعة ۱۳۹۲ھ۔

"...وأما أهل العراق فيقولون : إنّه مات تحتَ سياطِ عمرَ وذلك غَلَطٌ"۔[1]

"......اور عراقیوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ اَبوشحمہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑے لگنے کی وجہ سے ہوا ہے، حالاں کہ یہ غلط ہے"۔

اہم نتائج:

تنزیہ الشریعۃ، مصنف عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ، اور استیعاب میں جن حقائق کو بیان کیا گیا ہے، ان سے دو بنیادی نتائج حاصل ہوتے ہیں:

۱......ابوشحمہ عبدالرحمان کو ابتداء نبیذ نوشی کی وجہ سے کوڑے مارے گئے تھے، البتہ زنا کو اَبوشحمہ کی طرف منسوب کرنا باطل اور من گھڑت ہے۔

۲......مصر میں حد نافذ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اَبو شحمہ کو دوبارہ کوڑے تادیباً مارے تھے، اور اَبوشحمہ کا انتقال اس حد کے بعد کوڑے کھانے سے نہیں ہوا، بلکہ ان کا انتقال عام طبعی موت سے ہوا ہے؛ چنانچہ "مصنف عبد الرزاق" کے یہ الفاظ ہمارے قول کی دلیل ہے: "فلَبِث شهراً صحيحاً ثمّ أصابه قَدَرُه فمات..." یعنی (ابوشحمہ کوڑے لگنے کے بعد) ایک ماہ تک تندرست رہے پھر اس کے بعد (بیمار ہوکر) انتقال کر گئے، البتہ عراق میں یہ مشہور ہو گیا کہ ابوشحمہ کا انتقال کوڑے لگنے کیوجہ سے ہوا ہے، حالاں کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

یہی اس تاریخی واقعے کی حقیقت ہے، اس کے علاوہ دیگر پیوند کاری کا اسلامی تاریخ سے کوئی تعلق نہیں، لیکن قصہ گو لوگوں کو موقع ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے سابقہ طویل من گھڑت حکایت اس واقعہ پر چسپاں کر دیں۔

---

[1] الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ۸۴۲/۲، رقم: ۱۴۴۳، ت: علي محمد البجاوي، دار الجليل- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

تحقیق کا خلاصہ:

آخر میں ہم علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں، جو اس پورے مضمون کا خلاصہ اور قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے:

"ولیس بعَجَبٍ أنْ یکون شرب النبیذ متأوّلاً فسَکِرَ عن غیر اختیار، وإنّما ـ لمّاقدِم علی عمر ـ ضَرَبه ضرْبَ تادیبٍ لا ضرْبَ حدٍّ، فمرِض بعد ذلک، لامِنَ الضَّرْب ومات۔فلقد أبدوا فیه القصّاص وأعادو"۔ [1]

"اور اس بات کا بھی پورا امکان ہے کہ اُبوشحمہ نے نبیذ جائز سمجھ کر پی ہو، اور بے اختیار نشہ میں آگئے ہوں، اور اُبوشحمہ جب مدینہ منورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹے، تو آپ نے بطور تادیب ان کو کوڑے لگائے نہ کہ حد نافذ کرنے کے لیے، اس کے بعد اُبوشحمہ (قضائے الٰہی سے) بیمار ہوگئے، یہ نہیں کہ کوڑے لگنے سے بیمار ہوئے، اور (اسی طبعی بیماری کے حالت میں) انتقال کرگئے، پھر قصّہ گو نے (اپنی طرف سے) باتیں بنائیں اور وہی اس میں اضافے بھی کرتے رہے"۔

---

[1] الموضوعات: کتاب المستبشع مِنَ الموضوع علی الصحابة رضی اللہ عنہم باب ما روي أنّ عمر رضی اللہ عنہ جلد إبناً له حتی مات ۲۷۵/۳، رقم: ۲۶۹ ت: عبدالرحمن محمد عثمان، الناشر محمد عبدالمحسن صاحب المکتبة السلفية بالمدینة المنورة، الطبعة الأولی ۱۳۸۶ھ۔
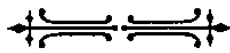
روایت نمبر: (۳)

اسلامی تاریخ کا ہر آنے والا دور ایک مضبوط بندھن کے ساتھ عہدِ رسالت سے جڑا ہوا ہے، اس مبارک ربط کو محدثین کی اصطلاح میں ''اسناد'' کہا جاتا ہے، یہ سند نہ صرف مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کے اقوال ہم تک پہنچاتی ہے، بلکہ ان احادیث کو اسی سند کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے امرِ دین (دینی معاملات) میں ''اسناد'' کا مقام ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

''مَثَلُ الذي يَطلُبُ أمرَ دِيْنِه بلا إسنادٍ، كمثلِ الذي يرْتَقِي السَطْحَ بِلاَ سُلّم''۔[1]

جو شخص سند کے بغیر اپنے دین کو تلاش کرنا چاہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھنے کا خواہشمند ہو۔

یہی وجہ ہے کہ محدثینِ کرام نے ''اسناد'' کی مضبوط باڑ خیر القرون ہی میں قائم کرلی تھی، تا کہ ذخیرۂ احادیث کو خس و خاشاک سے بچایا جاسکے، چناں چہ آپ ﷺ کے انتساب سے صرف ایسی بات کی جاسکتی ہے جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اسی تناظر میں حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا قول سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے:

''...عن عبدان، قال: سمعتُ عبد الله بن مبارک يقول: الإسناد عندي مِنَ الدين، ولولا الإسناد لَقَالَ مَنْ شاء: ما شَاء، ولكن إذا قيل له: مَنْ حَدَّثک؟ بقي! [ساكتاً منقطعاً مفحماً] قال عبدان: ذَكَرَ۔ أي عبد الله بن المبارک۔ هذا عند ذكر الزَنَادِقَة وما يَضَعُون مِنَ

[1] الإسناد من الدين: ۱٦، تاليف: الشيخ عبد الفَتّاح أبو غُدّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

الأحادیث"۔[1]

''......حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میرے نزدیک اسناد دین میں سے ہے، اور اگر اسناد نہ ہوتی تو یقیناً ہر شخص جو چاہتا سو کہتا رہتا، لیکن جب اس سے پوچھا جائے کہ آپ کو یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ تو وہ خاموش، چپ کھڑا ہو جاتا ہے! عبدان فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول زَنادقہ اور ان کی من گھڑت روایتوں پر گفتگو کے دوران فرمایا تھا''۔

بہر حال اَسلاف کے اس منہج کو باقی رکھتے ہوئے، ہر فردِ امت کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں حساس رہنے کی ضرورت ہے، اسی مقصود کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی ہی روایت پیش کی جارہی ہے، جو اگرچہ کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے، اس کے باوجود یہ روایت زبان زَدِ عام ہے، حالاں کہ آپ جان چکے ہیں کہ ایسی بے اصل حدیثیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

روایت کا عنوان:

ایک بدُّو کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۴ سوالات کرنا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اِس روایت کی تحقیق چار بنیادی اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادر اصلیہ

۲- سند کی تحقیق

---

[1] الإسناد من الدین: ۱۹، تالیف: الشیخ عبد الفَتّاح أبو غُدّة، مکتب المطبوعات الإسلامیة بحلب، الطبعة الأولی ۱۴۱۲ھ۔

۳-روایت کا فنی حکم

۴-زیرِ بحث روایت کا ایک غلط انتساب اور اس کا سبب

روایت اور اس کے مصادر:

علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۵ھ) "کنز العُمّال"[۱] میں لکھتے ہیں:

"قال الشيخ جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى: "وَجَدْتُ الشيخ شمس الدين بن القَمّاح في مجموعٍ له، عن أبي العباس المُسْتَغْفِرِي قال: قَصَدْتُ مِصْرَ أُرِيدُ طَلَبَ العِلْمِ مِنَ الإمام أبي حامد المِصْرِي والْتَمَسْتُ منه حديث خالد بن الوليد، أَمَرَنِي بصوم سَنَةٍ، ثُمَّ عاوَدْتُه في ذلك، فأَخْبَرَنِي بإسناده عن مَشَايِخِه إلى خالد بن الوليد رضي الله عنه قال: جاء رجلٌ إلى النبي صلى الله عليه وسلم..."۔

"علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ کے ایک "مجموعہ" میں یہ روایت ملی، جس میں اَبو العباس مستغفری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی تھا کہ میں نے ایک دفعہ علم کی تلاش میں اَبو حامد مصری کے پاس مصر جانے کا ارادہ کیا، وہاں پہنچ کر میں نے ان سے حدیثِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی التماس کی، انھوں نے مجھے ایک سال روزے رکھنے کا حکم فرمایا، پھر میں نے اس بارے میں ان سے دوبارہ گذارش کی، تو انھوں نے اپنے شیخ سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تک کی سند کے ساتھ مجھے یہ حدیث بیان کی:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں دنیا و آخرت کے متعلق آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں،

---

[۱] كنز العمال: كتاب المواعظ والرقائق والخطب والحكم، قسم الأفعال: ۱۶/ ۵۳، رقم: ۴۴۱۵۷، ت: محمود عمر الدمياطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۴هـ۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے پوچھو، اس پر وہ شخص کہنے لگا:

"یا نبِیَ اللّٰہ! أحبُ أنْ أکونَ أعلمَ الناس"۔ اے اللہ کے نبی! میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اتَقِ اللّٰہ، تَکُنْ أعلمَ الناس"۔ اللہ کا خوف اختیار کرلو، سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔

وہ شخص کہنے لگا: "أحِبُ أنْ أکونَ أغنی الناس"۔ میں لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "کُنْ قنعا تَکُنْ أغنی الناس"۔ قناعت اختیار کرو، لوگوں میں سب سے غنی بن جاؤ گے۔

وہ شخص کہنے لگا: "أحبُ أن أکونَ خیرَ الناس"۔ میں لوگوں میں سب سے بہتر بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خیرُ الناس مَنْ یَنْفعُ الناسَ، فکُنْ نافعاً لھم"۔ لوگوں میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے والا ہو، چنانچہ تو بھی لوگوں کو نفع پہنچانے والا بن جا۔

وہ کہنے لگا: "أحبُ أنْ أکونَ أعدلَ الناس"۔ میں لوگوں میں سب سے بڑا عادل بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أحِبَ للنَاس ما تُحِبُ لنفسک تکُنْ أعدلَ الناس"۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی لوگوں کے لئے پسند کر، تو لوگوں میں سب سے بڑا عادل بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُ أنْ أکونَ أخَصَ الناس إلی اللّٰہ تعالیٰ"۔ میں اللہ کی بارگاہ میں سب سے خاص بندہ بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أكثِرْ ذكرَ الله، تكنْ أخصّ العباد إلى الله"۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کر، تو اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ خاص بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحبُّ أن أكونَ مِنَ المُحْسِنِين"۔ میں ان لوگوں میں ہونا پسند کرتا ہوں، جو احسان والے (صفتِ احسان کے ساتھ متصف) ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "أعْبُدُ الله كأنّك تراه، فإن لم تَكُنْ تَراه فإنّه يراك"۔ اللہ کی عبادت ایسے کر، گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، پھر اگر تو اسے نہیں بھی دیکھ رہا ہے، تو وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ يَكْمُلَ إيماني"۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "حَسِّن خلقك يَكْمُل إيمانُك"۔ اپنے اخلاق اچھے بنا لے، تیرا ایمان کامل ہو جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ مِنَ المُطِيعِين"۔ میں اللہ کے فرماں بردار بندوں میں سے بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أدِّ فرائض الله تَكُنْ مُطيعاً"۔ اللہ کے فرائض کو بجالاؤ، اللہ کے مطیع بن جاؤ گے۔

وہ کہنے لگا: "أحبُّ أنْ ألقى الله نَقِياً مِنَ الذنوب"۔ میں چاہتا ہوں کہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر اللہ سے ملوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "إغْتَسِلْ مِنَ الجنَابَة مُتَطَهِّراً، تَلْقَى الله يومَ القيامة وما عليك ذَنْبٌ"۔ غسل جنابت خوب صفائی سے کیا کر، (ایسا کرنے پر) تو روزِ قیامت اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أحْشَرَ يومَ القيامة في النُّور"۔ میں چاہتا ہوں روزِ

قیامت مجھے نور میں اٹھایا جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تَظْلِمْ أحداً، تُحْشَر يوم القيامة في النور"۔ کسی پر ظلم مت کر، روزِ قیامت تجھے نور میں اٹھایا جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أن يَرْحَمَني رَبِّي"۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھ پر رحم فرمادے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "إرحَمْ نَفْسَک وارْحَمْ خَلْقَ اللّٰه، يَرْحَمک اللّٰه"۔ اپنے آپ پر رحم کھا، اور اللہ کی مخلوق پر رحم کر، اللہ تجھ پر رحم کرے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحب أنْ تَقِلَّ ذُنُوبِي"۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہوجائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اسْتَغْفِرِ اللّٰه، تَقِلّ ذُنوبُک"۔ اللہ سے بخشش مانگ، تیرے گناہ کم ہوجائیں گے۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ أكرمَ الناسِ"۔ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سب سے معزز بن جاؤں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تَشْكُوَنّ اللّٰه إلى الخَلْقِ تَكُنْ أكرمَ الناس"۔ لوگوں کے سامنے اللہ کی شکایت ہرگز مت کر، تو معزز ترین شخص بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أنْ أكونَ مِنْ أحِبّاء اللّٰه ورسوله"۔ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أحِبّ ما أحَبَّ اللّٰه ورسوله وابغض ما أبْغَضَ اللّٰه ورسوله"۔ جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہو تو بھی اسے پسند کر، اور اللہ اور اس کے رسول جس چیز سے بغض رکھیں، تو بھی اس سے بغض رکھ۔

وہ کہنے لگا: "أحِبُّ أن أكونَ آمِناً مِنْ سَخَطِ اللّٰه"۔ میں اللہ کی ناراضگی سے مامون رہنا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تَغْضَبْ علی أحدٍ، تأمَن مِنْ غَضَبِ اللّٰه وسَخَطِه“۔ کسی پر غصہ مت ہو، تو اللہ کے غصے اور ناراضگی سے محفوظ رہے گا۔

وہ کہنے لگا: ”أحبُّ أن تُسْتَجَابُ دَعْوَتِي“۔ میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اجْتَنِبْ الحرام، تُسْتَجَب دعوتُک“۔ حرام سے پرہیز کر، مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

وہ کہنے لگا: ”أحبُّ لا يَفْضَحَنِي اللّٰه علی رؤوس الأشْهَاد“۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گواہوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”احْفَظْ فَرْجَک کیلا تَفْتَضِح علی رؤوس الأشْهَادِ“۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر، تاکہ تو گواہوں کے سامنے رسوا نہ ہو۔

وہ کہنے لگا: ”أحِبُّ أن يَسْتُرَ اللّٰه علی عُيُوبِي“۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسْتُرْ عُيُوبَ إخوانِک، يَسْتُرِ اللّٰه علیک عُيُوبَک“۔ اپنے بھائیوں کے عیبوں پر پردہ ڈال، اللہ تیرے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔

وہ کہنے لگا: ”ما الذي يَمْحُو عَنِّي الخَطَايَا؟“۔ کون سی چیز میرے گناہوں کو مٹانے والی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”الدُّمُوع والخُضُوع والأمْرَاضِ“۔ آنسو اور عاجزی اور بیماریاں۔

وہ کہنے لگا: ”أيّ حَسَنَةٍ أفْضَلُ عندِ اللّٰه؟“۔ اللہ کے نزدیک کون سی نیکی سب سے افضل ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”حُسْنُ الخُلُقِ والتَّواضُعِ والصَّبْرُ علی البَلِيَّة والرِضَاء بالقَضَاءِ“۔ اچھے اخلاق، تواضع، مصیبت پر صبر اور اللہ کے فیصلے پر رضامندی۔

وہ کہنے لگا: "أيُّ سَيِّئَةٍ أعظمُ عندالله؟"۔ اللہ کے نزدیک کون سی برائی سب سے بڑی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، "سوءُ الخُلُقِ والشُّحّ المُطَاع"۔ بداخلاقی اور وہ بخل جس کی اطاعت کی گئی ہو۔

وہ کہنے لگا، "ما الذي يَسكُن غَضَبَ الرَّحْمٰن؟"۔ رحمٰن کے غصے کو ٹھنڈا کرنے والی چیز کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "إخفاءُ الصَّدَقَةِ وصِلَةُ الرَّحِم"۔ چھپ کر صدقہ کرنا اور صلہ رحمی۔

وہ کہنے لگا: "ما الذي يُطْفِئ نارَ جَهَنَّم؟"۔ دوزخ کی آگ کو بجھانے والی چیز کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، "الصوم" روزہ۔

علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) نے "جامع الأحادیث" [۱] میں یہ روایت نقل کی ہے، پھر یہی روایت شیخ علاء الدین علی المتقی الہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۵ھ) نے "کنز العُمّال" میں امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

سند پر کلام:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول زیرِ بحث روایت میں کل تین راویوں کا ذکر ہے:

۱- قاضی شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ

۲- ابوالعباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفری رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] جامع الأحاديث الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير: المسانيد والمراسيل، ۷/ ۴۰۵، ۱۵۹۲۲، تحقيق: عباس أحمد صقر وأحمد عبدالجواد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

۳-ابو حامد المصری رحمۃ اللہ علیہ

پہلے ان تینوں راویوں کے مختصر حالات لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کی اسنادی حیثیت سمجھنا آسان رہے:

۱-قاضی شمس الدین ابن القَمَّاح رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، موصوف کے بارے میں علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات الشافعية الكبرى" [۱] میں لکھتے ہیں:

"محمد بن أحمد بن إبراهيم بن حيدرة، شيخُنافي "صحيح مسلم" القاضي شمس الدين أبو المعالي ابن القماح صاحبُ المجاميع المفيدة، مولده سنة ست وخمسين وستمائة...وكان ذَكِيَّ القَرِيحَةِ، قَوِيَّ الحَافِظَة، حافظاً لكثيرٍ مِنَ الفِقْهِ، حسنَ الحفظ للقرآن، كثيرَ التلاوة۔وحَكَمَ بالقاهرة مُدَّةَ نِيَابَةٍ۔توفي في ربيع الأول سنة إحدى وأربعين وسبعمائة بالقاهرة۔"

"......موصوف کئی مفید مجموعوں کے حامل تھے، آپ کی ولادت ۶۵۶ھ میں ہوئی ہے......آپ ذکی الفطرت، قوی حافظے والے، اکثر فقہی مضامین کے حافظ، قرآن کے اچھے حافظ اور کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے، آپ نیابۃً قاہرہ میں قاضی تھے، آپ کا انتقال ۷۴۱ھ میں قاہرہ میں ہوا۔"

ایک اہم نکتہ:

قاضی شمس الدین ابوالمعالی ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ کے اس مختصر تعارف میں قابل غور امر یہ ہے کہ موصوف کے پاس ایسے مفید مجموعے موجود تھے جن سے لوگ عام طور پر واقف

---

[۱] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة السابعة، ۱۷/ ۵۶، ت: مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

تھے، زیرِ بحث روایت میں بھی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ قاضی شمس الدین ابن القماح کے اسی مجموعے سے روایت نقل کر رہے ہیں، اگرچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی قاضی شمس الدین ابن القماح سے سماعت نہیں ہے، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر بھی اس مجموعے کا ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ "الشماريخ في علم التاريخ" [1] میں لکھتے ہیں:

"... قلتُ: وَوَقَفْتُ على ما يَعْضُدُ الأوَّلَ، فرأيتُ بِخَطِّ ابن القماح في مجموعٍ له..."۔

"......میں (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ میں ایک ایسی دلیل سے واقف ہوں جو پہلے قول کو ترجیح دیتی ہے، چنانچہ میں نے ابن القماح کے مجموعے میں ان کی یہ تحریر دیکھی ہے......"۔

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الدُرَرُ الكَامِنَة" [2] میں موصوف کے حالات مزید تفصیل سے لکھے ہیں، ان میں اس "مجموعہ" کا ذکر بھی ہے، ملاحظہ ہو:

"وله مجاميعُ كثيرة مشتملة على فوائدَ غَزِيرَة"۔

شمس الدین ابن القماح کے پاس ایسے کئی مجموعے تھے جو بہت سے فوائد پر مشتمل تھے۔

۲-ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفر ی، خطیب نَسَف:

علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے بارے میں "الأنساب" [3] میں لکھتے ہیں:

"كانَ فَقِيهاً فَاضلاً و مُحَدِّثاً مُكْثِراً صَدُوقاً يرجع إلى فَهْمٍ و مَعْرِفَةٍ

---

[1] الشماريخ في علم التاريخ: ذكر مبدا التاريخ الهجري، ۱/ ۱۲، ت: عبد الرحمن حسن محمود، مكتبة الآداب۔القاهرة۔

[2] الدُرَرُ الكامنة في أعيان المائة الثامنة: حرف الميم، ۲/ ۱۸۵، ۳۴۴۸، ت: الشيخ عبد الوارث محمد علي، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸۔

[3] الأنساب: باب الميم والسين، ۵/ ۱۷۰، رقم: ۹۸۵۱، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

وإتْقَانٍ، جمع الجموع، وصَنَّفَ التصانيف وأحْسَنَ فيها، وكان قد رَحَلَ إلى خُرَاسَان وأقام بِمَرْوَ وَ سَرَخْسَ مُدَّةً وأكْثَرَ عن أبي علي زاهر بن أحمد السَرَخْسِي وما جَاوَزَه...ولم يَكُنْ بِمَنْ وَرَاءَ النَهْرِ في عَصْرِه مَنْ يَجْرِي مَجْرَاه في الجَمْعِ والتَصْنِيفِ و فَهْمِ الحديث، وكانَتْ وِلاَدَتُه سنةَ خمسين وثلاثمائة، وَوَفَاتُه سَلْخَ جمادي الأولى اثنتين وثلاثين وأربعمائة، وَزُرْتُ قَبْرَه بنَسَفَ على طَرَفِ الوَادِي"۔

ابوالعباس نَسَف کے خطیب تھے، آپ فقیہ، فاضل، بہت زیادہ احادیث بیان کرنے والے، اور صدوق تھے، فہم اور معرفت و اتقان کا مرجع تھے، بہت سے علوم کے جامع، اور اچھی تصنیف وتالیف سے آراستہ تھے۔

آپ خراسان تشریف لے گئے، اس کے بعد مَرْ وَ اور سَرَخْس میں ایک عرصہ قیام پذیر رہے، جہاں ابوعلی زاہر بن احمد سَرَخْسی سے خوب احادیث حاصل کیں، اور موصوف سَرَخْس سے آگے نہیں گئے......ابوالعباس المستغفِری کے زمانے میں علاقہ ما وَرَاء النہر میں تصنیف وتالیف اور فہمِ حدیث میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، آپ کی پیدائش ۳۵۰ھ اور وفات اواخر جمادی الاُولی ۴۳۲ھ میں ہوئی ہے، اور میں نے (یعنی علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ) نَسَف میں وادی کے کنارے ان کی قبر دیکھی ہے۔

۳-ابوحامد المصری:

اس روایت کے مطابق موصوف حافظ ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، لیکن تلاش بسیار کے باوجود موصوف کے حالات کتب رجال وغیرہ میں معلوم نہیں ہوسکے۔

سند کی تحقیق:

سند کا یہ اجمالی خاکہ ملحوظ رہے تاکہ آئندہ تفصیل آسانی سے سمجھ میں آجاسکے:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۸۴۹ھ - المتوفی) ۹۱۱ھ......شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۶۵۶ھ - المتوفی) ۷۴۱ھ......ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ

(المولود بعد ۳۵۰ھ-المتوفی ۴۳۲ھ)۔ابوحامد المصری رحمۃ اللہ علیہ (ابو العباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ)......حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن الولید (المتوفی ۲۱ھ)

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس الدین ابن القماح کے مابین سند:

اب ہم سند کا جائزہ لیتے ہیں، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش (۸۴۹ھ) ہے اور آپ یہ روایت شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ کے ''مجموعے'' سے نقل کررہے ہیں، جن کی تاریخ وفات (۷۴۱ھ) ہے، ظاہر ہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سماعت نہیں ہے، صرف ''مجموعہ'' سے بلاسماعت حدیث ذکر کی ہے، بالفاظِ دیگر امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور شمس الدین ابن القماح کے درمیان اتصال نہیں ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ کسی کتاب کی شہرت کے بعد، صاحب کتاب تک بعد والوں کی سند کا متصل ہونا ضروری نہیں رہتا، لیکن مذکورہ سند میں جس ''مجموعہ'' کا ذکر ہے، وہ شہرت کے اس مرتبے سے یکسر خالی ہے؛ اس لئے یہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ صاحب کتاب تک سند کی ضرورت نہیں ہے۔

شمس الدین ابن القماح اور ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کے مابین سند:

شمس الدین ابن القماح، جن کی تاریخ پیدائش (۶۵۶ھ) ہے، وہ ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ سے "عنعنه" (یعنی صیغۂ عن کے ساتھ روایت نقل کی ہے، سماعتِ حدیث کی وضاحت نہیں فرمائی) کے ساتھ روایت نقل کررہے ہیں، ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۴۳۲ھ) ہے، ثابت ہوا کہ شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ کے مابین دوصدی سے زائد تک سند منقطع ہے۔ پھر سند میں مذکور ابوالعباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ (المولود بعد ۳۵۰ھ) کے شیخ ابوحامد المصری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کتبِ رجال میں نہیں ملتا۔

ابو حامد مصری اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے مابین سند:

مذکورہ سند میں اگرچہ یہ لکھا گیا ہے کہ ابو حامد المصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابن ولید (المتوفی ۲۱ھ) تک سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی، لیکن سند کے راویوں کو عملاً ذکر نہیں کیا گیا، اور ظاہر ہے کہ صرف سند کا تذکرہ ہی ثبوت حدیث کے لئے کافی نہیں ہوتا، بلکہ حدیث کا ثبوت یا عدم ثبوت سند کے راویوں پر موقوف ہوتا ہے، جس سے یہ روایت ابو حامد مصری سے (آخر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) تک خالی ہے۔

سند کا خلاصہ:

خلاصۂ سند یہ رہا کہ شمس الدین ابن القماح رحمۃ اللہ علیہ (المولود ۶۵۶ھ۔ المتوفی ۷۴۱ھ) اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ (المتوفی ۲۱ھ) تک صرف دو راویوں کا نام صراحتاً ذکر کیا گیا ہے، ایک ابو العباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ (المولود بعد ۳۵۰ھ - المتوفی ۴۳۲ھ)، دوسرے ابو حامد المصری، جن کا ترجمہ بھی کتب رجال میں نہیں ملتا، ان کے علاوہ سند میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے، اور احادیث میں صحت وسقم کا معیار سند کے راوی ہوتے ہیں، جن کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور فنی تفصیلات کو سامنے رکھ کر، ردّ وقبول کا مرحلہ طے کیا جاتا ہے، اس لئے اس حدیث کے ثبوت کے لئے مذکورہ سند بالکل کافی نہیں ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

زیرِ بحث قصے میں یہ ہے کہ ابو العباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حامد المصری سے یہ حدیث مصر میں حاصل کی ہے، حالانکہ علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ماقبل میں گذر چکا ہے کہ ابو العباس المستغفری رحمۃ اللہ علیہ نَسَف کے خطیب تھے، اس کے بعد مَرو اور سَرَخس تک تشریف لائے ہیں لیکن سَرَخس سے آگے آپ نہیں گئے، حالانکہ زیرِ بحث روایت میں ہے کہ آپ اس روایت حصول میں سرخس سے آگے مصر تک گئے،

بہر حال علامہ سمعانی رحمہ اللہ کی مذکورہ تصریح اس روایت کے بالکل متضاد ہے، جس سے اس روایت کا ساقط الاعتبار ہونا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے۔

روایت کا فنی مقام اور حکم:

آپ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کی سند ہی ثابت نہیں ہے؛ کیونکہ پوری سند میں صرف دو راویوں کا نام مذکور ہیں، جن میں سے ایک کا تو ذکر ہی کتب رجال وغیرہ میں نہیں ملتا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذا الإعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعَه، وما ليس كذلک فلا قيمةَ له"۔ [1]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت کسی "معتبر سند" سے ثابت نہیں ہے؛ اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

زیرِ بحث روایت کا ایک غلط انتساب اور اس کا سبب:

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت بعض کتابوں میں "مسند أحمد" کی طرف

---

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

منسوب کر کے لکھی گئی ہے، لیکن یہ نسبت بالکل غلط ہے؛ کیونکہ مسند احمد میں مسند خالد بن الولید [1] کے تحت کل ۱۴ روایتیں ہیں، (رقم الحدیث: ۱۶۹۳۵ سے رقم الحدیث: ۱۶۹۴۸ تک) جن میں اس روایت کا کوئی ذکر نہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ مسانید، سنن، معاجم غرض یہ کہ ہماری جستجو کے مطابق متونِ حدیث اور اجزاء حدیثیہ میں کہیں بھی یہ روایت مسنداً موجود نہیں ہے، صرف امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس روایت کا ذکر ملتا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ہمارے ایک محترم ساتھی مولانا اسد اللہ صاحب نے اس غلط انتساب کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ "کنز العمال"، "منتخب مسند أحمد" کے بعض نسخوں میں اس کے حاشیہ پر چھپی ہے، چنانچہ "کنز العُمّال" کی ایسی کئی اَحادیث ہیں، جو "مسند أحمد" کی جانب منسوب ہوتی رہی ہیں، ممکن ہے کہ "کنز العُمّال" کی زیرِ بحث روایت بھی اسی وجہ سے "مسند أحمد" کی جانب منسوب ہوئی ہو، اور بظاہر یہی وجہ ہے کہ بعض کتابوں میں اس حدیث کے حوالے میں (کنز العُمّال، مسند أحمد) یعنی دونوں حوالوں کو ایک ساتھ لکھا گیا ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] مسند أحمد: مسند خالد بن الولید: ۵/ ۴۲۷، رقم: ۱۶۹۴۸-۱۶۹۳۵، عالم الکتب۔ بیروت۔
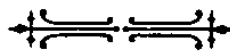
روایت نمبر: (۴)

خاتم الأنبیاء سرورکونین حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر ہر جزء انسانیت ساز پیغام سے لبریز ہے۔ آپ کی کمالِ عبدیت رحمتِ عرشِ بریں کا فیضان ہے، جو تا قیامت شریعت اسلامیہ کے محفوظ منہج پر انسانیت کو سامانِ رشد وہدایت پہنچانے کی ضامن ہے۔ آپ ﷺ کے جامع، معیاری اور نجات دہندہ شب وروز، اسانید وتواتر کے مامون اور معتبر راستے سے ہم تک پہنچے ہیں، اس لئے عدل وصلاح پر مشتمل، اس اسلامی تاریخ کو تخلیط وتدلیس کی قطعاً حاجت نہیں، بلکہ دینی علوم میں اس افراط کو سم قاتل سمجھا جاتا ہے، چنانچہ جامع العلوم علّامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"ولْيَحذر القصّاص والخُطَباء الآمرون الزّاجرون حيثُ يُنسِبُون كثيراً مِن الأمور إلى الحَضْرَة المُقَدَّسَة التي لم يَثبُتْ وجودُها فيها ويَظُنُّون أنّ في ذلك أجراً عظيماً، لإثبات فضْل ذاتِ المُقَدَّسَة وعُلُوِ قَدْرِها، ولا يَعْلَمُون أنّ في الفضائل النّبَوِيّة التي ثَبَتَتْ بالأحاديث الصَّحِيحَة غُنْيَةٌ عن تلك الأكاذيب الواهِية..."۔[1]

"امر وزجر کرنے والے قصہ گو اور خطباء کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی جانب ایسی بہت سے باتیں منسوب کرتے ہیں جو آپ سے ثابت نہیں ہیں (یعنی معتبر سند سے ثابت نہیں ہے)، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں اجر عظیم ہے؛ کیوں کہ اس میں آپ کی فضیلت اور علوشان کا بیان ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ جو فضائل نبویہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، وہ ان واہی جھوٹے فضائل سے مستغنی کرنے والے ہیں......"۔

---

[1] الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۱/۱۲، دار الكتب العلمية-بيروت۔

آپ ﷺ کے عدل کی نظیر تلاش کرنا ایک بے سود امر ہے، آپ ﷺ سراپا انصاف کے پرتو ہیں، جس کا ثبوت اسلامی مُسنَد روایتیں اور ان کا تواتر ہے، اس لیے شریعت ایسی حکایات کی مداخلت ہرگز برداشت نہیں کرتی جن کا کوئی شرعی ثبوت نہ ہو، بلکہ من گھڑت روایت کو بیان کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ اس لئے ہماری مجالس میں جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ فکرِ آخرت اور اسلامی تعلیمات سے مزین ہوں، وہاں اسے غیر معتبر اور من گھڑت حکایات سے بچانا بھی اہم ترین فریضہ ہے، چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر ذیل میں آپ ﷺ کے عدل وانصاف پر مشتمل ایک ایسی ہی روایت ذکر کی جائے گی، جو من گھڑت ہونے کے باوجود زبان زَدِ عام ہے؛ اس لئے اس کو بیان کرنے سے شدت سے احتراز کرنا چاہیے۔

روایت کا عنوان:

آپ ﷺ کا وِصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دِلوانا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-مصادرِ اصلیہ سے حدیث کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴-گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج:

امام سلیمان بن احمد الطبَرانی رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) "المعجم الکبیر" میں لکھتے ہیں:

"حدّثنا محمّد بن أحمد بن البراء، ثنا عبد المُنعم بن إدريس بن سِنان، عن أبيه، عن وَهْب بن مُنبِّه، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه وعبد الله بن

عباس رضی اللہ عنہ في قول الله عزّ وجلّ: ﴿إذا جَاءَ نَصْرُ الله وَالفَتْحُ...﴾"۔[1]

"المعجم الکبیر" کی مذکورہ روایت پانچ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، ہم یہاں واقعے کو اختصاراً ذکر کریں گے۔

جب سورت ﴿إذا جَاءَ نَصْرُ الله وَالفَتْحُ﴾ نازل ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کو مسجد میں جمع فرمایا، اور خطبہ ارشاد فرمایا، پھر کچھ گفتگو کرنے کے بعد فرمایا:

"أنا أنْشِدُكم بالله وبِحَقِّي عليكم، مَنْ كانتْ له قِبَلي مَظْلِمَةٌ فلْيَقُمْ، فلْيَقْتَصّ منّي قبْلَ القِصَاص في القيامة"۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، اور تمہیں میرے حق کا واسطہ ہے کہ جس شخص پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو، تو قیامت میں قصاص لینے سے پہلے ابھی آ کر اپنا بدلہ مجھ سے لے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا، آخر ایک بوڑھا شخص جسے عکاشہ کہا جاتا تھا، اٹھ کر سامنے آیا اور کہا کہ اگر آپ بار بار یہ بات نہ فرماتے، تو میں اس کام کی جرأت نہیں کرتا، پھر اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ایک غزوے سے واپسی پر میری اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی، تو میں نیچے اتر گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر بوسہ لینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھڑی اٹھا کر میرے پہلو میں چبھودی، نہ جانے آپ نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا یا آپ اونٹنی کو مارنا چاہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أُعِيذُكَ بجَلالِ الله أنْ يَتَعَمَّدَكَ رسُولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم بالضرْبِ"۔

میں تمہیں اس بات سے اللہ کی پناہ دیتا ہوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں جان بوجھ کر ماریں۔

---

[1] المعجم الكبير: ۲/ ۱۹۳، رقم: ۲۶۱۰، ت: أبو محمد الأسيوطي، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! جاؤ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پتلی لمبی چھڑی لے آؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سر پر ہاتھ رکھے، یہ واویلا کرتے ہوئے گئے: "ھذا رسولُ اللہ ﷺ یُعطِي القِصاصَ مِنْ نفسِہ"۔ یہ اللہ کے رسول اپنے پر قصاص دلوانا چاہتے ہیں۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پتلی لمبی چھڑی مانگی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ میرے والد کو چھڑی سے کیا کام؟ نہ تو یہ حج کے ایام ہیں اور نہ یہ کسی غزوہ کا موقع ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ ﷺ اس چھڑی سے اپنے پر قصاص دلوانا چاہتے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ کون شخص ہے، جو آپ ﷺ سے قصاص لینا چاہ رہا ہے؟ اے بلال! حسنین رضی اللہ عنہ سے کہو، اس شخص سے کہہ دیں کہ ہم سے بدلہ لے لو، مگر اسے حضور ﷺ سے قصاص نہیں لینے دینا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مسجد آ کر چھڑی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ نے چھڑی عکاشہ کو تھما دی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جب یہ منظر دیکھا تو عکاشہ سے کہا: ہم تمہارے سامنے حاضر ہیں، ہم سے بدلہ لے لو، لیکن حضور ﷺ سے قصاص مت لو۔

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا: "امْضِ یا أبا بکر! وأنت یا عُمر! فامْضِ فقد عرَف اللہ مکانَکما ومقامَکما"۔

اے ابو بکر جانے دو، اور اے عمر تم بھی جانے دو، اللہ تعالیٰ تم دونوں کا مرتبہ اور مقام پہچان چکے ہیں۔

پھر حضرت علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور کہا: اے عکاشہ! میری پیٹھ اور پیٹ حاضر ہے، چاہے بدلے میں سو چھڑیاں مار لو، مگر رسول اللہ ﷺ سے قصاص مت لو، آپ ﷺ نے فرمایا: "یا عليّ! اقْعُدْ فقد عرَف اللہ عزّ وجلّ مقامَک ونیّتَک"۔

اے علی! بیٹھ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقام اور نیت کو پہچان لیا ہے۔

پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے، اور کہا: اے عکاشہ! ہم رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں، ہم سے قصاص لینا ایسے ہی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ سے قصاص لینا، آپ ﷺ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

"اقْعُدَا يَاقُرَّةَ عَيْنِي! لانسِيَ اللّٰهُ لكما هذا المقامَ"۔

اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تم بیٹھ جاؤ، اللہ تعالی نے تمہارے اس مقام کو فراموش نہیں فرمایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عکاشہ! اگر مارنا چاہتے ہو تو مارو۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! اُس وقت میرا پیٹ برہنہ تھا، چناں چہ آپ ﷺ نے بھی اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹالیا، مسلمانوں کی چیخیں بلند ہوگئیں اور کہنے لگے، دیکھو تو! کیا عکاشہ رسول اللہ ﷺ کو مارنا چاہتا ہے؟ جب عکاشہ کی نظر آپ ﷺ کے برہنہ پیٹ پر پڑی، تو لپک کر آپ کے پیٹ کا بوسہ لیا، اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کس کا جی چاہے گا کہ آپ سے بدلہ لے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إمّاأنْ تَضرِبَ، وإمّاأنْ تَعفُوَ"۔

یا تو مارو، اور یا معاف کردو۔

پھر عکاشہ نے کہا کہ میں آپ کو اس امید پر معاف کرتا ہوں کہ اللہ تعالی روز قیامت مجھے بھی معاف کردے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَن أرادَ أنْ يَنظُرَ إلى رَفِيقِي، فلْينظُرْ إلى هذا الشَّيخِ"۔

جو شخص جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا چاہے تو وہ اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے، چنانچہ لوگوں نے کھڑے ہوکر عکاشہ کی پیشانی پر بوسہ دینا شروع کردیا اور انہیں مبارک باد دی۔

اس کے بعد اس روایت میں دیگر مضامین بھی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) نے "حلية الأولياء" [۱] میں امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی سند کے مطابق اس روایت کی تخریج کی ہے۔

---

[۱] حلية الأولياء، وهب بن منبه، ۴/۷۴، ناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى ۱۴۰۹ھ۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

متقدمین ومتاخرین ائمہ حدیث نے "المعجم الکبیر" کی زیرِ بحث روایت کا فنی مقام ان کتب میں ذکر کیا ہے:

۱- "کتاب الموضوعات" تالیف حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ)۔

۲- "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" تالیف حافظ نور الدین ہَیثمی (۸۰۷ھ)۔

۳- "اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة" تالیف علامہ جلال الدین سُیوطی (۹۱۱ھ)۔

۴- "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الموضوعة" تالیف علامہ ابن عَرّاق (۹۶۳ھ)۔

۵- "الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة" تالیف علامہ عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ)۔

ذیل میں اِن محدثین کرام کا کلام تفصیل سے لکھا جائے گا:

۱- حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) رقمطراز ہیں:

"هذا حديثٌ موضوعٌ محال كافأ الله مَن وضَعَه وقبّح مَن يَشِينُ الشَّريعة بمثل هذا التخْلِيط البارِدِ، والكلامِ الذي لا يَلِيقُ بالرَّسولِ صلی اللہ علیہ وسلم ولا بالصَّحابة رضی اللہ عنہم، والمُتَّهَمُ به عبدالمُنْعِم بن إدرِيس، قال أحمد بن حنبل: كان يَكْذِبُ على وهْبٍ، وقال يحيى: كذَّاب، خَبِيثٌ، وقال ابن المَدِينِي وأبوداؤد رحمۃ اللہ علیہ: ليس بثِقَةٍ، وقال ابنُ حِبَّان: لا يحِلُّ الإحْتِجاج به، وقال الدَّارَقُطْنِي: هووأبوه متروكان"۔[1]

[1] كتاب الموضوعات: ۱/۲۹۷، باب ذكر وفاته صلی اللہ علیہ وسلم، تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، ناشر: المكتبة السلفية-المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸۶ھ۔

یہ موضوع اور محال روایت ہے، اللہ تعالی اس کے گھڑنے والے کو اس کی سزا دے، اور اللہ اس شخص کا برا کرے جو شریعت کو ایسی سرد (بے بنیاد) ملاوٹوں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان سے بعید باتیں لاکر عیب دار بنائے۔ اس حدیث میں عبد المنعم بن ادریس متہم ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم، وہب پر جھوٹ بولتا تھا۔

یحیی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ کذاب، خبیث شخص ہے۔

ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے عبد المنعم کو "لیس بثقة" (جرح) کہا ہے۔

ابن حِبّان فرماتے ہیں: عبد المنعم سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

دار قُطنی فرماتے ہیں: عبد المنعم اور اس کے والد دونوں "متروک" (شدید جرح) ہیں۔

۲-حافظ نور الدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ نور الدین ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۷ھ) لکھتے ہیں:

"رواه الطَبَراني، وفيه: عبد المُنعِم بن إدريس، وهو كذَّابٌ، وضَاعٌ"۔[1]

طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کیا ہے، اور سند میں عبد المنعم بن ادریس ہے، جو کذّاب (جھوٹا)، روایت گھڑنے والا ہے۔

۳-علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"موضوعٌ، آفتهُ عبد المُنعِم"۔[2]

یہ من گھڑت روایت ہے، اس میں عبد المنعم آفت (کلمۂ جرح) ہے۔

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۱/ ۲۰۵، رقم: ۱۳۲۵۳، عبد الله محمد الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۱/ ۲۵۷، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

۴-علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ (۹۶۳ھ) لکھتے ہیں:

"(نع) في "الحِلْيَة" مِن طريق عبد المُنْعِم بن إدريس، وهو المُتَّهَم به". [۱]

ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "حلية الأولياء" میں عبدالمنعم بن ادریس کی سند سے تخریج کی ہے، اور وہی (عبدالمنعم) اس میں متہم ہے۔

۵-علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

"الحديثُ المذكورُ بتَمامِه في كتاب الموضوعات لا بن الجَوزي، قال ابن الجَوزي: هذا موضوعٌ، وآفتُه عبد المُنْعِم، انتهى- أي عبد المُنْعِم بن إدريس بن سِنان الراوي عن أبيه، عن وهْب، وعنه محمّد بن أحمد بن البراء، وعنه سليمان بن أحمد الطَبَراني، وعنه أبو نعيم، وأقرّه عليه السُّيوطي في "اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة"، وابن عرّاق في "تنزيه الشريعة" عن الأحاديث الموضوعة...". [۲]

مذکورہ حدیث مکمل کتاب "الموضوعات لابن الجوزي" میں موجود ہے، ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع روایت ہے اور اس میں عبدالمنعم آفت ہے......"۔

روایت پر محدثین کے کلام کا خلاصہ:

سابقہ نصوص کا حاصل یہ ہے کہ حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ

---

[۱] تنزيه الشريعة: كتاب المناقب والمثالب، الفصل الأول، ۱/ ۳۳۱، رقم: ۱۳، ت: عبدالوهاب عبد اللطيف وعبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

[۲] الآثار المرفوعة: ۱/ ۴۰، ناشر: دار الكتب العلمية-بيروت۔

سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالحی لکھنوی اس سب محدثینِ کرام کے نزدیک یہ من گھڑت روایت ہے، اور سند میں مذکور عبدالمُنعم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو گھڑا ہے، اب ذیل میں مذکورہ روایت سے قطع نظر، عبدالمنعم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال پیش کیے جائیں گے، تاکہ ائمہ رجال کے اقوال کی روشنی میں بھی روایت کا جائزہ لیا جاسکے۔

عبدالمُنعم بن اِدریس بن سِنان بن کُلَیب (۲۲۸ھ) کے بارے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال:

حافظ شمس الدین ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۸ھ) "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں:

"مشهور قصّاص، ليس يُعْتَمَدُ عليه، تَرَكَه غيرُ واحد، وأفصَح أحمدُ بن حنبل، فقال: كان يكذِب على وهْب بن مُنبه، وقال البخاري: ذاهبُ الحديث. . .، وقال ابن حِبّان: يضعُ الحديثَ على أبيه وعلى غيرِه"۔ [1]

یہ مشہور قصہ گو ہے، غیر معتمد شخص ہے، کئی محدثین نے اسے ترک کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالمنعم کے بارے میں صاف کہا ہے کہ وہ وہب بن منبہ پر جھوٹ بولتا تھا، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ذاهب الحديث" (کلمۂ جرح) کہا ہے......ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبدالمنعم اپنے والد اور ان کے علاوہ دوسروں پر احادیث گھڑتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

"نقل ابن أبي حاتم، عن إسماعيل بن عبد الكريم، مات إدريس، وعبد المُنْعم رَضِيعٌ، وكذا قال أحمد، إذ سُئِل عنه: لمْ يسمعْ من أبيه شيئاً، وقال عبد الخالق بن منصور، عن ابن مَعِين: الكذّاب الخبيث، قيل له: يا أبا زَكَرِيا! بِمَ عرفتَه؟، قال: حدَّثني شيخُ صدقٍ، أنَّه رآه في

---

[1] ميزان الاعتدال: ۲/ ٦٦٨، ترجمة: ۵۲۷، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بيروت۔

زمَن أبي جعفر يَطْلُبُ هذه الكتبَ من الوَرّاقين، وهو اليوم يدّعِيها، فقيل له: إنّه يروي عن مَعْمَر، فقال: كذّابٌ۔

وقال الفلاس: متروكٌ، أخذ كتبَ أبيه، فحدّث بها، ولم يَسمعْ من أبيه شيئاً، وقال البرذعي، عن أبي زُرعة: واهي الحديث، وقال أبو أحمد الحاكم: ذاهبُ الحديث، وقال ابن المَدِيني: ليس بثقةٍ، أخذ كُتُباً فرواها، وقال النسائي: ليس بثقةٍ، وقال الساجي: كان يشتري كتبَ السيرة، فيرويها، ماسمِعها من أبيه، ولا بعضَها"۔[1]

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عبدالکریم سے نقل کیا ہے کہ عبدالمنعم کے والد ادریس کا انتقال عبدالمنعم کی شیر خوارگی کی حالت میں ہوا تھا، یہی بات احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے، جب ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: عبدالمنعم نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔

عبدالخالق بن منصور، ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالمنعم کذاب خبیث ہے، جب ان سے پوچھا گیا: آپ نے اسے کیسے پہچان لیا؟ ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے: ایک سچے شیخ نے کہا تھا کہ میں نے عبدالمنعم کو ابوجعفر کے زمانہ میں کتب فروشوں سے کتابیں طلب کرتے دیکھا تھا، آج انھیں کتابوں کا وہ دعوے دار ہے، پھر ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ وہ معمر سے روایت نقل کرتا ہے، ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ جھوٹا ہے۔

فلاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالمنعم ''متروک'' (شدید جرح) ہے، اپنے والد کی کتابیں لے کر ان سے حدیثیں بیان کرنا شروع کر دی، حالاں کہ اس نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا۔

برذعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالمنعم ''واهي الحديث'' (کلمۂ جرح) ہے۔

---

[1] لسان الميزان: ٥/ ٢٧٩، ترجمة: ٤٩٣٩، ت: شيخ عبد الفتاح أبوغُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

ابو احمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ذاھب الحدیث" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم ثقہ نہیں ہے، کتابیں لے کر اس میں سے احادیث بیان کرنا شروع کر دی۔

ساجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد المنعم سیرت کی کتابیں خرید کر ان سے روایتیں بیان کرتا تھا، ان روایتوں کو اس نے اپنے والد سے نہیں سنا، حتی کہ بعض حدیثیں بھی نہیں سنیں۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ فلاس رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین کرام نے عبد المنعم بن ادریس کے بارے میں جرح کے شدید ترین جملے استعمال فرمائے ہیں، مثلاً:

عبد المنعم، وہب پر جھوٹ بولتا تھا (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)۔

وہ کذاب خبیث شخص ہے (امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ)۔

عبد المنعم اپنے والد اور ان کے علاوہ دوسروں پر احادیث گھڑتا تھا (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)۔

سند میں عبد المنعم بن ادریس ہے، جو کذّاب، روایت گھڑنے والا ہے (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ)۔

یہ من گھڑت روایت ہے، اس میں عبد المنعم آفت ہے (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متروک" (دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ فلاس رحمۃ اللہ علیہ)۔

"واهي الحديث" (امام ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ)۔

یہ مشہور قصہ گو ہے، غیر معتمد شخص ہے، کئی محدثین نے اسے ترک کیا ہے (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متہم" (حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ)۔

بہر حال ائمہ رجال کے ان اقوال کی روشنی میں زیرِ بحث روایت کا باطل ہونا ایک واضح امر ہے۔

دو اہم نکات:

محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ تفصیلی کلام ہی اس روایت کو باطل اور من گھڑت کہلانے کے لیے کافی ہے، البتہ دو اہم نکات اس حدیث سے خاص تعلق رکھتے ہیں، جن کی موجودگی اس روایت کے من گھڑت ہونے کو اور بھی مؤکد کر دیتی ہے۔

۱......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ساجی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں یہ بات بیان کی ہے کہ عبد المنعم نے اپنے والد سے حدیث کی سماعت نہیں کی، اور وہ والد کی طرف منسوب کر کے احادیث گھڑتا تھا، واضح رہے کہ عبد المنعم زیرِ بحث حدیث میں اپنے والد سے ہی روایت نقل کر رہا ہے۔

۲......دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب پر مشتمل ہے اور علامہ ساجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق عبد المنعم سیرت کی کتابیں خرید کر ان سے روایتیں گھڑتا تھا۔

روایت کا فنی حکم:

ائمہ حدیث کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، لہذا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا قطعاً جائز نہیں۔

واضح رہے کہ یہ قصہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سواد بن غزِیہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سواد بن غزِیہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سواد بن غزِیہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہو کر بھلائی کی دعا دی۔ ("الاستيعاب في معرفة الأصحاب"، "الاصابة في تمييز الصحابة" وغيرهما)

روایت نمبر: (۵)

علوم الحدیث ساٹھ سے زائد علوم پر مشتمل ہے، جن میں تحقیقِ حدیث کی انتہائی حدود ''علل الحدیث'' کہلاتی ہے۔ علمِ حدیث کی اس شاخ کا اپنا علیحدہ مقام ہے، جو حدیث کی صحت وسُقم، رُوات کی جرح وتعدیل سے بالکل منفرد ہے، اس کی شرافت واہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس علم میں ''ثقات'' (قابلِ اعتماد راویوں) کی روایتیں موضوع بحث بنتی ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک حدیث ظاہری طور پر ''علت'' (حدیث کی صحت پر اثر انداز ہونے والے بعض اُمور) سے محفوظ نظر آتی ہے، اور ہر شخص کی نگاہ میں وہ مقبول ومحتج (قابلِ استدلال) ہوتی ہے، لیکن امامِ علل اس فن کی روشنی میں بعض ایسی مخفی علتوں کو آشکارا کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ حدیث غیر مقبول بن جاتی ہے۔ پھر یہ علم کئی جہات پر منقسم ہے، جس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ''ثقات'' کی روایتوں میں بعض اوقات حدیث کے وصل وارسال (سند کا متصل یا مرسل ہونا) یا وقف ورفع (یعنی آپ ﷺ کا قول یا صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) کا اختلاف واقع ہو جاتا ہے، اس اختلاف کو ماہرِ علل اپنی فہمِ ثاقب، معرفتِ تامہ، اور کثرتِ ممارست سے سلجھاتا ہے، اس مضمون کو حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

''...والوجه الثاني: مَعْرِفَة مراتبِ الثِقَاتِ وتَرْجيحِ بَعضِهم على بعضٍ عند الاختلاف، إمَّا في الإسناد، وإمَّا في الوَصْلِ والإرْسَال، وإمَّا في الوَقْف والرَّفْعِ ونحو ذلك، وهذا هو الذي يَحْصُلُ مِنْ معرفتِه وإتقانِه (وكثرة ممارسته) الوقوف على دقائق عِلَلِ الحديثِ''۔[1]

[1] شرح علل الترمذي: ۲/۶۶۳، ت: الدكتور همام عبدالرحيم، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ۔

''......دوسری قسم: اختلاف کی صورت میں ثقات کے مراتب کو پہچاننا اور ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا ہے، ثقات کا یہ اختلاف یا تو اسناد میں ہوگا، یا حدیث کے موصول یا مرسل (سند کا متصل یا مرسل) ہونے میں، یا حدیث کے مرفوع یا موقوف (آپ ﷺ کا قول یا صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) ہونے میں، یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہوگی۔ اور اس اختلاف میں ترجیح کی اہلیت، معرفت و اِتقان کے ساتھ ساتھ، دقائقِ علل الحدیث میں کثرتِ ممارست سے حاصل ہوتی ہے''۔

ایک اہم وضاحت:

اس اقتباس میں ''علمِ علل'' کا تعارف انتہائی اختصار سے کیا گیا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ آئندہ پیش کی جانے والی تحقیق کو علمِ علل سے صرف یہ مناسبت ہے کہ اگر ایک حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریق (خواہ یہ حدیثیں غیر ثقہ راویوں سے) سے مروی ہو، اور محدثینِ کرام کے سامنے ایسے قرائن اور دلائل ظاہر ہو جائیں، جس کی روشنی میں وہ کسی ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے ہیں، البتہ علمِ علل میں مرفوع و موقوف کا اختلاف منفرد انداز کا ہوتا ہے، کیونکہ علمِ علل میں صرف ثقات کی حدیثیں زیرِ تحقیق ہوتی ہیں، اور ان کی علتوں کی نشاندہی ایک پیچیدہ مرحلہ ہے، جس کی وضاحت صرف ماہرینِ علل ہی کر پاتے ہیں، تفصیلات کے لئے کتبِ علل دیکھی جاسکتی ہیں، خصوصاً ''شرح عِلَلِ الترمذي'' میں علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سہل طریقے پر اس فن کی بیشتر جزئیات پر تبصرہ فرمایا ہے۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

روایت کا عنوان:

''فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَة''۔

ترجمہ: ''ایک گھڑی کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے''۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق پانچ اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-مصادرِ اصلیہ سے حدیث کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴-گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

۵-خاتمہ، اس میں مزید دو مشہور بے سند حدیثوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

حدیثِ مرفوع اور حدیثِ موقوف کی عام فہم تعریف:

اس حدیث کی تحقیق میں لفظِ مرفوع اور موقوف بہت کثرت سے استعمال ہوگا، اس لئے ذَیل میں حدیث مرفوع اور حدیث موقوف کی عام فہم تعریف لکھی جاتی ہے:

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنے "مقدمة"[1] میں مرفوع اور موقوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو ما أُضِيفَ إلى رسولِ الله صلى الله عليه وسلم خاصةً۔

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی جائے، وہ مرفوع ہے۔

وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي الله عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها..."۔

صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال وافعال وغیرہ، موقوف کہلاتے ہیں......"۔

زیرِ بحث روایت کی مختلف سندوں کا اِجمالی خاکہ:

مذکورہ روایت مختلف الفاظ (جو کہ آگے آرہے ہیں) اور سندوں سے مروی ہے، ان تمام طرق کا حاصل یہ ہے:

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱٦، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کے مرفوع طرق۔

۲- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کے موقوف طُرق۔

۳- حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی بلاغات (یعنی بَلَغَنِي كذا۔ جس میں راوی یہ کہے کہ فلاں نے مجھے یہ خبر دی ہے) میں اس کو نقل کرنا۔

۴- حضرت "سَرِيّ سَقَطِي رحمۃ اللہ علیہ" کا قول۔

ذیل میں ہر روایت اور اس کے فنی حکم کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

مرفوع طرق:

یہ کل دو ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مرفوع طریق:

علامہ ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "العَظَمَة" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا عبدالله بن محمد بن زكريا، حدثنا عثمان بن عبدالله القرشي، حدثنا إسحاق بن نَجِيح المَلَطِي، حدثنا عطاء الخُرَاساني، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "تفكرُ ساعةٍ خيرٌ مِن عبادةِ سِتِّين سنة"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ایک گھڑی کا غور وفکر، ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

یہ روایت ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ طریق کے مطابق "كتاب الموضوعات لابن الجَوزِي" [2] اور "اللآلي المصنوعة" [3] میں بھی مذکور ہے۔

[1] العَظَمَة: ما ذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۱/ ۲۹۹، رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة۔ رياض۔

[2] الموضوعات: ۳/ ۱۴۴، باب ثواب الفكر، عبدالرحمن محمد بن عثمان، الناشر محمد عبد المحسن، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

[3] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۷۶۔ محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

واضح رہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع روایت پر ائمہ حدیث کا کلام آگے آئے گا۔

یہاں ہم روایت میں مذکور دو راویوں، یعنی إسحاق بن نَجِیح اور عثمان بن عبداللہ کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال تفصیل سے نقل کریں گے، تاکہ ائمۂ حدیث نے مذکورہ روایت پر جو کلام کیا ہے، اسے سمجھنا آسان ہوجائے (جس کی تفصیل عنقریب آئے گی)۔

۱- إسحاق بن نَجِیح الأزدي أبو صالح:

امام أحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إسحاق بن نجیح المَلَطِيّ مِنْ أَكْذَبِ النَّاسِ..."۔[1]

إسحاق بن نَجِیح المَلَطِي، "أکذب الناس" (شدید جرح کا کلمہ) ہے......۔

امام یحیی بن مَعِین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "کذّاب، عدُوُّ اللّٰه (اللہ کا دشمن)، رجل سوء (برا شخص)، خبیث"۔[2]

امام علی بن مَدِینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "رَوی عَجَائب وضَعّفه"۔[3]

اسحاق عجائب بیان کرتا تھا، نیز علی بن مَدِینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق کی "تضعیف" کی ہے۔

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "غیر ثقة، ولا من أَوْعِيَةِ الأمانة" (کلمۂ جرح)۔[4]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "منکر الحدیث" (کلمۂ جرح)۔[5]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروک الحدیث" (شدید جرح)۔[6]

حافظ ابو احمد ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذه الأحاديث التي ذكرتُها مع سائر الروايات عند إسحاق بن نَجِيح عمَّنْ روى عنه، فكلّها موضوعاتٌ

---

[1] تهذيب الكمال: ۲/ ۸۱، رقم: ۳۸۲، ت: الشيخ أحمد علي وحسن أحمد، دار الفكر - بيروت، الطبعة ۱۴۱۴هـ۔

[2] المصدر السابق۔ [3] المصدر السابق۔ [4] المصدر السابق۔

[5] المصدر السابق۔ [6] المصدر السابق۔

وَضَعَها اهو...."۔

اسحاق بن نَجِيح کے اپنے مروی عنہم (جن سے حدیث نقل کی جائے) سے یہ تمام حدیثیں، جن کو میں نے ذکر کیا ہے، اور دیگر روایتیں تمام تر من گھڑت ہیں، ان روایتوں کو اسحاق ہی نے وضع کیا ہے......"۔[1]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "دَجّالٌ مِنَ الدَّجَاجِلَة، يَضَعُ الحديث صراحا"۔ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے، صاف حدیثیں گھڑتا تھا۔[2]

حافظ ابواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق کو "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) کہا ہے۔[3]

حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اسحاق جھوٹ کی طرف منسوب ہے۔[4]

حافظ ابوسعید نقاش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "مشهورٌ بِوَضْعِ الحَدِيثِ"۔ اسحاق حدیث تراشنے میں شہرت یافتہ ہے۔[5]

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أَجْمَعُوا على أَنَّه كان يَضَعُ الحَدِيث"۔ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اسحاق حدیثیں گھڑتا تھا۔[6]

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فيه إسحاق بن نجيح كذّاب ..." اس روایت میں اسحاق بن نجیح کذّاب ہے......۔[7]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "كَذَّبوه"۔ محدثین نے اسحاق بن نجیح کو کذّاب کہا ہے۔[8]

---

[1] الكامل في الضعفاء: ۱/ ۵۴۰، رقم: ۱۵۵، الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

[2] تهذيب التهذيب: ۱/ ۱۲۹، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[3] المصدر السابق۔ [4] المصدر السابق۔

[5] المصدر السابق۔ [6] المصدر السابق۔

[7] تلخيص كتاب الموضوعات: ص: ۳۰۵، رقم: ۸۳۷ عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

[8] التقريب: ص: ۱۰۳، رقم: ۳۸۸، ت: محمد عوامة، دار الرشيد- سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

اسحاق بن نَجِیح کے بارے میں ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ مرفوع طریق میں موجود اِسحاق بن نَجِیح کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، اِن اقوال سے ہی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مذکورہ مرفوع روایتِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ساقط الاعتبار اور نا قابلِ بیان ہے، بہر حال مذکورہ مرفوع روایتِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں محدثینِ کرام کے صریح اقوال آپ آئندہ ملاحظہ فرمائیں گے، اسی روایتِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں ایک دوسرے راوی عثمان بن عبداللہ کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال کا جاننا بھی ضروری ہے، ذیل میں انھیں اقوال کو لکھا جاتا ہے:

۲- عثمان بن عبداللّٰه بن عمرو بن عثمان بن عفان:

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وكان ضعيفاً والغالب على حديثه المناكير"۔ عثمان بن عبداللہ ضعیف ہے، اس کی حدیثوں میں اکثر "مناکیر" ہیں۔[1]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "روى عن اللَّيث بن سعد، ومالك، وابن لَهِيْعة ويَضَعُ عليهم الحديثَ"۔ عثمان بن عبداللہ، لیث بن سعد، مالک اور ابن لہیعہ سے احادیث نقل کرتا، اور ان پر احادیث گھڑتا تھا۔[2]

حافظ ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذه الأحاديث عن ابن لهيعة التي ذَكَرْتُها لا يَرْوِيْهَا غيرُ عثمان بن عبداللّٰه هذا، ولـ "عثمان" غير ما ذَكَرْتُ مِنَ الأحاديث، أحاديث موضوعات"۔[3]

جن حدیثوں کو میں نے ذکر کیا ہے، ان حدیثوں کو ابن لہیعہ سے عثمان ہی نقل

---

[1] تاريخ بغداد: ۱۳/ ۱۶۰، رقم: ۶۰۰۲، ت: الدكتور بشّار عوّاد، دار الغرب الإسلامي- بيروت، الطبعة ۱۴۲۲هـ۔

[2] المجروحين: عثمان بن عبداللّٰه المغربي، ۲/ ۱۰۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت۔

[3] الكامل: ۷/ ۳۰۴، رقم: ۱۳۳۶، الشيخ عادل والشيخ علي محمّد، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸هـ۔

کرنے والا ہے، اور عثمان کی ان مذکورہ حدیثوں کے علاوہ بھی من گھڑت روایتیں ہیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مُتَّهَمٌ"۔[1]

عثمان بن عبداللہ المغربی "متہم" (شدید جرح) ہے۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت:

ابومنصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند الفردوس" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت تخریج کی ہے، جس میں "سِتِّين سَنَةً" (ساٹھ) کے بجائے "ثمانين سَنَةً" (اسّی) کے الفاظ ہیں، مسند الفردوس (یعنی بالسند) کی عدم دستیابی کے باعث میں اس سند پر مطلع نہیں، البتہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وإسنادُه ضَعِيفٌ جِدًا" اس حدیث کی سند شدید ضعیف ہے۔[2]

اسلئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول یہ طریق بھی ساقط الاعتبار ہے، کیونکہ (عنقریب تفصیل سے آئے گا) جمہور علماء کے نزدیک، ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعیف، ضعفِ شدید سے خالی ہو۔

مرفوع حدیثوں کا خلاصہ اوران کا فنی حکم:

گزشتہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سابقہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دونوں مرفوع طرق، شدید ترین مجروح راویوں پر مشتمل ہیں، اسلئے یہ مرفوع سندیں، فضائل کے باب میں بھی قابل بیان نہیں ہیں، بہرحال اس حوالے سے مزید تفصیل آگے بھی آئے گی، جس میں محدثینِ کرام نے

---

[1] المغني في الضعفاء: عثمان بن عبدالله بن عمرو: ۱/ ۶۰۵، رقم: ۴۰۳۴ ت: الدكتور نور الدين عتر، إحياء التراث الإسلامي بدولة قطر۔

[2] انظر، اتحاف السادة المتقين: كتاب التفكر: ۱۳/ ۳۰۵، دار الكتب العلمية-بيروت۔

خاص اِن مرفوع روایتوں کے ساقط الاعتبار ہونے کی تصریح کی ہے۔

یہاں تک مرفوع روایتوں پر کلام کا ایک حصہ مکمل ہوگیا، آئندہ موقوف طرق کی تحقیق لکھی جائے گی۔

موقوف طُرق:

اس روایت کے موقوف طرق تین ہیں:

۱-حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت

۲-حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

ذیل میں ہر موقوف روایت کو لکھا جائے گا، پھر آخر میں ان کا خلاصہ اور فنی حکم لکھا جائے گا۔

۱-حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق:

حافظ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی "مُصَنَّف"[1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن عَمرو بن مُرَّة، عن سالم بن أبي الجعد، عن أمّ الدرداء رضي الله عنها عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِن قيام ليلة"۔ "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے"۔

یہی روایت "شعب الإيمان للبيهقي"[2]، "الزهد لأحمد بن حنبل"[3] اور "طبقات الكبرى لابن سعد"[4] میں مختلف سندوں سے تخریج کی گئی ہے، اور

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة: ۱۹/ ۱۷۹، رقم: ۳۵۷۲۸، ت: الشيخ محمد عوّامة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

[2] شعب الإيمان: ۱/ ۲۶۱، رقم: ۱۱۷، ت: الدكتور عبد العلي، مكتبه الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[3] الزهد لأحمد بن حنبل: زهد أبي الدرداء رضي الله عنه ص: ۱۷۳، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[4] طبقات الكبرى لابن سعد: تسمية من نزل بالشام: ۹/ ۳۹۶، الدكتور علي محمد عمر، المكتبة الخانجي بالقاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ۔

تمام سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور "ابومعاویہ" پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں۔

۲-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقوف طریق:

حافظ ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "العَظَمَة" [۱] میں رقمطراز ہیں:

"حدثنا جعفر بن عبد الله بن الصباح، حدثنا محمد بن حاتم المؤدب، حدثنا عمار بن محمد، عن ليث، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قِيامِ ليلةٍ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے "ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے"۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" [۲] میں رقمطراز ہیں:

"قال الديلمي، أنبأنا أحمد بن نصر، أنبأنا طاهر بن ملة، حدثنا صالح بن أحمد، حدثنا على بن إبراهيم القزوِيني، حدثنا إبراهيم بن إسحاق النيسَابورِي، حدثنا محمد بن جعفر الودكاني، حدثنا سعيد بن مَيْسَرَة سمعتُ أنس رضی اللہ عنہ بن مالك يقول: "تفكّر ساعةٍ في اختلاف الليل والنهار خيرٌ مِنْ عبادة ألف سنة"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں "ایک گھڑی شب وروز کے بدلنے میں غور وفکر کرنا، ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

سعید بن مَیْسَرَة کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی مذکورہ سند میں ایک راوی سعید بن مَیْسَرَة ہے،

---

[۱] العظَمة: ما ذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۱/۲۹۷، ت: رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة-بيروت۔

[۲] اللآلي المصنوعة: ۲/۲۷۶، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" [1] میں لکھتے ہیں:

"قال البخاري: عنده مَنَاكِيرُ وقال أيضاً مُنْكَرُ الحديث وقال ابن حِبَّان: يَرْوِي الموضوعات۔ وقال الحاكم: روى عن أنس موضوعات وكَذَّبه يحيى القَطَّان"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سعید بن میسرہ کے پاس "مناکیر" ہیں، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید کو "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) بھی کہا ہے۔

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید بن میسرہ احادیث گھڑتا تھا۔ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام یحيی القطان رحمۃ اللہ علیہ نے سعید کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

موقوف طرق کا خلاصہ:

ثابت یہ ہوا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق سعید بن میسرہ کی وجہ سے قابل التفات نہیں، البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق میں کوئی ایسا راوی نہیں جو شدید ضعیف ہو، اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے یہ موقوف طرق قابلِ بیان ہیں، بہر حال اِن موقوف طرق کے بارے میں محدثینِ کرام کے تفصیلی اقوال آپ آئندہ عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اَقوال وبلاغات:

یہ کل تین ہیں:

۱-حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا طریق:

علامہ ابن ابی شیبۃ رحمۃ اللہ علیہ "المصنف" [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] لسان الميزان: ۴/ ۷۸، رقم: ۳۴۹۰، الشيخ عبد الفَتَّاح أبو غُدَّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[2] المصنف لابن أبي شيبة: ۱۹/ ۳۷۴، رقم: ۳۶۳۷۱، ت: الشيخ محمد عوامة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

”حدثنا محمد بن فُضیل عن العلاء، عن الحسن رحمۃ اللہ علیہ قال: تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ“۔ ”حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر قیام سے بہتر ہے“۔

یہ روایت اسی سند کے ساتھ ”الزهد لأحمد بن حنبل“ [۱] میں بھی تخریج کی گئی ہے۔

۲- حضرت سَرِیّ سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”المصنوع“ [۲] میں لکھتے ہیں:

حديث ”تَفَكُّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سنة“۔ ليس بحديث إنما هو مِنْ كلامِ السَرِيّ السَقَطِي رحمه الله تعالىٰ۔

حدیث: ”ایک گھڑی کا غور وفکر، سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے“۔ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ سَری سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

مجھے اس قول کی سند نہیں مل سکی۔ (از راقم الحروف)

۳- بلاغاتِ عمرو بن قیس مُلائی:

حافظ ابو الشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ”العَظَمة“ [۳] میں لکھتے ہیں:

”حدثنا محمد بن يحيي المَرْوَزِي، حدثنا إسحاق بن المُنذر، حدثنا يحيى بن المتوكل أبو عقيل، عن عمرو بن قيس الملائي قال: بَلَغَنِي أَنَّ تَفَكُّرَ سَاعَةٍ خيرٌ مِنْ عَمَلِ دَهْرٍ مِنَ الدَّهْرِ“۔

عمرو بن قیس ملائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ”ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک زمانۂ دراز کے عمل سے افضل ہے“۔

---

[۱] الزهد لأحمد بن حنبل: زهد أبي الدرداء رضي الله عنه ص: ۱۷۳، دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

[۲] المصنوع: ص: ۸۲، رقم: ۹۴، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی۔پاکستان۔

[۳] العظَمة: ما ذكر من الفضل في التفكر في ذلك: ۱/ ۲۹۷، رضاء الله بن محمد إدريس، دار العاصمة۔ رياض۔

ابو عبد اللہ عمرو بن قیس المُلائی الکوفی کا مختصر تعارف:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلی، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زُرعہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے موصوف کی توثیق کی ہے، ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کان مِنْ ثِقَاتِ أهل الكوفة و مُتْقِنِيهم، و عُبَّادِ أهلِ بَلَدِه وقُرَّائِهم“۔

عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے ثقہ اور متقن لوگوں میں تھے، اور ان کا شمار شہر کے عبادت گذار اور قرّاء لوگوں میں ہوتا تھا، آپ کا انتقال ۱۴۰ھ کے چند سال بعد ہوا ہے۔[1]

اقوال و بلاغات کا خلاصہ اور ان کا فنی حکم:

اس مضمون پر مشتمل اقوال حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سَرِی سَقَطی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہیں، اس کے علاوہ عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بلاغات (جس میں راوی کہتا ہے کہ فلاں سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے) میں بھی یہ مضمون ثابت اور قابلِ بیان ہے۔

ایک اہم تنبیہ:

یہاں تک زیرِ بحث روایت کے مرفوع و موقوف طرق اور بلاغات کی تفصیل سامنے آچکی ہے، جن میں مرفوع، موقوف طرق، اور بلاغات کا فنی حکم بھی کافی حد تک سامنے آچکا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال لکھے جائیں گے، جنہوں نے اس روایت کے مرفوع و موقوف طرق اور بلاغات پر کلام کرتے ہوئے ان کا فنی حکم بھی بیان کیا ہے، گزشتہ تفصیلات سمجھنے کے بعد اب ان اقوال کو سمجھنا بھی آسان ہوجائے گا، ان اقوال کے بعد اُن کا خلاصہ اور آخر میں تمام مرفوع و موقوف طرق اور بلاغات کے فنی احکام کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

---

[1] تهذيب التهذيب: ٣/ ٢٩٩، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسّسة الرسالة - بيروت، الطبعة ١٤١٦هـ.

روایت پر محدثین کا کلام:

۱-حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الموضوعات" [۱] میں لکھتے ہیں:

"وفي الإسناد كذّابان..."۔ یعنی سند میں دو جھوٹے ہیں......"، اس کے بعد حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسحاق بن نجیح اور عثمان بن عبداللہ القرشی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال جرح ذکر کیے ہیں، جسے ہم ماقبل میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۲-حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص الموضوعات" [۲] میں تحریر فرماتے ہیں: "فيه إسحاق بن نَجيح كذّاب عن عطاء الخراساني عن أبي هريرة"۔ اس حدیث میں اسحاق بن نجیح کذاب ہے......"۔

۳-علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ "التيسير بِشَرْحِ الجامع الصغير" [۳] میں رقمطراز ہیں: "(أبو الشيخ في العَظَمَة عن أبي هريرة) بإسناد واهٍ بل قيل موضوع"۔ ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب العَظَمَة" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے "واهی" (کلمہ جرح) سند کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے، بلکہ اسے موضوع کہا گیا ہے۔

۴-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۴] میں تبصرہ فرماتے ہیں: "رواه أبو

---

[۱] الموضوعات: باب ثواب الفكر، ۳/ ۱۴۴، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔ المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸٦ھ۔

[۲] تلخيص الموضوعات: ص: ۳۰۵، رقم: ۸۳۷، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔الرياض۔

[۳] التيسير: ۲/ ۳۳٦، مكتبه الإمام الشافعي۔الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۰۸ھ۔

[۴] الفوائد المجموعة: كتاب الزهد...، ص: ۲۴۲، رقم: ۷۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة ۱۴۱٦ھ۔

الشيخ عن أبي هريرة مرفوعاً وفي إسناده عثمان بن عبدالله القرشي وإسحاق بن نجيح المَلَطِي كذابان والمُتَّهَمُ به أحدهما"۔ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اور حدیث کی سند میں عثمان بن عبداللہ قرشی و اسحاق بن نجیح مَلَطی کذاب ہیں، اور اس حدیث میں دونوں میں سے کوئی ایک متہم ہے۔

۵-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" [1] میں لکھتے ہیں: "حديث: تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ"۔ ليس بحديث، إنَّما هو مِنْ كلام السَرِيِّ السَقَطِي رحمه الله تعالىٰ"۔

حدیث "ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"، یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

٦-علامہ محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

موصوف "أسنى المطالب" [2] میں تحریر فرماتے ہیں:

حديث "تفكّرُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سنة۔ أو ستين سنة۔ وبلفظ "فِكْرَةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ قِيامِ ليلةٍ"۔ يُنْسَبُ إلى السَّرِيِّ السَقَطِي ويُنْسَبُ إلى ابن عباس رضي الله عنه وإلى أبي الدرداء رضي الله عنه وليس مِنَ المرفوع"۔

حدیث: "ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک سال یا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"، اور بعض حدیثوں میں یہ الفاظ آئے ہیں: "ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر عبادت سے بہتر ہے"۔ اس حدیث کا انتساب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے، البتہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع، ص: ۸۲، رقم: ۹۴، ت: الشيخ عبدالفتّاح أبوغُدّة، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، پاکستان۔

[2] أسنى المطالب: ۱/۱۱۳، رقم: ۵۰۰، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

۷-علامہ اسماعیل بن محمد العَجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخفاء ومزيل الإلباس" [1] میں رقمطراز ہیں:

"تَفَكُّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادة سنة -وفي لفظ: "سِتِّين سنة" ذكره الفاكهاني بلفظ: فِكْر ساعةٍ وقال: إنَّه مِنْ كلامِ السَّرِي السَقَطِي، وفي لفظ: "سِتِّين سنة"، وذكره في الجامع الصغير بلفظ: "فِكْرَةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ ستين سنة"، وورد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وأبي الدرداء رضی اللہ عنہ بلفظ: "فِكْرةُ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ ستين سنة"۔

حدیث: ''ایک گھڑی کا غور وفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے''، بعض روایتوں میں (سال کی جگہ) ساٹھ برس کا ذکر ہے، علامہ فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ نے (تفکر ساعۃ کی جگہ) ''فکر ساعۃ'' کے لفظوں سے اس کی تخریج کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، (اور اسی طرح) بعض روایتوں میں (سال کی جگہ) ساٹھ برس کا ذکر ہے۔

اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع الصغير" میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: ''ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے''، اور یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے منقول ہے: ''ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے''۔

۸-علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أخرجه ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ في كتابِ العَظَمَةِ من حديث أبي هريرة بلفظ سِتِّين سنة بإسناد ضعيف، ومِنْ طريقه ابن الجوزي في الموضوعات ورواه أبو الشيخ مِنْ قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ بلفظ خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ"۔ [2]

---

[1] كشف الخفَاء: ۱/۳۵۷، رقم: ۱۰۰۴، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

[2] أنظر اتحاف السادة المتقين: كتاب التفكر، ۱۳/۳۰۵، دار الكتب العلمية-بيروت۔

یہ روایت ابن حبّان رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب العَظَمَة" میں سندِ ضعیف کے ساتھ ان لفظوں سے تخریج کی ہے: "سِتّين سنة" (ساٹھ برس) اور ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضوعات" میں ابن حبّان رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اسے ذکر کیا ہے، اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر اس کی تخریج کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں "خيرٌ مِنْ قيامِ ليلةٍ"۔ "......رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے"۔

۹- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [1] میں رقمطراز ہیں: "(يخ) في العَظَمَةِ مِنْ حديث أبي هريرة رضي الله عنه وفيه عثمان بن عبدالله وإسحاق بن نَجيح (تعقب) بأن الحافظ العراقي اقتَصَرَ في تخريج الإحياء على تضعيفه وله شاهد من حديث أنس أخْرَجه الدَيلَمِي وعن عمرو بن قيس الملائي بَلَغَنِي أنَ تفكّرَ ساعةٍ خيرٌ مِنْ عَمَلِ دَهْرٍ مِنَ الدهر أخرجه أبو الشيخ في العَظَمَة"۔

یہ روایت ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب العَظَمَة" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً تخریج کی ہے، اور اس حدیث میں عثمان بن عبداللہ و اسحاق بن نجیح ہیں۔ (ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) تعاقب کیا گیا ہے (مراد یہ ہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کیا ہے) کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ اِحیاء کی تخریج میں اسے ضعیف کہنے پر اقتصار کیا ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا شاہد بھی ہے (یہاں شاہد سے مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق ہے، کیوں کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی میں اس موقوف روایت ہی کو بطور شاہد ذکر کیا ہے) جسے دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور عمرو بن قیس ملائی کی بلاغات میں ہے: "ایک گھڑی کا غور وفکر ایک زمانہ دراز کے عمل سے افضل ہے"، اس روایت کو ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني: ۲/ ۳۰۵، رقم: ۱۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

نے تخریج کیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تعاقب "اللآلي المصنوعة"[1] میں اسی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، جس کی مزید وضاحت آگے آئے گی۔

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے بارے میں ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الروٴف المناوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً موضوع ہے، اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ہونے کی نفی کی ہے۔

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب:

اس روایت کے مرفوع ہونے کو جن محدثین عظام نے من گھڑت اور موضوع قرار دیا ہے، ان کے اقوال تفصیل سے گزر چکے ہیں، البتہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے موضوع ہونے کی نفی کی ہے، اور حافظ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیہ الشریعۃ" میں علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کو ہم تفصیل سے لکھیں گے، تاکہ تعاقب کی وضاحت ہو سکے۔

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب دو امور پر مشتمل ہے:

۱- علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کو محض ضعیف کہا ہے، موضوع نہیں کہا، چنانچہ فضائل کے باب میں اس روایت کو بیان کرنا درست ہے۔

۲- اسی طرح حافظ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ تعاقب کی تائید کی ہے، اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دوسری دلیل یہ ذکر کی ہے کہ حدیث ابی

---

[1] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۷۶، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے مضمون پر مشتمل موقوف روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جسے امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، دوسرے لفظوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت، حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کیلئے شاہد ہے، چنانچہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے ثبوت کو اس شاہد سے مزید تقویت ملتی ہے اور حافظ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دونوں تعاقبات پر اعتماد کیا ہے۔

تعاقبات پر تبصرہ:

ان تعاقبات کے جائزے سے قبل، اصولِ حدیث کے دو قواعد کا جاننا ضروری ہے:

۱- جمہور علماء کے نزدیک ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ قرار دی ہے کہ حدیث ضعیف ضُعف شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''القول البدیع'' [۱] میں فرماتے ہیں: سَمِعْتُ شيخَنَا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً - وكَتَبَه لي بِخَطِّه- يقول: شرطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ:الأوَّل متفقٌ عليه، وهوأنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديدٍ فيَخْرُجُ مَنْ انفرد مِنَ الكَذَّابِين والمُتَّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه. . .''۔

''میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی تحریر سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں-ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو، لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......''۔

۲-ایک دوسرا فنی قاعدہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ائمہ حدیث ''ضعیف'' کا اطلاق ضُعفِ خفیف اور ضُعفِ شدید دونوں پر کرلیا کرتے ہیں (یہ محض اطلاق کی حد تک

---

[۱] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار اليسر-المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

ہے، عملاً یہ دونوں الگ الگ قسمیں ہیں) کتبِ مشتہرات و موضوعات میں اس کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اس لئے ایسے مقامات پر جہاں مطلقاً ضعیف کہا گیا ہو، شواہد کو دیکھتے ہوئے ضعیف کی تعیین، خفیف یا شدید سے کی جاتی ہے۔

پہلے تعاقب پر تبصرہ:

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ واضح رہے کہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب اور علامہ ابن عَرَّاق کا اس پر تقریر اور اعتماد محلِ نظر ہے، کیونکہ آپ ائمہ حدیث کی سابقہ تفصیلات کی روشنی میں جان چکے ہیں کہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں عثمان بن عبداللہ القرشی اور اسحاق بن نجیح المَلَطی یہ دونوں راوی انتہائی شدید جرح سے مقدوح ہیں، خصوصاً اسحاق بن نجیح الملطی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام یحییٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، ابوسعید النقاش، حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کے شدید ترین صیغے (الفاظ) استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"أَكْذَبُ النَّاس"۔ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

"كذّاب، عدوّ الله (اللہ کا دشمن)، رجل سوء (بُرا شخص)، خبيث"۔
(یحییٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ)

جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا، صاف حدیثیں گھڑتا تھا۔ (ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

اسحاق حدیث تراشنے میں شہرت یافتہ تھا۔ (ابوسعید النقاش رحمۃ اللہ علیہ)

اسحاق جھوٹ کی طرف منسوب ہے۔ (حافظ برقی رحمۃ اللہ علیہ)

"متروك الحديث"۔ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ)

"مُنْكَرُ الحديث"۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

"......ان روایتوں کو اسحاق ہی نے وضع کیا ہے......"۔ (حافظ ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)

اس روایت میں اِسحاق بن نجیح کذّاب ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

محدثین نے اسحاق بن نجیح کو کذاب کہا ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ علامہ زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۶ھ) متاخرین محدثین میں ہیں، جن کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ رُواتِ سند میں متقدمین کے کلام کی طرف مراجعت اور ان پر اعتماد کریں، زیرِ بحث سند میں انہیں متقدمین ومتاخرین ائمہ رجال کا عثمان بن عبداللہ القرشی اور اسحاق بن نجیح الملطی پر شدید کلام آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، اس لیے جب علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلق قول "بإسناد ضعيف"، ضُعف خفیف اور ضُعف شدید دونوں کا احتمال رکھتا ہے، تو اس کا وہی معنی مراد لینا چاہیے جو کم از کم ان کے مراجع (یعنی اقوالِ متقدمین) سے بالکل خارج نہ ہو بلکہ ان میں کسی کے موافق ہو، چنانچہ بے غبار بات یہی ہے کہ اس زیرِ بحث سند کے بارے میں علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "بإسناد ضَعيف" میں ضعف سے مراد ضعف شدید ہے، نہ کہ ضعف خفیف اور آپ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بھی جان چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں ضعیف حدیث کو بیان کرنے کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ وہ شدید ضعف سے خالی ہو، چنانچہ ان تمام قرائن قویہ کی روشنی میں، قرین قیاس یہی ہے کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً شدید ضعیف اور نا قابل بیان ہے۔

دوسرے تعاقب پر تبصرہ:

نیز علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے لیے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے موقوف طریق کو بطور شاہد ذکر کرنا بھی محل نظر ہے، کیونکہ اس موقوف سند میں ایک راوی سعید بن میسرہ بھی ضعف شدید سے خالی نہیں (سعید بن میسرہ کے بارے میں تفصیل "لسان المیزان" کے حوالے سے گذر چکی ہے)، البتہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق، معتبر سند سے ثابت ہیں، اور یہ طرق

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے لئے شاہد بن سکتے ہیں بلکہ شاہد ہیں، اور یہ بھی واضح رہے کہ اصولِ حدیث کے مطابق یہ موقوف شواہد، اگر چہ حکماً مرفوع ہیں (کیونکہ اس حدیث میں آخرت کے ثواب پر مشتمل مضمون ہے، جو شارع علیہ السلام ہی کا کلام ہوسکتا ہے) اور موقوفاً قابل بیان بھی ہیں، لیکن ان شواہد کے ثبوت سے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حقیقتاً مرفوع ہونا لازم نہیں آتا، حقیقی مرفوع روایت کا ثبوت صرف اس وقت ہوگا، جب وہ روایت بذاتِ خود کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، دوسرے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسے کلام کا انتساب ہوسکتا ہے جو بذاتِ خود کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، اور آپ تفصیل سے جائزہ لے چکے ہیں کہ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ساقط الاعتبار ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حدیث کو منسوب کرنا بھی درست نہیں ہے، اگر چہ یہ روایت موقوفاً ثابت اور قابلِ بیان ہے۔

نتائج:

ابتدا میں ہم نے زیرِ بحث حدیث کے طرق کو چار حصوں پر تقسیم کیا تھا پھر ان کو تفصیل سے لکھا، اب یہاں ہر قسم کے نتائج ذکر کئے جائیں گے:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی طرف منسوب مرفوع طرق ساقط الاعتبار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں۔ واضح رہے کہ حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے الفاظ یہ ہیں:

"تفکر ساعةٍ خیرٌ مِنْ عبادةِ ستین سنة"۔

ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً میں "سِتّین سنة" (ساٹھ برس) کی جگہ "ثمانین سنة" (اسّی سال) کے الفاظ ہیں۔

۲- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق ثابت ہیں اور انہیں موقوفاً بیان کرنا درست ہے (دونوں آثار کے الفاظ آگے آئیں گے)۔

ایک اہم وضاحت:

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ موقوف طرق مرفوع کے حکم میں ہیں؛ کیونکہ اس میں مذکورہ مضمون صاحب شریعت ہی کی طرف سے ہوسکتا ہے، جس سے ان طرق کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، البتہ مرفوع طریق ثابت نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، بہر حال حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقوف طرق کے الفاظ یہ ہیں:

"تفکر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قيامِ ليلة" ایک گھڑی کا غور وفکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے

البتہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق سعید بن میسرہ کی وجہ سے قابل التفات نہیں، اس لیے اسے بھی بیان نہیں کرسکتے، اثر کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"تفکر ساعةٍ في اختلاف الليل والنهار خيرٌ مِنْ عبادةِ ألف سنة"۔

شب وروز کے بدلنے میں ایک گھڑی کا غور وفکر، ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

۳- یہ بھی ثابت ہے کہ یہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"تفکر ساعةٍ خيرٌ مِنْ قيام ليلة"۔ ایک گھڑی کا غور وفکر رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قول غالباً آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بلا نسبت نقل کیا ہے۔

۴- اس مضمون کا بلاغات عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ میں ہونا بھی ثابت ہے، جس کے الفاظ دوسروں سے مختلف ہیں، یعنی عمرو بن قیس الملائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بَلَغَني أنّ تفکر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عمل دَهْرٍ مِنَ الدَّهر"۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "ایک گھڑی کا غور وفکر، ایک زمانہ دراز کے عمل سے بہتر ہے"۔

۵-حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہونا بھی ثابت ہے، جس کے الفاظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھے ہیں: "تفکر ساعةٍ خیرٌ مِنْ عبادة سنة"۔ ایک گھڑی کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

بعض محدثین نے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی منسوب کئے ہیں۔

خاتمہ:

یہاں تتمہ میں ہم دو حکایتیں نقل کر کے ان کا فنی مقام ذکر کریں گے۔ یہ دونوں حکایتیں بھی چونکہ "تفکر" (غور و فکر) کے سابقہ مضامین پر مشتمل ہیں، اس لئے یہاں اسے ضمناً ذکر کیا جا رہا ہے۔

۱-پہلی حکایت:

اسماعیل حقی بن مصطفی الاستانبولی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح البیان" [۱] میں یہ حکایت بلا سند صیغہ مجہول "روی" کے ساتھ ذکر کی ہے، یہ تفسیر "تفسیر حقی" کے نام سے بھی مشہور ہے، اس حکایت کا حاصل یہ ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا "تفکر ساعةٍ خیرٌ مِنْ عبادةِ سنةٍ"۔ "ایک گھڑی کا غور و فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادةِ سبع سنين" "ایک گھڑی کا غور و فکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ

---

[۱] تفسیر روح البیان: سورۃ الجاثیۃ، ۸/۴۴۴، دار إحیاء التراث العربي- بیروت۔

حدیث سنائی: "تفكّر ساعةٍ خيرٌ مِنْ عبادة سبعين سنة"۔ "ایک گھڑی کا غور وفکر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا قصہ عرض کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان سب نے سچ کہا ہے، انہیں میرے پاس بلاؤ۔ جب یہ حضرات حاضر خدمت ہوگئے، تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"كيف تفكُّرك؟ وفيماذا؟" "تمہاری فکر کیسی تھی اور کس چیز کے بارے میں تھی؟"۔

جواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَيَتَفَكَّرُونَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ﴾ (آل عمران:۱۹۱) ترجمہ: "اور وہ لوگ آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں"۔ میں غور کررہا تھا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: "فإنَّ تفكّرك خيرٌ مِنْ عبادةِ سنةٍ"۔ "بلا شبہ تمہارا غور وفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: "تفكُّرِي فِي المَوت، وهَوْلِ المُطَّلَعِ"۔[1]

میری سوچ وفکر موت، اور روزِ قیامت حاضری کے خوف میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تفكّرك خيرٌ مِنْ عبادةِ سبع سنين"۔ "تمہارا غور وفکر، سات سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے غور وفکر کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے عرض کیا: "تَفَكُّرِي في النَّارِ وفي أهوالِها، وأقول: يا ربِّ! اجْعَلني يومَ القيامة مِنَ العظم بِحَالٍ يَمْلأُ [كذا في الأصل والصحيح تملأ] النَّارُ مِنِّي حتى تصدق

[1] المُطَّلَعُ: يريد به الموقف يوم القيامة أو ما يُشْرِفُ عليه من أمر الآخرة عَقِيبَ الموت، فشبهه بالمُطَّلَع الذي يُشْرَفُ عليه من موضع عالٍ۔ كذا في لسان العَرَب: طلع، ۸/ ۲۸۴، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ھ۔

وَعْدَک، ولا تُعَذِّبْ أمّةَ مُحمّدٍ في النّار"۔ یعنی میں جہنم اور اس کی ہولنا کیوں کو سوچتے سوچتے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے رب! روز قیامت میرے جسم کو اتنا بڑا کر دیجئے کہ دوزخ کی ساری آگ بس میرے ہی جسم کا احاطہ کئے ہو (اور دیگر امتیوں کو جلانے کے لئے آگ باقی ہی نہ رہے) تا کہ آپ کا وعدہ سچا ہو جائے، لیکن امت محمد ﷺ کو دوزخ کی آگ کے عذاب میں مبتلا نہ فرمائیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تفکرک خیرٌ من عبادة سبعین سنة"۔ "تمہارا غور وفکر کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔ پھر فرمایا: "أرْأَفُ أمّتي بأمّتي أبوبكر"۔ "میری امت میں لوگوں پر سب سے زیادہ شفیق ابوبکر ہیں"۔

۲- دوسری حکایت:

یہ واقعہ عام طور پر اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے سارے مدینہ والوں کی دعوت کی، اسی دوران اچانک رسول اللہ ﷺ کی نظر ایک صحابی پر پڑی، جو کسی گہری سوچ میں تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف نے مدینہ والوں کی دعوت کی ہے اور تم یہاں بیٹھے کیا غور وفکر کر رہے ہو؟ تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں یہاں اسی فکر میں بیٹھا ہوں کہ کیسے آپ ﷺ کا ایک ایک امتی جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والا بن جائے؟ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر عبدالرحمن ہزار سال بھی مدینہ والوں کی دعوت کرتا رہے، تو تمہارے ثواب کو نہیں پا سکتا۔

حکایات کا فنی حکم:

ان دونوں حکایتوں کا فنی حکم یہ ہے کہ یہ بے سند ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف صرف ایسا اَمر ہی منسوب ہو سکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر وہ روایت قابلِ التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع

في معرفة الحديث الموضوع للعلامة عليّ القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يلتفتُ إليه، إذ الاعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه وماليس كذلك فلا قيمة له"۔[1]

اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت، اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حکایتیں کسی معتبر سند سے ثابت نہیں ہیں؛ چنانچہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔
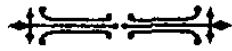
روایت نمبر: (۶)

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں ان احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علما کے نزدیک فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ذکر کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القول البدیع" میں نقل کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِراراً۔ وكتبه لي بخطّه يقول: شَرْطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثة: الأوّل: متفقٌ عليه، وهو أن يكون الضعفُ غيرَ شديد فيَخْرُجُ مَن انْفَرَدَ مِنَ الكذّابين والمتّهمين ومَنْ فَحُشَ غلطُه۔ والثاني: أن يكون مُنْدَرِجاً تحت أصل عام، فيَخْرُجُ ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلٌ أصلاً۔ والثالث: أن لا يُعْتَقَدَ عند العَمَلِ به ثبوتُه، لئلا يُنْسَب إلى النبي ﷺ ما لم يقله۔ قال: والأخيران عن ابن السلام وابن دَقِيق العيد، والأوّل نقل العلائي الاتّفاقَ عليه"۔[1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی قلم سے یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف شدید نہ ہو، لہٰذا اس شرط سے وہ کذّابین اور متّہمین اور فاحش الغلط رُواۃ نکل گئے، جو

---

[1] القول البدیع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار الیسر- المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ

نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: آخری دو شرطیں ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اور شرط اول پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام کے اسی منہج کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائی گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرطِ اول مفقود ہے جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدعام ہے۔

تحقیقِ روایت:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے: اے محمد! تو میں جواب اپنی والدہ سے کہوں گا: حاضر ہوں!''۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- حدیث کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام
۳-متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال
۴-گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

تخریجِ حدیث:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵۸ھ) "شعب الإیمان" [1] میں رقمطراز ہیں:

أخبرنا أبو الحُسَیْن بن بِشْرَان أنّ أبو جعفر الرَزّاز، نا یحیی بن جعفر، أنا زید بن الحُبَاب، نا یاسین بن مُعاذ، نا عبداللّٰہ بن قُرَیْر عن طَلْقِ بن عَلِيٍ رضی اللہ عنہ قال: سمعتُ رسولَ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "لو أدرکتُ والِدَيَ أو أحَدَهما وأنا في صلاة العشاء وقد قرأتُ فیها بفاتحة الكتاب، تُنَادِي یا مُحَمّد! لأجبتُها لبّیک"۔ یاسین بن معاذ ضعیف۔

ترجمہ: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے: اے محمد! تو میں جواب اپنی والدہ سے کہوں گا: میں حاضر ہوں!''۔ (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے۔

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) نے "الموضوعات" [2] میں یہی روایت اس سند سے ذکر کی ہے: "أنبأنا أبو الحَسَن عَلِيّ بن أحمد الموحد، أنبأنا هناد بن إبراهيم النسفي، حدثنا أبو الحسن عفيف بن محمد الخطيب، حدثنا أبو بكر

---

[1] شعب الإیمان: الخامس والخمسون من شعب الإیمان، ۱۰/ ۲۸۴، رقم: ۷۴۹۷، الدکتور عبد العلي، مکتبة الرشد الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

[2] الموضوعات: باب بر الوالدین: ۳/ ۸۵، عبد الرحمن محمد عثمان، المکتبة السلفیة بالمدینة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

محمد بن أحمد بن حبيب، حدثنا يحيى بن أبي طالب حدثنا زيد بن الحُباب، حدثنا أبوبكر ياسين بن معاذ، حدثنا عبدالله بن قرين، عن طلْق بن عَلِيّ رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسولَ الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: لو أدركتُ والدَيَّ أو أحدَهما... الحديث۔

واضح رہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ دونوں سندوں میں راوی اُبوبکر یاسین بن معاذ الزیات متکلم فیہ ہے، جن کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال عنقریب تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

نسخوں کے اختلاف پر مشتمل دو اہم تنبیہات:

یہاں اختلافِ نسخ سے متعلق دو امور قابلِ ذکر ہیں:

۱- "شعب الإیمان" کی سند میں یاسین بن معاذ، عبد اللہ بن قُریر سے اس روایت نقل کرنے والے ہیں، لیکن حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" یہ لفظ عبد اللہ بن قرین لکھا ہے، واضح رہے کہ صحیح عبد اللہ بن قُریر ہے، اور عبد اللہ بن قرین تصحیف (تبدیلی) ہے، کیونکہ حافظ ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ نے "الإکمال فی رفع الارتیاب" [1] میں عبد اللہ بن قُریر کے عنوان سے ترجمہ قائم کیا ہے، پھر لکھتے ہیں: "حدّث عن طلق بن علي اليماني، روى عنه ياسين الزيات"۔ یعنی عبد اللہ بن قُریر، طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے، اور یاسین الزیات، عبد اللہ بن قُریر سے روایت نقل کرنے والے ہیں، چنانچہ ثابت ہوا کہ زیرِ بحث سند میں راوی عبد اللہ بن قُریر ہی ہے، اور عبد اللہ بن قرین تصحیف (تبدیلی) ہے، کیونکہ اس سند میں عبد اللہ بن قُریر، طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے، اور یاسین الزیات، عبد اللہ بن قُریر سے روایت نقل کرنے والے ہیں۔

۲- دوسری اہم بات یہ ہے کہ "شعب الإیمان" کی عبارت میں لفظِ "تُنادِي" (میری والدہ مجھے پکارے) ہے، چنانچہ ترجمہ بھی اسی لفظ کے مطابق (میری والدہ مجھے پکارے......) کیا گیا ہے، البتہ "کتاب الموضوعات لابن الجوزي" میں یہ

---

[1] الإکمال في رفع الارتياب: وامّا قُرير، ۷/۱۰۸، الأستاذ نايف العباس، دار الكتاب الإسلامي-قاهرة۔

لفظ "يُنَادِي" (صیغۂ مذکر) لکھا ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا: "میرے والد یا والدین میں سے کوئی ایک مجھے پکارے......"۔

روایت پر محدثین کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۷ھ)، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ)، حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۶ھ)، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱) علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) اور امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۰ھ)، ان تمام محدثین نے اپنی تصنیفات میں اس حدیث کا حکم بیان کیا ہے، ذیل میں ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا اور آخر میں ان تمام اقوال کا خلاصہ بھی لکھا جائے گا:

۱-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد فرماتے ہیں:

"اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے"۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے سے قبل محدثین کرام کے ایک عملی منہج کا جاننا ضروری ہے، ذیل میں اس منہج کو بیان کرنے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت کی جائے گی۔

واضح رہے کہ محدثینِ کرام لفظ "ضعیف" کا اطلاق "ضعفِ خفیف" اور "ضعفِ شدید" دونوں کے لئے کرتے ہیں، اس صورت میں قرائن سے پہچانا جاتا ہے کہ یہاں "ضعیف" سے کیا مراد ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "شعب الإيمان" میں صرف ایسی روایتیں لانے کا اہتمام کیا ہے جو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "جھوٹی" نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ روایت یا سند کے راوی ضعفِ شدید یا ضعفِ خفیف پر مشتمل ہوں، چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإيمان" کے "مقدمہ" میں لکھتے ہیں:

"وأنا على رسم أهل الحديث أحِبُّ إيراد ما أحتاج إليه من المسانيد والحكايات بأسانيدها، والاقتصار على ما لا يغلب على القلب كونه كذباً"۔

''اور میں محدثین کے طریقۂ کار کے مطابق اپنی ضرورت کی مسانید اور حکایات کو ان کی سندوں کے ساتھ لانا پسند کرتا ہوں، اور صرف وہی حدیث ذکر کروں گا جن کے بارے میں میرا یہ گمان ہو کہ یہ حدیث جھوٹ نہیں ہے''۔

اب ظاہر ہے کہ روایت کا شدید یا خفیف ضعیف ہونا، روایت کے جھوٹا ہونے کے علاوہ دو الگ قسمیں ہیں، ان اقسام کے "شعب الإيمان" میں موجود ہونے کی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نفی نہیں کی ہے، یہی وجہ ہے کہ "شعب الإيمان" کی اسانید کی طرف مراجعت کرنے والے افراد بخوبی جانتے ہیں کہ "شعب الإيمان" کی سندیں شدید ضعیف راویوں سے خالی نہیں ہیں۔

اس تفصیل کے بعد ہم زیرِ بحث روایت پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کی تخریج کرنے کے بعد لکھا ہے: ''اس روایت میں یاسین بن معاذ ضعیف راوی ہے''۔

یہاں بھی لفظِ ''ضعیف'' میں دونوں احتمال ہیں: یعنی ضعفِ شدید اور ضعفِ خفیف، اور آپ سابقہ کلام سے بخوبی جان چکے ہیں کہ فضائل کے باب میں ضعیف روایت کو بیان کرنا جائز ہے، لیکن اس جواز کی بنیادی شرط حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ وہ روایت ضُعفِ شدید سے خالی ہو، اب یہاں حتمی طور پر بندہ کے سامنے کوئی واضح قرائن نہیں ہیں جن سے ان دونوں احتمالوں میں کسی ایک کی تعیین کی جا سکے، البتہ آئندہ تفصیلات کی روشنی میں یہ تو امر واضح ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو (صراحت نہ ہونے کی وجہ سے) محض ضعفِ خفیف پر محمول کرنا بعید از قیاس ہے، بلکہ اس روایت کے بارے میں دیگر ائمہ کی صریح عبارتوں کی جانب رجوع کرنا چاہیے، جو ہم عنقریب لکھیں گے واللہ اعلم۔

۲-علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) "الموضوعات" [۱] میں لکھتے ہیں: "هذا موضوعٌ علی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وفيه ياسين، قال يحيى: ليس حَدِيثُه بِشَيئٍ، وقال النسائي: مَتْرُوكُ الحَدِيث، وقال ابن حِبّان رحمہ اللہ: يَرْوِي الموضوعات عن الثِقَات، ويَتَفَرَّدُ بالمُعْضَلات عن الأثبات، لا يجوز الإِحْتِجَاجُ به"۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑی گئی ہے، اور اس روایت کی سند میں یاسین ہے، جن کے بارے میں یحییٰ نے "ليس حديثه بشيئ" (جرح) اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحديث" (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا، اور وہ "أثبات" (معتبر او ثقہ راویوں) سے "مُعْضَل" (وہ روایت جس میں دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں) روایتیں نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہوتا ہے، (چنانچہ) یاسین سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

۳-علامہ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۴۸ھ) "تلخيص كتاب الموضوعات" [۲] میں لکھتے ہیں: "فيه ياسين بن معاذ -متروک- ثنا عبدالله بن قرين، عن طلق بن عليّ ولكن في سنده هَنّادالنسفي هَالِكٌ"۔ اس حدیث کی سند میں یاسین بن معاذ- متروک- (شدید کلمۂ جرح) ہے، یاسین نے عبد اللہ بن قرین، اور عبد اللہ نے طلق بن علی سے یہ روایت نقل کی ہے، لیکن اس حدیث کی سند میں ھناد نسفی "ھالک" (شدید کلمۂ جرح) بھی ہے۔

ہناد النسفی کے بارے میں کلام آگے آئے گا۔

---

[۱] الموضوعات: باب بر الوالدين: ۸۵/۳، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

[۲] تلخيص الموضوعات: كتاب البر، ص: ۲۷۹، رقم: ۷۵۲، ت: أبو تميم ياسر، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۴- حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) "الفوائد المجموعة" [۱] میں لکھتے ہیں: "هو موضوع، آفته ياسين بن معاذ"۔ یہ حدیث من گھڑت ہے، اس میں یاسین بن معاذ آفت (شدید کلمۂ جرح) ہے۔

۵- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) نے "المقاصد الحسنة" [۲] میں زیر بحث روایت کو حدیث جریج کے لئے بطور شاہد ذکر کیا ہے، حدیث جریج یہ ہے: "لو كان جريجٌ فقيهاً عالماً لَعَلِمَ أنّ إجابته دُعَاءَ أمِّه أولى مِن عبادةِ ربِّه عزّ وجلّ"۔ "اگر جریج فقیہ عالم ہوتا، تو وہ جان لیتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا، رب کی عبادت سے اولی ہے"۔

حدیثِ جریج کی وضاحت:

حافظ حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں "حديثِ جريج" کی تخریج کی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح الباري" [۳] میں جریج کی مذکورہ روایت میں "يزيد بن حَوشَب الفِهْرِي" کو مجہول قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو:

وقد روى الحَسَنَ بن سفيان وغيرُه مِنْ طريق الليث عن يزيد بن حَوْشَب عن أبيه قال سمعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لو كان جريجٌ عالماً لَعَلِمَ أنّ إجابتَه أمَّه أولى مِن عبادةِ ربِّه"۔ ويزيد هذا مجهول۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اگر جریج عالم ہوتا، تو وہ جان لیتا کہ ماں کی پکار کا جواب دینا رب کی عبادت سے اَولی ہے"۔

---

[۱] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد والطب وعيادة المريض، ۱/ ۲۳۰، رقم: ۳۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۲] المقاصد الحسنة: حرف اللام، ص: ۳۹۹، رقم: ۸۹۸، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

[۳] فتح الباري: كتاب العمل في الصلاة، باب: إذا دعت الأم والدعا...، ۳/ ۷۸، دار المعرفة- بيروت۔

(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس حدیث کی سند میں یزید مجہول راوی ہے۔

۶-امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱) نے "اللآلي المصنوعة" [1] میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے: "(قلتُ) أخرجه البيهقي في الشُّعَب والله أعلم"۔ میں (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے واللہ اعلم۔

۷-حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۶۳ھ) "تنزيه الشريعة" [2] میں حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب کو نقل کر کے لکھتے ہیں: "قلتُ: وكذلک أشَارَ الذَهَبي في "تلخيص الموضوعات" إلى ضُعْفِه مِنْ جِهَةِ ياسين ثم اسْتَدْرَکَ فقال ولكن في سَنَدِه هَنَّاد النسفي والله أعلم"۔ میں (ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تلخيص الموضوعات" میں یاسین کی جانب سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا تھا، پھر حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ نے استدراکاً کہا: لیکن اس حدیث کی سند میں ہناد النسفی ہے واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ "هناد النسفی" علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں ہے لیکن علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں نہیں ہے؛ اس لئے ہناد النسفی کی مجروحیت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے لئے مضر نہیں ہے، البتہ دوسرا متکلم فیہ راوی، یاسین بن معاذ دونوں سندوں میں ہے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

محدثینِ عظام کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] اللآلي المصنوعة: ۲/ ۲۵۰، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الأدب والزهد والرقائق، الفصل الأول: ۲/ ۲۹۶، رقم: ۴۹، ت: عبد الوهاب [illegible]

اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین بن معاذ الزیات کو متہم قرار دے کر اس روایت کو "موضوع" کہا ہے، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کرنے کے بعد "یاسین بن معاذ ضعیف" کہنے پر اقتصار کیا ہے، اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاقب میں صرف بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی ہے اور مزید کوئی کلام نہیں کیا، اسی طرح حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث جریج کے لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بطور شاہد نقل کیا ہے، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ کلام کی تفصیل ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام، محدثین کے منہج کے مطابق ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید دونوں کا احتمال رکھتا ہے، اس لئے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول روایت کے قابلِ بیان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ اس روایت میں محدثینِ کرام کے کلام کا مدار یاسین بن معاذ ہے، لہٰذا ذیل میں یاسین بن معاذ کے بارے میں ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے۔

اَبوخلف یاسین بن معاذ الزَیّات کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [1] میں لکھتے ہیں:

"وكان مِنْ كِبَارِ فُقَهَاءِ الكُوفَةِ ومُفْتِيهَا، وأصله يَمَامِيّ، يكنى أبا خلف، قال ابن مَعِين: ليس حديثُه بِشَيئٍ، وقال البخاري: مُنْكَرُ الحَدِيثِ، وقال النسائي وابن الجُنيد: متروكٌ۔ وقال ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ: يروي الموضوعات..."۔

یاسین بن معاذ کا شمار کوفہ کے بڑے فقہاء اور مفتیوں میں ہوتا تھا، یاسین اصل میں یمامہ کا رہنے والا تھا، جس کی کنیت ابوخلف تھی، یاسین کے بارے میں ابن مَعِین رحمۃ اللہ علیہ نے "ليس حديثه بشيئ" (کلمۂ جرح)، بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "منكر الحديث" (کلمۂ جرح) اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ نے

[1] میزان الاعتدال: ۳۵۸/۴، رقم: ۹۴۴۳، تحقیق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بيروت۔

"متروک" (کلمۂ جرح) کہا ہے، اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑتا تھا......"۔

ابو حاتم محمد بن ادریس التیمی رحمۃ اللہ علیہ [۱] فرماتے ہیں:

"کان رجلاً صالحاً، لا یَعْقِلُ ما یُحَدِّثُ به، لیس بقويّ، مُنْکَرُ الحدیث"۔

یاسین نیک شخص تھا، جن حدیثوں کو بیان کرتا تھا وہ خود بھی انھیں نہیں سمجھتا تھا، یاسین "قوی" نہیں تھا، "منکر الحدیث" (کلمۂ جرح) تھا۔

امام أبوسعد عبدالکریم بن محمد التیمی السمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب" [۲] میں فرماتے ہیں:

مِنْ أهل الکوفة، انْتَقَلَ إلی الیَمامَة وأَقامَ، ثم سَکَنَ الحِجازَ، یروي عن أبي الزبیر والزهري، روی عنه عبد الرزاق، کان مِمَّنْ یَروِي الموضوعات عن الثِقَات، ویَتَفَرَّدُ بالمُعْضَلات عن الأثبات، لا یجوز الاحْتِجَاج به بِحَالٍ"۔

یاسین کوفی تھا، پھر یمامہ منتقل ہو کر وہاں اقامت اختیار کی، پھر حجاز میں سکونت اختیار کر لی، أبو الزبیر اور زہری سے روایت نقل کرتا تھا، اور عبد الرزاق، یاسین سے حدیث نقل کرتا، یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا، اور "أثبات" (معتبر اور ثقہ راویوں) سے "مُعْضَل" (وہ روایت جس میں دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں) روایتیں نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہوتا تھا، (چنانچہ) یاسین سے احتجاج بہر صورت جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) "لسان المیزان" [۳] میں رقمطراز ہیں:

"وقال الجوزُجَاني: لم یَرْضَ الناسُ حدیثَه، وقال النسائي في

---

[۱] الجرح والتعدیل: باب الیاء، ۹/ ۳۸۰، رقم الترجمة: ۱۷۰۰۵، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

[۲] الأنساب: باب الزاء والیاء، ۳/ ۲۰۴، رقم الترجمة: ۱۸۸۱، ت: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔

[۳] لسان المیزان: ۸/ ۴۱۳، رقم: ۸۴۰۵، ت: عبد الفتّاح أبو غُدّه، دار البشائر الإسلامیة-بیروت، الطبعة ۱۴۲۳ھ۔

"التمييز": ليس بِثقَةٍ، ولا يُكْتَبُ حَدِيثُه، وقال أبوزُرعة: ضعيف۔ وقال أبوداؤد: كان يذهب إلى الإرجاء، وهو متروكُ الحديث، ضعيف، وهو بِبَيْعِ الزيت أعلم منه بالعلم۔ وقال ابن عدي: وكل رواياته أو عامتها غير محفوظة۔ قال الحاكم والنقاش: روى المناكير۔ وقال ابو أحمدالحاكم: ليس بالقوي عندهم۔ وذكره العُقَيْلِي، والدولالي، وابن الجارود، وابن شاهين في "الضعفاء"۔

اور جوز جانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ یاسین کی حدیثوں سے راضی نہیں تھے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کے یاسین "ثقة" نہیں ہے، اور اس کی حدیثیں نہ لکھی جائیں۔

اَبوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف" کہا ہے، اور اَبوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ "إرجاء" کی جانب چلتا تھا، اور وہ "متروک الحدیث" (کلمۂ جرح)، اور "ضعیف" ہے، اور وہ علم سے زیادہ تیل بیچنا جانتا تھا۔

ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین کی ساری یا اکثر حدیثیں "محفوظ" نہیں ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور نقاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین "مناکیر" (کلمۂ جرح) نقل کرتا تھا۔

خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف جداً" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

اور اَبواحمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاسین محدثین کے نزدیک "قوي" نہیں تھا۔

اور دولابی رحمۃ اللہ علیہ، ابن جارود رحمۃ اللہ علیہ، اور ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین کو "ضعیف" کہا ہے۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

یاسین بن معاذ کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے تفصیل سے آچکے ہیں، ان تمام ائمہ رجال نے یاسین بن معاذ کو ضعیف ہی قرار دیا ہے، اور

علامہ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اَبو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ، امام اَبو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ، امام خلیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نقاش رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تمام محدثین نے یاسین بن معاذ کے بارے میں صاف اور جرح کے شدید فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"مُنکَرُ الحَدِیث" (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ کلمہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

"متروکٌ" (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جنید رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"ضعیف جداً" (حافظ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ)۔

"متروک الحدیث" (حافظ ابوزُرعہ رحمۃ اللہ علیہ)۔

یاسین ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر کے روایتیں گھڑتا تھا (حافظ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ)۔

اس حدیث میں یاسین بن معاذ آفت ہے (علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حاصل یہ ہے کہ ان متقدمین ومتاخرین علماء کی سابقہ تصریحات کے مطابق، زیرِ بحث روایت کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "موضوع" تک کہا ہے، اس لئے ان تمام نصوص کا قدرِ مشترک اور اتفاقی نتیجہ یہی ہے کہ یہ روایت ضعفِ شدید سے کسی بھی صورت میں خالی نہیں رہ سکتی، اس لئے زیرِ بحث روایت کو فضائل کے باب میں بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جمہور علما کے نزدیک ضعیف حدیث پر اگرچہ فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیثِ ضعیف، ضُعفِ شدید سے خالی ہو۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں ایک دوسرا اہم نکتہ بھی مدِ نظر رہے کہ ائمہ سابقین یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، امام نقاش رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سَمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے یاسین بن معاذ کے بارے میں یہ وضاحت بھی صاف لفظوں میں کی ہے کہ یاسین ''منکر الحدیث'' ہے اور وہ ''مناکیر'' نقل کرتا تھا، نیز ان کی روایتیں غیر محفوظ ہیں جن میں وہ متفرد (تنہا) ہوتا ہے، اب آپ یاسین بن معاذ کی زیرِ بحث روایت کو ان اقوال کی روشنی میں عین منطبق پائیں گے، کیونکہ یہ روایت مجروح راوی یاسین بن معاذ کی سند ہی سے مروی ہے، اور وہ اس میں متفرد ہے (یعنی یاسین بن معاذ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس روایت کو نقل کرنے والا نہیں ہے) نیز ظاہری حدیث بھی نکارت پر مشتمل ہے، چنانچہ اصول حدیث کے مطابق یہ روایت منکر بھی کہلائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ یاسین بن معاذ جیسے راوی کی حدیث تفرد اور نکارت کی صورت میں، روایت کو مزید ''ساقط الاعتبار'' بنا دیتی ہے۔

روایت کا فنی حکم:

یہاں تک کی توضیحات کا بے غبار نتیجہ تکرار سے ماقبل میں آتا رہا ہے کہ زیرِ تبصرہ روایت، بہر صورت ضعفِ شدید پر مشتمل ہے، اور اسے حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جمہور علماء کے نزدیک فضائل کے باب میں بھی ایسی روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔
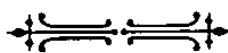
روایت نمبر: (۷)

رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس مجسّم فضائل ومناقب ہے، اور ہر مسلمان دل وجان سے آپ ﷺ کے ان معجزات وکمالات کا معترف ہے، لیکن یہ بات واضح رہے کہ آپ ﷺ کی معجزانہ شان میں یہ بھی داخل ہے کہ آپ ﷺ کے تمام تر شمائل مستند دلائل سے ثابت ہیں، جن میں کسی خود ساختہ مداخلت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، اسی پر اعلام امت کا اجماع ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل من گھڑت روایت سے آگاہ کیا جائے، تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ جب آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں، تو اس روایت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف انتساب کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ سوال بظاہر معصومانہ لہجہ رکھتا ہے، لیکن اگر شریعت اسلامیہ میں ایسی غیر مسند اور غیر مستند باتوں کا سدّ باب نہ ہوتا تو وہ مسخ ہو کر رہ جاتی، چنانچہ آپ ﷺ نے بذاتِ خود انتہائی اہتمام سے ان بے جا مداخلتوں پر سخت وعید بیان کی ہے:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔[1]

"جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

ذیل میں آپ ﷺ کے مناقب پر مشتمل ایک ایسی ہی روایت بیان کی جائے گی، جو من گھڑت ہونے کے باوجود زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

نورِ محمدی ﷺ سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کی چمک۔

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ۱/ ۳۳، رقم الحديث: ۱۰۷، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج

۲-روایت پر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

۳-سند کے متکلم فیہ راوی پر ائمہ کا کلام

۴-ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج:

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ دِمَشق"[1] میں رقم طراز ہیں:

"أخبرنا أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الفاضل النّوْقاني- بها- أنبأنا أبو محمد الحسَن بن أحمد السمرقندي، (أبنأنا الحسن الحافظ قراءة، أنبأنا أبو إبراهيم بن إسماعيل بن عبدالله التاجر السمرقندي) - بها - أنبأنا أبوالحسَن علي بن محمد بن أحمد بن يحيى بن الفضل بن عبدالله الفارسي، أنبأنا أبوالحسَن بن على بن الحُسَين الجرجاني الحافظ السمرقندي، أنبأنا مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغَاني بمَرْوَ، وأنا سألته فأملى عليّ بعد جُهدٍ، أنبأنا محمد بن أحمد بن أبي عون، أنبانا عمّار بن الحسَن، أنبأنا سلمة بن الفضل بن عبدالله، عن محمد بن إسحاق بن يسار، عن يزيد بن رُومان وصالح بن كيسان عن عروة بن الزبير رضي الله عنه عن عائشة رضي الله عنها قالتْ:

استعَرْتُ مِنْ حَفْصَة بنت رواحة إبْرَةً كنتُ أخِيطُ بها ثوبَ رسول الله صلى الله عليه وسلم فَسَقَطَتْ مِنِي الإبرةُ، فطلبتُها فلم أقْدِرْ عليها، فدَخَلَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم فتَبَيَّنَتْ الابرةُ مِنْ شُعاعِ نورِ وَجْهِه فضحِكْتُ فقال:

---

[1] تاريخ دمشق: باب صفة خلقه ومعرفة خلقه، ۳/ ۳۱۰، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر، بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

یاحُمَیْرَاء ! لِمَ ضحِکْتِ؟ قلتُ: کان کیتَ و کیتَ، فنادی بأعلی صَوتِه: "یاعائشةُ! الویلُ ثم الویلُ - ثلاثاً - لمَنْ حرم النظر إلی هذا الوجه، مامِنْ مؤمن ولا کافرٍ إلاّ ویَشْتَهِي أن یَنْظُرَ إلی وَجْهِي"۔

ترجمہ: ''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا سے ایک سوئی عاریتاً لی، جس سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا سی رہی تھی، مجھ سے وہ سوئی نیچے گر پڑی، میں نے اسے تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ کے نورانی چہرے کی شعاع سے سوئی نظر آ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ہنس پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے حُمَیرَاء! تم کیوں ہنسی تھی؟'' میں نے عرض کیا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا: ''اے عائشہ! ہلاکت ہے! پھر ہلاکت ہے! (یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا) اس شخص کے لیے جو اس چہرے کو دیکھنے سے محروم ہو جائے، ہر مؤمن و کافر کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ میرے چہرے کا دیدار کر لے''۔

یہ روایت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ، علامہ اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" [1] میں اپنی سند سے تخریج کی ہے، دونوں سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور ابو محمد السمر قندی پر آ کر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثار المرفوعۃ" [2] میں لکھتے ہیں:

"...ومنها مایذْکُرُ الوعاظ عند ذِکْرِ الحُسْن المُحَمَّدِي أنه في لَیْلَةٍ مِنَ اللیالي سَقَطَتْ من ید عائشة رضی اللہ عنہا إبرتُه، ففُقِدَتْ فالْتَمَسْتُها ولم

---

[1] دلائل النبوۃ: ۱/۱۱۳، رقم: ۱۱۷، ت: محمد محمد الحداد، دار طیبة۔ الریاض۔
[2] الآثار المرفوعة: ۱/۴۶، دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔

تَجِدْ، فضَحِکَ النبيّ وخَرَجَتْ لُمْعَةُ أسنانِه فأضاءت الحُجْرَةَ ورَأَتْ عائشةُ بذلک إبرتَه"۔

وهذا وإن کان مذکوراً في مَعَارِجِ النُّبُوَّةِ وغیره مِنْ کُتُبِ السِّیَرِ- الجامعة للرُّطَبِ والیَابِسِ، فلا یستند بکُلِّ ما فیها إلا النَّائم والنَّاعِس- ولکنّه لم یَثْبُتْ روایةً ودرایةً۔

''......ان من گھڑت قصوں میں ایک وہ قصہ بھی ہے، جسے واعظین آپ ﷺ کے حسن و جمال کو بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں۔ (قصہ یہ ہے کہ) ایک شب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی نیچے گر پڑی، آپ رضی اللہ عنہا نے سوئی کو تلاش کیا لیکن سوئی نہیں ملی، پھر آپ ﷺ ہنسے، اور آپ ﷺ کے دانتوں سے ایک روشنی اور چمک نکلی، جس نے حجرے کو روشن کر دیا، اور اس کی روشنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوئی مل گئی۔

یہ قصہ اگرچہ ''معارج النبوۃ'' اور سیرت کی دیگر کتب میں مذکور ہے- جو رطب و یابس پر مشتمل ہیں، ان کتب کی ہر چیز پر اعتماد صرف وہ ہی شخص کرسکتا ہے جو سو رہا ہو اور اُونگھ رہا ہو- لیکن عقل و نقل کسی حیثیت سے یہ روایت ثابت نہیں ہے''۔

زیر بحث روایت کی سند پر کلام:

اس روایت میں ایک راوی ''مَسْعَدة بن بکر الفرغانی'' شدید متکلم فیہ ہے، جن کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

مَسْعَدة بن بکر الفَرْغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

۱- حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' [1] میں لکھتے ہیں: ''عن محمّد بن أحمد

---

[1] میزان الاعتدال: مسعدة، ۹۸/۴، رقم: ۸۴۶۴، ت: علی محمد البجاوي، دار المعرفة-بیروت۔

بن أبي عون بخَبَرٍ كِذْبٍ"۔ مَسْعَدَہ نے محمد بن اُحمد بن اُبی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے۔

۲-حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" کی عبارت "لسان المیزان" [1] میں نقل کر کے رقم طراز ہیں:

ولم أقِفْ على الخَبَرِ بعدُ و وَجَدْتُ له حديثاً آخرَ۔قال الدَّارَ قُطْنِي في "غرائب مالك" أبو سعيد مَسْعَدَة بن بكر بن يوسف الفَرْغَان، قدِم حاجاً، حدثنا الحَسَنُ بن سفيان، حدثنا أبو مُصْعَب، عن مالك، عن نافع، عن ابن عمر رضي الله عنهما رَفَعَه: "مَثَلُ المنافق مثل الشَّاةِ العَائِرَة... الحديث"۔قال الدَارَ قُطْنِي:هذا باطلٌ بهذا الإسناد، والحسن وأبو معصب ثِقَتَان ولكن هذا الشيخ توهّمه فمَرَّ فيه وانْقَلَبَ عليه إسنادُه، والله أعلم۔

میں اب تک اس خبر پر واقف نہیں ہوسکا (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کو مسعدہ کی جھوٹی خبر کہا ہے) البتہ مجھے مَسْعَدہ کی ایک دوسری حدیث ملی ہے، (وہ حدیث یہ ہے) دارَقُطْنی رحمۃ اللہ علیہ "غرائب مالک" میں لکھتے ہیں:

ابوسعید مسعدہ بن بکر یوسف الفرغانی حج کے لیے آئے تو ہمیں حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حسن بن سفیان نے حدیث بیان کی، حسن فرماتے ہیں کہ ہمیں ابومعصب نے، اور وہ مالک سے، اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان اس پریشان بکری کی سی ہے......دارَقُطْنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے باطل ہے، اور اس حدیث کی سند میں حسن اور ابومعصب ثقہ راوی ہیں، لیکن ان شیخ (مَسْعَدہ) کو اس

---

[1] لسان الميزان: ۸/۴۰، رقم: ۷۶۸۰، الشيخ عبد الفَتّاح أبو غُدَّة، دار البشائر الاسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

حدیث میں وہم ہوا ہے؛ چنانچہ شیخ اس میں یونہی گذر گئے ہیں، حالانکہ ان پر اس حدیث کی سند خلط ہوگئی ہے (یعنی سند تبدیل ہو چکی ہے)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تین امور قابلِ ضبط (تحریر) ہیں:

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس خبر کو مَسْعَدَہ کی جھوٹی خبر کہا ہے، میں اب تک اس خبر پر مطلع نہیں ہو سکا ہوں۔

۲- البتہ مَسْعَدَہ کی ایک دوسری روایت "غرائب مالک" میں موجود ہے، جسے حافظ دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس سند کے ساتھ باطل قرار دیا ہے، اور سند میں باقی راویوں کو ثقہ قرار دیکر، صرف مَسْعَدَہ پر کلام کیا ہے۔

۳- یہ واضح رہے کہ یہ روایت امام دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق خاص اس سند کے ساتھ باطل ہے، البتہ دیگر سندوں سے یہ روایت ثابت ہے، بلکہ یہ روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع"[1] میں ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"... عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "مَثَلُ المُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ العَائِرَةِ بين الغَنَمَيْن، تَعِيْرُ إلى هذه مَرَّةً، وإلى هذه مَرَّةً"۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "منافق کی مثال دو ریوڑوں کے درمیان اس پریشان بکری کی طرح ہے، جو کبھی اِس ریوڑ میں چرتی ہے اور کبھی اُس ریوڑ میں چرتی ہے"۔

۴- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں لکھتے ہیں: "مَسْعَدَة بن بكر الفَرْغَاني عن محمد بن أحمد بن أبي عون بخبر كذب"۔ مَسْعَدَہ نے، محمد بن اَحمد بن اَبی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے۔

---

[1] الجامع الصحيح لمسلم: كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، ۴/ ۲۱۴۶، رقم: ۲۷۸۴، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

[2] تنزيه الشريعة: ۱/ ۱۱۶، رقم: ۳۶۷، عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ کلام در حقیقت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔
واضح رہے کہ زیرِ بحث سند میں مَسْعَدَۃ اس روایت کو محمد بن أحمد بن أبی عون سے نقل کرنے والے ہیں، اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

زیرِ بحث سند کے راوی مَسْعَدَہ بن بکر الفرغانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مسعدہ متّہم بالکذب ہے، کیونکہ مَسْعَدَہ نے، محمد بن أحمد بن أبی عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، یہی جرح حافظ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسعدہ کے بارے میں نقل کی ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذَہَبی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اب تک مسعدہ کی یہ جھوٹی خبر نہیں ملی، پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "غرائب مالک" سے مَسْعَدَہ کی ایک دوسری حدیث نقل کی ہے، جسے امام دارَقُطْنی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس سند کے ساتھ باطل قرار دیا ہے، اور اس باطل روایت میں مسعدہ کو "متكلم فيه" بتایا ہے۔

بہر حال ان تمام اقوال کا حاصل یہی ہے کہ مسعدہ متّہم بالکذب راوی ہے، نیز علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ بھی صاف لفظوں میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت من گھڑت ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق جمہور علما کے نزدیک، ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے اتفاقی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعف شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سَمِعْتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً - وكتب لي بخطه - يقول: شرطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل متفقٌ عليه، وهوأنْ يكونَ الضعفُ غيرَ شديدٍ فيَخْرُجُ مَنْ انفرد مِنَ الكَذّابين والمُتَّهَمين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه ... "۔[1]

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے - حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

نے اپنی تحریر سے یہ شرائط مجھے لکھ کر بھی دی- کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو؛لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......"۔

ایک اہم نکتہ:

زیرِ بحث روایت کا باطل ہونا تو سابقہ نصوص سے واضح ہو چکا ہے، البتہ یہاں ایک دلچسپ نکتہ ملحوظ رہے کہ حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ماقبل میں گذرا ہے کہ مَسْعَدَہ نے محمد بن أحمد بن أبي عون سے ایک جھوٹی خبر نقل کی ہے، لیکن حافظ ذَہَبِی نے اس خبر کی تعیین نہیں کی، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خبر کے بارے میں عدمِ علم کا اظہار فرمایا تھا، اب آپ زیرِ تحقیق روایت کی سند ایک دفعہ پھر دیکھیے، تو معلوم ہوگا کہ اس سند میں بھی مَسْعَدَہ بن بکر الفرغانی، محمد بن احمد بن أبي عون سے روایت کو نقل کرنے والے ہیں، اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ خاص اس زیرِ بحث روایت کے موضوع ہونے کو پہلے ہی بتا چکے ہیں؛ اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ وہ من گھڑت روایت یہی ہو۔

بہر حال یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ قصہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا فنی حیثیت سے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ روایت "ساقط الاعتبار" اور نا قابل بیان ہے۔
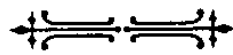
روایت نمبر: (٨)

علومِ حدیث میں تحقیق وتدقیق کی انتہائی حدود کا نام "علم العلل" ہے، یہی وہ علم ہے جس میں امامِ علل "ثقات" سے منقول روایتوں میں بعض ایسی خفیہ علتوں سے پردہ اٹھا دیتا ہے، جن سے حدیث "معلول" ہوکر قابل استدلال نہیں رہتی، اور ان ماہرینِ علل کے یہ فیصلے اس قدر دقیق ہوتے ہیں کہ عام درجے کے محدثین رحمۃ اللہ علیہم اصحابِ علل کے ان فیصلوں کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں، اور ان کی فہم جواب دینے لگتی ہے، ائمہ علل کو یہ مقام ان کی فہمِ ثاقب، معرفتِ تامہ اور طولِ ممارست کے بعد "ودیعت" ہوتا ہے، ان ائمہ علل کے احوال دیکھے جائیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو کتنا محفوظ رکھا ہے! حتی کہ یہ علماء علل ایک ایک راوی کی ہزاروں حدیثوں کو 'میزانِ علل' میں تولتے تھے؛ چنانچہ امام اَبو زُرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نَظَرْتُ في نحو ثمانين ألف حديث من حديث ابن وهب بمصر وفي غير مصر، ما أَعْلَمُ أني رأيتُ له حديثا لا أصلَ له"[1]۔ میری مصر اور مصر کے علاوہ شہروں میں موجود، ابن وہب کی اسی ہزار حدیثوں پر نظر ہے، میں نے ابن وہب کی حدیثوں میں کسی حدیث کو 'بے اصل' نہیں پایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ علم کئی جہات پر منقسم ہے، جس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض اوقات 'ثقات' کی روایتوں میں حدیث کے وصل وارسال (سند کا متصل یا مرسل ہونا) یا وقف ورفع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول) کا اختلاف واقع ہوجاتا ہے، اس اختلاف کو ماہرِ علل اپنی فہم، اتقان، اور کثرتِ ممارست سے سلجھاتا ہے، اس مضمون کو حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

---

[1] الجرح والتعديل: باب ما ذكر من كثرة علم أبي زُرعة، ١/٢٧٥، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ۔

"...والوجه الثاني: معرفةُ مراتب الثقات وترجيح بعضهم على بعض عند الاختلاف، إمّا في الإسناد وإمّا في الوصل والإرسال، وإمّا في الوقف والرفع ونحو ذلک، وهذا هو الذي يحصل من معرفته وإتقانه (وكثرة ممارسته) الوقوف على دقائق علل الحديث۔ [1]

"......دوسری قسم: اختلاف کی صورت میں ثقات کے مراتب کو پہچاننا اور ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا ہے، ثقات کا یہ اختلاف یا تو اسناد میں ہوگا، یا حدیث کے موصول یا مرسل ہونے میں، یا حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں، یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہوگی۔ اس اختلاف میں ترجیح کی اہلیت، معرفت واتقان کے ساتھ ساتھ عللُ الحدیث کے دقائق میں کثرتِ ممارست سے حاصل ہوتی ہے"۔

ایک اہم وضاحت:

اس اقتباس میں "علم علل" کا تعارف انتہائی اختصار سے کروایا گیا ہے، ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ آئندہ پیش کی جانے والی تحقیق کو علمِ علل سے صرف یہ مناسبت ہے کہ اگر ایک حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریق (خواہ یہ حدیثیں غیر ثقہ راویوں) سے مروی ہو، اور محدثینِ کرام کے سامنے ایسے قرائن اور دلائل ظاہر ہو جائیں، جس کی روشنی میں وہ کسی ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح دیدیتے ہیں، البتہ علمِ علل میں مرفوع وموقوف کا اختلاف منفرد انداز کا ہوتا ہے، کیونکہ علم علل میں صرف ثقات کی حدیثیں زیرِ تحقیق ہوتی ہیں، اور ان کی علتوں کی نشاندہی ایک پیچیدہ مرحلہ ہے، جس کی وضاحت صرف ماہرینِ علل ہی کر پاتے ہیں، تفصیلات کے لئے کتبِ علل دیکھی جاسکتی ہیں، خصوصاً: "شرح عِلَلِ الترمذي" میں علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے انتہائی سہل طریقے پر اس فن کی بیشتر جزئیات پر تبصرہ فرمایا ہے۔

---

[1] شرح علل الترمذي: ٢/٦٦٣، ت: الدكتور همام عبد الرحيم، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٢٢ھ۔

بہر حال ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

عنوانِ روایت:

"اتقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم"۔

ترجمہ: ''تہمت کی جگہوں سے بچو''۔

اور بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

"من سَلَکَ مَسَالِکَ التُّهَم اُتُّهِمَ"۔

ترجمہ: جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہو جائے گا۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اس حدیث کی تحقیق بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت کے مصادرِ اصلیہ اور ان کی سند (مرفوع، موقوف) کی تحقیق

۲۔روایت پر ائمہ کا کلام اور اس کا خلاصہ (جس کے آخر میں روایت کا فنی مقام لکھا گیا ہے)۔

مرفوع اور موقوف کی عام فہم تعریف:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق میں لفظِ مرفوع اور موقوف بہت کثرت سے استعمال ہوگا، اس لئے ذیل میں مرفوع اور موقوف کی عام فہم تعریف لکھی جا رہی ہے:

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے "مقدمة" [1] میں حدیثِ مرفوع اور حدیثِ موقوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهو ما أضِيْفَ إلى رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم خاصّةً"۔

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی جائے، وہ مرفوع ہے۔

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱٦، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ۔

"وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي الله عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها..."۔

''صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال اور افعال وغیرہ موقوف کہلاتے ہیں......''۔

روایت کے مصادرِ اصلیہ:

زیرِ تحقیق روایت کا مضمون مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) اور موقوفاً (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) مختلف سندوں سے مروی ہے، یہاں ہر ایک کو علیحدہ بیان کر کے ان کا حکم ذکر کیا جائے گا۔

مرفوع روایت:

مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) یہ روایت دو جگہ مختلف الفاظ سے مروی ہے:

۱- حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين"[۱] میں لکھتے ہیں:

"... فقال صلی اللہ علیہ وسلم: اتقُو مواضعَ التُّهَم"۔

ترجمہ:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو۔

۲- علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ "تفسیرِ کشّاف"[۲] میں لکھتے ہیں:

"وقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ كان يؤمِنُ باالله واليوم الآخر فلا يَقِفَنَّ مواقفَ التُّهَمِ"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ تہمت کی جگہوں پر ہرگز کھڑا نہ ہو۔

علامہ زَیلَعی "تخريج أحاديث الكشّاف"[۳] میں لکھتے ہیں: "قلتُ: غريب"۔ میں کہتا ہوں کہ یہ روایت غریب ہے۔

واضح رہے کہ اس مرفوع طریق کی تفصیل آگے آئے گی۔

---

[۱] أنظر اتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۴، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

[۲] تفسير كشاف: سورة الأحزاب، الآية: ۵۲، ۵/۹۶، مكتبة العُبَيْكان۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

[۳] تخريج أحاديث الكشّاف: الحديث الثامن والثلاثون، رقم: ۱۰۴۲، ت: عبدالله بن عبدالرحمن، دار ابن خزيمة۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

موقوف روایت:

یہ مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے مروی ہے، اختصار کے پیشِ نظر ہم اس موقوف روایت کے صرف دو طریق یہاں نقل کریں گے:

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا پہلا طریق:

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ موقوف طریق علامہ خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور آپ آئندہ محدثینِ کرام کے اقوال میں بھی امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کا تذکرہ کثرت سے دیکھیں گے، اسی اہمیت اور نکتے کے پیشِ نظر یہاں اس روایت کی تحقیق تفصیل سے لکھی جائے گی، البتہ یہ واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی موقوف طریق امام ابنِ حبّان اور ان کے علاوہ محدثین نے ایک دوسری سند سے تخریج کیا ہے (اس موقوف روایت کے بعد اسے لکھا جائے گا) اور یہ دوسری سند امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مقابلے میں ''عمدہ'' ہے، بہرحال فنی حیثیت سے دونوں سندیں قابلِ بیان ہیں، اس مختصر اقتباس کے بعد اب ہم موضوع کی جانب آتے ہوئے امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

علامہ ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۷ھ) ''مکارم الأخلاق'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا أبو بدر عباد بن الوليد الغُبَرِي، حدثنا حَمّاد بن مِنْهَال السراج، عن سليمان العِجْلِي، عن بُديل بن ورقاء، قال: عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ''مَنْ أقام نفسَه مقامَ التُّهمَة، فلا يَلُومَنَّ مَنْ أساء به الظَنّ''۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔

---

[1] مكارم الأخلاق: باب مايستحب للمرء من التحرز أن يساء به الظن، ۱۶۱، رقم: ۴۷۷، ت: أيمن عبدالجبار، دار الآفاق العربية۔القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

اس سند میں چار راوی ہیں، ذیل میں ہر راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال اور آخر میں سند کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

رُواۃ سند پر کلام:

۱۔عباد بن الولید بن خلاد الغُبَرِی، اُبو بدر المؤدب (۲۵۸ھ وقیل ۲۶۲ھ)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صدوق"۔[۱]

عباد بن الولید "صدوق" (کلمۂ تعدیل) ہے۔

۲-حماد بن منہال السراج

بظاہر یہ نام منہال بن بحر سے مصحف (تبدیل ہوا) ہے، کیونکہ "مکارم الأخلاق" ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا ایک دوسرا اَثر (قول) اوّل تا آخر اسی سند سے مروی ہے، جس میں حماد بن منہال السراج کی جگہ، منہال بن بحر السراج لکھا ہے [۲]، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس روایت میں بھی قرینِ قیاس منہال بن بحر ہے، نیز منہال بن بحر سند کے جس طبقے (دور) میں مذکور ہے، اس میں بھی منہال بن بحر البصری العُقَیلی اُبو سلمۃ (المتوفی ۲۲۰ھ) کا نام ملتا ہے، جن کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

حافظ عُقَیلی، منہال بن بحر کے بارے میں فرماتے ہیں: "في حديثه نَظَرٌ"۔[۳]

واضح رہے کہ "في حديثه نَظَرٌ" کلمہ جرح ہے۔

امام ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ثِقَةٌ"۔[۴]

منہال بن بحر "ثِقَةٌ" (کلمۂ تعدیل) ہیں۔

---

[۱] التقریب: ۲۹۱، رقم: ۳۱۵۱، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سؤريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[۲] أنظر مكارم الأخلاق: ۲۴۲، رقم: ۷۴۳، ت: أيمن عبد الجبار، دار الآفاق العربية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

[۳] كتاب الضعفاء الكبير: ۲۳۸/۴، رقم: ۱۸۳۲، ت: د-عبد المعطي، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[۴] الجرح والتعديل: باب الميم، ۴۰۹/۸، رقم: ۱۴۹۴۵-ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

۳-سلیمان العجلی

سند کے مذکورہ طبقے (زمانے) میں مجھے یہ نام نہیں مل سکا، البتہ اِس طبقے کے بعد سلیمان بن کندیر، اَبو صدقۃ العجلی تابعی (طبقة تلي الوسطى من التابعين) کا نام ملتا ہے، سلیمان بن کندیر، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راوی ہیں، موصوف کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "لا بأس به"۔[1]

اور "لا بأس به" کلمۂ تعدیل ہے۔

۴-بُدیل بن ورقاء

یہاں بھی حسبِ سابق سند کے اس طبقے (دور) میں یہ نام نہیں ملتا، البتہ اس طبقے (دور) کے بعد بُدیل بن ورقاء خزاعی صحابی رضی اللہ عنہ کا نام ملتا ہے، اگر یہاں بُدیل بن ورقاء سے مراد بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تو سند میں مذکور بُدیل بن ورقاء سے نقل کرنے والے راوی سلیمان العجلی اور بُدیل بن ورقاء کے مابین بھی انقطاع ہے، کیونکہ "أسد الغابة"[2] میں ہے کہ بُدیل بن ورقاء رضی اللہ عنہ فتح مکہ پر ایمان لائے ہیں اور ان کا انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے قبل ہو چکا تھا (اور سلیمان بن کندیر تابعین کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو وسطی تابعین سے متصل ہے، چنانچہ سلیمان اور بدیل کا لقاء بظاہر ثابت نہیں ہے)۔

سند کا خلاصہ:

حاصل یہ رہا کہ مذکورہ سند میں سلیمان العجلی اور بُدیل بن ورقاء کے بارے میں تقریبی احتمالات ہم نے ذکر کر دیے ہیں، البتہ ان دونوں راویوں کا بالتعیین مصداق ہمیں معلوم نہیں ہو سکا۔ اس موقوف روایت کا حکم آگے آئے گا۔

---

[1] التقريب: ۲۵۴، رقم: ۲۶۰۴، ت: محمد عوامة، دار الرشيد- سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[2] أسد الغابة: ۱/ ۳۶۰، رقم: ۳۸۳، الشيخ علي محمد المعوض و الشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية- بيروت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا دوسرا طریق:

۲- حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا مذکورہ موقوف طریق: "روضة العُقلاء ونُزهةُ الفُضلاء" [1] میں اس سند سے تخریج کیا ہے:

"أنبأنا القطان بالرقة، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا إبراهيم بن موسى مكي عن يحيى بن سعيد الأنصاري عن سعيد بن المسيّب قال: وَضَعَ عمر بن الخطاب رضي الله عنه للنّاس ثمانية عشر كلمةً كلّها حِكَمٌ... ومَنْ تعرّض للتُّهمة فلا يَلُومَنّ مَنْ أساء به الظنّ..."۔

''سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کیلئے اٹھارہ پُرحکمت جملے وضع کیے تھے...... (ان میں ایک یہ ہے) اور جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے......''۔

روایت کے دیگر مصادر:

حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے "اتحاف السّادة المتقين" [2] میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول علامہ زبیر بن بکّار رحمۃ اللہ علیہ نے "الوفقيات" میں تخریج کیا ہے۔ (مجھے اس قول کی سند نہیں مل سکی، از راقم الحروف)

اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" میں [3] اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُتَفِق والمُفتَرِق" [4] میں شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کے مطابق یہ مفصل روایت تخریج کی ہے، اور ان حدیثوں میں بھی روایت کے الفاظ یہ

---

[1] روضة العقلاء: ذكر استجاب المؤاخاة للمرء الخاص، ۹۰، ت: محمد محي الدين، دار الكتب العلمية۔بيروت، ۱۳۹۷ھ۔

[2] اتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۴، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

[3] شعب الإيمان: حسن الخلق، ۱۰/۵۵۹، رقم: ۷۹۹۲، مكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[4] المتفق والمفترق: إبراهيم بن موسى مكي، ۱/۲۰۴، رقم: ۱۴۱، ت: د۔محمد صادق، دار القادري ۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔

ہیں: "وَمَنْ تعرّض للتُّهمة فلا يلومنّ مَنْ أساء به الظنّ"۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

"روضة العقلاء" کی مذکورہ سند میں کل پانچ راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور ان دونوں موقوف روایتوں کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا۔

رُواۃ سند پر کلام:

۱-أبو علی حسین بن عبداللہ بن یزید القطّان (المتوفی حدود ۳۱۰ھ)

"سیر أعلام النُّبلاء" [۱] میں ہے: "وَثَّقَه الدَّارَ قُطْنِي"۔

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے أبو حسین بن عبداللہ کی توثیق کی ہے۔

۲-ہشام بن عمار أبو الولید الدمشقی (المتوفی ۱۵۳ھ)

"التقریب" [۲] میں ہے: "صَدُوقٌ مقرء، كبر فصار يَتَلَقَّنُ فحديثه القديم أصح..."۔

ہشام بن عمار، صدوق قاری ہیں، جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے تو انھیں احادیث کی تلقین کی جاتی تھیں، چنانچہ ان کی قدیم احادیث اصح ہیں......"۔

۳-ابراہیم بن موسیٰ المکی

ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو اپنی کتاب "الثقات" [۳] میں ذکر کیا ہے (یعنی ان کا شمار "ثقہ" راویوں میں کیا ہے)۔

۴-یحیی بن سعید بن قیس الأنصاری (المتوفی ۱۴۴ھ أو بعدها)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ثِقَة ثَبتٌ"۔ [۴]

---

[۱] سیر أعلام النبلاء: ۲۸۶/۱۴، رقم: ۱۸۱، ت: شعیب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة-بیروت، الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ۔

[۲] التقریب: ۵۷۳، رقم: ۷۳۰۳، ت: محمد عوامة، دار الرشید-سؤریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[۳] کتاب الثقات: ۱۶/۶، مؤسسة الکتب الثقافیة-بیروت، الطبعة ۱۴۰۲ھ۔

[۴] التقریب: ۵۹۱، رقم: ۷۵۵۹-ت: محمد عوامة، دار الرشید-سؤریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

یحیی بن سعید "ثِقَة ثَبْتٌ" (کلمۂ تعدیل) ہے۔

۵- سعید بن المسیب بن حزن رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی بعد ۹۰ھ)

"التقریب" میں ہے: "أحَدُ العلماء الأثبات..." [1]

"سعید بن المسیب بن حزن، ثبت (یعنی ثقہ، قابلِ اعتماد) علماء میں سے تھے..."۔

واضح رہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سِیَر أعلام النبلاء" [2] میں لکھا ہے کہ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال ہوئی ہے، اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ تمریض (علامتِ ضعف) کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماعتِ حدیث بھی کی ہے۔

موقوف طرق کا خلاصہ اور ان کا فنی حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب سے منقول دونوں طرق آپ تفصیل سے مشاہدہ کر چکے ہیں، محدثینِ عظام نے ان موقوف طرق کو ثابت قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے نہ صرف یہ کہا ہے کہ زیرِ بحث مرفوع روایت کی اصل معلوم نہیں ہے، بلکہ اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے، جسے امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے (تفصیل آئندہ آئے گی)۔

امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اور سند کی تحقیق ماقبل میں گذر چکی ہے، اس سند میں

---

[1] التقریب: ۱/ ۲۴۱، رقم: ۲۳۹۶۔ ت: محمد عوامة، دار الرشید- سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[2] سِیَر أعلام النبلاء: سعید بن المسیّب، ۴/ ۲۱۸، ت: شعیب الأرنؤوط و مامون الصاغرجي، مؤسسة الرسالة- بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۲ھ۔

کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس سے یہ روایت ''ساقط الاعتبار'' کہلائے، نیز ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق ''جید سند'' (عمدہ سند) سے ذکر کیا ہے (البتہ اس سند میں سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماعت میں علما کا اختلاف ہے) بہر حال یہ موقوف طریق ائمہ حدیث کے طرز وتصریح کے مطابق ثابت اور قابل استدلال ہے (مزید تفصیل آگے آئے گی)۔

روایت کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

ذیل میں ان علماء کی عبارتیں لکھی جائیں گی جنہوں نے زیرِ بحث روایت کے مرفوع اور موقوف سندوں پر کلام کیا ہے، پھر آخر میں ان اقوال کا خلاصہ ذکر کیا جائے گا۔

۱-علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زَیلَعی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کشاف'' [۱] میں مذکور مرفوع روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''قلتُ: غريب''۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (ماقبل میں بھی اس کو ذکر کیا گیا ہے، اور آئندہ بھی اس قول پر کچھ کلام لکھا جائے گا)۔

۲-علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ ''إحياء علوم الدين'' کی مرفوع روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''لم أجد له أصلا''۔ مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔

حافظ مرتضیٰ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اتحاف السادة المتقين'' [۲] میں پہلے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا، پھر ''الوفقيات'' اور ''شعب الإيمان'' کے حوالے سے

---

[۱] تخريج أحاديث كشاف: الحديث الثامن والثلاثون، رقم: ۱۰۴۲، ت: عبدالله بن عبدالرحمن، دار ابن خزيمة-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

[۲] اتحاف السادة المتقين: كتاب عجائب القلب، ۸/۵۲۴، دار الكتب العلمية-بيروت۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موقوف طریق کو ذکر کیا ہے، جسے ماقبل میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

۳-علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" [۱] میں "إحياء" کے زیرِ بحث مرفوع طریق کو ان احادیث میں شامل کیا ہے جن کی سند نہیں مل سکی۔

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق دیگر اقوال:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بعض دیگر ائمہ حدیث نے بھی: "اتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم" کے تحت یہ وضاحت کی ہے کہ یہ روایت موقوفاً تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، لیکن اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو:

۱-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۲] میں لکھتے ہیں: "قال في المُختَصَر: لم يُوجَدْ"۔ صاحب مختصر (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: یہ حدیث نہیں ملی۔

۲-حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخفاء" [۳] میں لکھتے ہیں: "ذكَرَه في الإحياء وقال العراقي رحمۃ اللہ علیہ في تخريجه: لم أَجِدْ له أصلاً..."۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "إحياء" میں ذکر کی ہے، اور علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج میں کہا

---

[۱] طبقات الشافعية الكبرى: الطبعة الخامسة، ۳/ ۵۰۳، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

[۲] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد... ۹۳، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۳] كشف الخفاء: حرف الهمزه، ۱/ ۵۳، رقم: ۸۸، ت: د-عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

ہے کہ اس کی اصل مجھے نہیں ملی......"۔

اس کے بعد حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقوف طریق بحوالہ "مکارم الأخلاق" اور "المُتَّفِق والمُفْتَرِق" ذکر کیا ہے، جسے ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں۔

۳-علامہ احمد بن عبدالکریم الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبدالکریم الغزّی العامری رحمۃ اللہ علیہ "الجدُّ الحثیث" [۱] میں لکھتے ہیں:

"أورده في الإحياء حديثاً وقال العراقي: "لم أجدْ له أصلاً" انتهى، لكن جاء في كلام عمر رضي الله عنه: مَنْ عَرَضَ نفسه للتُّمهة فلا يلومَنّ مَنْ أساء به الظن"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بطور حدیث (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) لائے ہیں، اور علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے اس کی اُصل نہیں ملی ہے، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہاں مکمل ہوگیا، (علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لیکن (اس معنی پر مشتمل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: جو اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، پھر اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے، تو وہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے۔

۴-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "الأسرار المرفوعة" [۲] میں لکھتے ہیں: "مَنْ سَلَکَ مَسَالِکَ التُّهَم اُتهم"۔ رواه الخرائطي في "مكارم الأخلاق" عن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً بلفظ: "مَنْ أقَام نفسه مقام التُّهمَة، فلا يلومنَّ مَنْ أساء به الظنَّ"۔

حدیث: "جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا، وہ متہم ہوجائے گا"۔ اس روایت کو امام خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الأخلاق" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً (یعنی حضرت

---

[۱] الجد الحثيث: ۱/۴۰، رقم: ۹، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بيروت۔

[۲] الأسرار المرفوعة: ۱۰۵، رقم: ۱۰، محمد بن لطفي، المكتب الاسلامي-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ۔

عمر رضی اللہ عنہ کا قول) تخریج کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: جو اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے پھر اگر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو یہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ اور اس کا فنی حکم:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس زیرِ بحث مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کے بارے میں کہا ہے کہ مجھے اس کی اصل نہیں ملی، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مرتضی زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عامری رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں یہی قول اختیار کیا ہے، اسی طرح علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں، البتہ علامہ زَیلَعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرفوع طریق کو "غریب" کہا ہے۔

نیز یہ تمام ائمہ اس پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، چنانچہ محدثینِ عظام نے "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّھَمِ" (تہمت کی جگہ سے بچو) کے علاوہ "مَنْ سَلَکَ مَسَالِکَ التُّھَمِ اتُّھِمَ" (جو تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا) کے تحت بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس مرفوع روایت کی اصل تو ثابت نہیں ہے، البتہ روایت کے یہ الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے مستفاد ہیں، چند علما کے اقوال ملاحظہ ہوں:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنۃ"[1] میں لکھتے ہیں:

"حديث: مَنْ سَلَکَ مَسَالِکَ التُّهَمِ اُتُّهِمَ، الخرائطي في المكارم مِنْ حديث عمر رضی اللہ عنہ مِنْ قوله لكن بلفظ: مَنْ أَقَامَ نَفْسَه مَقَامَ التُّهْمَةِ فلا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ الظَّنَّ به، وقد ذَكَرْتُ آثاراً مِنَ المعنى في تَصْنِيفِي في الظَّنِّ، منها ما في أَوَاخِرِ تفسير الأَحْزَاب مِنَ الكَشَّافِ ولفظه: مَنْ كان يؤمِنُ باللّٰه واليوم الآخر فلا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ"۔

[1] المقاصد الحسنة: باب الميم، ۴۷۶، رقم: ۱۱۳۱، ت: عبد اللّٰه محمد الصديق، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

حدیث: جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا، خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مکارم الاخلاق'' میں اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔ (حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں اپنے رسالے ''ظن'' میں اس معنی پر مشتمل آثار ذکر کر چکا ہوں، ان آثار میں سے ایک اَثر تفسیرِ کشاف میں سورۂ اَحزاب کے آخر میں ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے، تو وہ تہمت کی جگہوں پر کھڑا نہ ہو''۔

واضح رہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے، تفسیرِ کشاف کی جس مرفوع روایت کا حوالہ دیا ہے، تفسیرِ کشاف میں اس کی سند نہیں ہے، اسی روایت کے بارے میں علامہ زَیلَعی رحمۃ اللہ علیہ نے "تخريج أحاديث كشّاف" میں "غریب" کہا ہے، ماقبل میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے؛ اس لئے تفسیرِ کشاف کی مذکورہ روایت، اس حدیث کو مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة للسُيوطي" [1] "الفوائد المجموعة للشَوكاني" [2]، "أسنى المطالب للحُوت" [3] اور "تذكرة الموضوعات للفَتَنِي" [4] ان تمام کتابوں میں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ حدیث: ''جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا وہ متہم ہوگا''۔ اس روایت کو خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الأخلاق" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''جو شخص

---

[1] الدرر المنتثرة: ۲۳۱ رقم: ۴۰۲، محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

[2] الفوائد المجموعة: کتاب الأدب ...، ۲۵۹، رقم: ۱۳۹، ت: عبد الرحمن بن یحیی، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[3] أسنی المطالب: ۱/ ۲۷۲، رقم: ۱۴۱۲، دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔

[4] تذکرة الموضوعات: ۱/ ۲۰۴، کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔ پاکستان۔

اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے، تو وہ بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے"۔

تحقیق کا خلاصہ اور نتائج:

گذشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ "اتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَم" (تہمت کی جگہ سے بچو) اور "مَنْ سَلَكَ مَسالِكَ التُّهَم اتُّهِمَ" (جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا، وہ متہم ہو جائے گا) ان دونوں روایتوں کی "اصل" مرفوعاً (یعنی آپ ﷺ سے) ثابت نہیں ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس مضمون پر مشتمل ارشاد ثابت اور قابل بیان ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "مَنْ أَقَامَ نَفْسَه مَقَامَ التُّهْمَةِ، فلا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ به الظَّنَّ"۔ ترجمہ: جو شخص تہمت کے راستوں پر چلے گا، وہ متہم ہو جائے گا، البتہ بعض روایتوں میں یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان لفظوں سے آیا ہے: "وَمَنْ تَعَرَّضَ نَفْسَهَ لِلتُّهْمَة فلا يَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ به الظَّنَّ"۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو خود تہمت کیلئے پیش کر دے، پھر کوئی اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے واللہ اعلم۔
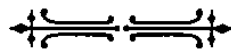
روایت نمبر: (۹)

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں اِن احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط نقل کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے "القَول البَدِیع" میں ذکر کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العَسْقَلاني المِصْري مِرَاراً۔ و كَتَبَه لي بِخَطِّه ۔يقول: شرطُ العَمَل بالحديث الضعيف ثلاثة:ا لأوّل مُتّفق عليه، وهوأنْ يكون الضُّعف غيرَ شديدفيَخْرُج مَنْ انفرد مِنْ الكذّابين والمُتّهَمِين ومَنْ فحش غلطُه والثاني:أنْ يكون مُنْدَرِجاً تحت أصل عام، فيَخْرُجُ مايُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلُ أصلاً، والثالث:أنْ لا يُعْتَقَدَ عند العمَل به ثبوتُه لئلاّ يُنْسَبَ إلى النبيّ ﷺ مالم يَقُلْه۔ قال: والأخِيرَان عن ابن السَّلام وابن دَقِيقِ العِيد،والأوّلُ نَقَلَ العلائي الإتّفاقَ عليه"۔[1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے کئی دفعہ سنا ہے- یہ شرائط حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مجھے اپنے قلم سے لکھ کر بھی دیں-ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف شدید نہ ہو، لہذا اس شرط سے وہ کذّابین، متہمین اور فاحش الغلط رُواۃ نکل گئے، جونقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

---

[1] القول البديع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار اليسر۔المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

دوسری شرط یہ ہے روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دَقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علما کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے اسی منہج کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائی گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زد عام ہے۔

تحقیقِ روایت:

''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں''۔

تحقیق کا اِجمالی خاکہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ روایت کا حکم

حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

امام بیہقی رحمہ اللہ "شعب الإيمان" [1] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، وأبو سهل أحمد بن محمد بن إبراهيم المِهْرَانِيّ، وأبو زكريا بن أبي إسحاق المُزَكِّيّ. قالوا: أخبرنا أبو محمد عبدالله بن إسحاق بن إبراهيم البَغَوِيّ ببغداد، حدثنا الحسَن بن عَلِيل العَنَزِيُّ، حدثنا هِشام بن يونس اللُّؤلُؤِيُّ، حدثنا محمّد بن مروان السُدِّي، عن داؤد بن أبي هِنْد، عن أبي نَضْرَة العَبْدِيّ، وعن عطاء بن أبي رَبَاح، عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"إذا كان أوّل ليلة مِنْ رمضان فُتِحتْ أبواب السماء فلا يُغْلَقُ منها بابٌ حتى يكونَ آخرُ ليلةٍ مِنْ رمضان، وليس مِنْ عبدٍ مؤمن يُصَلِّي في ليلةٍ إلا كَتَبَ اللّٰه له ألفاً وخمسَمائة حسنة بِكُلِّ سجدةٍ، وبنى له بيتاً في الجنة مِن يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ، لها سِتُّون ألف باب (لِكُلِّ باب) منها قَصْرٌ مِنْ ذَهَبٍ مُوَشَّحٍ بِيَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ.

فإذا صام أوّلَ يوم مِنْ رمضان غُفِرَ له ما تقدّم مِنْ ذَنْبه إلى مثل ذلك اليوم مِنْ شهر رمضانَ، واسْتَغْفَرَ له كلَّ يومٍ سبعونَ ألف مَلَك مِنْ صلاة الغَدَاة إلى أنْ تَوَارى بالحِجَاب، وكان له بكُلِّ سجدة يَسْجُدُها في شَهْر رمضانَ بِلَيْلٍ أو نَهَارٍ شجرةٌ يَسِيرُ الراكبُ في ظِلّها خمسمائة عام".

قد رُوِينا في الأحاديث المَشْهُورَة مَا يَدُلّ على هذا أو بعض معناه".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

---

[1] شعب الإيمان: ۵/ ۲۴۱، رقم: ۳۳۶۲، ت: الدكتور عبد العلي، المكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

ہے: ''جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کے بعد رمضان کی آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور (اس مہینہ کی) کسی بھی شب میں جو بندہ نماز پڑھتا ہے، اس کو ہر سجدے کے بدلے پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں۔ جب وہ شخص یکم رمضان کو روزہ رکھتا ہے، تو اس کے گزشتہ ماہِ رمضان کے اس دن سے آج تک کے پہلے تمام گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے، اور روزانہ فجر سے سورج غروب ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کا سوال کرتے ہیں، اور ماہ رمضان میں رات یا دن کے ہر سجدے کے عوض اس کو (جنت میں) ایسا درخت ملے گا، جس کے نیچے سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے''۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المُعْجَمُ الصَّغِیر'' [1] میں اور حافظ اَبُونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ أَصْبَهَان'' [2] میں حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت تخریج کی ہے، اور یہ تمام سندیں زیرِ بحث سند میں مذکور محمد بن مروان السُدِّی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

ایک اہم تنبیہ:

واضح رہے کہ ''المعجم الصغیر'' اور ''تاریخ أصبهان'' کا متن حدیث صرف یہاں تک ہے: ''إنَّ أَبوابَ السماءِ تُفْتَحُ في أَوَّلِ ليلةٍ مِنْ شَهْرِ رَمضان فلا تُغْلَقُ إلى

---

[1] المعجم الصغير: ۱/ ۲۰۲، رقم: ۳۲۳، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ۔

[2] تاريخ أصبهان: جعفر بن محمد بن مدين الأصبهاني: ۱/ ۲۴۷، دار الكتاب الإسلامي-القاهرة۔

آخر لیلۃ منہ"۔ ترجمہ: رمضان کی پہلی رات میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اس کے بعد رمضان کی آخری رات تک ان میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔

روایت پر ائمہ کا کلام:

۱-امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تو ماقبل میں بھی گزر چکا ہے، یعنی "قد رُوِینا في الأحادیث المشهورة ما یَدُلّ علی هذا أو بعض معناه"۔ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

واضح رہے کہ اس حدیث کے فنّی مقام پر تو آگے مزید روشنی ڈالی جائے گی، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کو تفصیل سے ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں مشہور احادیث میں بعض ایسے مضمون روایت کیے گئے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

زیرِ بحث حدیث میں کل تین مضامین ہیں:

۱-رمضان کی ابتدا سے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون پر مشتمل روایت "شعب الإیمان" میں اس حدیث کے تحت لائے ہیں:

"إذا کان أول لیلة مِنْ رَمَضَان صُفِّدت الشیاطین و مَرَدَةُ الجنّ..."۔[1]

جب رمضان کی ابتدائی شب ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کی مشکیں کس

---

[1] شعب الإیمان: ۵/۲۱۷، رقم: ۳۳۲۷، ت: الدکتور عبدالعلي، مکتبۃ الرشد-الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

دی جاتی ہیں......(پھر آگے جنت کے دروازے کھلنے اور جہنم کے دروازے بند ہونے کا ذکر ہے)۔

۲- حدیث کا دوسرا مضمون ملائکہ کے استغفار کا ہے، اس مضمون کی روایت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإیمان" میں دو جگہ لائے ہیں:

۱- حدیث: "أُعْطِيتُ أمّتي في شهر رمضان... وتَسْتَغْفِر لهم الملائكة حتى يُفْطِرُوا"... فرشتے ان کے لئے افطار تک دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں......۔[1]

۲- أعطِيتُ أمّتي في شهر رمضان... فإنّ الملائكة تَسْتَغْفِر لهم في كلّ يوم وليلة"... فرشتے شب وروز ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔[2]

۳- تیسرا مضمون رمضان میں سجدوں کے ثواب کا ہے، اور یہی ہماری تحقیق کا عنوان ہے، اس مضمون کی روایت ہماری جستجو کے مطابق "شعب الإیمان"، "المعجم الصغیر" اور "أخبار أصبهان" میں ہے (جیسا کہ ہم ما قبل میں ذکر کر چکے ہیں)، ان تینوں سندوں میں راوی محمد بن مروان الکوفی السُّدِی الصغیر ہے، جن کے بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

۲- حافظ مُنذِرِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مُنذِرِی رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترهیب"[3] میں یہ روایت صیغۂ مجہول (اور یہ حافظ مُنذِرِی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص اصطلاح ہے) سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "رواه البيهقي رحمة الله عليه وقال قد رُوِّينا في الأحاديث المشهورة ما يدلّ على هذا أو بعض معناه۔ كذا قال رحمه الله"۔

اس روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمیں مشہور احادیث

---

[1] شعب الإيمان: ۵/ ۲۲۰، رقم: ۳۳۳۰، ت: الدكتور عبدالعلي، المكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[2] شعب الإيمان: ۵/ ۲۲۲۰، رقم: ۳۳۳۱، ت: الدكتور عبدالعلي، المكتبة الرشد۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[3] الترغيب والترهيب: ۱/ ۴۲۴، رقم: ۱۴۳۰، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع۔رياض۔

میں بعض ایسے مضمون پہنچے ہیں، جو اس حدیث پر یا اس کے بعض معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کہا ہے۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ "الترغیب والترہیب" میں صیغۂ مجہول سے جن احادیث کو ذکر کرتے ہیں، وہ ضعف کی دونوں قسموں پر مشتمل ہوسکتی ہیں، یعنی ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید (حافظ مُنذِری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس طریقۂ کار کو "الترغیب والترہیب" کے مقدمہ میں وضاحت سے لکھا ہے)۔

۳-امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ "المعجم الصغیر" [۱] میں لکھتے ہیں: "لم یَرْوِہ عن داؤد بن أبي ھند إلا محمد بن مروان السُدِّي"۔

اس روایت کو داؤد بن ابی ہند سے محمد بن مروان سدی ہی نے روایت کیا ہے۔

۴-حافظ ہَیْثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہَیْثَمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [۲] میں حافظ طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: "رواہ الطَبَراني في الصغیر وفیہ محمد بن مروان السُدِّي وھو ضعیف"۔ اس روایت کو امام طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الصغیر" میں نقل کیا ہے، اور اس روایت میں محمد بن مروان سدی ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

حافظ ہَیْثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا محمد بن مروان السُدِّی کی دیگر روایات پر کلام:

البتہ حافظ ہَیْثَمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد" ہی میں درج ذیل دو مقامات پر محمد

---

[۱] المعجم الصغیر: ۱/ ۲۰۲، رقم: ۳۲۳، ت: محمد شکور محمود، المکتب الإسلامي-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۵ھ۔

[۲] مجمع الزوائد: کتاب الصیام ۳/ ۳۴۵، رقم الحدیث: ۴۷۸۷، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔

بن مروان سدی کو "متروک" (یہ لفظ محدثین کرام کے نزدیک ضعفِ شدید پر محمول ہوتا ہے) کہا ہے:

۱-حدیث: "کرامة الکتاب خَتْمُه"۔[1]

۲-حدیث: "التَمِسُوا الخَيرَ إلى الرُّحَماء..."۔[2]

ان قرائن کی روشنی میں قرینِ قیاس یہی ہے کہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول "وفيه محمد بن مروان السُدِّي وهو ضعيف"۔ (یعنی اس روایت میں محمد بن مروان سدی ہے، اور وہ ضعیف ہے) میں ضعیف سے مراد شدید ضعیف ہے، کیونکہ ضعف کا استعمال ضعفِ خفیف اور ضعفِ شدید دونوں کے لئے ہوتا ہے، واللہ اعلم۔

یہاں تک نفسِ روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اَقوال آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، اس روایت میں محمد بن مروان سدّی کو کلام کا موضوع بنایا گیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن مروان کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال بھی تفصیل سے سامنے آجائیں، تاکہ حدیث کا فنی مقام سمجھنا آسان ہو۔

روایت میں مذکور محمد بن مروان الکوفی السُدِی الصغیر کے بارے میں کلام:

امام یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن مروان "ثقة" نہیں ہے۔[3]

امام جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان کو "کذّاب" کہا ہے۔[4]

---

[1] مجمع الزوائد: کتاب الأدب، ۸/ ۱۸۶، رقم: ۱۳۱۷۶، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر۔ بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔

[2] مجمع الزوائد: کتاب البر والصلة ۸/ ۳۵۷، رقم: ۱۳۷۳۶، ت: الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر۔بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔

[3] الجرح والتعدیل: باب المیم: ۸/ ۱۰۰، رقم: ۱۳۶۷۱، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة۔بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

[4] المصدر السابق۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”هو ذاهبُ الحديث، متروکُ الحديث، لا يُكْتَبُ حديثُه البتَّة“۔ محمد بن مروان ”ذاهب الحديث، متروک الحديث“ (شدید کلمۂ جرح) ہے، ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی۔[1]

حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”كان مِمَّن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحلّ كِتَابَةُ حديثِه إلاّ على جهة الاعتبار ولا الاحتجاج به بحالٍ مِنَ الأحوال“۔

محمد بن مروان ان لوگوں میں سے ہے جو ”أثبات“ (ثقہ اور معتبر راویوں) سے حدیثیں گھڑتے تھے، ان کی حدیثیں اعتبار (یہ ایک اصطلاح ہے، جس کی تعریف آگے آئے گی) ہی کے لئے لکھنا جائز ہے، اور کسی بھی صورت میں ان کی حدیثوں سے استدلال جائز نہیں ہے۔[2]

لفظِ اعتبار کی وضاحت:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اَلْفِيَة“[3] میں ''اعتبار'' کی یہ تعریف کی ہے:

الاعْتِبَارُ سَبْرُکَ الحَدِيثَ هَلْ شَارَکَ رَاوٍ غَيْره فِيمَا حَمَلْ
عَنْ شَيْخِه، فَإِنْ يَكُنْ شُورِکَ مِنْ مُعْتَبَرٍ بِهِ فَتَابِعٌ، وَإِنْ

''اعتبار، تیرا کسی حدیث کا جائزہ لینا ہے (مسانید، سنن، معاجم، مشیخات وغیرہ میں) تا کہ تو دیکھ لے کہ اس راوی (جس راوی کے بارے میں تفرد کا احتمال ہے) کے ساتھ شیخ سے اس روایت کو نقل کرنے میں کسی دوسرے راوی نے مشارکت کی ہے؟ چنانچہ اگر اس راوی کے ساتھ کسی معتبر راوی کی جانب سے مشارکت ثابت ہو جائے تو وہ (مشارکت کرنے والا راوی) تابع ہے......''۔

---

[1] المصدر السابق۔

[2] المجروحين: ۲/۲۸۶، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت۔

[3] فتح المغيث للسخاوي: الإعتبار والمتابعات والشواهد، ۲/۲۱، ت: عبد الكريم الخضير ومحمد بن عبد الله آل فهد، مكتبة دار المنهاج-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سكتُوا عنه"۔ (یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، جسے وہ اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں) محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان کے بارے میں سکوت کیا ہے [1]، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے: "لا يُكْتَبُ حديثه البَتّة"۔ ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی۔ [2]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں محمد بن مروان "متروك الحديث" (شدید کلمۂ جرح) ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا ہے: "ليس بثِقَة ولا يُكْتَبُ حديثُه"۔ محمد بن مروان "ثقة" نہیں ہے، اور ان کی احادیث نہیں لکھی جائیں گی۔ [3]

صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ضَعِيفاً، وكان يَضَعُ الحديث أيضاً"۔ محمد بن مروان ضعیف تھا، نیز حدیثیں گھڑتا تھا۔ [4]

ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان کو "ليس بشيئ" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

یعقوب بن سفیان فارسی نے محمد بن مروان کو "ضعيف، غير ثِقَة" کہا ہے۔ [5]

أبوأحمد ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرتے ہیں: "وعامة مايَرويه غيرُ محفوظ، والضعف على رِوَاياتِه بَيِّنٌ"۔ [6]

محمد بن مروان کی اکثر حدیثیں محفوظ نہیں ہیں، اور ان کی روایتوں میں ضعف بالکل واضح ہے۔

---

[1] التاريخ الكبير: باب المحدون: ۱/۲۳۲، رقم: ۷۲۹، مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[2] تهذيب الكمال: باب الميم: ۱۷/۲۰۷، رقم: ۶۱۸۶، ت: الشيخ أحمد علي وحسن أحمد، دار الفكر-بيروت ۱۴۱۴ھ۔

[3] المصدر السابق۔ [4] المصدر السابق۔ [5] المصدر السابق۔

[6] الكامل في الضعفاء: ۷/۳، الشيخ عادل والشيخ علي محمد، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "تَرَکُوہ، واتُّھم"۔[1]

محدثین نے محمد بن مروان کو ترک کیا ہے، اور وہ متہم ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مُتّھم بالکِذْبِ۔[2]

محمد بن مروان "مُتّھم بالکِذْبِ" ہے۔

ائمہ رِجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

محمد بن مروان الکوفی السُّدِی الصغیر کے بارے میں ائمہ رجال کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام اَبو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن مروان الکوفی السُّدِی الصغیر کے بارے میں فنی جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مثلاً:

"کذّاب"۔ بڑا جھوٹا۔ (جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ)

محمد بن مروان ان لوگوں میں سے ہے جو "أثبات" (ثقہ اور معتبر) سے حدیثیں گھڑتے تھے، ان کی حدیثیں "اعتبار" (اصطلاحی لفظ) ہی کے لئے لکھنا جائز ہے...... (حافظ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ)۔

"وکان یَضَعُ الحدیث أیضاً"۔ اور محمد بن مروان حدیثیں گھڑتا تھا (صالح بن محمد بغدادی)۔

"متروک الحدیث"۔ (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)۔

"سَکَتُوا عنه"۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلمہ محدثین کے نزدیک شدید جرح پر محمول ہے)۔

"متّھم بالکذب" (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)۔

"ترکوہ واتّھم" (حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ)۔

---

[1] المغني في الضعفاء: ۲/۲۶۳، رقم: ۵۹۶۶، إدارة إحياء التراث العربي-بيروت۔

[2] التقريب: ۵۰۶، رقم: ۶۲۸۴، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

"لا یُکتَبُ حدیثه البتّة"۔ ان کی احادیث قطعاً نہیں لکھی جائیں گی (امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)۔

محمد بن مروان الکوفی السدی الصغیر کے بارے میں ائمہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال آپ کے سامنے تفصیل سے آچکے ہیں، ان اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ روایت محمد بن مروان الکوفی السدی الصغیر کی موجودگی میں، اس خاص تناظر میں کہ محمد بن مروان اس کے نقل کرنے میں متفرد ہے، کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، اور فضائل کے باب میں ضعیف حدیث بیان کی جاسکتی ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اس جوازِ عمل کی بنیادی شرط یہ ہے کہ حدیث ضعفِ شدید سے خالی ہو، ماقبل میں یہ مضمون تفصیل سے آچکا ہے؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر کے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
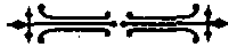
روایت نمبر: (۱۰)

اعزاز وامتیاز ہرقوم کا قابلِ قدر سرمایہ ہوتا ہے، البتہ بعض خوبیاں قومی شناخت بن جاتی ہیں، جس پر قوم کا ہر فرد فخر محسوس کرتا ہے۔ امّت محمدیہ۔ زادھا اللہ شرفاً بنَبِیّھا۔ ایسی ہی گراں قدر شرافتوں سے آراستہ ہے، جس نے اقوام عالم میں اسے شاہانہ مقام بخشا ہے، انہیں مناقب میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ملت کا ہر فرد ایک مستحکم واسطے، یعنی ''اسناد'' کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات سے جڑا ہوا ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس نعمت عظمی کی اہمیت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

''أصل الإسناد خَصِيصَةٌ فاضلةٌ مِنْ خَصَائص هذه الأمّة، وسنةٌ بالغةٌ مِنْ السُّنَن المؤكَّدة، بل مِنْ فُرُوضِ الكِفَايَة''۔[1] اس امت کی ایک بڑی شرافت والی خصوصیت، اس کا اسنادی اساس سے مُتّصف ہونا ہے، جو مؤکدہ سنتوں میں ایک بڑی سنت ہے، بلکہ اس کا جاننا فرضِ کفایہ ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ شریعتِ اسلامی کا تحریف وتصحیف سے محفوظ رہنا، اسی ''اسناد'' کے مبارک نتائج ہیں، امام اَبوعبداللہ حاکم نَیسَابُورِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''فلولا الإسناد وطَلَبُ هذه الطائفةِ له، وكثرةُ مُوَاظَبَتِهم على حِفْظِه، لَدَرَسَ مَنَارُ الإسلامِ، وتَمَكَّن أهل الإلْحَادِ والبِدع منه، بِوَضْعِ الأحاديث، وقَلْبِ الأسانيد، فإنّ الأخبار إذا تَعَرَّتْ عن وجود الإسناد فيها كانت بُتْراً''۔[2]

''اگر اسناد نہ ہوتی اور یہ جماعت اسناد کی تلاش اور اسکی حفاظت میں خاص اشتغال نہ رکھتی، تو اسلام کے نشانات تک مٹ جاتے، ملحدین اور اہل

---

[1] شرح شرح نخبة الفكر: العلو المطلق، ۶۱۷، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] معرفة علوم الحديث: ذكر أول نوع، ص: ۶، ت: السيد معظم حسين، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۱۹ھ۔

بدعت من گھڑت حدیثوں اور انکی سندوں میں ہیر پھیر کر کے اسلام پر قابض ہوجاتے، کیونکہ حدیثیں سندوں سے خالی ہوکر، ناقص رہ جاتی ہیں"۔

ذیل میں اسی فریضے کے پیشِ نظر ایک ایسی روایت پیش کی جائے گی، جو محدثین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی سند سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اس کا بیان کرنا بھی درست نہیں ہے (تفصیل آگے آئے گی)، اس کے باوجود یہ روایت زبان زَدعام ہے۔

تحقیقِ روایت:

روایت: "خُذُوا شَطْرَ دِينِكم عن الحُمَيْرَاء"۔

ترجمہ: تم اپنا نصف دین حمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے حاصل کرو۔

بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں:

روایت: "خُذُوا ثُلُثَ دينِكم مِنْ بَيْتِ الحُمَيْرَاء"۔

ترجمہ: تم اپنا تہائی دین حمیراء (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے گھر سے حاصل کرو۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کی مصادر اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳- روایت کا فنی حکم

روایت کے مصادر اصلیہ:

حافظ ابن الاثیر الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ "النِّهاية في غريب الأثر"[۱] میں لکھتے ہیں:

---

[۱] النهاية في غريب الأثر: ۱۵۸/۲، ح م ر، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

شیخ عبدالفتّاح اَبوغدۃؒ "المصنوع" کی مذکورہ روایت کے تحت لفظ حُمیراء کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الحُمَيْرَاء تصغير حَمْرَاء بمعنى بَيْضَاء اللون مُشْرَب بَيَاضِها بحمره والعرب تُسَمِّي الرجلَ الأبيض: أحمر، والمرأةَ: حَمْرَاء۔ وكانت عائشةُ رضي الله عنها كذلك، وهي المقصودة بالحُمَيْرَاء هنا۔ (المصنوع: ۱۸، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدَّة، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی)۔

"وفيه: "خُذُوا شَطْرَ دِينِكم مِنَ الحُمَيْرَاء"۔ يعني عائشة رضي الله عنها، كان يقول لها أحيانا: يا حُمَيْرَاء! تَصْغِيرُ الحَمْرَاء يُرِيدُ البَيْضَاءَ"۔

حدیث: ''اپنا نصف دین حمیراء (یعنی عائشہ) سے حاصل کرو'' ۔آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بعض اوقات، یا حمیراء کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء، حمراء کی تصغیر ہے، اس کا معنی ہے: سفید رنگت والی۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

ذیل میں زیرِ بحث روایت (دونوں مختلف الفاظ کے ساتھ) پر متقدمین اور متاخرین کا کلام اور آخر میں اس کلام کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱- حافظ ابنِ کثیر کا کلام:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "تحفة الطالب" [1] میں لکھتے ہیں:

"خُذُوا شَطْرَ دِيْنِكم عن الحُمَيْرَاء"۔ فهو حديث غَرِيبٌ جِداً۔ بل هو مُنْكَر۔ سألتُ عنه شيخَنا الحافظ أبا الحَجَّاج المِزّي فلم يَعْرِفْه وقال: لم أَقِفْ له على سَنَدٍ إلى الآن، وقال شيخُنا أبو عبدالله الذَهَبِي: "هُو مِنَ الأحاديث الوَاهِيَة التي لا يُعرفُ لها إسنادٌ"۔

حدیث: (تم اپنا نصف دین حُمَيْرَاء رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو)، یہ حدیث "غریب جداً" (فنی اصطلاح) ہے، بلکہ یہ "مُنْكَر" (فنی اصطلاح) ہے، میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے شیخ ابو الحجّاج مزّی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا، تو انھوں نے اسے نہیں پہچانا اور کہا کہ میں اب تک اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا، اور ہمارے شیخ ابو عبداللہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ان "واهي" (فنی اصطلاح) احادیث میں سے

---

[1] تحفة الطالب: ۱/ ۱۷۰، رقم: ۵۴، عبد الغني بن حميد، دار حراء۔ المكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

ہے، جس کی سند نہیں پہچانی جاتی۔

۲-حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[۱] میں لکھتے ہیں:

حديث: "خُذُوا شَطْرَ دِينِكم عن الحُمَيْرَاء". قال شيخُنا في تخريج ابن الحاجب من إملائه: لاأعْرِفُ له إسناداً، ولا رأيتُه في شيء مِنْ كُتُبِ الحديث إلّا في "النهاية لابن الأثير". وذكره في مادة "ح م ر"، ولم يَذْكُرْ مَنْ خَرّجه. ورأيتُه أيضاً في كتاب الفِرْدَوس لكن بِغَيْرِ لفظه وذكره مِنْ حديث أنس بغير إسناد أيضاً، ولفظه: "خُذُوا ثُلُثَ دينِكم مِنْ بيتِ الحُمَيْرَاء". وبَيّضَ له صاحبُ مسند الفردوس فلم يُخَرِّجْه له إسناداً، وذكر الحافظ عِمَادُ الدِّين بن كثير أنّه سأل الحافظين المِزّي رحمۃ اللہ علیہ والذَهَبي رحمۃ اللہ علیہ عنه فلم يَعْرِفَاه".

حدیث: (تم اپنا نصف دین حمیراء رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو) ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ ابن حاجب کی تخریج لکھواتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے اس کی سند کو نہیں پہچانا، اور نہ ہی میں نے کتبِ حدیث میں اس کو دیکھا ہے سوائے "النهاية لابن الأثير" کے۔ اور ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مادہ "ح م ر" میں ذکر کی ہے، اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے کو ذکر نہیں کیا، نیز "کتاب الفردوس" (یہ کتاب شِیْرُوَیہ بن شَہر دَار أبوشجاع الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) میں بھی یہ روایت میں نے دیکھی ہے، لیکن ان لفظوں کے علاوہ دوسرے لفظوں کے ساتھ، اور صاحب "کتاب الفردوس" نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا

---

[۱] المقاصد الحسنة: ۲۳۲، رقم: ۴۳۰، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: تہائی دین حمیراء رضی اللہ عنہا کے گھر سے حاصل کرو۔ صاحب مسند الفردوس (شُہر دَار بن شِیرُ وَیہ أبو منصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس روایت کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی ہے، اور اس حدیث کی سند تخریج نہیں کی، اور حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حافظ مزّی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق پوچھا: تو اُن دونوں نے اس روایت کو نہیں پہچانا۔

۳-امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة" [1] میں لکھتے ہیں: حدیث: "خُذُوا شَطْرَ دِینِکم عن الحُمَیْرَاء" لم أقِف علیه۔ حدیث (اپنا نصف دین حمیراء سے حاصل کرو) میں اس پر واقف نہیں ہوں، اس کے بعد علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھا ہے: لکن في "الفردوس" من حدیث أنس: "خُذُوا ثلثَ دِینِکم من بیت عائشة رضی اللہ عنہا" ولم یذکر له إسناداً۔ لیکن "فردوس" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: اپنے دین کا تہائی حصہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے حاصل کرو۔ اور صاحب فردوس نے اس حدیث کی سند ذکر نہیں کی۔

۴-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المَصْنُوع" [2] میں رقم طراز ہیں: حدیث: "خُذُوا شَطْرَ دِینِکم عن الحُمَیرَاء" لا یُعرف له أصلٌ۔ اس کی اصل معروف نہیں۔

۵-علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفَوَائِد المَجمُوعَة" [3] میں محمد بن درویش

---

[1] الدرر المنتثرة: ۱۳۸، رقم: ۲۰۹، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔
[2] المصنوع: ۹۸، رقم: ۱۲۱، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدَّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی- کراچی۔
[3] الفوائد المجموعة: ذكر عائشة رضی اللہ عنہا، ۳۹۹، رقم: ۱۳۹، رقم: ۷۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

الحُوت رحمۃ اللہ علیہ نے "أسنی المطَالب" [1] میں، أحمد بن عبدالکریم الغزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الجدّ الحَثِیث" میں [2] اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکِرۃ الموضوعات" [3] میں، ان سب محدثین نے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تقریر اور ان کی متابعت کی ہے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ کلام میں تکرار سے یہ بات کی گئی ہے کہ یہ حدیث دو جگہ بلا سند مذکور ہے، ذیل میں دونوں پر ائمہ کے کلام کو اختصاراً ذکر کیا جائے گا۔

۱- حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "النِّھایۃ فِي غرِیبِ الأثر" میں یہ حدیث مادہ "ح م ر" کے تحت ذکر کی ہے اور اس حدیث کی تخریج کرنے والے کو ذکر نہیں کیا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "خُذُوا شَطْرَ دِیْنِکم من الحُمَیْرَاء"۔ اپنا نصف دین حمیراء یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کرو۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "غریبٌ جِدّاً" (فنی اصطلاح) اور "مُنکَر" (فنی اصطلاح) کہا ہے، اور حافظ الدنیا مِزّی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے بارے میں "عدم معرِفت" اور حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "واہی" (فنی اصطلاح) کا قول اختیار کیا ہے، نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "بے اصل" کہا ہے، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ، أحمد بن عبدالکریم الغزی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر تقریر اور اعتماد کیا ہے۔

۲- اسی طرح شِیْرُوَیْه بن شَھْردَار أبو شجاع الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الفردوس" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے، شِیرُوَیہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے شَہر دَار بن شِیرُوَیہ أبومنصور الدیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الفردوس"

---

[1] أسنی المطالب: ۱/ ۱۳۱، رقم: ۶۰۰، دار الکتب العلمیة-بیروت۔
[2] الجدُّ الحثیث: ۹۱، رقم: ۱۴۱، ت: فواز أحمد زمرلی، دار ابن حزم۔
[3] تذکرۃ الموضوعات: ماورد في مناقب الصحابة، کتب خانہ مجیدیہ ملتان-پاکستان۔

کا اختصار کیا ہے، جسے "مُسْنَدُ الفِرْدَوس" کہا جاتا ہے، مگر اس میں بھی اس روایت کی سند مذکور نہیں ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: "خُذُ وا ثلثَ دینِکم من بیت الحُمَیْرَاء"۔ تہائی دین حمیراء کے گھر سے حاصل کرو۔

اس روایت کے بارے میں بھی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کہا ہے کہ اس کی سند بھی معلوم نہیں۔

روایت کا فنی حکم:

گذشتہ اقوال کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ ائمہ حدیث کے نزدیک یہ روایت بے سند اور بے اصل ہے، بلکہ حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "واهي" (ایک فنی اصطلاح، جو شدید نقد کے لئے استعمال ہوتی ہے) تک کہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا امر ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابلِ التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفَتَّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ "المَصنُوع في معرِفة الحديث الموضوع للعلاّمة عليّ القاري"[1] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وإذا كان الحديثُ لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذ الاعتمادُ في نقل كلامِ سيّدِنا رسولِ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصَّحيح الثابت أو مايَقَعُ موقعَه وماليس كذلک فلا قيمةَ له"۔

"اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابلِ التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے"۔

حاصل یہ ہے کہ یہ روایت (دونوں الفاظ کے ساتھ، یعنی "خُذوا شَطْرَ دِیْنِکم من الحمیراء"۔ اور "خُذُوا ثلث دینِکم من بیت الحُمَیْرَاء"۔) بے سند ہے، اس لئے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع: ١٨، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدّة، ایچ۔ایم سعید کمپنی۔ کراچی۔

روایت نمبر: (۱۱)

اعداءِ دین، چراغِ اسلام بجھانے کے لئے، سر توڑ کوشش کرتے رہے ہیں، لیکن وہ ان مذموم مقاصد میں ہمیشہ، بری طرح ناکام رہے ہیں، کیونکہ قرآن کے اعلان کے مطابق یہ چراغ تا قیامت نور پھیلاتا رہے گا ﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ [۱] ترجمہ: ”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے“۔

وضعِ حدیث، دشمنانِ اسلام کا خطرناک ہتھیار رہا ہے، جس کے ذریعے زنادقہ شریعت کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ”أَقَرَّ عندي رَجُلٌ مِنَ الزَّنَادِقَةِ أنه وَضَعَ أربعمائة حديث تَجولُ في أيدي الناس“۔ [۲] ایک زندیق نے میرے سامنے اقرار کیا کہ اس نے چار سو ایسی روایتیں گھڑی ہیں، جو لوگوں کے درمیان گردش کر رہی ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کی شان ہے کہ وہ نہ صرف ان تمام تباہ کن فتنوں سے محفوظ رہا ہے، بلکہ اس نے ان من گھڑت روایتوں اور وضّاعین کی شناخت کو تاریخ کا حصّہ بنا دیا، آج آپ کسی بھی راوی کا نام لے کر، کتب الرجال، اصولِ حدیث اور اعلامِ امت کی رہنمائی سے، اس کا متعین فنّی مقام جان سکتے ہیں۔

ذیل میں اُحمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کی ایک ایسی ہی روایت پیش کی جائے گی، جو پاک و ہند میں زبان زدِ عام ہے، حالانکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”الجُوَيْبَارِي مِمَّنْ يُضْرَبُ له بِالْكِذْبِ“۔ جویباری کا شمار ان لوگوں میں ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے۔

---

[۱] سورۃ الصف: الآیۃ ۸۔

[۲] الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۱/ ۱۲، دار الکتب العلمية۔ بیروت۔

عنوانِ روایت:

بچے کی بسم اللہ پر، اس بچے کی، اُس کے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی پر ائمہ رجال کے اقوال

۴-روایت کا حکم

روایت اور اس کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

روایت: استاد جب بچے سے کہتا ہے کہ پڑھو: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، پھر بچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ لے، تو اللہ تعالیٰ اُس بچے کے لیے، اس کے والدین کے لیے، اور اُس کے استاد کے لیے آگ سے خلاصی لکھ دیتے ہیں۔

یہ حدیث علامہ أحمد بن محمد بن إبراہیم الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ (۴۲۷ھ) نے "الکشف والبیان"[1] میں اس سند سے تخریج کی ہے:

"حدثنا أبو عبدالله محمد بن علي، حدثنا أحمد بن سعيد، حدثنا جعفر بن محمد بن صالح وحدثنا محمد بن القاسم الفارسي، حدثنا أبو محمد عبدالله بن أحمد الشيباني، أخبرنا أحمد بن كامل بن خلف، حدثنا علي بن حمّاد بن السكن، أخبرنا أحمد بن عبدالله الهَرَوِي حسام بن سليمان المخزومي، عن أبي مليكة، عن ابن عباس رضي الله عنه قال: سمعتُ النبيّ ﷺ يقول:

---

[1] الكشف والبيان: سورة الفاتحة، في فضل التسمية، ۱/ ۲۱، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰هـ۔

"خير النّاس وخيرُ مَنْ يَمْشِي على جَدِيْدِ الأرض المُعَلِّمون؛ فكلّما خَلَقَ الدّين جَدَّدُوه۔أعطُوهم ولا تَسْتَأجِرُوهم، فتَحرَجُوهم فإنّ المُعَلِّم إذا قال للصّبيّ،قل:بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم،فقال الصبيّ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم۔ كتب اللّٰه بَرَاءَةً للصّبيّ وبَرَاءَةً لأبويه وبَرَاءَةً للمُعَلِّمِ مِنَ النّار"۔

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لوگوں میں سب سے بہتر، اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے اچھے لوگ، دوسروں کو علم سکھانے والے ہیں؛ کیونکہ جب سے اللہ تعالیٰ نے دین کو وجود بخشا ہے، معلمین اس کی تجدید کرتے رہتے ہیں، تم انھیں دے دیا کرو، اور انھیں اُجرت پر مت رکھو، ورنہ تم انھیں حرج میں ڈال دو گے۔ معلم جب کسی بچے سے کہے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہو، پھر بچہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھ لے، تو اللہ تعالیٰ اس بچے کیلئے، اس کے والدین کیلئے، اور اس کے استاد کیلئے آگ سے خلاصی لکھ دیتے ہیں"۔

یہ روایت علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" [1] اور علامہ جلال الدین السُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" [2] میں "ابن مَردُوَیْه رحمۃ اللہ علیہ" کی سند سے ذکر کی ہے، تینوں کتابوں کی سندیں، زیرِ بحث سند میں مذکور أحمد بن کامل پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

سند سے متعلق ایک اہم وضاحت:

"الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں تین امور قابلِ غور ہیں:

١- واضح رہے کہ "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں راوی حسام بن سلیمان

---

[1] كتاب الموضوعات: باب ثواب المعلّمين، ١/ ٢٢٠، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية، المدينة المنورة۔الطبعة الأولى ١٣٨٦هـ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ١/ ١٨٠، محمد عبدالمنعم رابح، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٨هـ۔

لکھا ہے، البتہ "اللآلي" اور "کتاب الموضوعات" میں راوی حسام بن سلیمان کی جگہ ہشام بن سلیمان لکھا ہے، ممکن ہے کہ لفظِ ہشام، حسام سے بدل گیا ہو واللہ اعلم۔

۲- "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند کے مطابق اُبو ملیکہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راوی ہیں، اور علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" میں علامہ جلال الدین السُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" میں ابو ملیکہ کی جگہ ابن ابی ملیکہ لکھا ہے، قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ لفظ ابن ابی ملیکہ ہے، کیونکہ ابو ملیکہ صحابی ہیں، جن کا پورا نام ابو ملیکہ زہیر بن عبداللہ بن جدعان القرشی رضی اللہ عنہ ہے، اور ابن ابی ملیکہ، ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پوتے ہیں، یعنی عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ، اور عبداللہ بن عبید اللہ کا شمار ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرنے والے راویوں میں ہوتا ہے واللہ اعلم۔

۳- "الکشف والبیان" کی مذکورہ سند میں اُحمد بن عبداللہ الھَرَوِی اور حسام بن سلیمان المخزومی کے درمیان نقلِ حدیث کا لفظ (حدثنا، اخبرنا، عن وغیرہ) موجود نہیں، در اصل ہمارے پاس "الکشف والبیان" کے موجودہ نسخے میں اسی طرح مذکور ہے، اور اب تک کسی دوسرے نسخے سے یہاں ساقط (گرے ہوئے) لفظ کی تعیین نہیں ہو سکی ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان تمام محدثین نے اس روایت کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، ذیل میں ہر ایک کا قول وضاحت سے لکھا جائے گا:

۱- حافظ ابنَ جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات" [1] میں لکھتے ہیں:

---

[1] کتاب الموضوعات: باب ثواب المعلمین، ۱/ ۲۲۰، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المکتبة السلفیة۔المدینة المنورة، الطبعة الأولی ۱۳۸۶ھ۔

"هذا الحديث من عمل الهَرَوِي وهو الجُوَيْبَارِي، وقد سبق القَدْحُ فيه وأنّه كذّابٌ وضّاعٌ"۔

یہ ھَرَوِی کی گھڑی ہوئی حدیث ہے، اور یہ ہروی، جویباری ہے، جن کے بارے میں قدح و مذمت گذر چکی ہے، اور بلاشبہ جویباری کذّاب، روایت گھڑنے والا ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

واضح رہے کہ اَحمد بن عبداللہ الہروی نام کے دو راوی ہیں:

۱-ابوالولید احمد بن عبداللہ بن اَیوب الحنفی الہروی

یہ ثقہ راوی ہے۔

۲-احمد بن عبداللہ بن خالد الہروی الجُوَیْبَاری

یہ مشہور کذاب راوی ہے، زیرِ بحث سند میں یہی راوی موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے "الهَرَوِي وهو الجُوَيْبَارِي" کہا یعنی یہ ہروی، جویباری ہے، تاکہ ان مشترک ناموں کی وجہ سے، صحیح مصداق سمجھنے میں غلطی نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم

۲-حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص الموضوعات" [1] میں لکھتے ہیں: "فيه الجُوَيباري كذّاب"۔ اس میں جویباری کذاب ہے۔

۳-علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة" [2] میں رقم طراز ہیں: "وَضَعَه

---

[1] تلخيص الموضوعات: العلم، ۱۱۳، رقم: ۱۱۵، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، ۱۳۸۶ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۱/۱۸۰، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

الهَرَوِي وهو الجُوَيباري"۔ ہروی نے اسے گھڑا ہے، اور ہروی، جویباری ہے۔

۴- حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیہ الشریعة" [1] میں لکھتے ہیں: "(مر) مِنْ حديث ابن عباس رضی اللہ عنہ وفيه الجُوَيبَارِي"۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ابنِ مردُوَیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے تخریج کی ہے، اور اس میں جویباری ہے۔

۵- حافظ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [2] میں لکھتے ہیں: "هو موضوعٌ"۔ یہ حدیث موضوع ہے۔

۶- علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرة الموضوعات" [3] میں لکھتے ہیں: "في اللآلي، إذا قال المُعَلّم للصَبِيّ... موضوع"۔

"اللآلي" (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں ہے: جب استاد بچے سے کہتا ہے...... یہ روایت من گھڑت ہے۔

یہاں تک زیرِ بحث روایت پر محدثینِ کرام کی عبارتیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان تمام اقوال میں قدرِ مشترک بات یہ ہے کہ اس روایت کو احمد بن عبد اللہ جویباری نے گھڑا ہے، مناسب ہوگا کہ جویباری کے بارے میں ائمہ رجال کی آراء بھی معلوم ہوجائیں تاکہ روایت کا فنی مقام مزید واضح ہوجائے، ملاحظہ ہو:

---

[1] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الاول، ۱/ ۲۵۲، رقم: ۶، عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

[2] الفوائد المجموعة: كتاب الفضائل، ۲۷۶، رقم: ۱۴، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[3] تذكرة الموضوعات: ۱/ ۸۰، كتب خانه مجيديه ملتان-پاکستان۔

اُحمد بن عبداللہ بن خالد الجُویباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

جویباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال" [1] سے ملاحظہ ہوں:

"قال ابن عدي: كان يَضَعُ الحديث لابن كرام على مائريدُه... وقال ابن حبّان: هو أبو علي الجويباري دجّال من الدَجاجلَة... وقال النسائي رحمۃ اللہ علیہ والدَّارَقُطْني رحمۃ اللہ علیہ: كذّاب. قلتُ: الجويباري مِمَّن يُضْرَبُ المَثَلُ بكِذْبه... قال البيهقي رحمۃ اللہ علیہ: فإنّي أعْرِفُه حقّ المعرفة بِوَضْعِ الحديث على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقد وضع عليه أكثرَ مِنْ ألف حديث".

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اُحمد جویباری، ابن کرّام (یعنی محمد بن کرّام بن عراق السجستانی، یہ شخص "فرقۂ امامیہ" کے امام ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ شخص شیخ، گمراہ، اور فرقۂ مجسمہ سے تعلق رکھنے والا ہے) کے لیے اُس کی چاہت کے مطابق، روایتیں گھڑتا تھا......اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ابوعلی، جویباری ہے، جو دجالوں میں سے بڑا دجال ہے......امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارَ قُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جویباری کو کذاب کہا ہے۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ جویباری ان لوگوں میں سے ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خوب اچھی طرح اس کی معرفت رکھتا ہوں کہ جویباری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں گھڑتا تھا، کیونکہ جویباری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار سے زائد حدیثیں گھڑی ہیں۔

حافظ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ، "الضعفاء والمتروکین" [2] میں شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ميزان الاعتدال: ۱/۱۰۶، رقم: ۴۲۱، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔ بيروت۔

[2] الضعفاء والمتروكين: من إسمه محمد، ۳/۹۵، رقم الترجمة: ۳۱۷۰، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"...ولعلّهما قد وَضَعَا على رسول الله ﷺ وعلى الصحابة رضی اللہ عنہم والتابعين رحمۃ اللہ علیہم مائة ألف حديث..."۔

''......شاید کہ جویباری اور محمد بن تمیم السعدی نے رسول اللہ ﷺ پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم پر ایک لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں......''۔

نتیجہ:

ائمہ حدیث کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے؛ اس لئے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

روایت نمبر: (۱۲)

سُنَن کا ایک بڑا ذخیرہ، سقیم سندوں کی شکل میں محفوظ ہے، ان سقیم روایتوں کے لئے محدثینِ کرام نے ایسے فنی اُصول وضع کیے ہیں، جن کی روشنی میں ان احادیث کو اُن کا فنی مقام دیا جاتا ہے، چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط نقل کی ہیں، جن کو حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "القَوْل البَدِيْع" میں ذکر کیا ہے، موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العَسْقَلاني المِصْري مِرَاراً - و كَتَبَه لي بِخَطِّه - يقول: شَرْطُ العَمَل بالحديث الضعيف ثلاثةٌ: الأوّل مُتفق عليه، وهو أنْ يكون الضُّعفُ غيرَ شديدٍ فيَخْرُج مَنْ انفرد مِنْ الكذّابين والمُتَّهَمِين ومَنْ فحش غلطُه والثاني: أنْ يكون مُنْدَرِجاً تحتَ أصلٍ عامٍ، فيَخْرُجُ ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكونُ له أصلٌ أصلاً، والثالث: أنْ لا يُعْتَقَدَ عند العمَل به ثبوتُه لئلا يُنْسَبَ إلى النبيِّ ﷺ ما لم يَقُلْه - قال: والأخِيرَان عن ابن السّلام وابن دَقِيقِ العِيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الإتّفاقَ عليه"۔[1]

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے کہ - یہ شرائط حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھی دیں - ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف، شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذّابین، متّہمین اور فاحش الغلط راوی نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

[1] القول البدیع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار الیسر۔ المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ۔

دوسری شرط یہ ہے روایت دین کے اصلِ عام کے تحت ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تاکہ آپ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ اور ابن دَقیق العید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اور شرط اوّل پر علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اس دینی انحطاط کے دور میں، ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے اسی منہج کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی حدیث کی فنی تحقیق ذکر کی جائی گی، جس میں مذکورہ شرائط میں سے شرط اوّل مفقود ہے، جس کا مقتضی یہ تھا کہ اسے فضائل کے باب میں بھی بیان کرنے سے احتراز کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود یہ روایت زبان زدعام ہے۔

تحقیقِ روایت:

"بِرُّ المَرْأَةِ المؤمنة كعَمَلِ سبعين صِدِّيقاً، وفُجُورُ المرأة الفَاجِرَة كفُجُورِ أَلْفِ فَاجِرٍ"۔

ترجمہ: ایک مومن عورت کی نیکی ستر صدیقین کے عمل کی طرح ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق پانچ بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- ائمہ کرام کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

۵-تتمہ (اس میں یزید بن میسرہ کے قول کی تخریج اور اس کا فنی حکم ذکر کیا جائے گا، یہ قول بھی زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل ہے)۔

روایت کے مصادرِ اصلیہ:

حافظ ابوبکر محمد بن جعفر الخرائطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۷ھ) "اعتلال القلوب" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا الحكم بن عمرو الأنماطي قال: حدثنا عَلِيّ بن عياش قال: حدثنا سعيد بن سِنَان، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "بِرُّ المَرْأَةِ المؤمنة كعَمَلِ سَبْعِينَ صِدِّيقاً، وفُجُورُ المَرْأَة الفَاجِرَة كفُجُورِ ألفِ فَاجِرٍ"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ہزار فاجر مردوں کی برائی طرح ہے''۔

یہی روایت امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ (۲۹۲ھ) نے اپنی "مُسْنَد" [۲] میں اور ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۰ھ) نے "حلية الأولياء" [۳] میں تخریج کی ہے۔ مذکورہ تینوں سندیں، سند میں مذکور سعید بن سنان پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں، البتہ واضح رہے کہ "مسند بزّار" میں روایت کی ابتدا میں اضافہ ہے، ملاحظہ ہو۔

"ثَلاَثٌ قَاصِمَاتُ الظَّهرِ" قال أبوبكر: "ذَهَبَ عَنِّي وَاحِدَةٌ۔ "وزَوجُ سُوءٍ يأمَنُها صاحِبُها وتَخُونُه، وإمامٌ يَسْخَطُ اللّٰه ويَرْضَى النَّاسَ وإنَّ مَثَلَ عَمَلِ المَرأةِ المُؤمِنَة كمَثَلِ عَمَلِ سبعين صِدِّيقاً، وإنَّ عَمَلَ المَرْأة الفَاجِرَة كفُجُورِ ألْفِ فَاجِرٍ"۔

---

[۱] اعتلال القلوب: باب التخطي إلى ذوات المحارم، ۱۱۹/۲، رقم: ۲۲۶ تحقيق: حَمدي الدِمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ۔

[۲] البحر الزخار: ۱۹/۱۲، رقم: ۵۳۸۶، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم-المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

[۳] حلية الأولياء: حدير بن كريب، ۱۰۱/۶، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

''تین چیزیں کمر توڑنے والی ہیں''، امام ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین باتوں میں سے ایک مجھ سے بھول گئی۔

''وہ بری عورت، جس کا خاوند اس پر بھروسہ کرے اور وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور وہ امام جو اللہ کو ناراض کرتا ہے اور لوگوں کو خوش کرتا ہے، اور ایک مومن عورت کا عمل ستر صدیقین کے عمل کی طرح ہے، اور فاجر عورت کا عمل ہزار فاجر مردوں کی برائی کی طرح ہے''۔

یہ روایت اسی اضافے اور سند کے ساتھ حارث ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۸۲ھ) نے بھی تخریج کی ہے۔ حارث ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت ''اتحاف الخِيَرة المَهَرَة'' [1]، اور ''المطالب العالية'' [2] میں موجود ہے۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام:

زیرِ بحث روایت کے بارے میں علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو بکر بزّار رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہَیثمی رحمۃ اللہ علیہ، اور امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبصرہ کیا ہے، ذیل میں ان محدثین کرام کے اقوال نقل کیے جائیں گے۔

۱-علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۰ھ) روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''قال البَزّار: ذهبتُ عني واحدةٌ، وعِلَّتُه سعيد بن سِنان۔ قلتُ: ضَعّفَه ابن مَعِين وأبو حاتم والنسائي، وقال البخاري: ''مُنْكَرُ الحديث''۔ وقال الدّارَقُطْنِي: ''يَضَعُ الحديث''۔ [3]

---

[1] اتحاف الخيرة المهرة: ۴/ ۴۵۸، رقم: ۴۱۷۷، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن سعد وأبو اسحاق السيد بن محمود، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ۔

[2] المطالب العالية: ۴/ ۴۵۳، رقم: ۱۶۴۱، ت: محمد حَنَه، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ء۔

[3] اتحاف الخيرة المهرة: ۴/ ۴۵۸، رقم: ۴۱۷۷، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن سعد وأبو اسحاق السيد بن محمود، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ۔

امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں بیان کی گئی ان تین چیزوں میں ایک چیز مجھ سے بھول گئی ہے، اور اس حدیث کی علت (محدثین کے کلام کا سبب) سعید بن سنان ہے، میں (علامہ بُوصیری رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ ابن مَعین رحمۃ اللہ علیہ، ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن سنان کی ''تضعیف'' کی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سعید ''منکر الحدیث'' (کلمہ جرح) ہے اور دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ احادیث گھڑتا تھا۔

۲- امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''مسند'' [1] میں سعید بن سنان کی حدیثیں تخریج کر کے لکھتے ہیں:

''وأحاديث سَعِيد بن سِنَان عن أبي الزاهرية عن ابن عُمَر رضي الله عنه إنّما كَتَبْتُ لحُسْنِ كَلاَمِهما، ولا نَعْلَمُ شارَكَه في أكثرها غيرُه۔ وسعيد ليس بالحافظ، وهو شامِيٌّ، قد حَدّثَ عنه الناسُ على سُوءِ حِفْظِه، واحتَمَلُوا حَدِيثَه...''۔

اور سعید بن سنان عن ابی زاہریہ عن ابن عمر، رضی اللہ عنہ اس سند سے یہ دو روایتیں (ایک یہی روایت ہے، ایک اس کے علاوہ دوسری روایت ہے) میں نے صرف اس وجہ سے لکھی ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کلام اور مضمون بہت اچھا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ان حدیثوں میں اکثر کے نقل کرنے میں، سعید بن سنان کے ساتھ کوئی دوسرا بھی، ان کے ساتھ شریک ہے، اور سعید حافظِ حدیث نہیں ہے، اور وہ شامی ہے، لوگ ان کے سوء حفظ (حافظے کی خرابی) کے باوجود ان کی حدیثیں لکھتے تھے، اور سعید کی حدیثوں کا تحمل (روایات لینا) کرتے تھے......''۔

---

[1] البحر الزخار: ۱۲/ ۱۹، رقم: ۵۳۸۶، ت: محفوظ الرحمن زین اللہ، مكتبة العلوم والحكم۔ المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

۳-حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ "مَجمَعُ الزَّوائد" [۱] میں رقمطراز ہیں:

"رواه البَزَّار - وقال: ذهبتْ عَنِّي واحدةٌ، قلتُ: وقد مرت بي - "وجارُ سُوءٍ رأى خيراً دَفَنَه، وإن رأى شَراً أَذَاعَه"۔ وفيه سعيد بن سِنَان، وهو متروكٌ"۔

امام بَزَّار رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور فرمایا ہے کہ مجھے (ان تین چیزوں میں سے) ایک بھول گئی ہے، میں (حافظ ہَیثَمی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ میرے سامنے (امام بَزَّار رحمۃ اللہ علیہ کا بھولا ہوا) حدیث کا یہ جزء گذرا ہے، (اور وہ جزء یہ ہے): ''اور وہ بُرا پڑوسی جو (تمہارے) خیر کو دیکھے تو دفن کردے اور اگر (تمہارے) شر کو دیکھے تو لوگوں میں پھیلا دے''، اور اس حدیث میں سعید بن سنان ''متروک'' (شدید جرح) راوی ہے۔

۴-امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) "جامع الأحاديث" [۲] میں لکھتے ہیں: "ابن زَنْجُوَيه عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وهو ضعيفٌ"۔ ابن زَنْجُوَیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی تخریج کی ہے، اور وہ حدیث ضعیف ہے۔

زیرِ بحث روایت پر گذشتہ چار اقوال میں ائمہ حدیث کا تبصرہ گذر چکا ہے، آپ جان گئے ہیں کہ ان اقوال میں سعید بن سِنان کلام کا مدار ہے، سعید بن سِنان کے بارے میں ائمہ رجال کی عبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں تا کہ زیرِ بحث روایت کا فنی مقام جاننا آسان ہوجائے۔

---

[۱] مجمع الزوائد: ۴/ ۵۰۰، رقم: ۴۳۳۳، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

[۲] جامع الأحاديث: قسم الأقوال، ۴/ ۱۷۵، رقم: ۱۰۹۲۰، تحقيق: عباس أحمد صقر وأحمد عبد الجواد، دار الفكر- بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

سعید بن سنان ابومہدی (توفی ۱۶۸ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

امام ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ضَعِیفُ الحدیث، مُنْكَرُ الحدیث، یَرْوِي عن أبي الزاهریة عن كثیر بن مُرَّة عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم بنحوٍ مِنْ ثلاثین حدیثاً أحادیثَ مُنْكَرَةً"۔[1]

سعید بن سنان "ضعیف الحدیث" (کلمہ جرح)، "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) ہے، جس نے اس سند سے یعنی "عن أبي الزاهریة عن كثیر بن مُرَّة عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" تقریباً تیس منکر حدیثیں نقل کی ہے۔

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "سألتُ أبا زُرْعَة عن سعید بن سِنان أبي مَهْدِي فأومأ بیَدِه أنّه ضَعِیفٌ"۔[2] میں نے ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سے ابومہدی سعید بن سنان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ وہ "ضعیف" ہے۔

حافظ یحییٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سعید بن سنان "ثقۃ" نہیں ہے۔[3]

حافظ یحیی بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں: "تلك لا یُعْتَبَرُ بها، هي بَوَاطِیل"۔ سعید بن سنان کی ان روایتوں کا اعتبار نہیں ہے، یہ باطل ہیں۔[4]

امام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابومہدی سعید بن سنان "ضعیف" ہے۔[5]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: سعید بن سنان "منکر الحدیث" (کلمہ جرح) ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ سعید بن سنان "متروک الحدیث"

---

[1] الجرح والتعدیل: ۴/ ۲۸، رقم: ۵۲۳۳، ت: مصطفی عبد القادر عطا، دار الكتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

[2] المصدر السابق۔ [3] المصدر السابق۔

[4] تهذیب الکمال: ۷/ ۲۲۸، رقم: ۲۲۷۷، رقم: ۲۱۸۶، ت: الشیخ أحمد عليّ وحسن أحمد، دار الفكر-بیروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

[5] الكامل في الضعفاء: ۴/ ۳۹۹، رقم: ۸۰۱، الشیخ عادل والشیخ علي محمد، دار الكتب العلمیة-بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔

(کلمہ جرح) ہے۔[1]

امام ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وعامة ما يَرْوِيه وخَاصَةً عن أبي الزاهرية غيرُ محفوظة، ولو قُلنا: إنّه هو الذي يَروِيه، عن أبي الزاهرية لا غيره، جاز ذلک لي، وكان مِنْ صَالِحِي أهل الشام وأفضِلهم، إلاأنّ في بعض رواياته مَافيه“۔[2]

سعید بن سنان کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں، اور خصوصاً وہ روایات جو اُبو الزاہریۃ سے مروی ہیں، اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان روایتوں کو ابو زاہریہ سے سعید بن سنان کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا، تو میرے لئے یہ کہنا جائز ہے، اور وہ شام کے نیک اور فضیلت والے لوگوں میں تھا، البتہ اس کی بعض روایتوں میں ”کچھ“ ہے۔

حافظ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”أخافُ أن تكونَ أحاديثُه موضوعةً، لا تُشبهُ أحاديث الناس...“۔[3] مجھے خوف ہے کہ سعید کی روایتیں من گھڑت ہیں، یہ روایتیں دوسرے لوگوں کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں......“۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متروک الحدیث“۔[4] سعید بن سنان ”متروک الحدیث“ (شدید جرح) ہے۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا أعْرِفُه“۔[5]

میں سعید کو نہیں پہچانتا۔

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنِي صاحبٌ لي مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قال: قال أبو مُسْهِر: حدثنا صدقة بن خالد، قال: حدَّثني أبو مَهْدِي سعيد بن سنان مؤذّن أهل حِمْص وكان

---

[1] المصدر السابق۔ [2] المصدر السابق۔

[3] تهذيب الكمال: ۷/ ۲۲۸، رقم: ۲۲۷۷، رقم: ۲۱۸۶، ت: الشيخ أحمد عليّ وحسن أحمد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

[4] المصدر السابق۔ [5] المصدر السابق۔

ثِقَةً مَرْضِيًّا"۔ [1]

ابوبکر بن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو تمیم کے ایک ساتھی نے کہا: ابو مسہر کا کہنا ہے کہ صدقہ بن خالد نے ہمیں احادیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے ابومہدی سعید بن سنان نے حدیث بیان کی ہے، اور یہ سعید بن سنان حمص والوں کے موذن اور ثقہ، پسندیدہ شخص ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروک ورَمَاهُ الدَّارَقُطْنِي وغيره بالوَضْعِ"۔ [2]

سعید بن سنان "متروک" راوی ہے، اور دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے سعید بن سنان کو وضعِ حدیث میں متّہم قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "زاهدٌ ضعيفُ الحديث"۔ [3]

سعید بن سنان زاہد، "ضعیف الحدیث" (کلمہ جرح) راوی ہے۔

البتہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر، سعید بن سنان کو "متروک" (شدید جرح) راوی کہا ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تَلْخِيصُ الموضوعات" [4] میں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت "سَمِعَ رَجُلاً يُغَنِّي مِنَ اللَّيل فقال: لا صلاةَ له حتى مثلها ثلاثَ مَرَّاتٍ"۔ کے تحت لکھتے ہیں:

"فيه سعيدُ بن سِنان متروک عن أبي الزاهرية عن كثير بن مُرَّة عن الربيع بن خيثم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ"۔

اس حدیث میں سعید بن سنان "متروک" (شدید جرح) راوی ہے، جو ابو الزاہریہ، عن کثیر بن مرہ، عن ربیع بن خثیم عن ابن مسعود کی سند سے اس روایت کو بیان

---

[1] المصدر السابق۔

[2] التقریب: ۲۳۷، رقم: ۲۳۳۳، ت: محمد عوامة، دار الرشید۔ سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[3] الكاشف: ۱/۳۶۳، رقم: ۱۹۲۵، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔ القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

[4] تلخيص الموضوعات: ۲۹۲، رقم: ۷۹۵، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة ۱۴۱۹ھ۔

کرتے ہیں۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

حافظ دارقطنی رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، حافظ جوزجانی رحمہ اللہ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، حافظ ہیثمی رحمہ اللہ اور علامہ بوصیری رحمہ اللہ، ان سب محدثین نے سعید بن سنان کے لئے فنی جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مثلاً:

سعید بن سنان کی ان روایتوں کا اعتبار نہیں ہے، یہ باطل ہیں (یحیی بن مَعین رحمہ اللہ)۔

مجھے خوف ہے کہ سعید کی روایتیں من گھڑت ہیں (جوزجانی رحمہ اللہ)۔

''متروک''۔ (امام بخاری رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ، علامہ بوصیری رحمہ اللہ، حافظ ہیثمی رحمہ اللہ)۔

سعید بن سنان احادیث گھڑتا تھا (دارقطنی رحمہ اللہ)۔

''منکر الحدیث'' (امام بخاری رحمہ اللہ اسے اکثر شدید جرح کے لئے استعمال کرتے ہیں)۔

اس کے علاوہ امام ابو حاتم رحمہ اللہ، امام ابوزرعہ رحمہ اللہ، امام یحیی بن مَعین رحمہ اللہ، حافظ ابن عَدی رحمہ اللہ، ان سب علماء نے سعید بن سنان کے لئے ضعف کے مختلف فنی الفاظ استعمال کیے ہیں، البتہ صدقہ بن خالد رحمہ اللہ نے سعید بن سنان کو ''ثقہ'' کہا ہے۔

بہر حال ان اقوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے، یہی کہا جائے گا کہ ابو مہدی سعید بن سِنان کی یہ روایت اس خاص تناظر میں کہ سعید بن سنان اس کو نقل کرنے میں متفرد ہے، ضعفِ شدید سے ہرگز خالی نہیں ہے، اس لئے زیر بحث روایت ''شدید ضعیف'' کہلائے گی، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام منسوب ہوسکتا ہے، جو کم از کم ضعفِ شدید سے خالی ہو، جیسا کے

تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اس لئے زیرِ بحث روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ایک اہم نکتہ:

یہاں فنی حیثیت سے ایک دلچسپ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ سابقہ اقوال میں امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی تھی کہ سعید بن سنان کی وہ حدیثیں غیر محفوظ اور منکر ہیں، جسے وہ ابو الزاہریہ سے نقل کرے، اور زیرِ بحث روایت کی سند آپ ایک دفعہ دوبارہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس سند میں بھی سعید بن سنان، ابو الزاہریہ سے روایت نقل کرنے والے ہیں، نیز امام ابو بکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ابو الزاہریہ کی اکثر، (بلکہ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام) روایتیں صرف سعید بن سنان ہی سے منقول ہے، اس سے معلوم ہوا کے سعید بن سنان، ابو الزاہریہ سے اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد (تنہا) ہے، غرضیکہ سعید بن سنان کا تنہا ابو الزاہریہ سے روایت نقل کرنا، اس روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کو اور بھی مؤکد کر دیتا ہے واللہ اعلم۔

تتمّہ:

گزشتہ اقتباسات سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ زیرِ تحقیق روایت کو مرفوعاً (یعنی آپ ﷺ کے انتساب سے) بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ حافظ ابونعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حِلْيَةُ الأولياء" [1] میں "یزید بن مَيْسَرَہ" کا اسی مضمون پر مشتمل قول تخریج کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"حدثنا أبو محمد بن حيان، ثنا ابوبكر بن أبي عاصم، ثنا أبو التقي، ثنا بَقِيَّة، ثنا إسماعيل بن يحيى بن جابر عن يزيد، قال: المَرأةُ الفاجرة كألْفِ فاجرٍ، والمرأةُ الصالحةُ يُكْتَبُ له عَمَلُ مائةِ صِدِّيقٍ"۔

---

[1] حلية الأولياء، يزيد بن ميسرة: ۵/ ۲۳۶، دار الكتب العلمية بيروت۔

ایک فاجر عورت، ہزار فاجر مردوں کی طرح ہے اور ایک نیک عورت کے لئے سو صدیقوں کا عمل (یعنی اس کا ثواب) لکھا جاتا ہے۔

سند کے راویوں پر ائمہ کا کلام:

اس سند میں کل چھ راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور آخر میں روایت کا فنّی حکم لکھا جائے گا۔

۱-ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر أعلام النبلاء" [۱] میں رقمطراز ہیں: "الإمام، الحافظ، الصادق، مُحَدِّثُ أَصْبَهَان (أصبہان کے محدث)، أبومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حَيّان، المعروف بأبي الشيخ، صاحب التصانيف (کتابوں کے مصنف)"۔

۲-ابن ابی عاصم احمد بن عمرو ابوبکر الشیبانی:

حافظ ذہبی "سیر أعلام النبلاء" [۲] میں لکھتے ہیں: "حافظ، کبیر، إمام، بارع (علم وفضل میں کامل)، متبعٌ للآثار (احادیث پر عمل کرنے والے)، کثیر التصانیف (بہت سی کتابوں کے مصنف)"۔

۳-ہشام بن عبدالملک بن عمران الیزَنی، ابوتقی الحمصی:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ [۳] رقمطراز ہیں: "صدوق رُبَمَا وَهِمَ"۔ (صدوق ہیں، بعض اوقات ان کو وہم ہوجاتا ہے) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ [۴] لکھتے ہیں: "ثِقَةٌ"۔

۴-بقیۃ بن الولید بن صائد، ابویُحمِد الحمصی:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الحافظ، وَثَّقَه الجمهور فيما سَمِعَه مِنَ الثِّقَات۔ [۵]

---

[۱] سير أعلام النبلاء: ۱۶/۲۷۶، ت: شعيب الأرنوط، مؤسسة الرسالة-بيروت، الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ۔

[۲] سير أعلام النبلاء: ۱۳/۴۳۰، شعيب الأرنوط، مؤسسة الرسالة-بيروت، الطبعة التاسعة ۱۴۱۳ھ۔

[۳] التقريب: ۵۷۳، رقم: ۷۳۰۰، ت: محمد عوامة، دار الرشيد-سؤريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[۴] الكاشف: ۲/۲۳۳، رقم: ۶۰۷۰، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

[۵] الكاشف: ۱/۱۶۰، رقم: ۶۲۶، عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

جمہور محدثین نے بقیہ کی ان حدیثوں کی توثیق کی ہے، جو انہوں نے ثقات سے سنی ہے۔

"وقال النسائي رحمہ اللہ: إذا قال: حدّثنا وأخبرنا فهو ثقة"۔[1]

اور امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید حدثنا واخبرنا کہے (یعنی سماعتِ حدیث کی صراحت کردے)، تو وہ ثقہ ہے۔

واضح رہے کہ مذکورہ سند میں بقیہ نے حدثنا کے صیغے سے حدیث نقل کی ہے۔

۵ - إسماعيل بن يحيى بن جابر:

موصوف کا ترجمہ نہیں مل سکا (از راقم)۔

۶ - أبو يوسف يزيد بن مَيْسَرَة بن حلبس الدِمَشْقِي:

امام بخاری رحمہ اللہ نے "التاریخ الکبیر"[2] میں اور امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے "الجرح والتعدیل"[3] میں یزید بن میسرہ کو جرح وتعدیل کے بغیر ذکر کیا ہے (ائمہ رجال بعض اوقات کتبِ تراجم میں راوی کو جرح یا تعدیل کے بغیر نقل کردیتے ہیں، ان راویوں کا بھی محدثین کے نزدیک ایک خاص فنی مقام ہوتا ہے)۔

البتہ ابن حِبّان رحمہ اللہ نے یزید بن میسرہ کو "ثقات" میں ذکر کیا ہے۔[4]

سند کے راویوں پر اقوالِ علماء سے واضح ہے کہ یہ روایت کسی ایسے راوی پر مشتمل نہیں ہے، جس سے روایت "ساقط الاعتبار" کہلائے، اس لئے یزید بن میسرہ کے حوالے سے اس مضمون کو بیان کرنا درست ہے، البتہ اس حدیث کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب درست نہیں ہے، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل آچکی ہے۔

---

[1] المصدر السابق۔

[2] التاريخ الكبير: ۸/ ۳۴۷، رقم: ۱۲۶۵۲، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹هـ۔

[3] الجرح والتعديل: ۹/ ۳۵۱، رقم: ۱۶۸۸۲، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲هـ۔

[4] كتاب الثقات: ۷/ ۶۲۷، مؤسسة الكتب الثقافية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۲هـ۔

روایت نمبر: (۱۳)

ہمارے گردو پیش ایسی بہت سی حدیثیں زبان زَد عام ہیں، جو اگر چہ صحیح معنی پر مشتمل ہوتی ہیں، لیکن خاص ان الفاظ کے ساتھ وہ حدیثیں ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ ان حدیثوں کو صاف لفظوں میں بے اصل قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی کلام اور کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایک خاص اصل اور قاعدے سے منسوب کیا جاسکتا ہے، جسے ''اسناد'' کہا جاتا ہے، اس اسناد میں موجود راویوں کے حالات، ان کے مابین اتصال اور انقطاع وغیرہ امور کو دیکھ کر حفاظ حدیث ہر حدیث کو اس کا فنی مقام دیتے ہیں، اسی چھان بین میں بعض حدیثوں کے بارے میں وہ بے اصل ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں؛ لہذا ایسی حدیثوں کو بیان کرنا جائز نہیں ہوتا، البتہ یہ عین ممکن ہے کہ اس بے اصل روایت کا مضمون دوسری معتبر حدیثوں سے ثابت ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ان معتبر روایتوں کی وجہ سے اُن کے مضمون پر مشتمل بے اصل حدیثوں کو ثابت سمجھ کر انھیں بیان کریں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُن کا انتساب کریں، اس کی وجہ ماقبل میں بیان کی جاچکی ہے کہ ثبوتِ حدیث کے اپنے مسلمہ اُصول اور ضروریات ہیں، یہ بے اصل حدیثیں اُن سے خالی ہونے کی بنا پر درجہ اعتبار سے ساقط اور ناقابلِ بیان ہوتی ہیں، اور انہی کے مضمون پر مشتمل دیگر روایات ان قواعد پر پورا اترنے کی وجہ سے مقبول بن جاتی ہیں۔ سابقہ بیان کردہ اُصول کو خاتم المحدثین علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کوثر النبي'' [1] میں ان لفظوں سے لکھا ہے:

''وكثيراً مايكون الحديثُ الموضوعُ مُشْتَمِلاً على معنى صحيح،

[1] کوثر النبي: العلم، ص: ۲۴۹، المخطوط، نسخه العلامة عبدالله الولهاري (۱۲۸۳ھ)۔

فإذا سَمِعَتْ العامةُ مِنَ المُحَدِّثِ أنّه موضوعٌ، ذَهَبَ وهمُهم إلى أنّه يُرِيدُ إبطالَ معناه، وهذه جَهَالَةٌ شَدِيدَةٌ مَرْكُوْزَةٌ في طَبَاعِهِم... وبالجملة أهلُ الحديث إنّما يُنكِرُ صُدُورَ اللَّفْظِ عن النبيّ ﷺ"۔

''اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک من گھڑت حدیث، صحیح معنی پر مشتمل ہوتی ہے، پس جب ایک عامی شخص کسی محدث سے یہ سن لے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ یہ محدث تو اس حدیث کے معنی اور مضمون کو باطل قرار دے رہا ہے، بس یہی شدید جہالت ان کی فطرتوں میں اتری ہوئی ہے...... خلاصۂ کلام یہ ہے کہ محدث تو صرف اس بات کا انکار کرتا ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں'' (ہاں! یہ ممکن ہے کہ اس کا معنی کسی دوسری روایت سے ثابت ہو)۔

اسی فریضے کے پیش نظر، ذیل میں ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی جو محدثین کے نزدیک بے اصل ہے، اس لئے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کے معنی پر مشتمل دیگر معتبر حدیثیں اس بے اصل روایت سے مستغنی کرنے والی ہیں، لہذا صرف ان مقبول حدیثوں کو بیان کرنا چاہیے۔

عنوانِ روایت:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''۔

تحقیق کا خاکہ:

حدیث کی تحقیق چار بنیادی اَجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت کا مصدر

۲- روایت کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور ان کا خلاصہ (اس میں روایت کا فنی حکم بھی موجود ہے)

۳- اہم تنبیہ (اس میں زیرِ بحث بے اصل روایت کے معنی پر مشتمل معتبر حدیث ہے)

۴-خاتمہ (اس میں امام ابو الحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کا بیان اور اس کا فنی حکم ہے)

روایت کی تخریج:

امام ابو عبداللہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "تفسیر" [1] میں لکھتے ہیں:

"... قال النبي ﷺ: "عُلَمَاءُ أمَّتِي كأَنْبِيَاءِ بَنِي إسْرَائِيل"۔

ترجمہ:...... آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال:

محدثینِ کرام صریح عبارتوں کے ساتھ زیرِ بحث روایت کا فنی مقام بیان فرماتے رہے ہیں، ذیل میں چند محدثین کے اقوال اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المَنْثُورة في الأحاديث المشهورة" [2] میں رقمطراز ہیں:

"لا يُعْرَفُ له أصلٌ"۔

اس کی اصل نہیں پہچانی جاتی۔

۲-علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [3] میں لکھتے ہیں:

"قال شيخُنا ومَنْ قبله الدَمِيْرِي والزَرْكَشِي، أنّه لا أصلَ له، زاد بعضُهم

---

[1] تفسير الفخر الرازي: سورة يونس، ۱۷/ ۷۰، دار إحياء التراث العربي- بيروت۔

[2] اللآلي المنثورة: في الفضائل، ۱٦٦، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۰٦ھ۔

[3] المقاصد الحسنة: حرف العين، ۳۳۲، رقم: ۷۰۰، ت: عبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

ولا يُعرَف في كتابٍ معتبرٍ...“۔

”ہمارے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے قبل دَمیری رحمۃ اللہ علیہ اور زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی اصل نہیں ہے۔ بعض محدثین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں پہچانی جاتی......“۔

۳- علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ ”الدُرَرُ المُنتَثِرة“ [۱] میں تحریر فرماتے ہیں:

”لاأصلَ له“۔

اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۴- علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ ”الفوائد المجموعة“ [۲] میں لکھتے ہیں:

”قال ابنُ حجر والزرْكَشِي لاأصلَ له وروى بسندٍ ضعيف: أقربُ النّاس مِنْ درجةِ النّبوة أهلُ العلم والجهاد“۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کی اصل نہیں ہے اور ایک ضعیف سند سے مروی ہے کہ لوگوں میں درجہ نبوّت سے قریب ترین، علماء اور مجاہدین ہیں۔

”الفوائد المجموعة“ میں جس ضعیف سند کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، حافظ ذَہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سِيَر أعْلام النُبَلاء“ [۳] میں اس روایت کو اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”وبه أخبرنا الحسن الفارسي يعني -ابن شاذان - أخبرنا أبوسهل القطّان، حدثنا عبد الكريم ابن الهيثم، حدثنا ابن عبدة، حدثنا حفص

---

[۱] الدرر المنتثرة: ۱۸۸، رقم: ۲۹۳، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

[۲] الفوائد المجموعة: في فضائل العلم، ۲۸۶، رقم: ۴۷، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۳] سير أعلام النبلاء: الحسيني، ۱۸/ ۵۲۴، ت: شعيب أرنؤوط ومحمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ۔

بن جميع، عن سماک، عن محمد بن المنكدر، قال: قال ابن عباس رضی اللہ عنہ

يرفعه: إنَّ أقْرَبَ النَّاسِ درجةً مِنْ دَرَجَةِ النبوة أهلُ الجهاد وأهلُ العلم، أما أهلُ العلم، فقالوا ما جائتْ به الأنبياءُ، وأما أهلُ الجهاد فجَاهَدُوا على ما جائتْ به الأنبياءُ"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بلاشبہ لوگوں میں درجۂ نبوت سے قریب تر لوگ، مجاہدین اور علماء ہیں۔ اہل علم انبیاء کی لائی ہوئی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور مجاہدین انبیاء کی اُن تعلیمات پر لوگوں سے جہاد کرتے ہیں"۔

۵-علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنی المطالب" [1] میں لکھتے ہیں:

"موضوعٌ لاأصلَ له كما قَالَه غيرُ واحد مِنَ الحُفَّاظ ويَذْكُرُه كثيرٌ مِنَ العلماء فيكْتُبهم غَفْلَةً عن قولِ الحُفَّاظ"۔ یہ موضوع، بے اصل روایت ہے، یہ بات کئی حفاظِ حدیث نے کہی ہے، اور بہت سے علماء، حفاظ کے اس قول سے غفلت کی بناء پر اس حدیث کو اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔

٦-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع" [2] میں لکھتے ہیں:

"لاأصلَ له كماقال الدَمِيرِي والزَرْكَشِي والعَسْقَلاَني"۔

اس کی اصل نہیں ہے، جیسا کہ دَمیری رحمۃ اللہ علیہ اور زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا ہے۔

---

[1] أسنی المطالب: ۱/ ۱۸۴، رقم: ۸۸۹، دار الکتب العلمیة-بیروت۔

[2] المصنوع: ۱۲۳، رقم: ۱۹٦، ت: الشیخ عبد الفَتَّاح أبو غُدَّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی-کراچی۔

محدثینِ عظام کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ دَمیری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثین نے حدیث: "عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيل"۔ کو بے اصل کہا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا قول منسوب ہوسکتا ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اس لیے یہ حدیث ان لفظوں (یعنی عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاء بَنِي إِسْرَائِيل۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات وبیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذا الإعتماد في نقل كلام سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعَه، وماليس كذلک فلا قيمةَ له"۔[1]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے؛ کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے"۔

اہم تنبیہ:

حدیث: "علماء أمّتي كأنبِيَاء بَنِي إسرائيل"۔ "میری امت کے علماء بنی

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''۔ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ اگر چہ بے اُصل اور نا قابلِ بیان ہے، لیکن اس معنی پر مشتمل مضمون، معتبر روایتوں میں ثابت ہے، جنہیں بیان کرنا درست ہے، اور یہ مستند حدیثیں زیرِ بحث بے اصل روایت ''علماءُ أمتي کأنبیاء بَنِي إسرائیل'' سے مستغنی کرنے والی ہیں، بلکہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ان معتبر احادیث کو شائع کیا جائے،، مثلاً حدیث: ''العلماءُ ورثۃُ الأنبیاء''۔ ''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔ اس روایت کے بارے میں حافظ شمس الدین السخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''المقاصد الحسنۃ'' [1] میں لکھتے ہیں:

''العلماءُ ورثۃُ الأنبیاء، أحمد، وأبوداؤد، والترمذي، وآخرون، عن أبي الدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ به مرفوعاً بزیادۃ، ''الأنبیاءُ لم یورِثُوا دِینَاراً ولا دِرْهَماً، إنَّما وَرَّثُوا العِلْمَ''۔ وصَحّحه ابن حِبّان، والحاکم، وغیرھا، وحسّنة حمزۃُ الکتاني، وضعّفه غیرُھم بالإضطراب في سَنَدِہ، لکن له شواھد یَتقَوّی بھا، ولذا قال شیخُنا: له طُرُقٌ یُعْرَفُ بھا أنّ للحدیث أصلاً انتھی۔

حدیث: ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' امام اُحمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث حضرت اُبوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس اضافے کے ساتھ مرفوعاً تخریج کی ہے: ''الأنبیاء لم یُورِثُوا دِینَاراً ولا دِرْهَماً، إنّما وَرَّثُوا العِلْمَ''۔ ترجمہ: ''انبیاء دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں''۔ ابن حِبان رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے، اور حمزہ کتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ''حسن'' اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اضطراب سند کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، لیکن اس حدیث کے شواہد بھی ہیں، جن سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) اسی وجہ سے

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف العین، ۳۳۲، رقم: ۷۰۱، ت: عبد اللہ محمد الصدیق، دار الکتب العلمیة۔ الطبعة الثانیة ۱۴۲۷ھ

کہا کرتے تھے کہ اس حدیث کے کئی طرق ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔

خاتمہ:

یہاں آخر میں ایک حکایت کو ذکر کرنا موضوع کے مناسب معلوم ہوتا ہے، جسے طائفہ شاذلیہ کے بانی ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۱ھ-۶۵۶ھ) نے بیان کیا ہے[1]، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد اقصیٰ میں ایک دربار قائم ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، اسی دوران موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا:

"إنّک قدقلتَ: عُلَمَاءُ أُمّتِي كأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيل فأَرِنامنهم واحدً"۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا تھا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں، ان میں سے کوئی ایک مجھے دکھا دیجیے۔

اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال پوچھا، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دس جوابات دیے، موسیٰ علیہ السلام نے اعتراضاً فرمایا: جواب، سوال کے موافق ہونا چاہیے، سوال ایک ہے اور آپ نے جوابات دس دیے ہیں، اس اعتراض کے جواب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

"هذا الاعتراضُ واردٌ عليك أيضاً حين سُئِلْتَ ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى﴾ (سورة طه، الآية:۱۷) وكان الجوابُ عَصَايَ، فعَدَدْتَ صِفَات كثيرة..."۔

"یہ اعتراض تو آپ پر بھی وارد ہوتا ہے، جس وقت آپ سے پوچھا گیا کہ

---

[1] روح البیان: سورۃ البقرۃ: الآیۃ: ۱/۲۴۶، ۱۴۳، دار إحياء التراث العربي-بيروت۔

﴿وَمَاتِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوسَی﴾ ترجمہ: ''اے موسیٰ! تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے''۔ اس کا جواب تھا کہ میرے ہاتھ میں عصا ہے، (لیکن) آپ نے عصا کی بہت سی صفات اور خوبیاں شمار کروادیں......''۔

خواب کا فنی حکم:

واضح رہے کہ فنی حیثیت سے خواب اور مکاشفات کسی حدیث کے ثبوت کے لیے شرعی حجت نہیں بن سکتے، بلکہ محدثینِ کرام رحمہم اللہ نے احادیثِ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لیے جو اصول وقواعد بیان کیے ہیں، انھی اصولوں پر احادیث کو پرکھا جائے گا، اور احادیث کے ردّ وقبول میں حفّاظِ حدیث کے اقوال کو مقتداء بنایا جائے گا، اس لیے زیرِ بحث روایت (عُلَمَاءُ أمتي کأَنبِیَاءِ بَنِي إِسْرَائیل) کے ثبوت میں اس حکایت اور خواب کو ذکر کرنا فنی حیثیت سے ہرگز کافی نہیں ہے، چنانچہ شیخ عبد الفتّاح أبو غُدّہ رحمہ اللہ ایک موقع پر محدثین کے نزدیک مکاشفات سے ثبوتِ حدیث کی نفی کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ویزِیدُ في لزوم التَمَسُّک بأقوال الحُفّاظ المُحَدِّثین العارفین بهذا الشأن، فهم أصحابُ الحَقِ والمَرْجَع المُتَّبَع في التَصْحِیح والتَضْعِیف، بما سنُّوه مِنْ قَوَاعِدِهم لحِفْظِ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰه ﷺ، مِنْ أن یَدْخُلَ علیها مالیس منها''۔[1]

''حدیث کی معرفت رکھنے والے محدثین اور حفّاظ کے اقوال کو اختیار کرنا ایک لازمی امر ہے، یہی لوگ اہلِ حق ہیں، اور حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں یہی لوگ قابلِ اقتداء اور مرجع ہیں، کیونکہ سنت رسول اللہ ﷺ کو غیر متعلقہ مواد سے محفوظ رکھنے کے لیے، ان محدثین ہی نے اصول وقواعد وضع کیے ہیں''۔

[1] المصنوع: ص: ۱۴۲، رقم: ۲۳۲، ت: الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی-کراچی۔
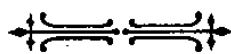
روایت نمبر: (۱۴)

ہر خیر وشر ایک خاص پس منظر رکھتا ہے، جس سے ہمیں نیکی اور بدی کو سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے، انھی برائیوں میں وضعِ حدیث اپنی نوعیت کی سنگین معصیت ہے، جو بعض خاص عوامل اور افراد کی کارفرمائی ہوتی ہے، محدثین کرام ان افراد کی طرف خصوصیت سے توجہ دلاتے ہیں تاکہ ہر عام و خاص حدیث نقل کرنے میں حسّاس رہے، اور من گھڑت روایتوں کا سدّ باب ہو جائے؛ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے لئے، علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الآثار المرفوعة" [1] میں وضّاعین کی مختلف قسمیں ذکر کی ہیں، ان میں ایک قسم ان لوگوں کی بھی ہے جو حضرات اہل بیت وغیرہ کی محبت میں غلو کا شکار ہو کر حدیثیں گھڑتے ہیں؛ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"السابع قومٌ حَمَلَهم على الوَضْعِ حُبُّهم الذي أعْمَاهم وأصَمَّهم كما وَضَعُوا أحاديثَ في مناقبِ أهْلِ البَيْتِ ومَثَالِبِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِين ومُعَاوِيَةَ وَغَيرِهم ووَضَعُوا أحَاديثَ في مَنَاقِبِ أبي حَنِيفَة"۔

''ساتویں قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اندھا، بہرہ کرنے والی محبت نے روایات گھڑنے پر اُکسایا، جیسا کہ بعض لوگوں نے اہل بیت، خلفائے راشدین، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مناقب میں حدیثیں گھڑیں، اور بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں حدیثیں ایجاد کیں''۔

حضرات اہل بیت کے مناقب معتبر نصوص سے ثابت ہیں، اور ہر مسلمان کے دل میں اہلِ بیت کی محبت اور عقیدت موجود ہے، ان فضائل کو ثابت کرنے کے لئے خود ساختہ روایتوں کا سہارا لینا، نہ صرف عقلاً مذموم امر ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات سے

[1] الآثار المرفوعة: ص: ١٧، دار الكتب العلمية۔ بيروت۔

جہالت کا ثبوت دینا ہے، کیونکہ شریعتِ اسلامی باطل اور من گھڑت روایتوں کی مداخلت قطعاً برداشت نہیں کرتی۔ اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں مناقبِ اہل بیت پر مشتمل ایک ایسی روایت بیان کی جائے گی، جس کو متقدمین ومتاخرین علماء کرام نے من گھڑت کہا ہے، اس لئے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

عنوانِ روایت:

حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔

تحقیق کا خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت اور مصادرِ اصلیہ سے اس کی تخریج

۲-روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال اور ان کا خلاصہ

۳-روایت کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکشف والبیان" [1] میں آیت شریفہ ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾۔ [2]

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اُس دن کا خوف دل میں رکھتے ہیں جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے"۔ کے تحت حضرات اہل بیت کا قصہ مذکورہ سند سے لکھا ہے:

"وقال غيرهما: نَزَلَت في عَلِيّ بن أبي طالب رضي الله عنه وفاطمة رضي الله عنها وجارِيةٍ لهما، يقال لها فِضَّةٌ وكانت القصّة فيه، وأخبرنا الشيخ أبو محمد الحسن بن أحمد بن محمد بن عَلِيّا الشيباني العدل قراءةً عليه في صفر

[1] الكشف والبيان: سورة الدهر، ۱۰/ ۱۰۱، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة ۱۴۲۲ھ۔

[2] سورة الدهر: الآية ۷۔

سنة سبع وثمانين وثلثمائة قال: أخبرنا ابن الشرقي قال: حدثنا محبوب بن حميد النصري، قال: حدثنا أبو محمد عبدالله بن محمد بن عبدالوهاب ابن عمِّ اللأحُنَف بن قيس سنة ثمان وخمسين ومائتين وسأله عن هذا الحديث روح بن عبادة قال: حدثنا القيم بن مهران عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما۔

وأخبرنا عبدالله بن حامد قال: أخبرنا أبو محمد أحمد بن عبدالله المزني قال: حدثنا أبو الحسن محمد بن أحمد بن سهيل بن علي بن مهران الباهلي بالبصرة قال: حدثنا أبو مسعود عبدالرحمن بن فهد بن هلال قال: حدثنا غنيم بن يحيى عن أبي علي القيري عن محمد بن السائر عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أبو الحسن بن مهران وحدثني محمد بن زكريا البصري قال: حدثني سعيد بن واقد المزني قال: حدثنا القاسم بن بهرام عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما في قول الله (سبحانه وتعالیٰ) ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً﴾۔۔"۔

قصہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ بیمار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقاء کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "يا أبا الحَسَن لو نَذَرْتَ عَلَى وَلَدَيك نذراً وكُلُّ نَذَرٍ لا يكون له وَفَاءٌ فليس بشَيئٍ"۔ "اے ابو الحسن! اگر تم اپنے بچوں کی صحت یابی کے لئے نذر مان لو (تو یہ بہتر ہوگا) اور ہر وہ نذر جو پوری نہ کی جائے تو وہ کچھ بھی نہیں"، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ منت مانی کہ اگر حضرات حسنین رضی اللہ عنہما شفایاب ہو گئے تو وہ بطور شکر تین روزے رکھیں گے، اور حالت یہ تھی کہ اہل بیت کے ہاں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شمعون یہودی سے تین صاع جَو قرض لے کر آئے، ایک دوسری سند کے مطابق ایک یہودی پڑوسی سے کچھ اُون لے آئے، تاکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تین صاع جَو کے عوض اسے کات لے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جَو پیس کر پانچ روٹیاں پکائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نمازِ مغرب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کر کے تشریف لائے، اور ان کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا، اسی دوران دروازے پر ایک مسکین نے صدا لگائی: "السَّلامُ عَلَيْكم أهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ! مسكينٌ مِنْ مساكين المسلمين، أطْعِمُوني أطْعَمَكم مِنْ موائِد الجَنَّة"۔ السلام علیکم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں ایک مسلمان مسکین ہوں، مجھے کچھ کھلا دو، اللہ تمھیں جنت کے دسترخوان سے کھلائے۔ اس پر سب گھر والوں نے اپنا کھانا مسکین کو دے دیا، اور صرف پانی پی کر افطاری کی۔

اگلے روز بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جَو پیس کر روٹیاں پکائیں، ابھی کھانے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم کی آواز سنائی دی: "السَّلامُ عَلَيْكم أهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ! يتيمٌ مِنْ أولاد المهاجرين، أسْتُشْهِدَ وَالِدي يومَ العَقَبَة أطْعِمُوني أطْعَمَكم الله على موائد الجَنَّة"۔ السلام علیکم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! میں مہاجرین کی اولاد میں ایک یتیم بچہ ہوں، میرے والد یومِ عقبہ میں شہید ہو چکے ہیں، مجھے کچھ کھلا دو، اللہ تمھیں جنت کے دسترخوان سے کھلائے۔ سب گھر والوں نے اپنا کھانا یتیم کو دے کر دوسرے دن بھی صرف پانی پی کر گذارہ کیا۔ تیسرے دن حسبِ سابق افطاری کے وقت ایک قیدی صدا بلند کرنے لگا: "السَّلامُ عَلَيْكم أهْلَ بَيْتِ مُحَمَّدٍ! تأسِرُونَا (وتَشُدُّونَنَا) ولا تُطْعِمُونَا، أطْعِمُوني فإنّي أسِيرُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم أطْعَمَكم الله على موائد الجَنَّة"۔ السلام علیکم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والو! تم ہمیں قیدی بناتے ہو (اور باندھ کر رکھتے ہو) لیکن کھلاتے نہیں ہو، مجھے کچھ کھلا دو، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدی ہوں، اللہ تمھیں جنت کے دسترخوان سے کھلائے، تیسرے دن بھی سب نے اپنا کھانا اس قیدی کو دے دیا۔

اب چونکہ تین دن روزوں کی نذر مکمل ہو چکی تھی، چوتھے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے: "وَهُمْ يَرْتَعِشُون كالفِرَاخِ مِنْ شِدَّةِ الجُوْع"۔ اور حالت یہ تھی کہ سب بھوک کی شدت سے پرندے کے بچوں کی طرح کانپ رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو آپ نے فرمایا: "يا أبا الحسَن ما أشد ما يسؤني ما أرى بكم"۔ "اے ابو الحسن! تمھاری حالت مجھے سخت پریشان کر رہی ہے"۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیٹ بھوک کی شدت سے کمر کو لگ رہا تھا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَاغوثَاه بالله! أهل بيتِ محمّدٍ يمُوتُون جُوعا"۔ "اے اللہ! مدد فرما، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والے بھوک سے مر رہے ہیں"۔ اس پر حضرت جبرائیل مذکورہ آیات لے کر اترے۔

روایت پر کلام:

۱- حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابو عبد اللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "نَوادِرُ الأصول" [1] میں مذکورہ روایت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ومِنَ الحديث الذي تُنكِره القُلُوب ... هذا حديث مُزَوَّقٌ وقد تَطَرَّقَ فيه صاحبه حتى شبه على المستضعفين فالجاهل أبدا بهذا الحديث يَعَضُّ شَفَتَيه تَلَهُّفاً أن لا يكونَ بهذه الصِفَة ... ولا يَعْلَمُ أنَّ صاحبَ هذا الفعل مَذْمُومٌ وقد قال الله تعالىٰ في تنزيله: ﴿ويَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ العَفْوَ﴾ (البقرة: ۲۱۹ ...)"۔

"اور بعض احادیث کو قلوب اجنبی سمجھتے ہیں...... (ان حدیثوں میں) یہ ملمع

---

[1] نوادر الأصول، الأصل الرابع والأربعون: ۱/۱۹۳، ت: إسماعيل إبراهيم، مكتبة الإمام البخاري- مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

کی گئی حدیث ہے، اور اس حدیث کو بیان کرنے والا اس میں بہت آگے بڑھ گیا ہے، حتی کہ کمزور لوگوں کو شبہ میں بھی ڈال دیا ہے، اس حدیث کو لانے والا جاہل شخص، افسوس سے اپنے ہونٹ چباتے ہوئے یہ کہتا ہے: ''کیا اس طرح نہیں ہوسکتا''، حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس فعل کا کرنے والا قابلِ مذمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرة: ۲۱۹) ترجمہ: اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ تم زائد خرچ کرو......''۔

اس کے بعد حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے من گھڑت ہونے کے دلائل تفصیل سے ذکر کیے، ان دلائل میں سے چند عنقریب ذکر کیے جائیں گے۔

ایک اہم وضاحت:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت ہم نے مصر میں موجود "مكتبة الإمام البخاري" کے نسخے سے نقل کی ہے، البتہ بیروت کے مکتبہ ''دار صادر'' کے نسخے میں عبارت کے بعض الفاظ مختلف ہیں، مثلاً:

۱-"تطرق" (راہ پانا) کی جگہ "تطرف" (حد اعتدال سے بڑھنا) ہے۔

۲-"المسضعفين" (کمزور لوگ) کی جگہ "المستمعين" (سننے والے لوگ) ہے۔

۳-"دار صادر" کے نسخے میں عبارت میں مذکور "أبدا بهذا الحديث" کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" [1] میں، علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] اللآلي المصنوعة: ۱/ ۳۳۹، محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

"الفوائد المجموعة" [۱] میں علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرۃ الموضوعات" [۲] میں، اور علامہ عبد العزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے "کوثر النبي ﷺ" [۳] میں، ان سب محدثین نے حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہوئے، اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

۲-علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الموضوعات" [۴] میں لکھتے ہیں: "وهذا حديثٌ لا يشک في وضعه..."۔ اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے......"۔

۳-حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ "مِنهَاج السُنة النبوِيَة" [۵] میں لکھتے ہیں:

"إنَّ هذا الحديثَ مِنَ الكِذْبِ المَوْضُوعِ باتِّفَاقِ أهلِ المَعْرِفَة بالحديث، الذي هم أئِمَّةُ هذا الشأن وحُكَّامِه..."۔

معرفتِ حدیث رکھنے والے ایسے علماء جو اس دین کے مقتداء اور فیصل ہیں، ان کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق جھوٹ اور من گھڑت ہے......"۔

۴-حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ذَہَبِی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُنتَقٰی مِنْ مِنهَاجِ الاعْتِدَال" [۶] میں، حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "منهاج السُنة النبوِيَة" کا اختصار کیا ہے، زیرِ بحث روایت کے

---

[۱] الفوائد المجموعة: ص: ۳۷۶، رقم: ۷۹، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۲] تذكرة الموضوعات: ۲۲۸، كتب خانه مجيديه، ملتان پاكستان۔

[۳] كوثر النبي: ص: ۱۱۲، المخطوط، نسخة العلامة عبد الله الولهاري (۱۲۸۳ھ)۔

[۴] كتاب الموضوعات: ۳۹۲/۱، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، ۱۳۸۶ھ۔

[۵] منهاج السنة النبوة: ۱۷۵/۷، ت: الدكتور محمد رشاد سالم، مؤسسة قرطبة-مصر، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

[۶] المنتقى مِنْ منهاج الاعتدال: ۴۶۷، ت: محب الدين الخطيب، الرئاسة العامة-الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ۔

موضوع ہونے پر حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "منهاج السنة النبوية" میں بہت سے دلائل ذکر کیے ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دلائل کو "المُنْتَقى مِنْ مِنْهَاجِ الاعْتِدَال" میں اختصاراً ذکر کیا ہے، ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ حدیث، روایتوں پر کیسی گہری نگاہ رکھتے تھے، ملاحظہ ہو:

۱۔ "... والجواب المُطَالَبَةُ بِصِحَةِ هذا فإنَّه مِنْ وضع الطرقية لا يَرْتَابُ حافظٌ في وضْعِه ولا أراک تُنْقَلُ مِنْ مُسْنَدٍ مُعْتَبَرٍ ولا مِنْ كتاب مُحَدِّثٍ ..."۔

"......اس حدیث کا جواب، اوّل تو اس کی صحت کا مطالبہ ہے؛ کیونکہ اسے جھوٹ گھڑنے والے شخص نے وضع کیا ہے، کسی بھی حافظِ حدیث کو اس کے من گھڑت ہونے میں تردد نہیں ہے، اور میں نے نہیں دیکھا کہ یہ حدیث کسی معتبر سند سے مروی ہو......"۔

۲۔ "... ومِنَ المعلوم أنَّ عَلِيًا رضی اللہ عنہ تزَوَّجَ بفَاطِمَة رضی اللہ عنہا بالمدينة و ﴿هَلْ أتى عَلَى الإِنْسَانِ﴾ مَكِيَّة باتفاق المُفَسِّرِين، فَلاحَ كِذْب"۔

"......اور یہ بات (سب کو) معلوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مدینہ منورہ میں ہوا ہے، اور اس قصہ میں نازل ہونے والی آیت ﴿هَلْ أتى عَلَى الإِنْسَانِ﴾ کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے، لہٰذا اُن کا جھوٹ کھل کر سامنے آ گیا"۔

۳۔ "... ثم قد ثَبَتَ في الصَحِيحَين أنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن النَّذْرِ وقال: إنَّه لا ياتي بِخَيْرٍ، وإنَّما يُسْتَخْرَجُ به مِنَ البَخِيل، فالله مَدَحَ الوفاء بالنَّذْر، لا على نَفْسِ عَقْدِه ..."۔

"......پھر صحیحین میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ "نذر خیر نہیں لاتی، اور بات صرف یہ ہے کہ نذر کے ذریعے بخیل سے نکلوایا جاتا ہے"، نیز اللہ نے نذر کو پورا کرنے کی تو تعریف

کی ہے، (البتہ) نذر ماننے کی تعریف نہیں کی......"۔

کلام کی وضاحت:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" [1] میں یہ روایت تخریج کی ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ أنّه نَهى عَنِ النَّذْر ـ وقال: إنّه لا يأتي بخَيْرٍ، وإنّما يُسْتَخْرَجُ به مِنَ البَخِيل"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے نذر سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "نذر خیر نہیں لاتی، اور بات صرف یہ ہے کہ نذر کے ذریعے بخیل سے نکلوایا جاتا ہے"۔

یہی روایت الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ "الصحیح للبخاري" [2] میں بھی ہے۔

اب ہم صحیحین کی اس روایت کے مقابلے میں زیرِ بحث روایت کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ اس روایت میں آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نذر ماننے کی ترغیب دے رہے ہیں، چنانچہ اس روایت کو قبول کرنا، گویا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ کے قول و فعل میں تضاد کا قائل ہونا ہے، یہ کھلی دلیل ہے کہ یہ روایت خودساختہ ہے۔

۴۔ "... ثم لم تَكُنْ لفَاطِمَة جَارِيَةٌ اسمها فِضَة ... وقد ثبت في الصَحِيحَين عن عَلِيٍ رضي الله عنه أنَّ فاطمةَ رضي الله عنها سألتْ النَبيَ ﷺ خادِماً فعلّمَها أنْ تُسَبِحَ عند المَنَام وتُكَبِرَ وتُحَمِدَ مائةً۔ وقال: هذا خيرٌ لكم مِنْ خادِمٍ"۔

"......(اس قصہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضہ نامی باندی کا ذکر ہے)

---

[1] الجامع الصحيح لمسلم: كتاب النذر، باب النهي عن النذر، ۳/۱۲۶۱، رقم: ۱۶۳۹، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الكتب العلمية- بيروت۔

[2] الجامع الصحيح للبخاري: باب إلقاء النذرِ العبدَ إلى القدر، ۸/۱۲۴، ت: محمد زهير بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ''فضۃ'' نامی کوئی باندی نہیں تھی ...... بلکہ صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم مانگنے گئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خادم کے بدلے یہ سکھا دیا کہ وہ سوتے وقت سو مرتبہ تسبیح، تحمید، تکبیر پڑھ لیا کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے''۔

۵۔ ''... ثم تَرْکُ الأطْفَالِ ثلاثۃَ أیّامٍ بلا غذاء خِلافُ الشَّرْعِ وتَعَرُّضٌ لِلتَّلَفِ، والنَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ابْدَأ بنفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ...''۔

''......(اس قصے میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو تین دن مسلسل بھوکے رکھنے کا ذکر ہے، حالانکہ) تین دن تک بچوں کو بغیر غذا کے چھوڑے رکھنا، شریعت کے خلاف ہے، اور ایسا کرنا بچوں کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......''۔

کلام کی وضاحت:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تین دن بچوں کو بھوکا پیاسا رکھنا، انھیں اپنے ہاتھوں موت کے سپرد کرنے کے مترادف ہے، ظاہر ہے شریعت نے اس کی اجازت کسی کو نہیں دی کہ نفلی صدقات کے لئے بچوں کی جان خطرے میں ڈال دی جائے، حالانکہ صدقات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات یہ ہے: ''ابْدَأ بنفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ...''۔ تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......''۔ حاصل یہ ہے کہ اس قصہ میں یہ خلاف شرع امور، اس کے من گھڑت ہونے پر خود دلیل ہیں۔

واضح رہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث: ''ابْدَأ بنفْسِک ثُمَّ بِمَنْ

تَعُولُ ...“۔ تو (صدقہ کرنے میں) اپنی ذات سے ابتداء کر، پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر......“۔ یہ روایت کتبِ حدیث میں ان الفاظ سے موجود نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”التلخیص الحَبیر“ [1] میں لکھتے ہیں: حدیث: ”ابْدَأ بنفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ“۔لم أره هكذا، بل في الصحيحين من حديث أبي هريرة رضی اللہ عنہ:

”أفضل الصدقة ما كان عن ظَهْرِ غِنى،واليد العليا خير من اليد السفلى،وابدأ بمن تعول“۔

ولمسلم عن جابر رضی اللہ عنہ في قصة المُدَبَّر في بعض الطرق: ”ابدأ بنفسک فتَصَدَّقْ عليها فإنْ فَضَلَ شَيئٌ فلأَهْلِکَ“۔

حدیث: ”ابْدَأ بنفْسِک ثُمَّ بِمَنْ تَعُولُ“۔ یہ حدیث میں نے ان لفظوں کے ساتھ نہیں دیکھی، البتہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے: ”افضل صدقہ وہ ہے جو تونگری سے زائد مال میں ہو، اور اوپر والا ہاتھ، نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے،اور ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرو“۔ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اس میں قصہٴ مدبر (غلام) کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: ”اپنی ذات سے ابتدا کرو، پہلے اس پر خرچ کرو،اس سے کچھ بچ جائے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو“۔

۲۔”... ثمَّ إنَّه لم يكن في المدينة أسِيرٌ قَطُّ يَسْأَلُ النَّاسَ، بل كان المُسْلِمُون يَقُومُون بالأسِير الذي يَسْتَأسِرُونَه ...“۔

”...... پھر مدینہ میں کبھی بھی کوئی ایسا قیدی نہیں تھا، جو لوگوں سے مانگتا پھرے، بلکہ مسلمان اپنے قیدیوں کی ضروریات کا انتظام خود فرماتے تھے......“۔

---

[1] التلخيص الحَبير: باب زكوة الفطر، ۲/۳۵۴، ۸۷۲، ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة ـ مصر، الطبعة الأولى ۱۴۱۶ھ۔

۷۔ ثم قولُ اليَتِيم اسْتُشْهِدَ أبي يوم العَقَبَة ۔ هذا مِنَ الكِذْبِ الظَّاهر المَهْتُوک، فَلَيلَةُ العَقَبَةِ كانت مَبَايَعَة مَحْضَة ليستْ غَزْوَة، فقبّح اللّٰه مَنْ وَضَعَه۔

پھر (اس واقعے میں) یتیم کا یہ کہنا کہ میرے والد عقبہ میں شہید ہوئے ہیں، یہ بالکل کھلم کھلا جھوٹ ہے، کیونکہ لیلۃ عقبہ میں تو صرف بیعت ہوئی تھی، غزوہ نہیں ہوا تھا، اللہ اس حدیث کے گھڑنے والے کا برا کرے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کا خلاصہ:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان دلائل کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت تفسیری، تاریخی، اورشرعی مسلمات کے بالکل خلاف ہے، اور حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔

۴- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "رُوحُ المَعَاني" [1] میں حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأقول مَكِّيَتُها ومَدَنِيَّتُها مُخْتَلَفٌ فيه جِداً كما سَمِعتَ فلا جَزْمَ فيه بشيء وابن الجوزي نَقَلَ الخبر في تَبْصِرَتِه ولم يَتَعَقَّبْه على أنَّه مِمَّنْ يَتَسَاهَلُ في أمْرِ الوَضْعِ حتى قالوا إنَّه لا يعول عليه في هذا الباب فاحتِمَال أصْلِ النُّزُولِ في الأمير كَرَّمَ اللّٰه تعالىٰ وَجْهَه وفاطمة رضي اللّٰه عنها قائمٌ ولا جَزْمَ ولا إثباتَ لِتَعَارُضِ الأخبار ولا يَكَادُ يَسْلَمُ المُرجِحُ عن قيل وقال، نَعَم لَعَلَّه يَتَرَجَّحُ لِكَيْفِيَّةِ التي تَضَمَّنَتْها الرِوَايةُ الأولىٰ ثم إنَّه على القول بنُزُولِها فيها لا يَتَخَصَّصُ حُكْمُها بهما بل يَشْمُلُ كُلَّ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ ذلک كما ذَكَرَه الطبرسي من الشيعة في

---

[1] روح المعاني: ۱۵۸/۲۹، إحياء التراث العربي-بيروت۔

مجمع البيان رِوَايةً له عن عبدالله بن ميمون عن أبي عبدالله رضي الله عنه وعلى القول بِعَدَمِ النزول فيها لا يَتطَامَنُ مَقَامهما ولا ينقُصُ قدرهما إذ دُخُولُهما في الأبرار أمرٌ جَلِيٌ بل هو دُخُول أَوّلِيّ فهُمَاهُمَا...''۔

''میں (علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس آیت کے مکی یا مدنی ہونے میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، جیسا کہ آپ سن چکے ہیں، چنانچہ (اس کے مکی یا مدنی ہونے میں) یقینی بات نہیں کی جاسکتی اور ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تبصرے میں یہ روایت نقل کی ہے (یعنی اسے موضوعات میں لکھا ہے) اور وضع کا تعاقب نہیں کیا، کیونکہ علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متساہل ہیں، حتی کہ علماء فرماتے ہیں کہ (وضع) کے باب میں علامہ ابن جوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مراجعت (رائے معلوم کرنا) نہیں کی جائے گی۔

اس آیت شریفہ میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، البتہ یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی اسے ثابت قرار دے سکتے ہیں؛ کیونکہ روایتوں کے مابین اختلاف ہے، اور کسی بھی ترجیح والے قول کا اعتراض سے خالی رہنا مشکل ہے، البتہ پہلی روایت میں مذکورہ کیفیت سے، اس آیت کے اہل بیت کے بارے میں نازل ہونے کا احتمال راجح ہو جاتا ہے، پھر اگر ہم اس کے قائل بھی ہو جائیں کہ یہ اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پھر بھی اس آیت میں موجود حکم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں رہتا، بلکہ یہ حکم ہر اس شخص سے تعلق رکھتا ہے، جو ایسے اعمال بجالائے، جیسا کہ ''مجمع البیان'' میں طبرسی شیعہ (فرقہ امامیہ کے

بڑوں میں شمار ہوتے ہیں، توفی ۵۴۸ھ) نے عبداللہ بن میمون ن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سند سے ایک روایت میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اگر یہ قول اختیار کریں کہ یہ آیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تو اس سے ان کی قدرومنزلت میں کمی نہیں آتی، کیونکہ ان دونوں کا نیک لوگوں میں داخل ہونا ایک واضح بات ہے، بلکہ وہ دونوں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) تو بطریق اولیٰ ابرار (نیک لوگوں) میں داخل ہوں گے، کیونکہ وہ (دونوں) تو وہی ہیں......''۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہ چند اُمور ہیں:

۱- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کے مکی یا مدنی ہونے میں شدید اختلاف ہے، یقینی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ اقتباس کے معارض (خلاف) ہے، کیونکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعے میں نازل ہونے والی آیت ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ اس کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ مکی ہے، اور زیرِ بحث واقعہ مدنی ہے (چنانچہ ثابت ہوا کہ یہ قصہ موضوع ہے)۔

۲- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع قرار دیا ہے، علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں متساہل ہیں، حتی کہ علماء فرماتے ہیں کہ (وضع) کے باب میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مراجعت (رائے معلوم کرنا) نہیں کی جائے گی۔

آپ جان چکے ہیں کہ اس حدیث پر وضع کا حکم لگانے میں علامہ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ متفرد نہیں ہیں، بلکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے علماء نے اسے موضوع کہا ہے؛ چنانچہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

ذہبی، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، بلکہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے: "إنَّ هذا الحديثَ مِنَ الكِذْبِ المَوْضُوعِ باتّفَاقِ أهلِ المَعْرِفَة بالحديث، الذي هم أئِمَّةُ هذا الشأن وحُكَّامِه..."۔ معرفتِ حدیث رکھنے والے ایسے علماء جو اس دین کے مقتداء اور فیصل ہیں، ان کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق جھوٹ اور من گھڑت ہے......"۔

۳- علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے میں کافی اضطراب ہے، اوّل تو اس کے مکی یا مدنی ہونے میں، دوم یہ کہ اس واقعے کا مصداق اہلِ بیت ہیں یا کوئی اور صحابی، اور اس خاص تناظر میں کہ ائمہ حدیث اسے من گھڑت بھی قرار دے رہے ہیں، یہ اضطراب، روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کو اور بھی مؤکد کر دیتا ہے واللہ اعلم۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو من گھڑت قرار دیا ہے، البتہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کے ثبوت میں امکانی احتمالات ذکر کیے ہیں، لیکن یہ احتمالات اس واقعے کو ثابت قرار دینے سے قاصر ہیں (ماقبل میں تفصیل آچکی ہے) یہی وجہ ہے کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کے ثبوت میں جزم (یقین) کا انداز اختیار نہیں فرمایا۔

روایت کا فنی حکم:

محدثینِ کرام کے اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے اس کو بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۱۵)

علوم شرعیہ میں تصنیف وتالیف کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کی تذکیر وتشہیر دیگر فنون وعلوم سے یکسر مختلف ہے، کیونکہ شریعت کے تمام مضامین، اپنی خاص بنیادی اساس پر قائم ہوتے ہیں، جن کی روشنی میں ہر تصنیف وتالیف کی صحت وسُقم کا فیصلہ ہوتا ہے، خصوصاً احادیث کو نقل کرنے کے سلسلے میں محدثینِ کرام کی وضع کردہ شرائط پر پورا اترنا انتہائی اہم ہے، ورنہ صاحبِ تصنیف بعض اوقات غیر مستند روایات کی تشہیر کرنے لگتا ہے، ہمارے پاک وہند کی تصنیفات میں اس اہم فریضے کی طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے، چنانچہ ہم یہاں خاتم المحدثین مولانا عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے عرف میں غیر مستند روایات کے پھیلنے کی کیا وجوہات ہیں، تاکہ ان اسباب سے اہتمام سے بچا جاسکے، ملاحظہ ہو:

”والسَبَبُ أنّه قَلّ اشْتِغَالُهم بِصَنَاعَةِ الحَدِيث، وأنّهم اعْتَمَدُوا على المشهورفي الألْسِنَة مِنْ تَحْسِيْنِ الظَّنّ بالمُسْلِم وأنّهم انْخَدَعُوا بالكُتُب الغَيرِ المُنَقَّحَةِ الحَاوِيَةِ لِلرُّطَبِ واليَابِس، وأنّه لم يَبْلُغْهُم وَعِيدُ التَّهَاوُنِ في روايةِ الحَدِيثِ، وأيضاً منهم مَنْ يَعْتَمِدُ على كُلِّ ما أسْنِدَ مِنْ غَيرِ قَدْحٍ وتَعْدِيلٍ في الرُّوَاة“۔[1]

”(ان کتب میں رطب ویابس احادیث کی) وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین فن حدیث سے مشغولیت کم رکھتے تھے، اور مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے، زبان زد عام روایتوں پر بھروسہ کرلیتے [حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہرِ فن پر ہی کیا جاسکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والوں

---

[1] كوثر النبي: ص: ۱۰۸، المخطوط، نسخه العلامة عبد الله الوَلْهَارِي (۱۲۸۳ھ)۔

پر] اور یہ مصنفین رطب و یابس پر مشتمل، غیر منقح کتابوں سے دھوکے میں پڑ گئے، اور (ان کے بارے میں یہی حسنِ ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (حقیر سمجھنا) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور ان میں بعض مصنفین ایسے بھی ہیں کہ سند کے راویوں کی جرح وقدح دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں"۔

بہر حال ہمارے معاشرے میں اَربابِ تصنیف کے ساتھ ساتھ، ہر فردِ امت کو حدیث کے معاملے میں انتہائی حسّاس رہنے کی ضرورت ہے، تا کہ من گھڑت اور ساقط الاعتبار احادیث کی روک تھام ہو سکے۔

اسی اہمیت کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی حدیث پیش کی جائے گی، جو محدثینِ کرام کے نزدیک بے اصل اور من گھڑت ہے، اس لئے اس کے بیان کرنے سے احتراز ضروری ہے۔

روایت کا عنوان:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ کی معرفت میرا سرمایہ ہے......"۔

تحقیق اجمالی کا خاکہ:

روایت کی تحقیق تین بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- روایت اور اس کے مصادر

۲- روایت کے بارے میں ائمہ کے اقوال اور اس کا خلاصہ

۳- تتمہ اور روایت کا فنی حکم

روایت اور اس کے مصادر اصلیہ:

حجۃ الاسلام امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين" [1] میں لکھتے ہیں:

---

[1] اتحاف السادة المتقين (إحياء علوم الدين مع شرحه): كتاب المَحَبة والشوق والأنس والرضا: ۱۰/۵۸٦، دار الكتب العلمية-بيروت۔

”وعن علي بن أبي طالب كَرَم الله وجهه قال: سألتُ رسولَ الله ﷺ عن سُنّتِه فقال:

”المَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي، والعَقْلُ أَصْلُ دِينِي، والحُبُّ أَسَاسِي، والشَّوقُ مَرْكَبِي، وذِكْرُ الله أَنِيسِي، والثِّقَةُ كَنْزِي، والحُزْنُ رَفِيقِي، والعِلْمُ سِلَاحِي، والصَّبْرُ رِدَائِي، والرِّضَا غَنِيمَتِي، والعَجْزُ فَخْرِي، والزُّهْدُ حِرْفَتِي، واليَقِينُ قُوَّتِي، والصِّدْقُ شَفِيعِي، والطَّاعَةُ حَسْبِي، والجِهَادُ خُلُقِي، وقُرَّةُ عَيْنِي في الصَّلاةِ“۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی سنتوں کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی معرفت میری پونجی ہے، اور میرے دین کی بنیاد اور اصل، عقل ہے، اور میری اساس محبت ہے، اور میری سواری شوق ہے، اور اللہ کی یاد میری اُنسیت کی چیز ہے، اور اللہ پر بھروسہ میرا خزانہ ہے، اور غم میرا ساتھی ہے، اور علم میرا ہتھیار ہے، اور صبر میری چادر ہے، اور اللہ کی خوشنودی میری غنیمت ہے، اور میرا فخر عجز وانکساری ہے، اور میرا پیشہ دنیا سے بے رغبتی ہے، اور میری قوت یقین ہے، اور سچائی میری شفاعت کرنے والی ہے، اور اللہ کی اطاعت مجھے کافی ہے، اور جہاد میرے اخلاق ہیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے“۔

علامہ قاضی ابو الفضل عیاض الیَحْصُبِی رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴ھ) نے ”الشِفاء بتَعْرِيفِ حُقُوقِ المُصْطَفَى“ [1] میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ مرفوع روایت بلا سند نقل کی ہے، اس میں یہ اضافہ بھی ہے:

”وفي حديث آخر: وثَمْرَةُ فُؤَادِي في ذِكْرِه، وغَمّي لأجلِ أُمّتِي،

---

[1] الشفاء بتعريف حقوق المصطفى: القسم الأول، الباب الثاني، فصل: وأما خوفه ربّه...: ١/١٤٦، دار الكتب العلمية بيروت۔

وشَوقِي إلى رَبِّي عَزّ وجَلّ"۔

ترجمہ: ''اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اور میرے دل کا پھل اللہ کی یاد میں ہے، اور میرا غم امت کے لئے ہے، اور میرا شوق اللہ عز وجل کی جانب ہے''۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام:

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر ہَیْتَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے زیرِ بحث روایت پر تبصرہ کیا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ مرتضیٰ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۵ھ) "إتحاف السَادَة المُتقِين" [1] میں رقمطراز ہیں:

"قال العِرَاقِي: ذكَرَه القاضي عَياض مِنْ حديث عَلِيٍّ ولم أجِدْ له إسناداًاھ۔ قلتُ: وسُئِلَ عنه الحافظ ابن حَجَرٍ في فتَاوِيْه فقال: لا أصلَ له"۔

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور مجھے اس کی سند نہیں ملی، میں (حافظ مرتضیٰ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر الہَیتمی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۴ھ) سے ان کے دونوں مجموعہ فتاوی میں اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اس کی ''اصل'' نہیں ہے۔

---

[1] اتحاف السادة المتقين (إحياء علوم الدين مع شرحه): كتاب المَحَبّة والشوق والأنس والرضاء: ۵۸۶/۱۲، دار الكتب العلمية بيروت۔

۲-علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۱ھ) نے "طَبَقَات الشَّافِعِيَة الكُبرى"[1] میں "الإحياء" میں مذکور ایسی روایتوں کے لئے ایک فصل قائم کی ہے، جن کے بارے میں علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "لم أجِدْ لها إسنادًا" (یعنی مجھے اس کی اصل نہیں ملی) کہا ہے، چنانچہ "إحياء" کی زیر بحث روایت کو اسی فصل کے تحت ذکر کیا ہے۔

۳-علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۶ھ) نے "تذكرة الموضوعات"[2] میں لکھا ہے:

"في المختصر "المَعْرِفَة رَأسُ مَالِي... ذَكَرَه القاضي عَيَاض ولم يُوجَد"۔

مختصر (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب) میں ہے "المَعْرِفَةُ رَأسُ مَالِي..."۔ اسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، اور یہ روایت نہیں ملی (یعنی اس کی سند نہیں ملی)۔

۴-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

امام محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۰ھ) "الفوائد المجموعة"[3] میں رقمطراز ہیں:

"ذَكَرَه القاضي عَيَاض، وآثارُ الوَضْعِ عليه لائِحَةٌ"۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کیا ہے، اور وضع کے آثار اس پر ظاہر ہیں۔

۵-علامہ خفاجی مصری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۹ھ) "نَسِيمُ

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة الخامسة، تحت ترجمة محمد بن محمد أبو حامد الغزالي، كتاب المحبة والشوق....: ۳/۵۲۹، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔ [2] تذكرة الموضوعات: باب فضل الرسول وخصاله...، ص: ۸۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان پاکستان۔ [3] الفوائد المجموعة: باب فضائل النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۳۲۶، عبد الرحمن بن يحيى،، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

الرِّیَاض في شرح الشفاء" [1] میں لکھتے ہیں:

"وهذا الحديث ذَكَرَه في الإحياء وقال الحافظ العراقي: إنَّه لا أصلَ له، وقال السُّيوطي رَحِمَه الله تعالى: إنَّه موضوعٌ وآثارُ الوَضْعِ لائِحَةٌ عليه وهو يُشْبِهُ كلامَ الصُّوفيَة"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث "احیاء" میں ذکر کی ہے اور اس کے بارے میں علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے، اور اس حدیث میں وضع کے آثار ظاہر ہیں، اور یہ حدیث صوفیہ کے کلام کے مشابہ ہے۔

۶- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) "شَرْحُ الشِّفَاء" [2] میں لکھتے ہیں:

"فهذه كَلِمَاتٌ جامِعَةٌ معانيها مُطَابَقَة لِمَا في الكتاب والسُّنَّة، والمُصَنِّف ثَبْتٌ ثِقَةٌ حُجَّةٌ فحُسْنُ الظَّنِّ به أنَّه ما رواها إلّا عن بَيِّنَةٍ وإن لم تَكُنْ عندنا بَيِّنَة، وأمّا قولُ الدلجي: قال الأئِمَة: موضوعٌ۔ يَحْتَمِلُ أن يكون بإعتبار بعض أفْرَادِه بِنَاء على إختلافِ إسْنَادِه كما بَيَّنَّاه والله أعلم"۔

اس حدیث کے کلمات اپنے معنی میں جامع ہیں، اور یہ کلمات قرآن وحدیث کے مطابق ہیں، اور مصنف (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) ثَبت، ثقہ اور حجت ہیں، اُن سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ انہوں نے کسی دلیل (سند) ہی سے یہ حدیث نقل کی ہوگی، اگرچہ ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل (سند) نہیں ہے، اور دلجی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی محمد بن محمد الدلجی المصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی

---

[1] نسيم الرياض: فصل، وأما خوفه ربه، ۲/ ۱۴۴، المكتبة السلفية۔المدينة المنورة۔

[2] شرح الشفاء: القسم الأول، الباب الثاني، فصل: وأما ما خوفه ربه: ۱/ ۳۲۵، ت: عبدالله محمد الخليلي، دار الكتب العلمية بيروت

۹۴۷ھ، موصوف نے "الإصطفاء" کے نام سے "شِفَاء" کی شرح لکھی ہے) کا یہ کہنا ہے کہ ائمہ نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے، اس قول میں یہ احتمال ہے کہ یہ حدیث اختلافِ اسناد کی بناء پر، اپنے بعض افراد کے اعتبار سے موضوع ہو، جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے واللہ اعلم۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

واضح رہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر ہَیْثَمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے، اور علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (شارح شفاء)، علامہ دلجی رحمۃ اللہ علیہ (شارح شفاء)، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ (ایک قول کے مطابق)، اور امام شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہ نے واضح لفظوں میں اس روایت کو موضوع کہا ہے، ان نامور محدثین کی مذکورہ تصریحات کے بعد اب ہم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ قول دوبارہ ذکر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

''قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ثبت، ثقہ اور حجت ہیں، اُن سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ انہوں نے کسی دلیل (سند) سے یہ حدیث نقل کی ہوگی، اگرچہ ہمارے پاس اس کی کوئی دلیل (سند) نہیں ہے''۔

گویا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس روایت کی کوئی سند ثابت نہیں ہے، آپ دیکھ چکے ہیں کہ گذشتہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ یہ روایت بے اصل، بلکہ من گھڑت ہے، اس خاص تناظر میں جب کہ اس روایت کی سند ثابت نہیں ہے، اور محدثینِ عظام اس کے ساقط الاعتبار اور بے اصل ہونے کی تصریح کرتے رہیں ہیں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ''شفاء'' میں اس حدیث کو بلا جرح نقل کرنا، ثبوتِ حدیث کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اس بارے میں یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ

کسی دوسرے شخص نے اس روایت کو ذکر کیا ہو، اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص پر اعتماد کرلیا ہو، یا اس کے علاوہ کوئی بھی وجہ ہوسکتی ہے۔

بہرحال محدثین کرام کے نزیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی خبر کا انتساب اسی وقت ہوسکتا ہے، جب وہ کسی معتبر سند سے ثابت ہوجائے، اس لئے سابقہ نصوص سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ زیرِ بحث روایت بے اصل اور من گھڑت ہے؛ اس لئے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

تتمہ:

اس عنوان کے تحت زیرِ بحث روایت پر مشتمل "معجم ابن عساکر" اور "کَشفُ الخفَاء" کی دو روایتیں اور ان کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

"مُعجَم ابنِ عساکر" کی روایت:

واضح رہے، پہلے لکھا جاچکا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث آخر" کے تحت اس زیرِ بحث حدیث میں کچھ اضافہ ذکر کیا ہے، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم ابن عساکر" میں ان اضافی کلمات کی تخریج اور روایت پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ "معجم ابن عساکر" [1] میں ہے:

"حدثني إبراهيم بن محمد بن إبراهيم أبو العلاء التَّايَابَاذِي قَرْيَة مِنْ قُرَى بوشَنج وكان فَقِيهَ الكَرَامِيَة ومقدمهم مِنْ لفظه ببوزجان قَصْبَة جام مِنْ نَوَاحِي نَيْسَابُور قال: ثنا الأستاذ الإمام أبو القاسم إسماعيل بن محمد بن محمد عن أبيه عن جدِّه قال: ثنا أبو الإمام أبو حامد أحمد بن إسحاق بن جمع، ثنا أبو إسحاق إبراهيم بن جعفر الشورميني، ثنا محمود بن محمد الزاوهي، ثنا مأمون بن أحمد السلمي، ثنا مُقَاتِل بن سليمان، ثنا جعفر بن هارون الواسطي، عن

---

[1] معجم ابن عساکر: ۱/ ۸۹، ت: الدكتور وفاء تقي الدين، دار البشائر۔دمشق۔

سمعان بن المهدي، عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: "رَاحَةُ نَفْسِي مع أصحابي، وقُرَّةُ عَيْنِي في الصَّلاة، وثَمْرَةُ فُؤادِي ذِكْرُ الله، وغَمِّي لأجل أُمَّتِي الذين يكونون في آخر الزمان، وشَوقِي إلى مَوْلاَيَ ثم قرأ ﴿فاعْلَمُوا أنَّ الله مَوْلاكُمْ نِعْمَ المَوْلى وَنِعْمَ النَّصِير﴾ـ[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میری جان کی راحت میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور اللہ کی یاد میرے دل کا پھل ہے، اور میرا غم اپنے ان امتیوں کے لئے ہے، جو آخری زمانے میں آئیں گے، اور میرا شوق اپنے مولیٰ کی طرف ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿فاعْلَمُوا أنَّ الله مَوْلاكُمْ نِعْمَ المَوْلى وَنِعْمَ النَّصِير﴾۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا إسنادٌ باطلٌ ومَتْنٌ مُنْكَرٌ وفيه غيرُ واحدٍ مِنَ المَجْهُولين ومأمون بن أحمد غيرُ ثقة ولا مأمون"۔

یہ سند باطل ہے اور اس کا متن "منکر" ہے، اور اس میں کئی مجہول راوی ہیں، اور مامون بن احمد غیر ثقہ اور غیر مامون راوی ہے۔

"کشف الخفاء" کی روایت:

اسی طرح شیخ اسماعیل بن محمد العجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "کَشْفُ الخفَاء"[2] میں اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے:

"الشَرِيعَةُ أَقْوَالي، والطَرِيقَةُ أفْعَالي، والحَقِيقَة حَالي، والمَعْرِفَة رَأس مَالي"۔

شریعت میرے اقوال ہیں، اور طریقت میرے افعال ہیں، اور حقیقت

---

[1] سورة الأنفال: الآية ۴۰۔ [2] كشف الخفاء: حرف السين: ۲/ ۵، ت: د۔ عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۲۷هـ۔

میرا حال ہے، اور معرفة میرا راس المال ہے۔

پھر موصوف لکھتے ہیں:

"لم أرَ مَنْ ذكَرَه فضْلاً عن بيَانِ حَالِه، نعَمْ ذكَرَ بعضُم أنّه رآه في كتب بعض الصُّوفيَة فليُرَاجع"۔

مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ روایت کس نے ذکر کی ہے، چہ جائیکہ اس روایت کی حالت (فنی مقام) معلوم ہو، البتہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعض صوفیاء کی کتابوں میں اسے دیکھا تھا، چنانچہ مراجعت کر لی جائے۔

زیرِ بحث روایت کا فنی حکم:

زیرِ بحث روایت ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق بے اصل اور من گھڑت ہے، اسی طرح حدیث کے الفاظ میں اضافہ "المُعْجَمُ لابن عساکر" اور "کَشْفُ الخفَاء" کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، وہ بھی بے اصل اور باطل ہے؛ اس لئے اس روایت کو مع اضافات بیان کرنا جائز نہیں۔
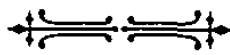
روایت نمبر: (۱۶)

آپ نے قرآن کریم کے اختتام پر یہ دُعا ضرور مشاہدہ کی ہوگی، جسے دعاءِ ختم قرآن یا دعاءِ ماثورہ کے عنوان سے لکھا جاتا ہے:

"اللّٰهم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي۔ اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن العَظِيم واجْعَلْه لي إماماً ونوراً وهُدىً ورَحْمَةً، اللّٰهم ذَكِّرني منه ما نَسِيْتُ وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العالَمِين"۔

ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اسے محض دُعا سمجھ کر پڑھے اور دوسروں سے بیان کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف اس دُعا کا انتساب کیا جائے، تو پہلے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ روایت کسی معتبر، قابلِ بیان سند سے ثابت ہے یا نہیں!

ذیل میں اِس دعا کی بحیثیت حدیث، تحقیق ذکر کی جائے گی، تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ آپ ﷺ کی جانب اس کی نسبت جائز ہے یا نہیں۔

عنوان تحقیق:

واضح رہے کہ یہ دُعا اگرچہ مسلسل عبارت کے ساتھ لکھی جاتی ہیں، لیکن روایات کی جانب مراجعت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا دَر اصل دو مختلف اجزاء پر مشتمل ہے، اور ہر جزء کا ذکر علیحدہ حدیث میں آتا ہے، اور دونوں کا فنی حکم بھی مختلف ہے، صحائفِ قرآنیہ میں یہ اجزاء اِن الفاظ سے منقول ہیں:

۱- اللّٰهم آنِسْ وَحْشَتِي في قَبْرِي۔

۲- اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن العَظِيم واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدىً

ورَحْمَة، اللّٰهم ذكِّرني منه ما نَسِيْتُ وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين۔

ذیل میں ہر جزء کی علیحدہ تحقیق اور اس کا فنی حکم ذکر کیا جائے گا۔

دعا کا پہلا جزء:

"إذا ختم أحدُ كم فلْيَقُلْ: اللّٰهم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي"۔

ترجمہ: "آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں جو شخص قرآن ختم کر لے، تو یہ دعا پڑھے: اللّٰهم آنِسْ وَحْشَتِي في قَبْرِي"۔ اے اللہ! قبر میں میری وحشت اور تنہائی کو، اُنسیت کا سامان بنا دے۔

یہ دعا ایک حدیث میں منقول ہے۔ اس حدیث کی تحقیق چار اجزاء پر مشتمل ہے:

۱- حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲- روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳- متہم راوی پر ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال

۴- گزشتہ تفصیلات سے ماخوذ، روایت کا حکم

مصادرِ اصلیّہ سے روایت کی تخریج:

حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ "مسند الفردوس" [1] میں لکھتے ہیں:

"عن اللَّيث بن محمد: أخبرنا أحمد بن عبدالله بن خالد، حدثنا الوليد بن مسلم عن سالم الخَنّاط عن الحَسَن عن أبي أُمامة رضي الله عنه مرفوعاً:

---

[1] انظر سلسلة الأحاديث الضعيفة: ٦/ ٦٣، رقم: ٢٥٤٨، مكتبة المعارف۔ الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ۔

واضح رہے کہ مجھے "مسند الفردوس" فی الحال میسر نہیں ہے، اس لئے میں نے "سلسلة الأحاديث الضعيفة" سے سند ذکر کی ہے، یہاں ایک امر کی وضاحت ضروری ہے کہ "سلسلة الأحاديث الضعيفة" کی مذکورہ سند میں "سالم الحناط" لکھا ہے، اور علامہ عبد الرؤف المناوی رحمہ اللہ نے اس راوی کا نام "سالم الخياط" لکھا ہے، اور مراجعت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہی (سالم الخياط) صحیح ہے، البتہ یہ احتمال بھی ہے کہ یہ تصحیف (تبدیلی) نہ ہو اور سالم کی دونوں نسبتیں ہوں، یعنی الحناط اور الخياط۔ واللہ اعلم۔

"إذا ختَمَ أحدُ كم فلْيَقُل: اللّهم آنِس وَحْشَتِي في قَبْرِي"۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں جب کوئی شخص قرآن ختم کرے تو وہ یہ پڑھے: "اللّهم آنِس وَحْشَتِي في قَبْرِي"۔ اے اللہ! قبر میں میری وحشت اور تنہائی کو، اُنسیت کا سامان بنادے۔

واضح رہے کہ حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حاکم نیسا بُوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے تخریج کی ہے، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "تاریخِ نَیسابُور" [1] میں تخریج کیا ہے۔

روایت پر کلام:

زیر بحث روایت کو علامہ عبدالروف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شَوکانی اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے سند میں موجود جویباری کذّاب کی وجہ سے من گھڑت کہا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

۱- علامہ عبدالرؤف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ "فیض القدیر" [2] میں لکھتے ہیں:

"...إنّ فيه ليث بن محمد، قال الذَهَبي في الضعفاء: قال بن أبي شيبة: متروک۔ وسالم الخَيّاط، قال يحيى: ليس بشيئ"۔

"......اس روایت کی سند میں لیث بن محمد ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الضُّعَفاء" میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے لیث کو "متروک" (کلمۂ جرح) کہا ہے اور سالم خیاط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لیث کو یحییٰ نے "ليس بشي" (کلمۂ جرح) کہا ہے۔

---

[1] أنظر المُدَاوِي: حرف الهمزة: ۱/ ۳۱۰، رقم: ۲۸۲، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۹۹۶ء۔
[2] فيض القدير: ۱/ ۳۳۳، رقم: ۵۷۱، دار المعرفة۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۱ھ۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ علامہ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر چہ سند پر کلام کرتے ہوئے، متکلم فیہ راوی لیث بن محمد اور سالم بن عبداللہ الخیاط کو موضوع بنایا ہے، لیکن اسی سند میں احمد بن عبداللہ الجُوَیْبَارِی کذّاب بھی موجود ہے (ان کے بارے میں تفصیل آگے آئے گی) اس لئے اس حدیث کی سند پر کلام کرتے ہوئے جویباری کو موضوع بنانا، روایت کے مقام کو سمجھنے کے لئے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ (عنقریب آئے گا) علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو من گھڑت کہنے میں جویباری رحمۃ اللہ علیہ کو مدار بنایا ہے، واللہ اعلم۔

۲-حافظ ابنِ عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [1] میں رقمطراز ہیں: "(حا) من حديث أبي أمامة رضي الله عنه وفيه الجُوَيْبَارِي" حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے اور اس میں 'جُوَیْبَارِی' ہے۔

ایک اہم نکتے کی وضاحت:

واضح رہے کہ احمد بن عبداللہ الہروی نام کے دوراوی ہیں:

۱-أبو الوليد أحمد بن عبد الله بن أيوب الحنفي الهروى

یہ 'ثقہ' راوی ہے۔

۲-أحمد بن عبد الله بن خالد الهروى الجُوَيْبَاری

یہ مشہور کذّاب راوی ہے، زیرِ بحث سند میں یہی راوی موجود ہے، یہاں یہ وضاحت اسی لئے کی گئی ہے کہ ان مشترک ناموں کی وجہ سے، صحیح مصداق سمجھنے میں غلطی نہ ہو جائے، واللہ اعلم۔

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ۲۹۹/۱، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

۳-علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۱] میں لکھتے ہیں: "في إسناده وَضَّاع"، اس حدیث کی سند میں ایک روایت گھڑنے والا راوی ہے۔

۴-علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذكرة الموضوعات" [۲] میں رقمطراز ہیں: "فيه أحمد بن عبدالله الجُوَيْبَارِي، أحدُ المشهورين بالكِذْب"۔ اس حدیث میں احمد بن عبداللہ جویباری ہے، جو شہرت یافتہ جھوٹوں میں سے ہے۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث احمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کذّاب کی وجہ سے موضوع ہے۔

أحمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال:

ائمہ حدیث نے زیر بحث، موضوع روایت میں أحمد بن عبداللہ بن خالد الجُوَیْبَاری کو کذّاب قرار دیا ہے، جویباری کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال" [۳] سے ملاحظہ ہوں:

"قال ابن عدي: كان يَضَعُ الحديث لابن كرّام على مايُرِيدُه... وقال ابن حبّان: هو أبو علي الجويباري دجّالٌ من الدَجَاجِلَة... وقال النسائي والدَّارَقُطْنِي: كذّاب۔ قلتُ: الجويباري مِمَّن يُضْرَبُ المَثَلُ بكِذْبِه... قال البيهقي رحمۃ اللہ علیہ: فإنّيأعْرِفُه حقّ المعرفة بوَضْعِ الحديث على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فقدوَضَعَ عليه أكثرَ مِنْ ألف حديث"۔

---

[۱] الفوائد المجموعة: باب فضائل القرآن: ص: ۳۱۰، رقم: ۳۳، عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔ [۲] تذكرة الموضوعات: باب فضل القرآن...، ۷۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان پاکستان۔
[۳] ميزان الاعتدال: ۱/۱۰۶، رقم: ۴۲۱، ت: على محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احمد جویباری، ابن کرّام (یعنی محمد بن کرّام بن عراق السجستانی، یہ شخص فرقۂ امامیہ کے امام ہیں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" ان کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ شخص شیخ، گمراہ، اور فرقۂ مجسمہ سے تعلق رکھنے والا ہے) کے لیے اُس کی چاہت کے مطابق، روایتیں گھڑتا تھا......اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ابوعلی، جویباری ہے، جو دجالوں میں سے بڑا دجال ہے......امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جویباری کو کذّاب کہا ہے۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ جویباری ان لوگوں میں سے ہے، جن کا جھوٹ ضرب المثل ہے......امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں خوب اچھی طرح اس کی معرفت رکھتا ہوں کہ جویباری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیثیں گھڑتا تھا، کیونکہ جویباری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ہزار سے زائد حدیثیں گھڑی ہیں۔

حافظ ابن جَوزِی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروکین" [1] میں شیخ ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "......ولعلّهما قد وَضَعا على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعلى الصحابة رضی اللہ عنہم والتابعين رحمۃ اللہ علیہم مائة ألف حديث..."۔

"......شاید کہ جویباری اور محمد بن تمیم سعدی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم پر ایک لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں......"۔

روایت کا فنّی حکم:

گزشتہ توضیحات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور من گھڑت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس دعا (اللّهم آنِسْ وَحْشَتِي في قَبْرِي) کا انتساب ہرگز جائز نہیں ہے، البتہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت کیے بغیر یہ دعا پڑھی جائے تو یہ اپنی جگہ درست ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] الضعفاء والمتروکین: من إسمه محمد، ۳/۹۵، رقم الترجمة: ۳۱۷۰، ت: عبد اللہ القاضي، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

جیسا کہ شروع میں کہا گیا تھا کہ زیرِ بحث دعا ''حدیث'' کی حیثیت سے دو اجزاء پر مشتمل ہے، ان اجزاء میں پہلے جزء کی تحقیق اور فنی حکم یہاں تک مکمل ہوا، اب ذیل میں جزءِ ثانی کی تحقیق اور فنی حکم لکھا جائے گا۔

دعا کا دوسرا جزء:

إن النبيّ ﷺ كان يَدْعُو عند خَتْمِ القرآن: "اللّهم ارحَمْني بالقرآن العظيم واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّهم ذَكِّرْني منه ما نَسِيتُ وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليلَ وَآناءَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين"۔

ترجمہ: آپ ﷺ ختم قرآن کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لئے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔ اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، مجھے وہ سکھا دیں، اور شب وروز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں''۔

اُس دعا کا ذکر روایت میں موجود ہے۔

روایت کی تحقیق تین اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت کا مصدر اصلی

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-روایت کا فنی حکم

روایت کا مصدر:

شیخ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''إحياء علوم الدين'' [1] میں لکھتے ہیں:

---

[1] إتحاف السّادة المتقين: كتاب آداب تلاوة القرآن، الباب الثاني: ٥/ ٦٣، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

فإذافرَغ قال ما كان يَقُولُه صلوات اللّٰه وسلامه عليه عند خَتْمِ القرآن:
"اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّٰهم ذكّرني منه ما نَسِيْتُ وعَلِّمْنِي منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليلَ وَأطْرَافَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين"۔

تلاوتِ قرآن کرنے والا جب قراءتِ قرآن سے فارغ ہو جائے، تو وہ دعا مانگے جو آپ ﷺ قرآن کے ختم پر مانگا کرتے تھے (یعنی): "اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لیے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجیے۔ اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں وہ مجھے سکھا دیں، اور شب و روز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لیے حجت بنا دیں"۔

اَہم وضاحت:

ذیل میں "الاحیاء" کی مذکورہ عبارت میں موجود دو لفظوں "القرآن" اور "أطراف النهار" کے بارے میں مختصر کلام لکھا جائے گا۔

۱......واضح رہے کہ ہمارے پاس "الإحياء" کے موجودہ نسخے میں یہ دعا اسی طرح موجود ہے، (اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن واجْعَلْه لي إماما...) یعنی دعا میں لفظ "القرآن" (صفتِ العظیم کے بغیر) لکھا ہے، اسی طرح علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے "البرهان في علوم القرآن" اور علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" میں، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "المُغْني عن حمل الأسفار" میں، اور حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے "النَشْر في القراءات العشر" میں، ان سب محدثینِ کرام نے، صرف "القرآن" (العظیم کے بغیر) لکھا ہے، البتہ مصاحفِ قرآنیہ کے آخر میں جو یہی دعا لکھی جاتی ہے، اس میں لفظ "القرآن العظيم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) لکھا گیا

ہے، اسی طرح "إحیاء علوم الدین" کی شرح "اِتحاف السَادة المتَقین" میں بھی لفظ "القرآن العظیم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) لکھا گیا ہے، ممکن ہے کہ "إحیاء علوم الدین" کے بعض نسخوں میں یہ لفظ "القرآن العظیم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) لکھا گیا ہے، اور مصاحف قرآنیہ میں بھی لفظِ "القرآن العظیم" (صفتِ العظیم کے ساتھ) ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض کتب میں یہ لفظ "القرآن" صفتِ "العظیم" کے ساتھ لکھا ہے، بہر حال اس بارے میں ہم کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں کہ یہ اختلاف نسخ ہے یا تصحیف (لفظ کا بدل جانا) ہے؛ کیونکہ اس بارے میں حتمی رائے مصادرِ اصلیہ (وہ کتابیں جن کے مؤلفین اپنی سند سے احادیث تخریج کرتے ہیں) کی جانب مراجعت کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج میں دو مصادرِ اصلیہ لکھے ہیں:

۱- ابو منصور مظفر بن حسین اَرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی "فضائل القرآن"

۲- ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی "شمائل"

اور یہ دونوں کتابیں بندہ کو اب تک نہیں مل سکی ہے، ممکن ہے کہ ان مصادر کی جانب مراجعت سے کوئی حتمی فیصلہ قائم ہو سکے، البتہ علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ، ان محدثینِ کرام کی عبارتوں میں لفظ "القرآن"، صفت "العظیم" کے بغیر لکھا گیا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ لفظ "القرآن"، صفت "العظیم" کے بغیر لکھا جائے، واللہ اعلم۔

۲......ایک دوسری اَہم بات یہ بھی ہے، کہ حسبِ سابق قرآنی صحائف اور "اتَحاف السَادة المتَقین" میں لفظ "آناء اللیل و آناء النهار" لکھا ہے، جبکہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں میں یہ لفظ "آناء اللیل و اطراف النهار" لکھا ہے، اور علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف "آناء اللیل" لکھا ہے، واللہ اعلم۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

زیرِ بحث روایت پر علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زَرکَشی، رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ تاج الدین سُبکِی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے، ذیل میں ان محدثین کرام کی عبارتیں، اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

”رواه أبو منصور المُظَفَّر بن الحسين الأرجاني في فضائل القرآن، وأبو بكر بن الضحاك في الشمائل، كلاهما من طريق أبي ذر الهَرَوِي من رواية داؤد بن قيس معضلا“۔[1]

اس روایت کو ابو منصور مظفر بن حسین اَرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل القرآن“ اور ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ”شمائل“ میں تخریج کیا ہے، اور یہ دونوں سندیں ابو ذر ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے، داود بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے معضلاً (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) تخریج کی گئی ہیں۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

حافظ عراقی کی اس عبارت سے چار اُمور حاصل ہوتے ہیں:

۱-اس حدیث کی تخریج دو محدثین نے کی ہے:

-ابو منصور مظفر بن حسین اَرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل القرآن“ میں

-اور ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ”شمائل“ میں

۲-ان دونوں محدثین کی سندیں اَبو ذر ہَرَوی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

۳-داود بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (تبع تابعی) اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، اور داود

---

[1] المغني عن حمل الأسفار: ۱/ ۲۲۶، أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار الطبرية۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ۔

بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تک سند متصل ہے، پھر داؤد کے بعد تابعی اور صحابی کے نام سند میں مذکور نہیں ہیں، اسی کو روایت کا ''معضل'' ہونا کہا گیا ہے۔

۴- سند میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف دو راویوں، یعنی ابو ذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داود بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ کسی راوی کا نام ذکر نہیں کیا، ذیل میں ابو ذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر احوال لکھے جائیں گے:

ابوذر ہَرَوی:

ابوذر ہَرَوی عبد بن اَحمد بن محمد کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سِیَر أعلام النُّبلاء" [1] میں لکھتے ہیں:

''موصوف حافظ، امام، مجود، علامہ، شیخ الحرم...... بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ۳۵۵ھ یا ۳۵۶ھ کو ہوئی ہے، ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ابوذر ہَرَوی ثقہ، ضابط اور دیندار تھے، جن کا انتقال ۴۳۴ھ میں ہوا ہے''۔

داؤد بن قیس:

ابو سلیمان داؤد بن قیس الدباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "التقریب" [2] میں لکھتے ہیں:

"ثِقةٌ، فاضلٌ" اور آپ کا انتقال خلیفہ ابوجعفر کے زمانے میں ہوا ہے۔

داؤد بن قیس کے مزید احوال امام زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں بھی آئیں گے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا حاصل:

پہلے بھی یہ بات کہی جاچکی ہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ۵۵۴/۱۷، رقم: ۳۷۰، ت: شعیب الأرنؤوط، مؤسَّسة الرسالة-بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۰۲ھ۔

[2] التقریب: ۱۹۹، رقم: ۱۸۰۸، ت: شیخ محمد عوامة، دار الرشید-سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ

[2] التقریب: ۱۹۹، رقم: ۱۸۰۸، ت: شیخ محمد عوامة، دار الرشید-سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ

(موصوف کا کلام عنقریب آئے گا) نے اس روایت کی تخریج میں دو مصادرِ اصلیہ لکھے ہیں:

۱-ابو منصور مظفر بن حسین اَرجانی رحمۃ اللہ علیہ کی ''فضائل القرآن''۔

۲-ابو بکر بن ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کی ''شمائل''۔

اور یہ دونوں کتابیں بندہ کو اب تک نہیں مل سکی ہیں، اس لیے میں مکمل سند پر مطلع نہیں ہوں، البتہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی سند میں ابوذر ہَرَوی اور داؤد بن قیس کے نام لکھے ہیں، یقیناً یہ محدثین کرام مکمل سند اور اس میں موجود راویوں کے حالات سے واقف ہیں، جن میں دو راویوں ابوذر ہَرَوی رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ''توثیقی اَقوال'' آپ کے سامنے آچکے ہیں، اس لئے مذکورہ روایت کے بارے میں ہم حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ روایت ''معضل'' ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے، اور اس کا فضائل میں بیان کرنا جائز ہے۔

بہر حال حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی توضیحات میں اس روایت کا فنی حکم بھی سامنے آچکا ہے، البتہ حافظ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ذیل میں لکھے جائیں گے۔

۲-حافظ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن الجزَری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۳۳ھ) ''النشر في القراءات العشر'' [۱] میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

''... حديث مُعْضَلٌ لأنَّ داؤد بن قَيس هذا هو الفَرَّاء الدَبَّاغ المَدَني مِنْ تابعي التابعين يَرْوِي عن نافع بن جبير بن مطعم وإبراهيم بن عبدالله بن حنين۔ رَوَى عنه يحيى ابن سعيد القطان وعبدالله بن مسلمة القعنبي وكان ثقةً صالحاً عابداً مِنْ أَقْرَان مالك ابن أنس خَرَّجَ

[۱] النشر في القراءات العشر: الأمور المتعلقة بالختم، ۲/ ۴۶۴، ت: علی محمد الصباغ، دار الكتب العلمية-بيروت۔

له مسلم في صحيحه۔ وهذا الحديث لا أعْلَمُ وَرَدَ عن النَّبي ﷺ في خَتْمِ القرآن حديث غيره"۔

''..... یہ معضل (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) حدیث ہے کیونکہ داؤد بن قیس فراء، دبّاغ، مدنی، تبع تابعین میں سے ہے، داؤد بن قیس، نافع بن جبیر بن مطعم اور ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے روایت نقل کرتے ہیں، اور یحییٰ بن سعید القطان اور عبداللہ بن مسلمۃ قعنبی، یہ دونوں داؤد بن قیس سے احادیث روایت کرتے ہیں، داؤد بن قیس ثقہ، صالح، عابد، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اَقران (ساتھیوں) میں تھے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں داؤد بن قیس کی ایک روایت تخریج کی ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ختمِ قرآن کی یہ حدیث داؤد بن قیس کے علاوہ کسی اور سے بھی منقول ہو۔

۳-علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ "البرهان في علوم القرآن"[1] میں لکھتے ہیں:

"رَوَى البَيْهَقِي في دلائل النُّبُوَّة وغيره أنَّ النَّبِيَّ ﷺ كان يَدْعُو عِنْدَ خَتْمِ القرآن: اللّهم ارحَمْني بالقرآن، واجْعَلْه لي أماناً ونوراً وهدىً ورحمةً، اللّهم ذَكِّرْني منه مانَسِيتُ، وعَلِّمْني منه ماجَهِلْتُ، وارْزُقْنِي تِلاوَتَه آناءَ الليل، واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العالمين"۔ رواه في شُعَب الإيمان بأطولَ مِنْ ذلك، فلْيُنْظر فيه"۔

''امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوة" وغیرہ میں یہ روایت تخریج کی ہے: آپ ﷺ ختم قرآن کے وقت یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لیے امان، نور، ہدایت اور

---

[1] البرهان في علوم القرآن: ۱/۴۷۵، ت: محمد أبو الفضل إبراهيم، دار التراث۔ القاهرة۔

رحمت بنا دیجئے، اس قرآن کا جو حصّہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، وہ مجھے سکھا دیں، او مجھے شب میں اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرما دیں، اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں"۔

(علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تفصیل سے "شعب الإیمان" میں تخریج کی ہے، اس میں دیکھ لیا جائے۔

اہم وضاحت:

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں دو امور بیان کیے گئے ہیں:

۱- زیرِ بحث روایت "دلائل النُّبوّة" میں موجود ہے۔

۲- اور "شعب الإیمان" میں یہ روایت تفصیل سے موجود ہے۔

ذیل میں ان دونوں امور پر مختصر تبصرہ ہوگا، اور "شعب الإیمان" میں موجود ختمِ قرآن کی مفصل دعا کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا۔

"دلائل النبوة" اور "شعب الإیمان" کی روایت:

واضح رہے کہ بندہ کو "دَلَائِلُ النُّبوّة" میں تو یہ روایت نہیں ملی، البتہ "شعب الإیمان" [1] میں ختمِ قرآن کی دعا تفصیل سے موجود ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كان عليّ بن حُسين يَذْكُر عن النبيّ صلى الله عليه وسلم أنه كان إذا خَتَمَ القرآن حَمِدَ الله . . . "۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن ختم فرما لیتے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے......"۔ مگر ملحوظ خاطر رہے کہ "شعب الإیمان" کی اس حدیث میں زیر بحث روایت کے الفاظ نہیں ہیں، اس لیے "شعب الإیمان" کی اس حدیث کو زیرِ بحث روایت کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] شعب الإيمان: ٣/ ٤٣٠، رقم: ١٩١٥، ت: الدكتور عبدالعلي، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

"شعب الإیمان" کی روایت کا فنی مقام:

دوسری بات یہ بھی ہے کہ "شعب الإیمان" کی اس روایت میں ایک راوی "عمرو بن شِمر الجُعفی الکوفی" ہے، عمرو بن شِمر پر تبصرہ سے قبل ایک "تصحیف" (تبدیلی) کی وضاحت ضروری ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ "شعب الإیمان" کے بعض نسخوں میں، اس حدیث کی سند میں "عمرو بن شِمر کی جگہ، عمرو بن سَمُرَہ" لکھا ہے، قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح عمرو بن شِمر ہے، اور عمرو بن سَمُرَہ تصحیف (تبدیلی) ہے کیونکہ سند میں مذکور راوی "جابر جعفی" سے عمرو نامی روایت نقل کرنے والا ہے، اور عمرو بن شِمر کے شیوخ میں تو جابر جعفی کا نام موجود ہے، لیکن عمرو بن سمرہ کے شیوخ میں جابر جعفی کا نام نہیں ہے، واللہ اعلم۔

بہر حال ذیل میں عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ "شعب الإیمان" کی مذکورہ روایت کا فنی مقام سمجھنا آسان ہو۔

عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

عمرو بن شِمر کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال "میزان الاعتدال"[1] سے ملاحظہ ہو:

یحیی بن مَعین نے عمرو بن شِمر کو "لیس بشیئ" (کلمۂ جرح)، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "منکر الحدیث" (کلمۂ جرح)، جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "زَائغ کذّاب" (کج رو، جھوٹا)، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دارقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "متروک الحدیث" (کلمۂ جرح) کہا ہے، اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ رافضی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتا تھا، اور ثقہ راویوں پر حدیثیں گھڑتا تھا۔

ائمہ رجال کے اقوال سے واضح ہے کہ "شعب الإیمان" کی یہ روایت،

"عمرو بن شمِر الجُعفی" کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہے، اور ضعفِ شدید کی وجہ سے فضائل میں بھی اسے بیان نہیں کر سکتے۔

۴-علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" [1] میں زیرِ بحث روایت کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے میں اُن احادیث کے تحت ذکر کیا ہے، جن کی سند علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں ملی۔

روایت پر کلام کا خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "مُعْضَل" (جس سند میں دو یا دو سے زائد راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) کہا ہے، اور داؤد بن قیس (تبع تابعی) اسے نقل کرنے والے ہیں، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید کسی راوی پر کلام ذکر نہیں کیا، علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق کلام کیا ہے، اور حدیث کے راوی داؤد بن قیس کا محاسن (خوبیوں) پر مشتمل ترجمہ بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بحوالہ "دلائل النبوة للبيهقی" اور "شُعب الإيمان للبيهقي" نقل کیا ہے (ان روایتوں کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے)۔

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اس حدیث کو اُن روایتوں میں ذکر کیا ہے، جس کی سند اُن کو نہیں ملی، لیکن یہ بات روایت کے ثبوت کے لئے یہاں مانع نہیں بن سکتی، کیونکہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو "معضل" کہا ہے، یعنی حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی سند اور فنی مقام دونوں سے واقف ہیں، چنانچہ اس واقفیت سے علامہ تاج الدین سبکی کے قول کی تلافی ہو جاتی ہے۔

---

[1] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة الخامسة، ۳/ ۲۸۲، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

روایت کا فنی مقام:

بہر حال ائمہ کرام کے ان نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ یہ روایت "معضلا" داؤد بن قیس الفرّاء رحمۃ اللہ علیہ (تبع تابعی) سے مروی ہے، اور معضل (جس سند میں دو راوی پے در پے ساقط ہو گئے ہوں) ضعیف کی ایک قسم ہے، اس لیے فضائل کے باب میں اسے بیان کرنا جائز ہے۔

البتہ یہ واضح رہے کہ اس ماثور دعا کے الفاظ میں معمولی اختلاف بھی ہے، جس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول الفاظ پر اعتماد کیا جائے، اور وہ دعا یہ ہے، حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا ان الفاظ سے نقل کی ہے:

"اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدىً ورَحْمَةً، اللّٰهم ذَكِّرني منه ما نَسِيتُ وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْني تِلاوَتَه آناءَ الليلَ وَأطْرَافَ النَّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يا رَبَّ العَالَمِين"۔

تلاوتِ قرآن کرنے والا جب قراءتِ قرآن سے فارغ ہو جائے، تو وہ دعا مانگے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ختم پر مانگا کرتے تھے (یعنی): "اے اللہ! قرآن کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور قرآن کو میرے لئے امام، نور، ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔ اس قرآن کا جو حصہ میں بھول چکا ہوں، وہ مجھے یاد دلا دیں اور قرآن کے جس حصے سے میں جاہل ہوں، مجھے وہ سکھا دیں، اور شب و روز مجھے اس کی تلاوت کی توفیق عطا فرمادیں اور اے رب العالمین! قرآن کو میرے لئے حجت بنا دیں"۔
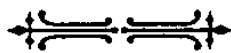
روایت نمبر: (۱۷)

خیر القرون سے آج تک اسلافِ امت حدیث کو میزانِ اسناد میں تولتے رہے ہیں، اور اسناد کے بغیر روایتوں کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے، چنانچہ علامہ قاضی حسن بن عبد الرحمن رَامَھُرْ مُزِی رحمہ اللہ "المُحدِّثُ الفَاصِلُ بَيْنَ الرَّاوِي وَالوَاعِي" ۱؎ میں لکھتے ہیں:

"كُلّ حديثٍ ليس فيه حَدَّثَنَا وأَخْبَرَنَا، فهو خَلٌّ وبَقْلٌ"۔

جس حدیث میں حدثنا اور اخبرنا (یعنی سند) نہیں ہو، تو وہ بے قیمت ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ محدثینِ کرام بلا سند روایتوں کو خاطر میں نہیں لاتے، بلکہ اسے انتہائی مضر سمجھتے ہیں، لہذا امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مثلُ الذي يَطْلُبُ الحديثَ بلا إسنادٍ، كمثل حَاطِبِ لَيْلٍ، يَحْمِلُ حُزْمَةَ حَطبٍ وفيه أَفْعَى وهو لا يَدْرِي"۔ ۲؎

جو شخص بلا سند حدیث کی جستجو میں ہو، اس کی مثال رات کو لکڑیاں چننے والے اس شخص کی سی ہے، جو لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھاتا ہے، اور اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں سانپ ہے۔

بہر حال محدثینِ عظام رحمہم اللہ کے اسی منہجِ فکر کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک بے سند روایت کی تحقیق پیش کی جائے گی، جو ہمارے عرف میں انتہائی مشہور ہے، اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ روایت کے بے سند ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ اس سے احتراز کیا جاتا، اور ائمہ متبوعین کے اقوال معلوم کر کے ان کا اتباع کیا جاتا، فإلی اللہ المشتکی۔

۱؎ المحدّث الفاصل بين الراوي والواعي: باب القول في التحديث و الإخبار، ص:۵۱۷، الدكتور محمد عجّاج الخطيب، دار الفكر-بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۰۴ھ۔

۲؎ الإسناد من الدين: ص:۲۰، تاليف عبد الفتاح أبو غُدّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

عنوانِ روایت:

"كنتُ كنزاً مَخفيًا لاأعْرَفُ، فأحْبَبْتُ أنْ أعْرَفَ، فخَلَقْتُ خَلْقاً فَعَرَّفْتُهم بِيْ فعَرَفُوني"۔

ترجمہ: میں ایسا چھپا ہوا خزانہ تھا کہ جسے کوئی پہچانتا نہیں تھا، (لہذا) میں نے یہ چاہا کہ مجھے پہچانا جائے، تو میں نے ایک مخلوق پیدا کی، پھر اسے اپنی معرفت کروائی، چنانچہ انھیں میری معرفت حاصل ہوگئی۔

بعض روایتوں میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فعَرَفْتُ إليهم فبي عَرَفُوني"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق بنیادی طور پر دو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۲-روایت کا فنی حکم

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو "بے اصل" قرار دیا ہے، ذیل میں ان تمام ائمہ کے اقوال اور آخر میں ان اقوال کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱-حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "النبوات" [1] میں لکھتے ہیں:

---

[1] النبوات: ۱/ ۳۰۲، الدكتور عبدالعزيز بن صالح، المجلس العلمي في الجامعة الإسلامية-المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ۔

وسَألَنِي هذا عَمَا يَحْتَجُون به مِنَ الحديث، مثل الحديث المذكور في العَقْل وأنّ أوّلَ ماخَلَقَ اللّٰه تعالىٰ العَقْل، ومثل حديث كُنْتُ كَنْزاً لاأعْرَفُ فأحْبَبْتُ أن أعْرَفَ وغير ذلک فكَتَبْتُ له جَوَاباً مَبْسُوطاً وذكَرْتُ أنّ هذه الأحاديث موضوعةٌ وأبو حامد وهولاء لايَعْتَمِدُون على هذا وقد نَقَلُوه إمّا مِنْ رَسَائل إخْوَان الصَّفَا أومِنْ كلام أبي حبان التَوحِيدِي أومِنْ نحو ذلک"۔

مجھ سے اس شخص (ایک اجنبی سائل) نے اُن لوگوں کی مستدل حدیثوں کے متعلق پوچھا، جیسے عقل کی مذکورہ حدیث، اور یہ حدیث کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے عقل کو وجود بخشا، اور یہ حدیث کہ (اللہ تعالی فرماتے ہیں) میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا؛ میں نے اس بات کو پسند کیا کہ مجھے پہچانا جائے، اوران کے علاوہ احادیث کے بارے میں سوالات کیے، ان سوالات کے جواب میں، میں نے اسے تفصیلی خط لکھا، اور اسے آگاہ کیا کہ یہ حدیثیں من گھڑت ہیں، ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ اور یہ (اہلِ حق) لوگ ان احادیث پر اعتماد نہیں کرتے، اور ان (اہلِ باطل) لوگوں نے یہ روایتیں رسائلِ اِخوان الصفا [فرقہ اِسماعیلیہ باطنیہ کی ایک جماعت]، یا ابوحبان توحیدی [ایک زندیق فلسفی، معتزلی]، یا ان جیسے کسی شخص سے نقل کی ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر "مَجْمُوعُ الفَتَاوَیٰ" [1] میں رقم طراز ہیں:

"هذاليس مِنْ كلام النَبِيّ صلی اللہ علیہ وسلم ولا أعْرِفُ له إسناداً صحيحاً ولا ضعيفاً"۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، اور اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند میری معرفت میں نہیں ہے۔

---

[1] مجموع الفتاوی: سئل شیخ الإسلام عن صحة الحدیث...، ۱۸/ ۱۲۲، ت: عامر الجذار وانوار الباز، دار الوفاء، الطبعة الثالثة ۱۴۲۷ھ۔

۲- علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بدر الدین زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ "التَذْكِرَة في الأحاديث المُشْتَهَرَة" [۱] میں رقمطراز ہیں:

"قال بعضُ الحُفَّاظ: ليس هذا مِنْ كلام النبي ﷺ ولا يُعْرَفُ له إسنادٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ".

بعض حفاظ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" [۲] میں تحریر فرماتے ہیں:

قال ابن تيمية رحمۃ اللہ علیہ: إنّه ليس مِنْ كلام النبي ﷺ ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ، وتَبِعَه الزَرْكَشِي وشيخُنا".

ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کسی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) ہے، علامہ زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے۔

۴- علامہ جلال الدین سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة في الأحاديث المُشْهَرَة" [۳] میں بیان کرتے ہیں:

"لا أصلَ له"۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[۱] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: في الزهد، ۱/۱۳۶، ت: مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

[۲] المقاصد الحسنة: حرف الكاف، ۳۷۷، رقم: ۸۳۶، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

[۳] الدرر المنتثرة: ۲۰۳، رقم: ۳۲۸، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

البتہ حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے "ذَيْل الأحاديث الموضوعة" [1] میں لکھا ہے:

"قال ابن تيمية رحمۃ اللہ علیہ: موضوعٌ، وهو كما قال"۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اور یہ حدیث ایسی ہی ہے، جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، یعنی من گھڑت ہے۔

۵- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عَرَّاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تنزيه الشريعة" [2] میں لکھا ہے:

"قال ابن تَيْمِية: موضوعٌ"۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ من گھڑت ہے۔

٦- علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

اسی طرح علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تَذْكِرة الموضوعات" [3] میں تصریح فرماتے ہیں:

"قال ابن تَيْمِية ليس مِنَ الحديث ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ وتَبِعَه الزَّرْكَشِي وشيخُنا، وفي الذيل، قال ابن تيمية: موضوعٌ وهو كما قال"۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند معروف ہے، نیز علامہ زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی ہے، اور "ذَیل" (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں ہے: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے (علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اور یہ حدیث ایسی ہی ہے (یعنی من گھڑت)۔

---

[1] أنظر السلسة الضعيفه: رقم: ٦٥٢٣، مكتبة المعارف-الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ١/١٤٨، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠١ھ۔

[3] تذكرة الموضوعات: كتاب التوحيد، ص: ١١، كتب خانه مجيديه ملتان-پاكستان۔

۷-علامہ احمد بن عبد الکریم الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ "الجدُّ الحثِیث" [۱] میں لکھتے ہیں:

"هو مشهورٌ عندَ الصوفية، واعْتَقَدُوه، وبَنَوا عليه أصولَهم، وأنكره ابنُ تَيْمِيَة والزَّرْكَشِيُّ وابنُ حجر والسيوطيُ وغيرُهم"۔

یہ حدیث صوفیہ کے نزدیک مشہور ومعروف ہے، اور وہ اس حدیث کا اعتقاد رکھتے ہیں، اور اس پر اپنے اصولوں کی بنیاد رکھتے ہیں، حالانکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، اور سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔

۸-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المَصْنُوع في معرِفة الحديث الموضوع" [۲] میں رقم طراز ہیں:

"نَصَّ الحُفَّاظ كابن تَيْمِيَة والزَّرْكَشِي والسَّخَاوِي على أنَّه لاأصلَ له"۔

حفاظ حدیث جیسے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، زَرکشی رحمۃ اللہ علیہ، اور سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔

البتہ "مرقاة المفاتيح" [۳] میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو لفظاً غیر صحیح اور معنیً صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو:

"وهذا المعنى يُصَحِّحُ معنى مايُنْقَلُ حديثاًولم يَصِحّ لفظاً: كنتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فأَحْبَبْتُ أن أُعْرَفَ فخلَقْتُ الخلقَ لأَنْ أُعْرَفَ ولذا قال ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالى ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاَّ لِيَعْبُدُون﴾ (سورة الذَّاريات:٥٦) أي لِيَعْرِفُون..."۔

---

[۱] الجد الحثيث: ١٧٥، رقم: ٣٦٢، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بيروت۔

[۲] المصنوع: ١٤١، رقم: ٢٣٢، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی-پاکستان۔

[۳] مرقاة المفاتيح: كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، ١/ ٤٤٢، مكتبة رشيدية، سرکی روڈ-کوئٹہ (پاکستان)۔

’’(ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ معنی (ماقبل کے ایک امر کی طرف اشارہ ہے) اس حدیث کے معنی کو صحیح قرار دینے والا ہے، جو بطور حدیث منقول ہے، لیکن لفظاً صحیح نہیں ہے (یعنی): ’’میں چھپا ہوا خزانہ تھا؛ لہذا میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے، پھر میں نے ایک مخلوق اپنی پہچان کے لئے پیدا کی‘‘۔ اسی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاّ لِيَعْبُدُون﴾ ترجمہ: میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے ’’لِيَعْبُدُون‘‘ (تاکہ وہ میری عبادت کرے) کی تفسیر ’’لِيَعْرِفُون‘‘ (تاکہ وہ مجھے پہچانیں) سے کی ہے......‘‘۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت شریفہ ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلاّ لِيَعْبُدُون﴾ ترجمہ: میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ میں لفظِ ’’لِيَعْبُدُون‘‘ (تاکہ وہ میری عبادت کریں) کی تفسیر ’’لِيَعْرِفُون‘‘ (تاکہ وہ مجھے پہچانیں) سے کی ہے، اس تفسیر کے مطابق آیت شریفہ کا یہ معنی ہوگا: میں نے جن وانس کو اپنی معرفت (پہچان) کے لیے پیدا کیا ہے، اور یہی مضمون زیرِ بحث حدیث کا ہے: ’’كنتُ كَنْزاً مَخْفِيًا لاأُعْرَفُ، فأَحْبَبْتُ أنْ أُعْرَفَ، فخَلَقْتُ خَلْقاً فعَرَّفْتُهم بِيْ فعَرَفُوني‘‘۔ ترجمہ: ’’میں ایسا چھپا ہوا خزانہ تھا کہ جس کو کوئی پہچانتا نہیں تھا، (لہذا) میں نے یہ چاہا کہ مجھے پہچانا جائے تو میں نے ایک مخلوق پیدا کی، پھر اسے اپنی معرفت کروائی، چنانچہ انھیں میری معرفت حاصل ہوگئی‘‘۔ اس لیے یہ حدیث اگرچہ لفظاً ثابت نہیں ہے لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہے۔

ایک اہم فائدہ:

واضح رہے کہ اس حدیث کے معنی ثابت ہونے کا یہ فائدہ ہوگا کہ اس مضمون کو بیان کیا جاسکتا ہے، اور اس سے مختلف اصلاحی فوائد وغیرہ اَخذ کیے جاسکتے ہیں، لیکن

رسول اللہ ﷺ کی جانب انتساب کے لیے بہر حال معتبر سند کا ہونا اپنی جگہ مسلّم ہے، چنانچہ ثابت ہوا کہ کسی روایت کے معنی کا ثبوت، اسے ''حدیثِ رسول اللہ ﷺ'' کہلانے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے، ورنہ ایسی سینکڑوں من گھڑت روایتیں پیش کی جاسکتی ہیں، جن کا مضمون قرآن وسنت سے ثابت ہے، اوران موضوع روایتوں کے معنی کا ثبوت انھیں حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بناتا بلکہ وہ من گھڑت ہی کہلاتی ہیں، اوران من گھڑت روایتوں کے معنی پر مشتمل نصوص اپنی جگہ معتبر، ثابت اور قابلِ بیان رہتی ہیں، واللہ اعلم۔

۹-علامہ عَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ اسماعیل العَجلَونی ''کَشْف الخَفاء ومزيل الإلْبَاس'' [۱] میں تحریر فرماتے ہیں:

''قال ابن تَيْمِيَة: ليس مِنْ كلام النبي ﷺ ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ۔ وتَبِعَه الزَرْكشي والحافظ ابن حجر في اللآلي والسيوطي وغيرهم۔ وقال القاري: لكن معناه صحيحٌ مستفادٌ مِنْ قوله تعالى: ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلا لِيَعْبُدُون﴾ أي لِيَعْرِفُوني كما فَسَّرَه ابن عباس رضي الله عنهما... وهو واقع كثيراً في كلام الصوفية، واعْتَمَدُوا وبَنَوا عليه أصولاً لهم''۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے، اوراس حدیث کی کوئی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) نہیں ہے، امام زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے، اوراسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اللآلي'' میں اور سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت (پیروی) کی ہے، اورملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی صحیح ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وما خَلَقْتُ الجِنَّ والإنْسَ إلا لِيَعْبُدُون﴾ أي لِيَعْرِفُون سے ماخوذ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[۱] كشف الخفاء: حرف الكاف، ۱۵۵، رقم: ۲۰۱۶، ت: د۔ عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية۔

لِیَعْبُدُون کی تفسیر "لِیَعْرِفُون" سے کی ہے، ......صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں یہ حدیث بہت زیادہ رائج ہے، اور صوفیا اس پر اعتماد کرتے ہیں، اور انھوں نے اس پر اپنے اصولوں کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۰-علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شہاب الدین آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "روح المعاني"[1] میں رقمطراز ہیں:

"وتَعَقَّبه الحُفَّاظ فقال ابن تيمية: إنه ليس مِنْ كلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا يُعْرَفُ له سندٌ صحيحٌ ولا ضعيفٌ، وكذا قال الزَرْكَشِي والحافظ ابن حجر وغيرهما۔ ومَنْ يَرْوِيه مِنَ الصُوفية مُعْتَرِفٌ بِعَدَمِ ثُبُوتِه نقلاً لكن يقول: إنّه ثابتٌ كَشْفاً، وقد نَصّ على ذلک الشيخ الأكبر قُدِّسَ سِرُّه في الباب المذكور، والتَصْحِيحُ الكَشْفِيُ شِنْشِنَةٌ[2] لهم..."۔

حفاظ حدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا تعاقب (یعنی اس پر کلام) کیا ہے، چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، اور اس حدیث کی کوئی صحیح یا ضعیف سند کی معرفت (پہچان) نہیں ہے، امام زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی یہی بات کی ہے، اور بعض صوفیا نقلاً (یعنی سند کے اعتبار سے) تو اس حدیث کے ثابت نہ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کشفاً ثابت ہے، اور شیخ اکبر قدس سرہ نے مذکور باب میں یہ بات صاف لفظوں میں کہی ہے اور "تصحیح کشفی" (مکاشفہ سے کسی حدیث کو صحیح کہنا)

---

[1] روح المعاني: ۲۱/۲۷، دار احياء التراث العربي-بيروت۔

[2] قال العلامة إبن الأثير في "النِهَايَة في غريب الأثر":

الشِنْشِنَةُ: السَجِيَّةُ والطَّبِيْعَة وقيل: القِطْعَةُ والمُضْغَةُ مِنَ اللَّحْمِ، وهو مَثَلٌ۔ وأَوّلُ مَنْ قاله أبو أَخْزَم الطَّائي۔ وذلک أَنّ أَخْزَمَ كان عَاقّاً لأبيه فمَاتَ وتَرَکَ بَنِيْنَ عَقُّوا جَدَّهم وَضَرَبُوه وأَدْمَوْه، فقَالَ:

إنَّ بَنِيَّ زَمَّلُوني بالدَّمِ   شِنْشِنَةٌ أَعْرِفُها مِنْ أَخْزَمِ

(النهايه لإبن الأثير: ۲۹۶/۳، باب الشين مع النون، ت: أبو عبد الله عبد السلام علّوش، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔)

ال ِصوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طبیعت ہے......"۔

۱۱- شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ عبدالفَتَّاح اَبوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ "المَصنُوع" [1] میں زیر بحث روایت کے تحت، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لانے کے بعد لکھتے ہیں:

"ویُشِیرُ الإمام الآلوسي رَحِمَه اللّٰه تعالیٰ بهذا إلی أنّه لاعِبْرَةَ بالتَّصْحِیح الکَشْفِيِّ عندَ المُحَدِّثین، وهو کذلک..."۔

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس کلام سے اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ محدثین کے نزدیک کشف کے ذریعے کسی حدیث کو صحیح قرار دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے......"۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ:

حافظ ابن تَیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زَرکَشی، رحمۃ اللہ علیہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالفَتَّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام کے نزدیک یہ روایت "بے اصل" ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلام ثابت نہیں ہے، بلکہ حافظ ابن تَیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے صاف منقول ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب جائز نہیں ہے، اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک قول کے مطابق حافظ ابن تَیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کی ہے، البتہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ روایت لفظوں کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سابقہ ائمہ کے اقوال کے منافی نہیں ہے، کیونکہ روایت کے معنیٔ ثبوت سے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ ماقبل میں تفصیل گذر چکی ہے، اور شیخ اُکبر رحمۃ اللہ علیہ کا اسے کشف سے صحیح قرار دینا محدثین کے نزدیک

---

[1] المصنوع: ۱۴۲، رقم: ۲۳۳، ت: الشیخ عبدالفَتَّاح أبوغُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی، کراچی-پاکستان۔

حجت نہیں ہے، اور حدیث کی تصحیح اور تضعیف میں محدثینِ کرام ہی قابلِ اقتدا اور مرجع ہیں، اس کی تفصیل بھی ماقبل میں گذر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

روایت کا فنی حکم:

ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی سابقہ تصریحات میں یہ بات تکرار سے نقل ہوتی رہی ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابلِ التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبد الفتّاح ابوغدّہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلاّمة علي القاري"[1] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلتَفتُ إليه، إذا الإعتمادُ في نقل كلامِ سيِّدِنا رسولِ الله صلى الله عليه وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعه، وما ليس كذلك فلا قيمةَ له"۔

''......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابلِ التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت بے اَصل ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی کراچی۔
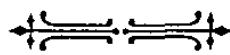
روایت نمبر: (۱۸)

محدثینِ کرام ہر زمانے میں ''اسنادِ حدیث'' کی اہمیت اور اس پر استقامت کو بیان کرتے رہیں ہیں، یہی وہ محفوظ منہج ہے جس کی بدولت اُمت مسلمہ، یہود و نصاریٰ سے ممتاز اور فضل الٰہی کی مستحق رہی ہے، اور اس نعمت کی نا قدری اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، چنانچہ قاضی ابو بکر ابن العربی العافری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واللّٰه أكرَمَ هذه الأمّة بالإسناد، لم يُعطِه لأحدٍ غيرها، فاحْذَرُوا أن تَسْلُكُوا مَسْلَكَ اليَهُودِ و النَّصَارَى، فَتُحَدِّثُوا بغير إسناد، فَتَكُونُوا سَالِبِين نِعمَةَ اللّٰه عنِ أنفسِكم، مُطَرِّقِين للتُّهْمَة إليكم، خَافِظِين لِمَنْزِلَتِكم، ومُشْتَرَكِين مع قومٍ لَعَنَهم اللّٰه وغَضِبَ عليهم، ورَاكِبِين لِسُنَنِهم''۔[1]

''اللہ تعالیٰ نے ''اسناد'' سے اِس امّت کا اعزاز فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس امت کے علاوہ کسی اور پر یہ نوازش نہیں کی ہے؛ چنانچہ تم یہود و نصاریٰ کے راستوں کو اختیار مت کروں کہ بلا سند ہی حدیثیں بیان کرتے رہو، ورنہ تم اپنے آپ سے اللہ کی نعمت کو خود ہی سلب کرنے، دوسروں کو تہمت کا موقع دینے والے، اپنا مقام خود گھٹانے والے بن جاؤ گے، اور ایسی قوم کے ساتھ شریک اور ان کے طور طریقے اختیار کرنیوالے بن جاؤ گے جن پر اللہ کی لعنت اور غضب نازل ہوا ہے''۔

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی روایت بیان کی جائے کی جو ائمہ حدیث کے نزدیک بے سند ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو

[1] الإسناد من الدين: ص: ۴۹، تاليف عبد الفتاح أبو غُدَّة، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

بیان کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کی طرف صرف ایسے امور منسوب کیے جا سکتے ہیں، جو معتبر سند سے ثابت ہوں، لیکن ہمارے تساہل کا یہ عالم ہے کہ یہ روایت زبان زد عام ہے، فإلی اللہ المشتکی۔

تحقیقِ روایت:

"أَفضَلُ الأيّام يومَ عرَفَة وَافَقَ يومَ الجُمُعَة وهو أَفْضَلَ مِنْ سبعين حَجَّةً في غير يوم الجُمُعَة"۔

ترجمہ: وہ یومِ عرفہ جو جمعہ کے روز ہو، تمام دنوں میں سب سے افضل ہے، اور اس دن کا حج جمعہ کے علاوہ کے ستر حج سے افضل ہے۔

بعض روایتوں میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

"إنّ يومَ عرَفَة إذا وَافَقَ يومَ الجُمُعَة كان الحَجُّ أكبرَ"۔

ترجمہ: یوم عرفہ جب جمعہ کے دن ہو، تو وہ حج، حج اکبر ہے۔

ہمارے پاک و ہند میں یہ روایت تقریباً انھیں لفظوں سے عام ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

حدیث کی تحقیق دو بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔ حدیث کی مصادرِ اصلیہ سے تخریج

۲۔ روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا فنی حکم

مصادرِ اصلیہ سے تخریج:

علامہ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) "جامع الأصول" [1] میں لکھتے ہیں:

"(ط) طلحة بن عبيد الله بن كَرِيز: أنّ رسولَ الله ﷺ قال: أفضلُ

---

[1] جامع الأصول: ۱۰/ ۱۲۸، رقم: ۶۸۵۲، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي- بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴ھ۔

الأيام يوم عَرَفَة وَافَقَ يومَ الجمعة وهو أفضلُ مِنْ سبعين حجّة في غيرِ يوم جمعة۔ وأفضلُ الدعاء، دعاءُ يومِ عرفةَ، وأفضلُ ماقلتُ أنا والنَبِيُّون مِنْ قَبْلِي: لااله إلّااللّٰه وحده لاشريک له۔ أخْرَجَ المُوَطّأ مِنْ قوله: أفضلُ ماقلتُ والحديث بطُوله أخْرَجَه رَزِين"۔

طلحہ بن عبید اللہ بن کَرِیز فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا: وہ یوم عرفہ جو جمعہ کے روز ہو، تمام دنوں میں سب سے افضل ہے، اس دن کا حج جمعہ کے علاوہ کے ستر حج سے افضل ہے، اور افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میں اور مجھ سے قبل انبیا کا سب سے افضل قول "لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريک له" ہے"۔

(علامہ ابن الاثیر الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اس حدیث کا جزء "أفضلُ ماقلتُ" (سے آخر تک) موطأ امام مالک میں منقول ہے، البتہ مکمل حدیث کی تخریج رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت اور موطأ امام مالک کی روایت:

علامہ ابن الاثیر الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس مکمل حدیث کی تخریج حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، البتہ "مُوَطّأ مالک" میں لفظ "أفضل الدعاء" سے آخر تک کا مضمون تو مذکور ہے، لیکن زیر بحث مضمون یعنی "أفضل الأيام يوم عرفة..." موجود نہیں، "موطّأ إمام مالک"[1] کی روایت ملاحظہ ہو:

"وحدّثني عن مالک عن زياد بن أبي زياد عن طلحة بن عبيد اللّٰه بن كريز أنّ رسول اللّٰه ﷺ قال: أفضلُ الدعاء، دعاء يوم عَرَفَة وأفضلُ ماقلتُ: أنا والنَبِيُّون مِنْ قَبْلِي لا إله إلاّاللّٰه وحده لا شريکَ له"۔

طلحہ بن عبید اللہ بن کَرِیز سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] موطا مالک: ۱/۲۹۵، رقم: ۵۷۲، ت: الدکتور بشار عواد، دار الغرب الإسلامي- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۷ھ۔

''افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے قبل انبیاء کے اقوال میں افضل۔ ''لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له'' ہے''۔

''التَّجْرِيد للصِّحَاح والسُّنَن'' کا مختصر تعارف:

ماقبل میں علامہ ابن الأثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام سامنے آچکا ہے کہ زیرِ بحث مکمل روایت حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے، دراصل حافظ رَزِین بن معاویہ عبدری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۵ھ) نے ''التَّجْرِيد للصِّحَاح والسُّنَن'' کے نام سے ایک کتاب اَسانید ذکر کیے بغیر، ابواب پر مرتب کی ہے، اس کتاب میں صحیحین، موطا مالک رحمۃ اللہ علیہ، سنن ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، سنن اَبی داوٗد رحمۃ اللہ علیہ اور سنن نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں، چنانچہ علامہ ابن الأثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع الأصول'' [1] میں ''التَّجْرِيد للصِّحَاح والسُّنَن'' کا تعارف ان لفظوں کیا ہے:

''وتلاهم آخراً أبو الحسن رَزِين بن معاوية العبدري السرقسطي، فجمع بين كتب البخاري ومسلم والموطأ لمالك وجامع أبي عيسى الترمذي وسنن أبي داؤد السَجِسْتَانِي وسنن عبدالرحمن النسائي، رحمه الله عليهم۔ ورَتَّبَ كتابه على الأبواب دون المسانيد''۔

''التَّجْرِيد للصِّحَاح والسُّنَن'' کے اس مختصر تعارف سے حافظ ابن الأثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ کلام کی مزید وضاحت بھی ہوگئی کہ حافظ رَزِین رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کے مطابق ''التجرید'' کی زیرِ بحث روایت بھی سند سے خالی ہے۔

روایت پر کلام:

زیرِ بحث روایت کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الروف المناوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثینِ کرام نے اس روایت کو ''بے اصل'' قرار دیا ہے، ذیل میں محدثینِ عِظام کے اقوال

[1] جامع الأصول: الفصل الثالث، ۱/ ۱۹، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴ھ۔

اور آخر میں ان کا خلاصہ لکھا جائے گا۔

۱- علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ "زَادُ المَعَاد"[۱] میں لکھتے ہیں:

"وأما ما استَفَاضَ على ألْسِنَة العَوَام بأنّها تَعْدِلُ ثنتين وسبعين حَجَّةً، فبَاطِلٌ لاأصلَ له عن رسول الله ﷺ، ولا عن أحدٍ مِنَ الصَّحَابَة والتَّابِعِين والله أعلم"۔

یہ جوزبان زَدِ عام ہے کہ (اگر عرفہ جمعہ کے دن ہو تو وہ حج) بہتّر حج کے برابر ہے، یہ باطل ہے، رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اصل ثابت ہے، واللہ اعلم۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباري"[۲] میں رقم طراز ہیں:

"وأما ماذَكَرَه رَزِين في جامعه مرفوعاً: خيرُ يومٍ طَلَعَتْ فيه الشَّمْسُ يومَ عَرَفَة وافق يومَ الجُمُعَة، وهو أفضلُ مِنْ سبعين حَجَّة في غيرها، فهو حديثٌ لاأعْرِفُ حالَه لأنَّه لم يَذْكُرْ صَحَابِيَّه ولا مَنْ أخْرَجَه، بل أدْرَجَه في حديث الموطأ الذي ذَكَرَه مُرْسَلاً عن طلحة بن عبدالله بن كَرِيز، وليستْ الزِّيَادَةَ المذكورةُ في شيءٍ مِنَ المُوَطَّات۔ فإنْ كان له أصْلٌ احتمل أن يُرَاد بالسبعين التَّحْدِيدُ أو المُبَالَغَة، وعلى كُلِّ مِنْهما فثَبَتَتْ المَزِيَّة بذلک والله أعلم"۔

رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "جامع" میں یہ روایت مرفوعاً ذکر کی ہے کہ یوم عرفہ جو جمعہ کے دن ہو، ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع

---

[۱] زاد المعاد: ۱/۶۵، ت: شعيب الأرنؤوط وعبدالقادر الأرنؤوط، مؤسَّسَة الرسالة۔ بيروت، الطبعة السابعة وعشرون ۱۴۱۵ھ۔

[۲] فتح الباري: باب اليوم أكْمَلْتُ لكم... ۸/۲۷۰، رقم: ۴۶۰۶، دار المعرفة۔ بيروت۔

ہوتا ہے، اور یہ حج دوسرے حج سے ستر درجے افضل ہے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) اس روایت کی مجھے معرفت نہیں ہے، کیونکہ امام رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں نہ تو صحابی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ اس روایت کی تخریج کس نے کی ہے، البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت (یعنی افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے قبل انبیا کے اقوال میں افضل "لا إله إلّا الله وحده لا شريکَ له" ہے) کو طلحہ بن عبیداللہ بن کَرِیز سے مرسلاً تخریج کیا ہے، لیکن مذکورہ اضافہ (یعنی یوم عرفہ جو جمعہ کے دن ہو، ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے) موطات کے نسخوں میں سے کسی نسخے میں موجود نہیں ہے، پھر اگر اس کی اصل ہو بھی، تو اس میں اس کا احتمال ہے کہ سبعین (ستر) سے مراد تحدید (حد بندی) یا مبالغہ ہو، چنانچہ دونوں معنی (تحدید یا مبالغہ) کی صورت میں فضیلت ثابت ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں دو امور قابلِ ضبط (تحریر) ہیں:

۱- امام رَزِین رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بلا سند تخریج کی ہے، اور میں اس روایت کی "اصل" سے واقف نہیں ہوں۔

۲- روایت کا یہ جزء، (یوم عرفہ جو جمعہ کے دن ہو، ان تمام دنوں سے بہتر ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے) موطات میں سے کسی موطأ میں نہیں ہے، البتہ موطأ امام مالک میں صرف یہ روایت موجود ہے:

"افضل دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے، اور میرے اور مجھ سے قبل انبیا کے اقوال میں افضل لا إله إلّا الله وحده لا شريکَ له ہے"۔

تقریباً یہی کلام علامہ ابن الاثیر جَزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا ماقبل میں گذر چکا ہے۔

۳- علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شَرحُ الزُّرقَاني علی موطأمالک" [1] میں اور علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدیر" [2] میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر تقریر اور متابعت (پیروی) فرمائی ہے۔

۴- علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ "رَدُّ المُحتَار" [3] میں لکھتے ہیں:

"رواہ رزِین بن معاویة في تَجرِید الصِحَاح اھ۔لکن نَقَلَ المُنَاوِي عن بعض الحُفَّاظ أنّ هذا الحدیث باطلٌ لاأصل له۔نعم ذَکَرَ الغزاليُ فی الإحیاء: قال بعضُ السَّلَف: إذا وافق یومُ عرفة یومَ الجمعة غفر لکُلِّ أهل عَرَفَة"۔

رَزِین بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے "تجرید الصحاح" میں اس کی تخریج کی ہے.....لیکن مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل، بے اصل ہے، البتہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "إحیاء" میں ذکر کیا ہے کہ بعض سلف کا ارشاد ہے: جب یومِ عرفہ، جمعہ کے دن ہو تو سب عرفہ والوں کی بخشش ہو جاتی ہے۔

۵- علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ محمد عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ "تُحفَةُ الأَحوَذِي" [4] میں لکھتے ہیں:

"تنبیه: قد اشتُهِرَ بین العوام أنَّ یومَ عرفة إذا وَافَقَ یومَ الجُمُعَة کان الحَجُّ حَجاًأکبر لاأصلَ له..."۔

---

[1] شرح الزُّرقَاني علی موطأالإمام مالک: ۱/۳۸۷، ماجاء فی الدعاء، المطبعة الخیریة بمصر، الطبعة ۱۳۱۰ھ۔

[2] فیض القدیر: ۳/۴۹۵، رقم: ۴۰۹۶، دار المعرفة-بیروت، الطبعة الثانیة ۱۳۹۱ھ۔

[3] ردُّالمُحتَار: مطلب في فضل وقفة یوم الجمعة، ۴/۴۷، دار عالم الکتب-الریاض، الطبعة ۱۴۲۳ھ۔

[4] تحفة الأحوذي: ۳/۳۱، رقم: ۹۶۵، ت: عبدالوهاب عبداللطیف، دار الفکر-بیروت۔

تنبیہ: زبان زد عام ہے کہ یوم عرفہ جب جمعہ کے دن ہو، تو وہ حج، حج اکبر ہے، یہ بے اصل بات ہے......"۔

ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنّی حکم:

محدثینِ کرام کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، ان اقوال میں حافظ ابن قیّمِ الجوزیّہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو باطل کہا ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ ان سب محدثینِ کرام نے یہ ہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے اور سنداً ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام منسوب کیا جاسکتا ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، محدثینِ کرام کے اس فنی مسلمہ قاعدے کو شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصْنُوع في مَعْرِفة الحديث الموضوع للعلاّمه علي القاري"[1] کے مقدمہ میں ان لفظوں میں ذکر کیا ہے:

"...وإذا كان الحديث لا إسنادَ له، فلا قيمةَ له ولا يُلتَفَتُ إليه، إذا الإعتمادُ في نقل كلامِ سيّدِنا رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه، وماليس كذلك فلا قيمةَ له"۔

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابلِ التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی حدیث پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

---

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبدالفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم۔
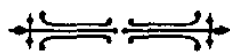
روایت نمبر: (۱۹)

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر گوشۂ حیات کو محفوظ رکھا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کو ہر رطب ویابس سے صاف رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول وفعل بھی شریعت کا حصہ ہے، لیکن یہاں ایک انتہائی نازک اور حساس پہلو یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ممتاز رہیں، تاکہ مسائل کے استنباط اور دیگر شرعی امور میں التباس واقع نہ ہو؛ چنانچہ محدثینِ کرام اور فقہائے عظام نے ان نصوصِ شریعت کو ہمیشہ خلط ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اسی طرح اقوال سلف بھی اسلامی تاریخ کا ایک مستند اور قابلِ فخر ذخیرہ ہے، انہیں بھی علمائے امت نے امتیازی شان کے ساتھ زینت بخشی ہے، چنانچہ جہاں کہیں بھی ارشاداتِ صحابہ رضی اللہ عنہم یا اقوالِ سلف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے ساتھ خلط کیا گیا ہے، محدثینِ کرام نے ان روایات کا تعاقب فرمایا ہے، کتب مشتہرات (زبان زد عام روایات پر مشتمل کتب) میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی ان خدمات کا بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک ایسی ہی مشہور روایت پیش کی جائے گی، جس کے الفاظ آپ سے ثابت نہیں ہیں، ایسی روایت کا حکم محدثین کرام کے نزدیک یہ ہے کہ اسے آپ کی جانب منسوب نہیں کیا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو معتبر سند سے ثابت ہو، البتہ اس روایت کے معنی پر مشتمل دیگر مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) اور موقوف (صحابی کا قول) روایات ثابت ہیں (تفصیل آگے آئے گی)۔

میں ان اصطلاحات کی عام فہم تعریف لکھی جائے گی۔

حافظ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''مقدمۃ'' میں [1] حدیثِ مرفوع اور حدیثِ موقوف کی تعریف ان لفظوں سے کی ہے۔

''وهو ما أضِيفَ إلى رسولِ الله صلی اللہ علیہ وسلم خَاصةً''۔

جو بات (قول، فعل، تقریر) خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی جائے، وہ مرفوع ہے۔

''وهو ما يُرْوَى عن الصحابة رضي الله عنهم مِنْ أفعالِهم وأقوالِهم ونحوِها...''۔

اور صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول اقوال اور افعال وغیرہ، موقوف کہلاتے ہیں......''۔

عنوانِ روایت:

''الدُّنيا جِيفَةٌ وطُلاَّبُهَا كِلاَبٌ''۔

ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

اس حدیث کی تفصیلی تحقیق سے قبل، اِس کا خلاصہ ذہن نشین کر لیں؛ تا کہ ہر مرحلے کو سمجھنا آسان رہے۔

۱- یہ روایت انہیں الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

۲- اس روایت سے ملتے جاتے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں۔

۳- اس روایت کے الفاظ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لیکن اس مضمون پر مشتمل دوسری روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر سند کے ساتھ منقول ہیں۔

تحقیق کے مختلف مراحل:

پہلے ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف (صحابی کا قول) روایت اور اس کا فنی حکم ذکر

---

[1] مقدمة ابن الصلاح: النوع السادس...، ص: ۱۱٦، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

کریں گے۔

پھر روایت کے مضمون پر مشتمل مرفوع (آپ ﷺ کا قول) روایات لکھی جائیں گی۔

آخر میں زیرِ بحث روایت "الدُّنیا جِیفَة وطُلاَّبُها کِلاَبٌ" کے بارے میں علما کے اقوال لکھے جائیں گے، جن میں صاف لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ اس روایت کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی موقوف (صحابی کا قول) روایت:

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلیة الأولیاء" [1] میں رقمطراز ہیں:

"حدثنا أبو یعلی الحُسین بن محمد الزبیري، ثنا محمد بن المسیب، ثنا عبداللّٰه بن خُبَیق سَمِعْتُ یوسف بن أسباط یقول: الدُّنیا دَارُ نعیم الظَّالِمین۔ وقال عَلِيّ بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه: الدُّنیا جِیْفَةٌ فَمَنْ أَرَادَها فلْیَصْبِرْ علی مُخَالَطَةِ الکِلاَبِ"۔

ترجمہ: ''عبداللہ بن خُبیق فرماتے ہیں کہ میں نے یوسف بن اسباط کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دنیا ظالم لوگوں کی نعمتوں کا ٹھکانہ ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ دنیا مردار ہے؛ چنانچہ جو شخص اس کا خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔''

یہ روایت حافظ ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أسْدُ الغَابَة" [2] میں تخریج کی ہے، "حلیة الأولیاء" اور "أُسْدُ الغَابَة لابن الأثِیر" کی یہ دونوں سندیں یوسف بن اسباط پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

---

[1] حلیة الأولیاء: ۲۳۸/۸، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

[2] أسد الغابة: زهد علي رضي اللّٰه عنه وعدله، ۹۶/۴، الشیخ علي محمد المعوض و الشیخ أحمد الموجود، دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ "حلیة الأولیاء" کی مذکورہ سند میں یوسف بن اسباط سے نقل کرنے والے راوی کا نام عبداللہ بن خُبیق ہے، البتہ "أسد الغابة" کی سند میں یوسف بن اسباط سے نقل کرنے والے راوی کا نام عبداللہ بن خُبیق کی جگہ، عبداللہ بن حنیف لکھا گیا ہے، اور "سِیَر أعلام النبلاء" اور "تاریخ الإسلام" میں، یوسف بن اسباط سے روایت نقل کرنے والوں میں عبداللہ بن خُبیق کا نام مذکور ہے، اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ نام عبداللہ بن خُبیق ہے، جو عبداللہ بن حنیف سے مصحَّف یعنی تبدیل ہوا ہے، واللہ اعلم۔

رُواۃِ سند پر ائمہ رجال کا کلام:

مذکورہ سند میں کل چار راوی ہیں، ذیل میں ہر ایک کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ذکر کیے جائیں گے، اور آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس موقوف روایت کا فنی حکم بھی لکھا جائے گا:

۱-أبو یعلی الحسین بن محمد الزبیری

موصوف کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا، البتہ "أسدُ الغابة" [۱] کی سند میں ابو اسحاق ابراھیم بن محمد المزکی نے ابو یعلی حسین کی متابعت کی ہے، یعنی "أبو اسحاق إبراهیم" نے ابو یعلی کے شیخ "محمد بن المسیب" سے یہی روایت نقل کی ہے، ابو اسحاق ابراھیم بن محمد المزکی کے بارے میں حافظ ذہبی "سِیَر أعلام النُبلاء" [۲] میں لکھتے ہیں:

"الإمام، المُحَدِّثُ، القُدْوَة... شَیْخُ بَلَدِه وَمُحَدِّثُه"۔ (اپنے شہر کے شیخ اور محدث)

۲-محمد بن المسیب بن إسحاق بن عبداللہ

---

[۱] أُسْد الغابة: زهد علي رضي الله عنه وعدله، ۴/۹۶، الشیخ علي محمد المعوض و الشیخ أحمد الموجود، دار الکتب العلمیة-بیروت۔

[۲] سِیَر أعلام النبلاء: ۱۶/۱۶۳، ت: شعیب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة-بیروت، الطبعة الثانیه ۱۴۰۴ھ۔

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" [۱] میں لکھتے ہیں:

"الحافظ الجَوّال الزاهد... قال أبو عبدالله الحاكم: كان مِنْ العباد المجتهدين..."۔

......ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن مسیب عبادت گذار مجتہدین میں سے تھا۔

۳-عبدالله بن خُبَيق الأنطاكي الزاهد

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام" [۲] میں لکھتے ہیں:

"صاحبُ يوسف بن أسباط، له كلام حَسَنٌ في التَّصَوُّف والمُعَامَلَة... وقد رَوَى عن يوسف، عن الثوري، عن المُنْكَدِر، عن جابر رَفَعَه قال: مُدَارَاةُ النَّاسِ صَدَقَةٌ۔ قال الطَبَراني: لم يروه عن الثوري إلاّ يوسف۔ تَفَرَّدَ به ابنُ خُبَيْق"۔

عبداللہ بن خبیق، یوسف بن اسباط کے (روایت نقل کرنے والے) ساتھی ہیں، عبداللہ بن خبیق کا تصوف اور معاملات میں اچھا کلام ہے، اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موصوف کی ایک مرفوع روایت نقل کی، جس میں عبداللہ بن خُبَیق، اور ان کے شیخ یوسف بن اسباط دونوں متفرد (یعنی نقلِ روایت میں تنہا) ہیں، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لوگوں سے نرمی سے پیش آنا صدقہ ہے"۔

"الجرح والتعدیل" [۳] میں ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ولم أَكْتُبْ عنه، كَتَبَ إليَّ أبي بِجُزْءٍ مِنْ حَدِيثه"۔

---

[۱] تاريخ الإسلام: ۷/ ۴۲۵، رقم: ۱۰۸۶۴، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵هـ۔

[۲] تاريخ الإسلام: ۷/ ۶۵۱، رقم: ۸۴۴ ۷، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵هـ۔

[۳] الجرح والتعديل: باب العين، ۵/ ۵۳، رقم: ۵۵۰ ۷، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲هـ

میں نے عبداللہ بن خبیق کی احادیث نہیں لکھی، حالاں کہ میرے والد (ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ) نے ابن خبیق کی روایتوں کا ایک جزء (مجموعہ) میرے پاس بھیجا تھا۔

۴- یوسف بن أسباط الشیباني الزاھد الواعظ

موصوف کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الإعتدال" [1] میں لکھتے ہیں:

"وَثَّقَه یحیی بن مَعِین، وقال أبو حاتم لایُحتَجُّ به، وقال البُخارِي: کان قد دَفَنَ کُتُبَه، فکان لا یجيء بحَدِیث کما ینبغي"۔

یحیی بن مَعِین رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن اسباط کی توثیق کی ہے، ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف" سے احتجاج درست نہیں ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف بن اسباط" نے اپنی کتابیں دفن کردی تھی، چنانچہ وہ حدیث کو مناسب طریقے پر پیش نہیں کرسکتا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" [2] لکھتے ہیں:

"...قال [ابن عدي]: ویوسف عندي مِنْ أھل الصِدْقِ، إلا أنَّه لما عُدِمَ کُتُبُه، کان یَحْمِلُ علی حِفْظِه، فیَغْلِطُ ویَتَشَبَّهُ علیه، ولا یَتَعَمَّدُ الکِذْبَ۔ وذکَرَہ ابنُ حِبَان في الطبقة الثالثة مِنَ "الثقات"..."۔

"......ابن عَدِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یوسف" میرے نزدیک "اہل صدق" میں سے ہیں، البتہ جب ان کے پاس اپنی کتابیں نہ رہی تو وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتے تھے، جس کی وجہ سے حدیث میں غلطیاں ہونے لگیں، اور انھیں احادیث میں اشتباہ بھی ہوجاتا تھا، البتہ ایسا نہیں تھا کہ وہ جان بوجھ کو جھوٹ بولتے تھے، (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "یوسف بن اسباط" کو ثقات کے تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے"۔

---

[1] میزان الاعتدال: ۴/۴۶۲، رقم: ۹۸۵۶، تحقیق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بیروت۔

[2] لسان المیزان: ۸/۵۴۸، رقم: ۸۶۷۹، الشیخ عبد الفَتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامیة، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کا فنی حکم:

آپ سند کے تمام راویوں کے حالات تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں، ان راویوں میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ یہ روایت درجۂ اعتبار سے ساقط ہے، چنانچہ اس روایت کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا درست ہے۔

زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل مرفوع روایات:

اگرچہ علمائے کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ "الدنیا جِیْفَةٌ وطُلاَّبُها كِلاَبٌ"۔ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے (اس کی تفصیل عنقریب آئے گی)، اس لیے ان الفاظ سے یہ روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اس مضمون پر مشتمل مرفوع روایات (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وغیرہ) ثابت ہیں، ذیل میں ایسی دو مرفوع روایات اور ان کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

پہلی مرفوع روایت:

امام ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[1] میں تخریج کی ہے:

"وبإسناده [حدثنا محمد بن الحَسَن، ناهانيء بن المتوكل: ناعبد الله ابن سليمان، عن إسحاق، عن أنس رضي الله عنه] رَفعَه قال: "يُنَادِي مُنَادٍ: دَعُوا الدُّنْيا لأَهْلِهَا، دَعُوا الدُّنْيا لأَهْلِها، دَعُوا الدُّنْيا لأهلِها - ثلاثاً - مَنْ أَخَذَ مِنَ الدُّنْيا أَكْثَرَ مِمَّا يَكْفِيه أَخَذَ جِيْفَةً وهو لايَشْعُرُ"۔ وهذه الأحاديثُ لانَعْلَمُ تُروَى عن النَبِيّ صلى الله عليه وسلم، إلاّ مِنْ هذا الوَجْهِ عن أنس..."۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک منادی کہتا

---

[1] البحر الزخار: ۱۳/ ۸۹، رقم: ۶۴۴۴، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم- المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۲۴ھ۔

ہے: دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو۔ یعنی تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا۔ جو شخص کفایت سے زیادہ دنیا لے تو وہ مردار لینے والا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔

(امام ابوبکر البزّار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، ہماری معلومات کے مطابق صرف اسی سند سے منقول ہیں......"۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مَجمَعُ الزوائد"[1] میں مذکورہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

"رواه البَزّار وقال: لايُروَى عن النَبيّ صلی اللہ علیہ وسلم إلا مِنْ هذا الوجه۔ وفيه هانيء بن المتوكل وهو ضعيف"۔

امام بزّار رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صرف اسی طریق سے مروی ہے اور اس میں "ھانی بن متوکل" ضعیف راوی ہے۔

مسند بزّار کی روایت کا فنی حکم:

اس روایت میں حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق، "ھانی بن متوکل" ضعیف راوی ہے، اور ضعیف روایات جمہور علما کے نزدیک فضائل کے باب میں بیان کی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ روایت ضعفِ شدید سے خالی ہو، چنانچہ یہ مرفوع روایت بیان کرنا درست ہے۔

دوسری مرفوع روایت:

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک دوسری مرفوع روایت بھی

---

[1] مجمع الزوائد: باب ترك الدنيا لأهلها، ۱۰/ ۴۴۲، رقم: ۱۷۸۵۹، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

مروی ہے، چنانچہ علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدُرَرُ المُنتَثِرۃ" [1] میں پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سابقہ موقوف روایت علامہ ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی یہ مرفوع روایت تحریر فرمائی ہے:

"وأخرج الدَّيلمي عن عَلِيٍّ رَضِيَ الله عنه مرفوعاً: وأوحى الله تعالىٰ إلى داؤد: ياداؤدُ! مَثَلُ الدُنيا كمثل جِيْفَةٍ اجْتَمَعَتْ عليها الكِلاَبُ يَجُرُّونَها، أفَتُحِبُّ أن تَكُونَ كَلْباً مثلهم تَجُرُّ معهم"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داوٗد! دنیا کی مثال اس مردار کی طرح ہے، جس پر کتے جمع ہو کر اس کو نوچ رہے ہوں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم بھی ان جیسے کتّے بن کر اسے نوچو؟!

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کا فنی حکم:

مسند الفردوس مہیا نہ ہونے کی وجہ سے بندہ اب تک اس روایت پر مطلع نہیں ہو سکا، البتہ امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الدُرَرُ المُنتَثِرۃ" میں یہ روایت نقل کر کے سکوت فرمایا ہے، واللہ اعلم۔

یہاں تک زیرِ بحث روایت (الدنیا جیفة وطُلاَّبُهَا كِلاَبٌ) کے موقوف طریق اور اس کے مضمون پر مشتمل مرفوع روایتوں اور ان کے فنی احکام کو بیان کیا گیا ہے، ذیل میں مذکورہ روایت کے الفاظ کے بارے میں فنی تحقیق لکھی جائے گی۔

عنوانِ روایت

"الدنیا جیفة وطُلاَّبُهَا كِلاَبٌ"۔

اس روایت کی تحقیق دو بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

---

[1] الدرر المنتثرة: ۱۴۹، رقم: ۲۲۹، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

۱۔روایت کے بارے میں ائمہ کا کلام
۲۔ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

روایت پر کلام:

علامہ صَغَانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ اسماعیل العَجلَونی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

۱-علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ نجم الدین الغزّی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۱ھ) "إتقَانُ مایَحسُن مِنَ الأخبَارِ الوَارِدَةِ علی الألسُنِ" [۱] میں لکھتے ہیں: "۔۔۔(الدنیا جِیفَةٌ وَطُلاَّبُها کِلاَبٌ) لیس هذا اللَّفظ في المَرفُوع"۔

"۔۔۔(دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں) یہ الفاظ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہیں"۔

۲-علامہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۳ھ) "الجدُّ الحَثِیث في بیان ما لیس بِحَدِیث" [۲] میں لکھتے ہیں:

"لیس بهذا اللَّفظِ في المَرفُوع۔نعم، جاء عن علي رضی اللہ عنہ: الدنیا جِیفَةٌ، فَمَنْ أرادها فلْیَصْبِرْ علی مُخَالَطَةِ الکِلاَبِ، وفي الحدیث: دَعُوا الدُّنیا لأهلِها، دَعُوا الدُّنیا لأهلها، وفي الحدیث: مَنْ أَخَذَ مِنَ الدُّنیا فوقَ مایَکْفِیه، أخذ جِیفَةً وهو لا یَشْعُرُ"۔

یہ الفاظ مرفوعاً ثابت نہیں ہے، البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "دنیا مردار

---

[۱] إتقان مایحسن: ۲۰۸، رقم: ۷۸۹، ت: الدکتور یحیی مراد، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، الطبعة الأولی ۲۰۰۴ھ۔
[۲] الجدالحثیث: ۱۰۰، رقم: ۱۶۵، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم۔بیروت۔

ہے، لہذا جو شخص اس دنیا کا خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔"
اور ایک اور حدیث میں آتا ہے: "دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو"، اور ایک دوسری حدیث میں ہے، "جو شخص دنیا سے اپنی کفایت سے زائد لے گا، تو وہ مردار کو لینے والا ہے، حالاں کہ اسے اس کا شعور نہیں"۔

علامہ احمد بن عبدالکریم العامری رحمۃ اللہ علیہ نے جن روایتوں کا ذکر کیا ہے، یہ روایتیں "الدنيا جِيْفَةٌ وَطُلَّابُها كِلاَب" کے مضمون پر مشتمل موقوف (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) اور مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) احادیث ہیں، ان کی تفصیل اور فنی حکم ماقبل میں گزر چکا ہے، دوبارہ مراجعت فرمالیں۔

۳-حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ اسماعیل عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۲ھ) "كَشْفُ الخفَاء"[۱] میں لکھتے ہیں:

"الدنيا جِيْفَةٌ، وطُلاَّبُها كِلاَبٌ"، قال الصَّغَانِي: موضوعٌ۔ أقول: وإنْ كان معناه صحيحًا لكنَّه ليس بحديث"۔

"دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں"۔ علامہ صَغَانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے، میں (حافظ اسماعیل عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے، لیکن یہ حدیث نہیں ہے، اس کے بعد حافظ عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نجم الدین غَزِّی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث پر کلام نقل کیا، جسے ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں، آخر میں حافظ اسماعیل عَجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے مضمون پر مشتمل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ذکر کیے، ملاحظہ ہو:

ومن يأمن الدنيا فاني طعِمتُها   وسيق إلينا عذبها و عذَابُها
فما هي إلا جيفة مستحيلة   عليها كلاب همهن اجتذابها
فان تجتنبهاكنت سلماً لأهلها   وان تجتذبها نازعتک كلابها

[۱] كشف الخفَاء: حرف الدال، ۱/ ۴۶۸، رقم: ۱۳۱۳، ت: د۔عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية۔بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

ترجمہ: اور دنیا میں کون مامون رہا ہے، میں نے اس دنیا کو اس حالت میں چکھا ہے کہ اس کی خوش گوار اور تکلیف دہ چیزیں ہمیں پہنچتی رہی ہیں۔

یہ دنیا ایک مردار جانور کی مانند ہے، جس پر کتے اکھٹے ہو کر اسے نوچنے کی فکر میں ہوں۔

چنانچہ اگر تو اس دنیا سے کنارہ کش رہے گا، تو ان دنیا داروں سے سلامتی پالے گا، اور اگر تو بھی اسے نوچنا چاہے گا تو یہ کتے تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ صَغَانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نجم الدین غَزِّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبدالکریم عامری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اسماعیل عَجلُونی رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے روایت: "الدنیا جیفة وطُلاَّبُھا کِلاَبٌ"۔ (دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں) کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ثابت نہیں ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف ایسا کلام ہی منسوب ہوسکتا ہے، جو پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہو، بصورت دیگر روایت قابل التفات و بیان نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفَتَّاح ابوغُدّہ رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامہ علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذا الإعتماد في نقل كلام سيّدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إلينا، إنّما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعه، وما ليس كذلک فلا قيمة له"۔[1]

"......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو نقل کرنے

---

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الإصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

میں اعتماد صرف اسی حدیث پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

تمام روایات کا حاصل:

"الدنیا جیفۃ وطُلابُھا کِلابٌ"۔ ترجمہ: دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ اس روایت کی تحقیق تفصیل سے بیان کی جاچکی ہے، یہاں آخر میں اس مکمل بحث وتحقیق کے نتائج ملاحظہ ہوں:

۱- یہ روایت انہیں الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

۲- اس روایت سے ملتے جاتے الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں، روایت یہ ہے:

الدُنیا جِیفَۃٌ فَمَنْ أرَادَھافلْیَصْبِرْ علی مُخالَطَۃ الکِلاَب"۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ دنیا مردار ہے، لہذا جو شخص اس کا خواہش مند ہو، وہ کتوں سے جھگڑنے کو برداشت کرے۔

۳- اس روایت کے الفاظ اگرچہ آپ ﷺ ثابت نہیں، لیکن اس مضمون پر مشتمل روایات آپ ﷺ سے معتبر سند کے ساتھ ثابت ہیں، چنانچہ "مسند بزّار" کی روایت یہ ہے:

عن أنس رضی اللہ عنہ رَفَعَه قال: "یُنَادِي مُنَادٍ: دَعُوا الدُّنْیا لأھْلِھا، دَعُوا الدُّنیا لأھْلِھا، دَعُوا الدُّنیا لأھلِھا- ثلاثاً- مَنْ أخَذَ مِنَ الدُّنْیا أکْثَرَ مِمَّا یَکْفِیه أخَذَ جِیْفَۃً وھو لا یَشْعُرُ"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک منادی کہتا ہے: دنیا کو دنیاداروں ک لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو، دنیا کو دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو- یعنی تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا- جو شخص کفایت سے زیادہ دنیا لے تو وہ مردار لینے والا ہے اور اس کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔

روایت نمبر: (۲۰)

محدثینِ کرام ہر زمانے میں احادیث کو خس وخاشاک سے صاف کرتے رہے ہیں، ظاہر ہے ان کی یہ کاوشیں ساری امت پر احسان ہیں، کیوں کہ ان محدثینِ عظام نے لوگوں کے سامنے شریعت کو صاف اور نکھرے انداز میں پیش کر دیا ہے، لیکن ہمارے اس دور کا اَلمیہ یہ ہے کہ جب ایک عامی شخص کے سامنے کسی زبان زَدِ عام من گھڑت حدیث کا اظہار کیا جاتا ہے تو اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے اس معنی اور مضمون کی بہت سی حدیثیں ثابت ہیں؛ لہذا اسے بیان کرنے میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے، گویا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہر نیکی کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے، اسی طرح ہر برائی کی نفی کا انتساب آپ ﷺ کی طرف کر سکتے ہیں، اور بلاشبہ آپ ﷺ خیر کو پھیلانے اور شر کو ختم کرنے والے ہیں، لیکن بہر حال آپ ﷺ کی طرف صرف ایسا قول ہی منسوب ہو سکتا ہے، جو معتبر سند سے ثابت ہو، بلکہ آپ ﷺ کی جانب جھوٹی خبر منسوب کرنے پر سخت وعید ہے، چنانچہ "الجامع الصحيح للبخاري رحمہ اللہ" میں ہے: "مَنْ كَذَبَ عليَّ مُتَعَمِّداً فلْيَتَبَوَّأ مَقْعَدَه مِن النار" [1]۔ "آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

خاتم المحدثین امام عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ نے "كوثر النَّبِيّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِيّ" [2] میں عوام کے انہیں سطحی وساوس کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"كثيراً ما يَضَعُ الكذّابون تَرْغِيباً في طاعةٍ، ونَهْياً عن معصيةٍ، فيطْعَنُ

---

[1] الجامع الصحيح للبخاري: باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ۱/۳۳، رقم الحديث: ۱۰۷، ت: محمد زهير بن الناصر، دار طوق النجاة-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲هـ۔

[2] كوثر النَّبِيّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِيّ: ص: ۱۰۵، المخطوط، نسخه العلامة عبد الله الولهاري (۱۲۸۳ھ)۔

المُحَدِّثُ في حديثِهم، فيَظُنُّ العَامَةَ أنّ هذا إنكارٌ للطّاعة والمَعْصِيَة، فإذاقُلنا: صلاة الأسابيع موضوعةٌ، وحديث: "مَنْ شَرِبَ البَنْجَ فعليه كذا"۔ موضوعٌ قال السامعُ: أفتى فلانٌ بأنّه لا ثَوابَ للصلاة النّافلة وأنّ البَنْجَ مباحٌ"۔

جھوٹے راوی اکثر نیکی میں رغبت دلانے اور برائی سے روکنے کے لیے حدیثیں گھڑ لیتے ہیں، پھر جب محدث اُن کی حدیثوں میں حرف گیری کرتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو نیکی اور بدی کا انکار ہے؛ چنانچہ جب ہم نے لوگوں سے کہا کہ "صلاۃ الأسابیع" (خاص نوافل، جن کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے) من گھڑت ہے اور حدیث: ''جو بھنگ، پئے گا اس کو اتنا اتنا گناہ ہوگا''۔ یہ بھی موضوع ہے، اس پر ایک سننے والا کہنے لگا کہ فلاں نے فتوی دیا ہے کہ نفل نمازوں پر کوئی ثواب نہیں ملتا اور بھنگ پینا بلا شبہ جائز ہے۔

بہر حال عوامی حلقوں میں اس اہم فریضے کو خوب رائج کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ ﷺ کی جانب کسی بات کو منسوب کرنے میں خوب احتیاط سے کام لینا چاہیے، اور من گھڑت، باطل حدیثوں سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسی مقصود کے پیشِ نظر، ذیل میں ایک ایسی ہی روایت بیان کی جائے گی جو باطل ہونے کی باوجود زبان زدِ عام ہے۔

عنوانِ روایت:

"مَنْ قال لا اله إلّا اللّٰه ومدّها هدمت له ذنوب أربعة آلاف كبيرة"۔

ترجمہ: جو شخص "لا إله إلّا اللّٰه" کہے اور اسے کھینچ کر پڑھے (یعنی لمبا کرے) تو اس شخص کے چار ہزار گناہ کبیرہ ختم (یعنی معاف) ہوجاتے ہیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱-مصادر اصلیّہ سے تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

۴-روایت کا فنی حکم

حدیث اور اس کے مصادر:

حافظ محب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود رحمۃ اللہ علیہ (جو ابن نَجّار کے نام سے مشہور ہیں) نے زیرِ بحث روایت کی تخریج کی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" [1] میں نُعیم بن تَمّام کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

"نُعيم بن تَمَام عن أنس رضي الله عنه وعنه الحَسَن بن إسماعيل اليَماني له حديث أخْرَجَه ابن النَّجَار في "الذيل" في ترجمة أبي القاسم عبدالله بن عمر بن محمّد الكَلْوَذاني المعروف بابن دَايَة، من رواية عن يونس بن طاهر بن محمّد، عن عبدالرحمن بن محمّد بن حامد، عن محمد بن عبدالوارث بن الحارث بن عبدالله بن عبدالملک الأنصاري الزاهد، عن الحسن۔

ولفظ المَتْن: "مَنْ قال لااله إلّا الله ومَدّها هدمت له أربعة آلاف كبيرة"۔

هذا حديثٌ باطلٌ..."۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "جو شخص لا الٰہ اِلّا اللہ کہے اور اسے کھینچ کر پڑھے (یعنی لمبا کرے) تو اس شخص کے چار ہزار گناہ کبیرہ ختم ہوجاتے ہیں"۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ حدیث باطل ہے......"۔

[1] لسان الميزان: ٢٨٨/٨، رقم: ٨١٦٣، ت: الشيخ عبدالفتاح أبو غُدَّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

۱- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں:

"هذا حديث باطلٌ، أظنّه يَغْنَم بن سالم ... تُصُحِّفَ إسمه وإسم أبيه..."۔[1]

تَرجَمہ: یہ حدیث باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ نام (یعنی نُعَیم بن تَمَّام) دراصل یَغْنَم بن سالم ہے..... نُعَیم بن تمّام کا اپنا اور والد کا نام مُصَحَّف (تبدیل) ہوگیا ہے......"۔

۲- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں رقم طراز ہیں:

"(مي) من حديث أنس وفيه نُعَيم بن سالم (قُلتُ) قال الحافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ في اللّسان: أخرَجَه ابن النَّجار رحمۃ اللہ علیہ في الذيل إلّا أنّه قال: نُعَيم بِنُوْن فَعَيْن مُهْمَلَة ابن تَمّام، وأظُنّه، يَغْنَم بن سالم، تُصُحِّفَ إسمه وإسم أبيه والحديث باطلٌ انتهى والله تعالى أعلم"۔

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنی سند مطابق یہ روایت تخریج کی ہے، جس میں نُعَیم بن سالم ہے، میں کہتا ہوں (یعنی ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں: ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذَیل" میں اس کی تخریج کی ہے، مگر ابن نجار نے نُعَیم (نون اور عین کے ساتھ) بن تمّام کہا ہے، اور میرا گمان ہے کہ نُعَیم بن سالم اور اُن کے والد کے نام میں تصحیف (تبدیلی) ہوئی ہے (اور صحیح نام، یَغْنَم بن سالم ہے)، اور یہ حدیث باطل ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مکمل ہوا، واللہ اُعلم۔

---

[1] لسان الميزان: ۲۸۸/۸، رقم: ۸۱۶۳، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غُدَّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الذكر والدعاء، الفصل الثالث، ۲/ ۳۲۵، رقم: ۲۰، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبدالله محمد الصديق دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

ایک اہم وضاحت:

واضح رہے کہ حافظ ابن نجّار رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "تاریخِ بغداد" پر ذیل (تتمّہ، ضمیمہ) لکھا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایت حافظ ابنِ نجّار رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذیل میں تخریج کی ہے، لیکن تلاش کے باوجود مجھے یہ روایت "ذیل تاریخ بغداد" میں نہیں ملی، اس لیے میں نے ثانوی مصدر یعنی "لسان المیزان" سے روایت ذکر کی ہے، واللہ اعلم۔

۳- علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شمس الدین ابو الخیر ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۳ھ) "النَشْر في القراءات العشر"[1] میں زیرِ بحث روایت کے ساتھ ایک دوسری حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وكلاهما ضَعِيفَان ولكنهما في فضائل الأعمال"۔

اگر چہ یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں، مگر فضائل اعمال میں ہیں (یعنی انہیں بیان کرنا جائز ہے)۔

حافظ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی تفصیل آگے آئے گی۔

۴- علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الموضوعات"[2] میں لکھتے ہیں:

"فيه نُعَيم كذّاب"۔

اس حدیث میں نُعَیم کذّاب ہے۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ:

ائمہ رجال کے اقوال آپ کے سامنے آچکے ہیں، اِن نصوص میں حافظ ابن

---

[1] النشر في القراءات العشر: مَدّ التعظیم، ۳۴۵، ت: علی محمد الضَبّاع، المطبعۃ التجاریۃ الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ۔بیروت۔

[2] تذکرۃ الموضوعات: ۱/۵۵، کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔پاکستان۔

حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو باطل کہا ہے، نیز علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ صاحب کی موافقت کی ہے، البتہ علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو محض ضعیف کہا ہے (جسے فضائل میں بیان کیا جا سکتا ہے)، لیکن واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان تینوں محدثین کے مقابلے میں علامہ ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول مرجوح ہے، بلکہ تسامح (بھول چوک) پر مبنی ہے؛ کیوں کہ جمہور علما کے نزدیک، ضعیف حدیث پر فضائل کے باب میں عمل کرنا جائز ہے، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس جوازِ عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ حدیث ضعیف، ضعفِ شدید سے خالی ہو، چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "القول البدیع" [1] میں فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مراراً - وكَتَبَه لي بِخَطِّه - يقول: شرط العمل بالحديث الضعيف ثلاثة: الأول متفق عليه، وهو أن يكون الضعف غير شديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتَّهمين ومن فحش غلطه . . ."۔

"میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے کئی دفعہ سنا ہے- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بذات خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں: پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضُعف، شدید نہ ہو؛ لہذا اس شرط سے وہ کذابین، متہمین اور فاحش الغلط نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد ہوں......"۔

اور زیرِ بحث روایت کی سند میں ایک راوی یَغْنَم بن سالم ہے، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے شدید جرح کی ہے (تفصیل آگے آئے گی) اور یَغْنَم اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو باطل اور ساقط الاعتبار کہا ہے۔

---

[1] القول البدیع: خاتمة، ۴۹۶، ت: محمد عوامة، دار الیسر-المدینة المنورة، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ۔

علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ کے اس روایت کو ضعیف اور قابلِ بیان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ علامہ ابن الجزَرِی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں مذکور راوی نُعیم بن تمّام کو یَغْنم بن سالم کے علاوہ کوئی اور راوی سمجھا ہو، اس لئے سند کو محض ضعیف فرما دیا (جو فضائل میں بیان کی جاسکتی ہے)، حالاں کہ یہاں اس راوی کے نام "نُعَیم بن تمّام" میں تبدیلی اور تصحیف ہوگئی ہے، اور لفظ "نُعیم بن سالم" درحقیقت "یَغْنم بن سالم" ہے، جو شدید مجروح راوی ہے، ایسے راوی کی حدیث فضائل میں بھی بیان نہیں کی جاسکتی۔

یہاں تک زیرِ بحث روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال اور اس کا فنی حکم آپ کے سامنے آچکا ہے، اور ان اقوال میں "یَغْنَم بن سالم" کو کلام کا مدار بنایا گیا ہے، ذیل میں "یَغْنَم بن سالم" کے بارے میں ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے تاکہ روایت کا فنی حکم سمجھنے میں مزید آسانی ہوجائے۔

یَغْنَم بن سالم بن قَنْبَر مولی علي رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) کے بارے میں اقوال:

"لسان المیزان"[1] میں ہے:

"... أتی بعجائب، وبَقِيَ إلی زمان مالک ... قال أبو حاتم: ضعیف: وقال ابن حِبّان: کان یَضَعُ علی أنس بن مالک رضی اللہ عنہ وقال ابن یونس: حدّث عن أنس فکُذِّب، وقال ابن عدي: عامة أحادیثه غیر محفوظة، وقال الطحاوي: حدثنا یونس بن عبدالأعلی قال: قدِم علینا یَغْنَمُ بن سالم مصر فجئتُه، فسمعتُه یقول: تزوّجتُ امرأةً من الجنِّ، فلم أرجِعْ إلیه"۔

"...... یَغْنم بن سالم عجائب (عجیب وغریب روایتیں) بیان کرتا تھا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک زندہ رہا...... ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر احادیث گھڑتا تھا، ابن یونس رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] لسان المیزان: ۸/ ۵۴۴، رقم: ۸۶۶۰، الشیخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، دار البشائر الاسلامیة- بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

کہا ہے کہ یغنم بن سالم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتا تھا، پھر اسے جھوٹا کہا جانے لگا، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی اکثر احادیث "غیر محفوظ" ہیں، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یونس بن عبدالاعلی" نے ہمیں بتایا ہے کہ "یغنم بن سالم" ہمارے پاس مصر آیا، میں جب ان کے پاس گیا تو میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے ایک جنّی سے نکاح کیا ہے، یہ سُن کر میں اُن کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔

حافظ عُقَیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یغنم بن سالم کو "مُنکَر الحدیث" (کلمہ جرح) کہا ہے۔[1]

حافظ ذَہَبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں: "...أحدُ المشهورين بالكذب"۔[2]

یغنم بن سالم مشہور جھوٹوں میں سے ہے۔

روایت کا فنی مقام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عَرّاق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، ان محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے یغنم بن سالم کی وجہ سے اس روایت کو باطل، من گھڑت کہا ہے، اور یغنم کے علاوہ کوئی دوسرا اس روایت کو نقل کرنے والا نہیں ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کرکے اسے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

---
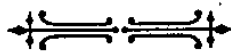
[1] الضعفاء الكبير: يغنم بن سالم بن قيس، ۴/ ۴۶۶، رقم الترجمة: ۲۱۰۱، ت: د. عبدالمعطي، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[2] ميزان الاعتدال: غلام، غنيم، ۳/۳۳۷، تحقيق: علي محمد البجاوي، ناشر: دار المعرفة - بيروت۔

روایت نمبر: (۲۱)

ہر خبر سچی یا جھوٹی ہونے کا احتمال رکھتی ہے، تو جس طرح بعض اوقات عام خبروں میں بھی سچائی ثابت کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے، اسی طرح خبرِ رسول اللہ ﷺ میں بھی ردّ وقبول کے لیے ایک خاص دلیل اور معیار کی ضرورت ہے، جسے محدثین کی اصطلاح میں ''اسناد'' کہا جاتا ہے۔

شریعتِ اسلامی میں ''اسناد'' کا استعمال اس قدر عام رہا ہے کہ اہل علم طبقہ حدیث کے علاوہ ادب، شعر، نثر، فقہ، تاریخ، لغت، قصص، حتی کہ ظرافت پر مشتمل حکایات میں بھی ''اسناد'' کا اہتمام فرماتے رہے ہیں، اس اسلامی نظامِ صدق وسچائی کو شیخ عبدالفتّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

هذا (السَّنَدُ) يَمْتَدُّ وَيَتَّسِعُ وَيَتَّصِلُ بِكُلِّ عِلْمٍ نُقِلَ إليهم، فما نُقِلَ مِنْ تَفْسِيرٍ لآياتِ القرآنِ كان بِسَنَدٍ، وما نُقِلَ مِنْ حديثٍ نَبَوِيٍّ كان بِسَنَدٍ، وما نُقِلَ مِنْ تفسيرٍ للحديثِ كان بِسَنَدٍ أيضاً، وما نُقِلَ مِنْ أَدَبٍ، أو شِعْرٍ، أو نَثْرٍ، أو فِقْهٍ، أو تاريخٍ، أو لغةٍ: كان بِسَنَدٍ أيضاً، بل أَشَدُّ مِنْ هذا: ما نُقِلَ مِنَ المُسَلِّيَاتِ أو المُضْحِكَاتِ كأَخْبَارِ الحَمْقَى والمُغَفَّلِين، أو أخبار الأذكياء والنَّابِهِين: نُقِلَ بِسَنَدٍ أيضاً۔[1]

''اس سند میں وسعت اور گنجائش بڑھتی رہی، حتی کہ ہماری جانب منقول تمام علوم میں سندیں شامل ہوگئیں، چنانچہ قرآن کی منقولہ تفسیر سند کے ساتھ ہے، ہر منقول حدیث سند کے ساتھ ہے، حدیث کی منقول تفسیر سند کے ساتھ ہے، حتی کہ منقولہ اَدب، شعر، نثر، فقہ، تاریخ، لغت، یہ تمام علوم سند

[1] الإسناد من الدين وصفحة مشرفة: ص: ۹۲، تاليف الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲هـ۔

ـــَ، ساتھ ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر تسلی خیز، اور ظرافت کی باتیں جیسے احمق اور بے وقوف لوگوں کے قصے، ذہین اور زِیرک لوگوں کے واقعات، یہ سب بھی سند کے ساتھ ہیں''۔

بہرحال! دیگر علوم کے مقابلے میں احادیث کا معاملہ انتہائی نزاکت پر مبنی ہے، جس میں سند ہی کی بنیاد پر ردّ وقبول کا فیصلہ ہوتا ہے؛ تاکہ شریعتِ اسلامیہ کو رطب و یابس سے بچایا جاسکے، اور اگر کسی روایت کی سند نہ ہو، تو وہ روایت قابلِ التفات ہی نہیں رہتی، چنانچہ شیخ عبدالفتّاح ابوغدّہ "المصنوع في معرفة الحديث الموضوع للعلامة علي القاري" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"...وإذا كان الحديث لا إسناد له، فلا قيمةَ له ولا يُلْتَفَتُ إليه، إذا الإعتماد في نقل كلام سيدنا رسول الله ﷺ إلينا، إنما هو على الإسناد الصحيح الثابت أو مايقع موقعَه، وما ليس كذلک فلا قيمةَ له"۔[1]

''......اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو، تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیوں کہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی حدیث پر ہوسکتا ہے، جو صحیح سند سے ثابت ہو، یا جو اس کے قائم مقام ہو، اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے''۔

اسی فریضے کے پیشِ نظر ذیل میں ایک مشہور بے سند روایت کی تحقیق ذکر کی جائے گی، جس کے بارے میں محدثینِ کرام نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ قول آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] المصنوع: شذرات في بيان بعض الاصطلاحات، ص: ۱۸، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

عنوانِ روایت:

حدیث: "الحَدِیثُ في المَسْجِدِ یأکُلُ الحَسَنَاتِ کما تأکُلُ البَھِیمَۃُ الحَشِیشَ"۔

ترجمہ: مسجد میں باتیں کرنا، نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جس طرح چوپایہ گھاس کھاتا ہے۔

اور بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے:

حدیث: "الکلام المُبَاحُ في المَسْجِدِ یأکُلُ الحَسَنَاتِ کما تأکُلُ النَّارُ الحَطَبَ"۔

ترجمہ: مسجد میں جائز گفتگو بھی نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو"۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

روایت کی تحقیق تین اجزا پر مشتمل ہے:

۱۔روایت کا مصدر

۲۔روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳۔ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

روایت کا مصدر:

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ "إحیاء علوم الدین"[1] میں لکھتے ہیں:

ویُروَی في الأثَر أو الخَبَر: "الحَدِیثُ في المَسْجِدِ یأکُلُ الحَسَنَاتِ کماتأکُلُ البَھِیمَۃُ الحَشِیشَ"۔

ترجمہ: بعض صحابہ رضی اللہ عنہم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مسجد میں باتیں، نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہیں، جس طرح چوپایہ گھاس کھاتا ہے۔

---

[1] إتحاف السَادۃ المُتقین: کتاب أسرار الصلاۃ ومھماتھا/الباب الأول، ۳/۵۰، دار الکتب العلمیۃ۔بیروت۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالفتّاح ابوغُدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین نے زیرِ بحث روایت پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان ائمہ کرام کے اقوال اور آخر میں ان اقوال کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

۱-علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ "المُغنِي عن حَمْلِ الأسفَار"[۱] میں لکھتے ہیں:

"لم أقِفْ له علی أصْلٍ"۔

میں اس کی اصل پر واقف نہیں ہوا۔

علامہ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے "إتحاف السّادَة المُتقِين"[۲] میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفا کیا ہے۔

۲-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری "المَصنُوع"[۳] میں لکھتے ہیں:

"لم يُوجَد، كذافي "المختصر"۔

یہ روایت موجود نہیں، مختصر (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف) میں اسی طرح ہے۔

۳-شیخ عبدالفَتّاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

شیخ عبدالفَتّاح ابو غدّۃ رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصنُوع"[۴] کے حاشیے میں علامہ

---

[۱] المغني عن حمل الأسفار: ۱/۱۰۷، رقم: ۴۱۰، ت: أبومحمد أشرف، مكتبة دار طبرية-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ۔

[۲] اتِحاف السّادة المُتَقِين: كتاب أسرار الصلاة ومهماتها/الباب الأول، ۳/۵۰، دا الكتب العلمية-بيروت۔

[۳] المصنوع: ۹۲، رقم: ۱۰۹، ت: الشيخ عبدالفَتّاح أبو غدّة، ايچ-ايم-سعيد كمپنی-کراچی۔

[۴] المصنوع: ۹۲، رقم: ۱۰۹، ت: الشيخ عبدالفَتّاح أبو غدّة، ايچ-ايم-سعيد كمپنی-کراچی۔

سفارینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"فهو كِذْبٌ لا أصلَ له"۔

یہ جھوٹ، بے اصل روایت ہے۔

۴-حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة"[1] میں رقم طراز ہیں:

"قال الفِيرَوزْبَادِي: لم يُوجَدْ"۔

فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت موجود نہیں۔

۵-علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "طَبَقَات الشَّافِعِيَة الكُبرَى"[2] میں "إحياء" کی ان احادیث کے تحت ذکر کیا ہے، جس کی سند انہیں نہیں ملی ہے۔

۶-علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ طاہر پٹنی "تذكِرة الموضوعات"[3] میں رقم طراز ہیں:

"في المختصر... لم يُوجَد"۔

مختصر (امام سُیوطی کی تصنیف) میں ہے کہ یہ روایت موجود نہیں۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شَوکانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبد الفَتَّاح ابو غُدّہ رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین

---

[1] الفوائد المجموعة: كتاب الصلوة، ٢٥، رقم: ٣٣، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ١٤١٦هـ۔

[2] طبقات الشافعية الكبرى: الطبقة الخامسة، ٣/٢٨٧، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ۔

[3] تذكرة الموضوعات: فضل المسجد...، ص: ٣٦، كتب خانه مجيديه-ملتان، پاکستان۔

کے نزدیک یہ روایت کسی سند سے ثابت نہیں ہے، بلکہ علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صاف ''موضوع'' کہا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف معتبر سند ہی سے بات منسوب کی جاسکتی ہے، اس لیے اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے، واللہ اعلم۔

تتمّہ:

سابقہ روایت کے معنی پر مشتمل ایک اور روایت زبان زَد عام ہے، اس لیے ذیل میں اسے ذکر کرنے کے بعد اس کا فنی مقام لکھا جائے گا:

علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی الشہیر بابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے (۷۳۷ھ) ''المَدْخَل'' [۱] میں مذکورہ ذیل روایت بلا سند لکھی ہے، روایت یہ ہے:

''ورُوِي عنه أيضاً عليه الصلاة والسلام أنّه قال: إذا أتى الرّجُلُ المسجدَ فأكثر مِنَ الكلامَ، تَقولُ له الملائكةُ: أسْكُتْ يا وَلِيَّ الله! فإنْ زاد، تقولُ: أسْكُتْ يا بَغِيضَ الله! فإن زاد: تقولُ: أسْكُتْ عليك لعنة الله''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جب آدمی مسجد میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہو جا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں لگا رہے، تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے مبغوض بندے! چپ کر جا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہو جا''۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی کتاب ''المدخل'' کا مختصر تعارف:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کا تعارف ''الدُرَرُ الكَامِنَة'' [۲] میں ان لفظوں سے کیا ہے:

---

[۱] المدخل: ۲/۲۲۷، دار الفکر-بیروت، الطبعة ۱۴۰۱ھ۔

[۲] الدرر الكامنة: حرف الميم، ۴/۱۴۲، ت: الشيخ عبد الوارث محمد علي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

''محمد بن محمد بن محمد ابن الحاج ابوعبد اللہ العبدری الفارسی رحمۃ اللہ علیہ، مصر میں رہتے تھے، اپنے شہر میں سماعتِ حدیث کی، پھر مصر کے مختلف شہروں میں علم حاصل کیا، اس کے بعد حج کیا، اور حافظ تقی الدین عبید الأسعر دی رحمۃ اللہ علیہ سے ''موطأ'' کی سماعت اور پھر اس کی تدریس بھی کی، اس کے بعد شیخ ابو محمد بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اور برکات سے خوب فیض یاب ہوئے، آپ نے ''المدخل'' نامی ایک مجموعہ تیار کیا، جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، اس میں ایسی بہت سی بدعات اور معیوب امور پر تنبیہ کی گئی ہے، جن کے لوگ مرتکب ہیں اور ان افعال میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور ان امور میں اکثر قابل انکار ہیں، البتہ بعض افعال قابلِ تحمل (گنجائش) ہیں، آپ کا انتقال ۷۳۷ھ میں ہوا ہے''۔

''المدخل'' کی روایت کا فنی حکم:

یہ روایت علامہ مرتضی زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ''إتحاف السَادَة المُتَقِين'' [1] میں علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی ہے، لیکن حافظ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کی مانند روایت کی سند اور اس پر کلام ذکر نہیں کیا، بہر حال یہ روایت بھی ہماری جستجو کے مطابق سند کی مقتضی ہے، اور تا حال کسی معتبر سند سے اس کا ثبوت نہیں مل سکا ہے، اس لیے اس روایت کو بھی بیان کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ معتبر سند کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی بات منسوب کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

---

[1] إتحاف السَادة المُتَقِين: كتاب أسرار الصلاة، الباب الخامس، ۲/ ۲۵۲، دار الكتب العلمية- بيروت.
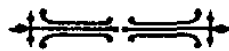
روایت نمبر: (۲۲)

ہمارے معاشرے میں اسرائیلی روایات (بنی اسرائیل سے منقول روایات) کا ایک بڑا ذخیرہ زبان زَدعام ہے، جن کے بارے میں دو امور اصولی طور پر انتہائی اہمیت کے حامل ہیں:

۱-اسرائیلی روایات کو ہماری شریعت کی روشنی میں پرکھا جائے گا، ان میں صرف وہ روایات قابلِ بیان ہوں گی، جو ہماری شریعت کے موافق ہوں یا کم از کم وہ روایات، شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہوں، لہذا اگر کوئی اسرائیلی روایت، ہماری شریعت کے مضامین کے خلاف ہوگی، تو اسے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے گا، اس اصولی قاعدے کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”فإنّها على ثلاثة أقسام:

أحدها ما عَلِمْنا صِحّتَه مِمّا أيدينا مِمّا يَشْهَدُ له بِالصِّدْقِ، فذاك صحيحٌ۔

الثاني: مَا عَلِمْنا كِذْبَه بِمَا عندَنا مِمّا يُخَالِفُه۔

والثالث: ماهو مَسْكُوتٌ عنه، لا مِنْ هذا القَبِيلِ ولا مِنْ هذا القَبِيلِ، فلا نُؤمِنُ به ولا نُكَذِّبُه، وتَجوزُ حِكَايَتُه لِمَا تَقَدَّمَ“ ۔[1]

”اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم ان اسرائیلیات کی ہے، جن کی صحت ہمیں معلوم ہے، کیوں کہ ہمارے پاس موجود نصوص ان کے حق میں صداقت اور سچائی کی شہادت دیتے ہیں۔

دوسری قسم وہ اسرائیلیات ہیں، جن کا جھوٹ ہونا ہمیں معلوم ہو، بایں صورت کہ ہمارے پاس موجود نصوص ان کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

تیسری قسم وہ اسرائیلیات ہیں، جن کے بارے میں سکوت ہے، ان کا تعلق نہ

---

[1] تفسیر ابن کثیر: مقدمة، ۱/ ۳۱، ت: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ۔

پہلی قسم سے ہے، نہ دوسری قسم سے ہے،ہم ان پر نہ ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی تکذیب کرتے ہیں، سابقہ تفصیل کی بنا پر ان اسرائیلیات کو بیان کرنا جائز ہے۔''

۲-اسرائیلیات کے حوالے سے دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان اسرائیلی روایتوں کو بعض اوقات آنحضرت ﷺ کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے، حالاں کہ آپ ﷺ کی جانب صرف وہی روایت منسوب کی جاسکتی ہے، جو کسی معتبر سند سے ثابت ہو؛ اس لیے روایات کو اس قسم کے اختلاط سے محفوظ رکھنا انتہائی اہم ہے، ذیل میں اسی فریضے کے پیشِ نظر دو ایسی اسرائیلی روایتیں ذکر کی جائیں گی، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ یہ روایتیں آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس کا مقتضی یہ تھا کہ ان روایتوں کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کیے بغیر بیان کیا جاتا،لیکن عام طور پر انہیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے؛ اس لیے ان روایتوں کو مرفوعاً (یعنی آپ ﷺ کے انتساب سے) بیان کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ انہیں صرف اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنا چاہیے۔

عنوانِ تحقیق:

ذیل میں دو احادیث کی تحقیق لکھی جائے گی۔

۱-ماوَسِعَنِي سَمَائِي ولا أرْضِي ولكن وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي المُؤمِن۔

ترجمہ: میرے آسمان اور زمین مجھے نہیں سما سکے،البتہ میرے مومن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سمالیتا ہے۔

۲-القَلْبُ بيتُ الرَّب۔

ترجمہ: دل رب کا گھر ہے۔

دونوں روایتوں کی تحقیق کا اجمالی خاکہ:

دونوں روایتوں کی تحقیق دو اجزا پر مشتمل ہے:

۱-ائمہ حدیث کا کلام

۲-ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

پہلی روایت: "ما وَسِعَنِي سَمَائِي ولا أرْضِي ولكن وَسِعَنِي قَلْبُ عَبْدِي المُؤمن"۔

ترجمہ: میرے آسمان اور زمین مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مومن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سما لیتا ہے۔

روایت پر کلام:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ زیرِ بحث روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ اسرائیلی روایت ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال لکھے جائیں گے۔

۱-علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوی"[۱] میں لکھتے ہیں:

"هذا ما ذكروه في الإسرائيليات ليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ومعناه وَسِعَ قَلْبُه مَحَبَّتِي ومَعْرِفَتِي"۔

محدثینِ کرام نے یہ روایت اسرائیلیات میں ذکر کی ہے، اس روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معروف سند نہیں ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ مومن بندے کا دل میری محبت اور میری معرفت کا احاطہ کر لیتا ہے۔

۲-حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "التذكِرة في الأحاديث المُشتَهَرَة"[۲] میں لکھتے ہیں:

---

[۱] مجموع الفتاوی: ۱۸/ ۱۲۲، ت: عامر الجزائر وأنور الباز، دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ۔

[۲] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱/ ۱۳۵، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

"قال بعضُ الحُفَّاظ هذا مذكورٌ في الإسرائيليات وليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيّ ﷺ"۔

بعض حفاظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسرائیلیات میں مذکور ہے اور اس کی کوئی سند آپ ﷺ سے معروف نہیں ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحَسَنَة"[1] میں رقم طراز ہیں:

"ذكره الغزالي في الإحياء بلفظ... وقال مخرجه العراقي: لم أر له أصلاً وكذا قال ابن تَيْمِية: هو مذكورٌ في الإسرائيليات وليس له إسنادٌ معروفٌ عن النبيّ ﷺ"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "إحياء" میں یہ روایت ان الفاظ سے تخریج کی ہے......اور احادیثِ "احیاء" کی تخریج کرنے والے، یعنی علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کوئی اصل نہیں دیکھی، اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ یہ روایت اسرائیلیات میں مذکور ہے اور اس کی کوئی سند آپ ﷺ سے معروف نہیں ہے۔

۴- علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة"[2] میں رقم طراز ہیں:

"لا أصلَ له، قلتُ: أخرج الإمام أحمد في الزهد عن وهْب بن مُنَبّه: إن

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الميم، ۴۲۹، رقم: ۹۸۸، ت: عبدالله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷هـ.

[2] الدرر المنتثرة: ۲۱۷، رقم: ۳۶۱، محمد عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸هـ.

علامہ سُیوطیؒ نے "الزهد لأحمد بن حنبل" کے جس طریق کو بیان کیا ہے، اس کی مکمل سند یہ ہے:

"حدثنا عبدالله، حدثني أبي، أخبرنا إبراهيم بن خالد، حدثني عُمَر بن عُبَيد أنّه سَمِعَ وَهْبُ بن مُنَبّه يقول: إنَّ اللّٰه عزوجل فَتَحَ السَّمٰوات لِحزقيل حتى نَظَرَ إلى العَرْشِ أو كما قال، فقال حزقيل: سبحانك ما أَعْظَمَكَ يا رَبِّ! فقال اللّٰه: إنَّ السَّمٰوات والأرض لم تُطِقْ أنْ تَحْمِلَنِي وضِقْنَ مِنْ أنْ تَسَعَنِي وَسِعَنِي قَلْبُ المؤمن الوَارِع اللين"۔ (الزهد لأحمد بن حنبل: زهد يوسف، ۱/۱۰۳، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۰۳هـ)۔

اللّٰہ فَتَحَ السَّمٰوٰات لِحزقیل، حتی نَظَرَ إلی العَرْشِ، فقال حزقیل: سبحانک ماأعْظَمَک یا رَبِّ! فقال اللّٰہ :إن السَّمٰوٰات والأرض ضَعُفْنَ عن أنْ یَسَعَنِي ووَسِعَنِي قَلْب عَبْدِي المؤمن"۔

اس کی کوئی اصل نہیں ہے، میں (امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ" نے "الزھد" میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو حزقیل کے لیے کھول دیا حتیٰ کہ حزقیل کو عرش نظر آنے لگا، حزقیل نے کہا: اے میرے رب! تیرے لیے پاکی ہے، تو کس قدر عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ آسمان اور زمین مجھے سمانے سے کمزور پڑھ گئے، لیکن مومن کے دل نے مجھے سمالیا۔

۵-ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصنُوع" [۱] میں، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکِرۃ الموضوعات" [۲] میں اور حافظ ابن عرّاق نے "تنزیہ الشریعۃ" [۳] میں، ان سب محدثین نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس روایت کو موضوع کہا ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام ابن تَیمِیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زَرکَشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے، صرف اسرائیلیات کے حوالے سے بیان کی جاسکتی ہے۔

---

[۱] المصنوع: ۱۶۴، رقم: ۲۹۳، ت: الشیخ عبد الفَتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی-کراچی۔

[۲] تذکرۃ الموضوعات: ص: ۳۰، کتب خانہ مجیدیہ ملتان-پاکستان۔

[۳] تنزیہ الشریعۃ: الفصل الثالث، ۱/ ۱۴۸، رقم: ۴۵، ت: عبد الوھاب عبد اللطیف و عبد اللّٰہ محمد الصدیق، دار الکتب العلمیۃ-بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ۔

دوسری روایت: "القَلْبُ بَيْتُ الرَّبِ"۔

ترجمہ: دل رب کا گھر ہے۔

روایت پر کلام:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے اس روایت پر کلام کیا ہے، ذیل میں ان محدثینِ کرام کے اقوال اور آخر میں اس روایت کا فنی حکم لکھا جائے گا۔

۱- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ روایت (ما وَسِعَنِي سَمَائِي ولا أرْضِي...) اور اس پر کلام کے بعد یہ روایت لکھی ہے، پھر لکھتے ہیں:

"هذا مِنْ جِنْسِ الأوَّلِ، فإنَّ القَلْبَ بَيْتُ الإيمان بالله تعالىٰ ومَعْرِفَتِه ومَحَبَّتِه"۔[1]

یہ بھی پہلی روایت (ما وَسِعَنِي ......) کی جنس سے ہے، کیوں کہ مومن کا دل، اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت ومحبت کا گھر ہے۔

۲- علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بھی سابقہ روایت پر کلام کے بعد اس روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هذا الكلام مِنْ جِنْسِ الأوَّل فإنَّ القَلْبَ بَيْتُ الإيمان وَمَعْرِفَتِه وليس هذا مِنْ كلام النبي صلی اللہ علیہ وسلم"۔[2]

---

[1] مجموع الفتاوی: ١٨ / ٧١، ت: عامر الجزائر و أنور الباز، دار الوفاء المنصورة، الطبعة الثالثة ١٤٢٦هـ۔ [2] التذكرة في الأحاديث المشتهرة: ١/ ١٣٥، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ١٤٠٦هـ۔

یہ کلام پہلے کلام (ما وَسِعَني ......) کی جنس سے ہے، کیوں کہ دل ایمان و معرفت کا گھر ہے اور یہ حضور ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحَسَنة" [1] میں لکھتے ہیں:

"ليس له أصلٌ في المرفوع، والقَلْبُ بيتُ الإيمان ومَعْرِفتِه ومَحبّتِه"۔

اس روایت کی کوئی اصل مرفوع روایت میں نہیں ہے، اور مومن کا دل، اللہ پر ایمان اور اس کی معرفت اور محبت کا گھر ہے۔

۴- امام حافظ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

علامہ سُیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدُرَرُ المُنْتَثِرَة" [2] میں لکھتے ہیں:

"لا أصلَ له"۔ اس کی اصل نہیں۔

۵- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام:

حسب سابق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "المَصْنُوع" [3] میں، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكِرة الموضوعات" [4] میں اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة" [5] میں، ان سب محدثین نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس روایت کو موضوع کہا گیا ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف القاف، ۳۵۵، رقم: ۷۷۴، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

[2] الدرر المنتثرة: ۱۹۸، رقم: ۳۱۳، محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

[3] المصنوع: ۱۳۱، رقم: ۲۱۷، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، ایچ-ایم-سعید کمپنی- کراچی۔

[4] تذكرة الموضوعات: ص: ۳۰، کتب خانہ مجیدیہ ملتان پاکستان۔

[5] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ۱/۱۴۸، رقم: ۴۵، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم:

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ، ان سب محدثین کرام نے وضاحت کی ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ صرف اسرائیلیات کے حوالے سے بیان کی جا سکتی ہے۔
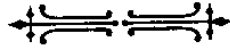
روایت نمبر: (۲۳)

آپ نے اورادِ مسنونہ پر مشتمل مختلف کتابیں دیکھی ہوں گی، تقریباً ہر کتاب میں کھانے سے قبل یہ ہی مسنون دُعا لکھی جاتی ہے: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ"۔ در اصل یہ مسنون دعا، ایک مفصل حدیث میں مذکور ہے، البتہ بعض کتابوں میں اس دُعا کے حوالے سے دو اَہم تسامحات (بھول چوک) موجود ہیں:

۱- دعا کا حوالہ دینے میں تسامح
۲- کلماتِ دعا میں تسامح

ذیل میں انہیں تسامحات کے حوالے سے تحقیق ذکر کی جائے گی۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ:

دعا کی تحقیق پانچ بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

۱- دعا کے مصادر اور ان کا خلاصہ
۲- تسامح کا بیان
۳- درست حوالے اور صحیح دعا کی تعیین
۴- ایک اہم تنبیہ (اس میں ایک ممکنہ احتمال کا رد ہے)
۵- تتمّہ (اس میں ایک اعتراض کا جواب ہے)

دعا کے مصادر:

ہماری جستجو کے مطابق اس دعا "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ" کا اوّلین مصدر "سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّعَاءِ وَالذِّكْرِ"[1] ہے، یہ کتاب ابو الفتح محمد بن محمد بن علی بن همام المعروف بابن الإمام (۶۷۷ھ/۷۴۵ھ) کی تالیف ہے، جس

[1] سلاح المؤمن: "ما جاء في التَّسْمِيَةِ عِنْدَ الأكْلِ والشُّرْبِ"، ۳۹۳، رقم: ۷۲۱، ت: محي الدين اديب مستو، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۴ھ۔

میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اختصاراً نقل کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ شدید بھوک کی حالت میں اپنے چند رفقا کے ساتھ ابوالہیثم مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے، کھانا کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ”إذا أصَبتُم مِثْلَ هذا وَضَرَبتُم بأيْدِيكم[1] فقُولُوا بِسمِ اللهِ وَعَلَى بَرَكَةِ اللهِ...“۔ جب تمہیں ایسی نعمتیں کھانے کو مل جائے، اور تم کھانے کے لیے ہاتھ بڑھاؤ تو یہ کہو: اللہ کے نام اور (اس کی) برکت کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں“۔ اس روایت کے آخر میں ”مستدرک حاکم“ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اس عبارت میں مذکور چار چیزیں قابل ضبط (تحریر) ہیں:

۱- یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید بھوک کی حالت میں، ابوالہیثم مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

۳- دعا کے الفاظ یہ ہیں: ”بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ“۔

۴- اس روایت کی تخریج حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مستدرک“ میں کی ہے۔

اسی طرح امام ابو زید ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۶ھ/۸۷۵ھ) نے ”تفسیرِ ثعالبي“[2] میں ”سِلاَحُ المؤمن“ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حافظ ابو الخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ/۸۳۳ھ) نے ”الحِصْن الحَصِين“[3] میں یہ دعا ”بِسمِ اللهِ وعَلَى بَرَكَةِ اللهِ“ کے لفظوں سے نقل کی ہے،

---

[1] وضرب بيده إلى كذا: أهوى. كذا في لِسَان العَرَب: ضرب، ١/ ٦٣٤، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٣هـ.

[2] الجواهر الحسان (تفسير الثعالبي): سورة التكاثر: ٥/ ٦٢٣، ت: الدكتور عبد الفتّاح أبو سنة، إحياء التراث العربي-بيروت

[3] حِصن حَصِين: ص: ١٦١، حواشي مولانا محمد إدريس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی۔

اس میں بھی راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لیے ابوالہیثم رضی اللہ عنہ انصاری کے گھر تشریف لے گئے تھے۔

ہمارے پاک وہند کے علما میں علامہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ (توفی ۱۳۶۷ھ) نے "تفسیرِ مظہری"[1] میں "مستدرک حاکم" کے حوالے سے اس واقعے اور دعا کو نقل کیا ہے، اس میں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقا کے ساتھ ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تھے، اور اس روایت میں بھی دعا کے الفاظ یہ ہیں: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہِ"۔

خلاصہ:

حاصل یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں مذکورہ دعا اور قصہ، بحوالہ "مستدرک حاکم" ہی ذکر کیا گیا ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور دعا کے الفاظ بھی یہ ہیں: "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہِ"۔

تسامح کا بیان:

اب ہم "مستدرک حاکم" میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ یہ سارا قصہ تو بعینہ موجود ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند رفقا کے ساتھ ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے تھے، لیکن اس روایت میں زیرِ بحث دعا "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہِ" کا ذکر ہی نہیں ہے، یہی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (قصہ ابو الہیثم رضی اللہ عنہ) مستدرک حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ درج ذیل کتب میں بھی مذکور ہے، لیکن کہیں بھی اس دعا کا ذکر نہیں ہے۔

۱- المعجم الكبير: ۸/ ۲۴۰، رقم: ۱۵۹۱۰، ت: أبو محمد الأسيوطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ۔

۲- شرح مُشكِل الآثار: ۱/ ۴۰۹، رقم: ۴۷۳، شعيب الأرنؤوط،

[1] تفسير مظهري: سورة التكاثر: ۱۰/ ۳۳۶، دار إحياء التراث العربي-بيروت۔

مؤسَسَة الرسالة-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ۔
٣- معرفة الصحابة لأبي نعيم :أبو الهيثم مالك بن التَيِّهان، رقم: ٣٤٩٥: ١/ ٣٠٤٨، ت: عادل بن يوسف، دارالوطن للنشر- رياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔
٤- شعب الإيمان: ٦/ ٣٣٠، رقم: ٤٢٨٣، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کتابوں میں مذکورہ دعا کا حوالہ درست نہیں ہے، اور عنقریب آئے گا کہ دعا کے الفاظ میں لفظ "علی" یعنی "بِسْمِ اللّٰہ وَعَلَی بَرَکَةِ اللّٰہ" کہنا بھی درست نہیں ہے۔

درست حوالے اور صحیح دعا کی تعیین:

درحقیقت یہ واقعہ متعدد دفعہ پیش آیا ہے کہ آپ ﷺ بھوک کی حالت میں مختلف صحابہ کے گھروں میں تشریف لے گئے ہیں، سابقہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ابوالہیثم مالک بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تھے، اسی طرح "مستدرک حاکم" [1]، "المعجم الأوسط" [2] اور "شعب الإيمان" [3] کی ایک دوسری روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس کے مطابق آپ ﷺ اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے تھے، وہاں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

"خُبْزٌ ولَحْمٌ وتَمْرٌ وبُسْرٌ ورُطَبٌ إذا أَصَبْتُم مِثْلَ هذا فَضَرَبْتُم بأَيدِيكم فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰه"۔ هذا حديثٌ صَحِيحٌ وَلَمْ يُخَرِجَاه۔ (كذا في المُسْتَدْرَك)۔

---

[1] مستدرک حاکم: كتاب الأطعمة: ٤/ ١٤٦، رقم: ٧١٧٨، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ۔
[2] المعجم الأوسط: ٢/ ٢٦٦، رقم: ٢٢٤٧، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين-القاهرة، الطبعة ١٤١٥هـ۔
[3] شعب الإيمان: ٦/ ٣٣٠، رقم: ٤٢٨٣، ت: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

''روٹی، گوشت، ادھ کچری اور پکی ہوئی کھجوریں، جب ایسی نعمتیں پاؤ، اور پھر کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو اللہ کے نام اور (اس کی) برکت کے ساتھ کھاؤ''۔

(حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) یہ حدیث صحیح ہے، اور حضرات شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

واضح رہے کہ اس روایت میں دعا کے الفاظ یہ ہیں: "بسم اللّٰہ و برکۃ اللّٰہ"، یعنی لفظ "علی" کے بغیر۔

نتائج:

اِن تمام نصوص سے دو اہم نتائج اخذ ہوتے ہیں، جن کی طرف شروع میں اشارہ کیا گیا تھا:

۱- صحیح یہ ہے کہ زیرِ بحث دعا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے) منقول ہے، جسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں تخریج کیا ہے، اور اس دعا کی نسبت حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (قصہ ابی الہیثم رضی اللہ عنہ) کی طرف کرنا تسامح پر مبنی ہے۔

۲- دعا کے صحیح کلمات یہ ہیں: "بِسْمِ اللّٰہِ وَبَرَکَۃِ اللّٰہ"۔ چنانچہ اس دعا میں لفظِ "علی" کی زیادتی کرنا، یعنی "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہ" کہنا درست نہیں ہے۔

"علی برکۃ اللّٰہ" کے ثبوت کی ایک توجیہ اور اس کا جائزہ:

ہمارے بعض معاصرین علماء کرام نے "کلماتِ دعا" کے بارے میں یہ بات بھی فرمائی ہے کہ ممکن ہے "مستدرک حاکم" کے بعض نسخوں میں یہ دعا لفظ "علی" کے ساتھ ہو، یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ"، چنانچہ بعد کی جن کتابوں میں یہ دعا لفظِ "علی" کے ساتھ ہے، ان مؤلفین نے "مستدرک حاکم" کے انہیں نسخوں سے یہ دعا نقل کی ہوگی۔

یہ احتمال چند قوی قرائن کی وجہ سے قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا، قرائن یہ ہیں:

۱- ہماری جستجو کے مطابق "مستدرک حاکم" کے موجودہ متداول نسخوں میں، یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر ہے، یعنی "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ"۔

۲- جیسا کہ حاکم نَیسَابُورِی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۱ھ/۴۰۵ھ) نے "مستدرک حاکم" میں، حدیثِ ابن عباس کے تحت، یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، یعنی "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ" تخریج کی ہے، اسی طرح حاکم نَیسَابُورِی رحمۃ اللہ علیہ سے قبل امام سلیمان بن احمد طَبَرانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۶۰ھ/۳۶۰ھ) نے یہی حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، جس میں یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ" لکھی ہے، نیز حاکم نَیسَابُورِی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (۳۸۴ھ/۴۵۸ھ) نے "شعب الإیمان" میں یہی حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، جس میں یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ" لکھی ہے، لہذا یہ کہنا کہ ممکن ہے، "مستدرک حاکم" کے بعض نسخوں میں یہ دعا لفظِ "علی" کے ساتھ ہو، یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ"، اور بعد کے مؤلفین نے "مستدرک حاکم" کے انہیں نسخوں سے یہ دعا نقل کی ہو، یہ احتمال ان قرائن کی موجودگی میں بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ "مستدرک حاکم" کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر منقول ہے؛ اس لیے صحیح بات یہی کہ "المعجم الأوسط" اور "شعب الإیمان" کی طرح، "مستدرک حاکم" میں بھی یہ دعا لفظِ "علی" کے بغیر، "بسم اللّٰہ وبرکۃ اللّٰہ" ہے، البتہ یہ ممکن ہے، کہ "مستدرک" کے حوالے سے ابتداءً کسی کتاب میں یہ دعا تسامحاً (بھول چوک سے) لفظِ "علی" کے ساتھ، یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" منقول ہوئی ہے (ہماری جستجو کے مطابق اس دعا یعنی "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" کا قدیم ترین مصدر "سلاح المؤمن" ہے)

پھر بعد والے مؤلفین اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اسے نقل کرتے رہے، اور اس طرح یہ تسامح رائج ہوگئی ہو، واللہ اعلم۔

تتمّہ:

بعض افراد نے اس دعا کے بارے میں ایک شبہ کا اظہار کیا ہے کہ ”مستدرک حاکم“ کی عبارت ”فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ“ کا مدعی ہرگز یہ نہیں ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ“ کھانا کھانے کی مسنون دعا ہے، یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم ایک دوسرے سے کہتے ہیں: ”آؤ، بسم اللہ!“ اسی طرح کھانا تیار ہو تو کہتے ہیں: ”بسم اللہ کیجئے!“ نیز یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں بھی یہ موجود نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہو کہ کھانے سے قبل، دُعا کے یہ الفاظ ہیں، اور امام نسائی رحمہ اللہ اور حافظ ابن السنی رحمہ اللہ کی ”عمل الیوم واللیلة“، اور امام نَوَوِی رحمہ اللہ کی ”الأذکار“، ان کتابوں میں اس دعا کا نام ونشان تک نہیں۔

اس شبہ کا حاصل، تین امور ہیں:

۱- آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا۔

۲- اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے۔

۳- جن روایات میں ”فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ“ جیسے الفاظ آئے ہیں، وہاں یہ دعا تعلیم فرمانا مقصود نہیں، بلکہ یہ جملہ بالکل ہمارے اس محاورے کی طرح ہے: بسم اللہ کیجئے! یعنی کھانا کھائیے۔

ذیل میں ہر اشکال کا جواب لکھا جائے گا:

پہلے شبہ کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ صاحب اشکال کے سامنے ”مستدرک“ کی عبارت تھی، یعنی ”إذا أَصَبْتُم مِثْلَ هذا فَضَرَبْتُم بأَيدِيكم فَكُلُوا بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ“، اس وجہ سے اشکال پیدا ہوا کہ آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا، حالانکہ ”المعجم الأوسط“ کی روایت میں صاف تاکیدی

الفاظ "فَقُولُوا" (یعنی تم یہ کہو) سے اس دعا کے پڑھنے کا حکم ہے، چنانچہ "المعجم الأوسط"[1] میں ہے:

"إذا أصَبْتُم مِثْلَ هذا و ضَرَبْتُم بأيديكم، فَقُولُوا: بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ اللهِ، فإذا شَبِعْتُم فقولوا: الحمد الله الذي أشْبَعَنا وأرْوَانا وأنْعَمَ عَلَيْنَا و أفْضَل، فإنَّ هذا كَفَافٌ[2] بهذا"۔

ترجمہ: جب تم یہ (نعمتیں) پاؤ اور کھانے کے لئے ہاتھ بڑھاؤ تو یہ کہو: میں اللہ کے نام اور اس کی برکت سے کھانا شروع کرتا ہوں، پھر جب تم سیر ہو جاؤ، تو یہ کہو: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہے، جس نے ہمیں سیر کیا اور سیراب کیا اور ہم پر یہ فضل و انعام فرمایا، بلاشبہ ان دعاؤں کا پڑھنا ان نعمتوں کی مثل شکر گذاری بن جائے گی"۔

اب اس عبارت میں کھانے سے قبل صاف لفظوں میں "بِسْمِ اللهِ وَبَرَكَةِ الله" پڑھنے کا حکم ہے، اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد اس دعا کے سنت کہلانے کے لیے کافی ہے، چنانچہ یہ کہنا کہ " آپ ﷺ نے کھانے سے قبل اس دعا کا حکم نہیں فرمایا" یہ درست نہیں ہے، اور اسی سے تیسرے اشکال کا جواب بھی ہو گیا، جس میں یہ کہا گیا تھا کہ یہ جملہ خاطر مدارت کے طور پر کہا جاتا ہے، اور اس میں دعا کی تعلیم مقصود نہیں ہے، حالانکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ کے الفاظ "فقولوا" (یعنی تم یہ دعا پڑھو)، تعلیمِ دعا پر بالکل صریح ہے۔

دوسرے شبہ کا حاصل یہ تھا کہ اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے، حالانکہ یہ دعا، اورادِ مسنونہ کی معتبر کتب میں موجود ہے، مثلاً: علامہ ابن الإمام رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] المعجم الأوسط: ۲/۲۶۶، رقم: ۲۲۴۷، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين۔ القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

[2] الكَفَاف: هو الذي لا يفضل عن الشيئ، ويكون بقدر الحاجة إليه۔ كذا في النِّهَايَة لإبن الأثير: باب الكاف مع الفاء، ۴/۱۹۰، ت: أبو عبد الله عبد السّلام علّوش، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

نے "سِلَاحُ المُؤمِن فِي الدُّعَاء وَالذِّكر" میں یہ دعا (اس میں لفظِ "علی" کی زیادتی تسامح پر مبنی ہے، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے)، اس عنوان کے تحت ذکر کی ہے: "ما جَاء في التَّسمِيَة عِند الأكلِ والشُّربِ" یعنی یہ باب ہے، کھانے، پینے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں۔

اسی طرح پاک وہند میں اورادِ مسنونہ کی مشہور اور متداول کتاب "الحِصْن الحَصِين" [1] ہے، یہ کتاب حافظ ابن الجزری رحمۃ اللہ کی تالیف ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ عام طور پر دستیاب ہے، بندہ کے پاس فی الحال عربی نسخہ موجود نہیں ہے، اس لیے مترجم کتاب ہی کے حوالے سے ذکر کرتا ہوں کہ یہ دعا "الحصنُ الحصین" میں اس عنوان سے مذکور ہے: "اگر کسی کی دعوت میں عمدہ عمدہ اور لذیذ کھانے کھائے، تو کھانا شروع کرنے سے پہلے "بسم اللّٰہ وعلی برکۃ اللّٰہ" کہے......"۔

چنانچہ اب یہ کہنا کہ اوراد کی معتبر کتب میں یہ دعا موجود نہیں ہے، یہ بات بھی درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] حِصن حَصِين: ص: ۱۶۱، حواشي مولانا محمد إدريس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی۔
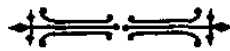
روایت نمبر: (۲۴)

محدثینِ کرام ہر زمانے میں یہ اہتمام فرماتے رہے ہیں کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاداتِ نبوی سے ممتاز رکھا جائے، تاکہ اسلامی مستدلات خلط سے محفوظ رہیں، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایک شخص کبھی غلطی سے بھی غیر نبوی ﷺ الفاظ کو حضور ﷺ کی جانب منسوب کرسکتا ہے، علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ وضاعین کی ایک نوع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"(الصِنْف السابع)قوم وقع الموضوعُ في حديثهم ولم يتعمّدوا الوضعَ، كمَنْ يغلط فيُضِيفُ إلى النبي صلى الله عليه وسلم كلامَ الصحابة أوغيرَهم۔۔۔"۔

''ساتویں قسم ان لوگوں کی ہے جن کی احادیث میں من گھڑت روایات داخل ہوجاتی ہے، حالاں کہ یہ لوگ اسے خود وضع نہیں کرتے، مثلاً: ایک شخص غلطی سے صحابہ رضی اللہ عنہم یا کسی اور کا کلام حضور ﷺ کی جانب منسوب کردے۔۔۔''۔

ذیل میں اسی عنوان کے تحت چار ایسی روایتوں کی تحقیق لکھی جائی گی، جو زبان زدِ عام صاحب رسالت ﷺ کی جانب منسوب ہے، حالاں کہ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم یا سلف کا قول ہے یا اسرائیلیات میں سے ہے:

(۱) "الناس كلّهم مَوْتَى إلاّ العالمون، والعالمون كلّهم هَلْكَى إلاّ العاملون، والعاملون كلّهم غَرْقَى إلاّ المُخلِصون، والمُخلِصون على خَطَرٍ عظيمٍ"۔

ترجمہ: ''علما کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علما ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں

مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں ،اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں"۔

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱-روایت کا مرفوع (آپ ﷺ کا قول) طریق

۲-ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

۳-روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال

۴-روایت کا فنی مقام

روایت کا مرفوع (آپ ﷺ کا قول) طریق

فقیہ ابو الیث ثمرقندی رحمۃ اللہ علیہ "تنبیہ الغافلین" میں ایک خبر نقل کرتے ہیں:

"الناس هلكى إلا العالمون، والعالمون هلكى إلا العاملون، والعاملون هلكى إلا المُخلِصون، والمُخلِصون على خَطَرٍ عظيم"۔ [1]

علما کے علاوہ تمام لوگ ہلاک ہونے والے ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علما ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام ہلاک ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور سَہل تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الایمان" [2] میں رقم طراز ہیں:

"أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرني أبوبكر بن عبدالعزيز، قال: سمعتُ يوسف ابن الحُسين، يقول: سمعتُ ذَا النّون المِصْري يقول:

---

[1] انظر أسنى المطالب: ١/ ٣٠٩، رقم: ١٦٢٩، دار الكتب العلمية-بيروت۔

[2] شعب الإيمان: ٩/ ١٨١، رقم: ٦٤٥٥، مكتبة الرشد-الرياض، ت: مختار أحمد الندوي، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔

النَاس كلّهم مَوتَى إلاّ العُلَماء، والعُلَماء كلّهم نِيَامٌ إلاّ العاملون، والعاملون كلّهم مُغْتَرُّوْن إلاّ المُخلصون، والمُخلصون على خَطَرٍ عظيمٍ۔ قال الله عزوجل ﴿لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عن صِدْقِهِم﴾۔ [الأحزاب: ۳۳/۸]

''ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علما کے علاوہ سب لوگ مردہ ہیں، اور علما میں عمل کرنے والوں کے علاوہ سب علما سورہے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں، اخلاص والوں کے علاوہ سب دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، اور اخلاص والے بھی بہت بڑے خطرے میں ہیں۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عن صِدْقِهِم﴾ [الاحزاب: ۳۳/۸] '' ترجمہ: '' تاکہ اللہ تعالی سچوں سے ان کا سچ پوچھے''۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول ''تاریخ دِمَشق'' [1] میں تخریج کیا ہے۔

سَہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شعب الإيمان'' [2] میں سہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے:۔

''أخبرنا أبو عبدالله الحافظ، أخبرنا جعفر بن محمد الخلدي، أخبرنا أبو محمد الجريري، قال: سمعت سَهْلَ بن عبدالله التُسْتَرِي قال: الدنيا كلّها جَهْلٌ مَوَاتٌ إلا العلم منها، والعلم كلّه حجّةٌ على الخَلْقِ إلاّ العمل به، والعمل كلّه هبَاء إلاّ الإخلاص منه، والإخلاص خَطَر

[1] تاريخ دِمَشق: ذوالنون بن إبراهيم: ۱۷/ ۴۲۹، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر-بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

[2] شعب الإيمان: ۹/ ۱۸۰، رقم: ۶۴۵۴، مكتبة الرشد-الرياض، ت: مختار أحمد الندوي، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

عظیم لا یعرفه إلاّ اللّٰه عزّ و جلّ حتی یَصِلَ الإخلاص بالموت"۔

سہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کے سوا دنیا ساری کی ساری نادانی اور بے روح چیز ہے، اور علم مخلوق پر حجت ہے، البتہ اس پر عمل کیا جائے (تو حجت نہیں)، اور عمل سب کا سب غبار ہے، مگر یہ کہ اس میں اخلاص ہو، اور اخلاص عظیم خطرے میں ہے، جسے صرف اللہ ہی پہچانتا ہے، یہاں تک کہ اخلاص موت تک پہنچ جائے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "اقتضاء العلمِ العملَ" [1] میں سہل بن عبداللہ تُستَرِی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت تخریج کی ہے، البتہ ایک دوسری سند سے بھی سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت اِن الفاظ سے تخریج کی ہے:

"النّاس کلّهم سُکَارَی إلا العُلماء والعُلماء کلّهم حَیَارَی إلاّ من عَمِلَ بعِلْمِه"۔ "سب لوگ نشے میں ہیں سوائے علما کے، اور علما سب حیران ہیں، سوائے عمل کرنے والوں کے"۔

"حلیة الأولیاء" [2] میں سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ان الفاظ سے مروی ہے: "الدّنیا کلُّها جهلٌ إلاّ العلم فیها، والعلمُ کُلُّه وبالٌ إلاّ العَمَل به، والعَمَلُ کلُّه هَبَاءٌ مَنْثُور إلا الإخلاص فیه، والإخلاص فیه أنت منه علی وَجَلٍ حتی تَعْلَمَ هل قُبِلَ أم لا"۔

"دنیا سب کی سب جہالت ہے، سوائے علم کے، اور علم سب کا سب وبال ہے، سوائے عمل کے اور عمل اُڑتی غبار کی طرح ہے، سوائے اخلاص کے، اور تم اخلاص کے بارے میں ڈرتے رہو، حتیٰ کہ جان لو کہ وہ قبول ہوگیا یا نہیں"۔

---

[1] اقتضاء العلمِ العملَ: ۲۸/۱، رقم: ۲۱، المکتب الإسلامي-بیروت، الطبعة الرابعة ۱۳۹۷ھ۔

[2] حلیة الأولیاء: ۱۹۴/۱۰، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۰۹ھ۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "کشفُ الخفَاء" [۱] میں لکھتے ہیں:

"قال الصَغاني: وهذا حديث مفترى ملحون، والصواب في الإعراب، "العالمين و العاملين والمُخلصين انتهى- وأقول فيه: إنّ السُيُوطِيَ نقل في النُكَت عن أبي حيّان أنّ الإبدال في الإستثناء المُوجَبِ لغة لبعض العرب، وخرّج عليها قوله تعالىٰ: ﴿فَشَرِبُوا منه إلاّ قليل﴾ انتهى- وعليه، فالعالمون وما بعده بَدَل ممّاقبله"۔

"امام صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث من گھڑت ہے، غلط اعراب پر مشتمل ہے، اور صحیح اعراب "عالمین" اور "عاملین" اور "مخلصین" ہیں، اور میں (علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ سے "النُّکَت" میں نقل کیا ہے کہ بعض عربوں کی لغت میں استثناء موجَب (موجَب وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو) میں اِبدال ہوتا ہے اور اسی پر وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَشَرِبُوا مِنه إلاَّ قَلِيْل﴾ کی تخریج کرتے ہیں، انتھی (چنانچہ) اس قول کے مطابق "العالمون" اور اس کے مابعد جملے، ماقبل سے بدل ہیں"۔

۲- علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ "تذکرۃ الموضوعات" [۲] میں لکھتے ہیں: "هو مفترى ملحون..."۔ یہ من گھڑت ہے، جو غلط اعراب پر مشتمل ہے---"۔

---

[۱] کشف الخفَاء: حرف النون: ۳۷۸، رقم: ۲۷۹۶، ت: عبد الحمید هنداوي، المکتبة العصریة- بیروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

[۲] تذکرۃ الموضوعات: باب القصص والوعظ، ص: ۲۰۰، کتب خانہ مجیدیۃ- ملتان، پاکستان۔

۳- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [۱] میں لکھتے ہیں:

"ويروى بلفظ هَلْكَى، بَدَل مَوتَى۔ قال الصَغاني: موضوع"۔ اور اس روایت میں لفظِ "مَوتَى" کی جگہ لفظِ "هَلْكَى" بھی مروی ہے، علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

۴- محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

محمد بن درویش الحُوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنى المطالب" [۲] میں لکھتے ہیں: "موضوع وهذا الحديث ذكَره السَمَرْقَنْدِي في كتاب "تنبيه الغافلين"۔ یہ حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کو علامہ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "تنبيه الغافلين" میں ذکر کیا ہے۔

روایت کا فنی مقام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، چنانچہ اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا باطل ہے، البتہ اس قسم کا مضمون سَہل بن عبداللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے ثابت ہے، جن کے الفاظ ماقبل میں تفصیل سے گذر چکے ہیں، لہذا یہ مضمون سَہل بن عبداللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ اور ذوالنون مِصری کی طرف نسبت کر کے بیان کرنا درست ہے۔

---

[۱] الفوائد المجموعة: كتاب الأدب والزهد، ۲۵۷، رقم: ۱۲۳، عبد الرحمن المعلمي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[۲] أسنى المطالب: ۱/۳۰۹، رقم: ۱۶۲۹، دار الكتب العلمية-بيروت۔
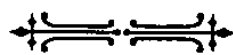
روایت نمبر: (۲۵)

(۲) "سؤر المؤمن شفاء"۔ وعند البعض: "ريق المؤمن شفاء"۔

ترجمہ: ''مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے''، اور بعض مقامات پر یہ الفاظ ملتے ہیں: ''مومن کے تھوک میں شفا ہے''۔

روایت پر کلام:

(۱) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[1] میں "رِيقُ المؤمن شِفَاء" کے تحت رقم طراز ہیں:

"معناه صحيح، ففي الصحيحين أنّه صلى الله عليه وسلّم كَان اشتَكى الإنسانُ الشَّيءَ أَوْ كَانتْ به قُرْحَةٌ أو جُرْحٌ قال بأُصْبعه يعني سَبَّابَته الأرضَ ثمّ رَفعَها، وقال: بِسْمِ اللّٰه، تُرْبَةُ أَرْضِنا بِرِيقَةِ بَعْضنا، أَيْ بِبُصَاقِ بَنِي آدم، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربّنا۔ إلى غير ذلِك مِمَّا يَقْرُبُ منه۔

وَأَمَّا مَاعلى الأَلْسِنَةِ مِنْ أَنْ: "سُؤر المؤمن شِفَاءٌ"، ففي الأفراد للدَّارَقُطْنِي، مِنْ حديثِ نوح بن أبي مريم، عن أبي جُرَيج، عن عطاء، عن ابن عبّاس رَفعَه: "مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤرِ أَخِيه"۔

اس حدیث (مومن کے تھوک میں شفا ہے) کا معنی صحیح ہے، چنانچہ صحیحین میں ہے کہ جب کسی انسان کو کوئی شکایت ہوتی یا کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھتے، پھر اٹھا لیتے اور یہ دعا پڑھتے: "بسم اللّٰه، تُربةُ أرضِنا

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الراء، ۲۷۰، رقم: ۵۳۲، ت: عبد اللّٰه محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

بِرِيقَةِ بعضنا، (أي ببُصَاقِ بَنِي آدم)، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنا": ترجمہ: "اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی ایک (یعنی بنی آدم کے تھوک) کے ساتھ ملی ہوئی ہے، (ہم نے یہ کام اس لئے کیا) تاکہ ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہوجائے"۔

البتہ یہ جو زبان زدِ عام ہے کہ "مسلمان کے جھوٹے میں شفا ہے"، (اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "الأفراد" میں نوح بن ابی مریم کی حدیث نقل کی ہے، جس میں نوح، ابن جریج سے، اور وہ عطاء سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے"۔

(۲) علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ "إتقان مايَحْسُن" [1] میں "سؤر المؤمن شفاء" کے تحت لکھتے ہیں:

"ليس بحديث، نعم (قط) في (الأفراد) عن ابن عبّاس: مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ أَخِيه"۔

یہ حدیث نہیں ہے، البتہ دَارَقطنی رحمۃ اللہ علیہ "الأفراد" میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: "تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے"۔

علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

"وقد وَقَعَ مِنْ بعض خُطَبَاءِ دِمَشْقَ أَنّي كنتُ وإيّاه في مجلس، فطَلَبَ السّاقيَ لِيُسقِيَنَا، فمنعتُ مِنْ ذلك، فقال لي هذا الخطيبُ: يامولانا!

---

[1] إتقان مايحسن: باب السين، ۲۳۵، رقم: ۹۱۵، ت: الدكتور يحيى مراد، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۴هـ۔

سؤر المؤمن شفاء۔ فقلتُ له: حين نَرَى المؤمن؛ فَنَعُدُّ سؤرَه شِفَاءً؛ على أنّ هذا لَيسَ بحَديث، وزَعَمَ أنّه حديث أو إيهام أنّه حديثٌ، كَذَبَ على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَتَباً لهذا الزّمانِ وأهلِه إلاّ مَنِ اتّقى الله، وأينَ هم؟"۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ میں اور دِمَشق کے ایک خطیب کسی مجلس میں تھے، اس خطیب نے ساقی سے کچھ مانگا کہ وہ ہمیں پلائے، میں نے خطیب کو اس سے منع کیا، خطیب نے مجھ سے کہا کہ اے مولانا! ''مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے''، میں نے خطیب سے کہا اگر ہم اسے مؤمن سمجھیں، تو اس کے جھوٹے میں شفا سمجھیں گے، میں نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے، اور خطیب کا کہنا تھا کہ یہ حدیث ہے، یا وہ اس وہم میں ڈالنا چاہ رہا تھا کہ یہ حدیث ہے، (بہر حال) اس نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا، چنانچہ ناس ہو اس زمانے کا اور اس کے لوگوں کا، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں، لیکن وہ کہاں ہیں؟۔

(۳) احمد بن عبد الکریم غزی عامری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

احمد بن عبد الکریم غزی عامری رحمۃ اللہ علیہ "الجدُّ الحَثِيث"[1] میں لکھتے ہیں: "ليس بحديث"۔ یہ حدیث نہیں ہے۔

(۴) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المَصنُوع"[2] میں لکھتے ہیں:

"حديث: رِيقُ المؤمن شِفَاءٌ۔ وَكذا: سُؤر المؤمن شِفَاءٌ۔ ليس له أصلٌ مرفوعٌ"۔

حدیث: ''مؤمن کے تھوک میں شفا ہے اور اسی طرح مؤمن کے جھوٹے میں

---

[1] الجدُّ الحَثِيث: ۱۱۶، رقم: ۲۰۳، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم-بيروت۔

[2] المَصنُوع: ۱۰۶، رقم: ۱۴۴، ت: الشيخ عبد الفتاح أبو غده، ايچ-ايم-سعيد كمپني- كراچي.

شفا ہے''۔ اس کی کوئی اصل مرفوع روایت (آپ ﷺ کا قول) نہیں ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "الأسرار المرفوعة"[1] میں لکھتے ہیں:

"ريق المؤمن شفاء۔ معناه صحيح، يُستأنس له بقوله عليه الصّلاة والسّلام في الحديث الصحيح: بسم الله، تُرْبَةُ أرضِنا بِرِيقَةِ بعضنا، أي ببُصَاقِ بَنِي آدم، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ ربِّنا، وأمّا مايَدُورُ على الألْسِنَةِ مِنْ قولهم: سؤر المؤمن شفاء۔ فصحيح مِنْ جِهَةِ المعنى؛ لرواية الدّارَ قُطْنِي في "الأفراد" مِنْ حديثِ ابن عبّاس رضي الله عنه مرفوعاً: مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤرِ أَخِيه۔ أي المؤمن"۔

حدیث: ''مومن کے تھوک میں شفا ہے''۔

اس روایت کا معنی صحیح ہے، آپ ﷺ کے اس ارشاد سے اس حدیث کے لیے استیناس کی جا سکتی ہے: "بسم الله، تُرْبَةُ أرضِنا بِرِيقَةِ بَعضِنا، لِيُشفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رِبِّنا": ترجمہ: اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے، جو ہم میں سے کسی ایک کے تھوک کے ساتھ ملی ہوئی ہے، ہم نے یہ کام اس لیے کیا تا کہ ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا مریض شفا یاب ہو جائے۔

اور یہ جو زبان زدِ عام ہے کہ مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے۔ یہ روایت معنی کے اعتبار سے صحیح ہے؛ کیوں کہ دَارَقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الأفراد'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث تخریج کی ہے: ''تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے''، یعنی مومن کے جھوٹے میں سے پی لیا کرے۔

---

[1] الأسرار المرفوعة: ۲۱۴، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ۔

(۵) حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء" [1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

(۶) علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ "النُخْبَةُ البَهِيَةِ في الأحاديث المكذوبة على خَيْرِ البَرِيَّة" [2] میں لکھتے ہیں:

"لم يرد لفظُه"۔ اس کے الفاظ حدیث میں وارد نہیں ہیں۔

اہم نکتہ

سابقہ تحریر کے مطابق حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "سؤر المؤمن شِفَاء" کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے اور دلیل میں یہ روایت "الأفراد للدّارَ قُطْنِي" کے حوالے سے پیش کی ہے: "مِنَ التواضع أنْ يَشْرَبَ الرجلُ مِنْ سُؤرِ أخيه"۔ "تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے"۔

اسی طرح علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کے معنی کو صحیح قرار دے کر دلیل میں یہی روایت "الأفراد للدّارَ قُطْنِي" کے حوالے سے پیش کی ہے، البتہ واضح رہے کہ "الأفراد للدّارَ قُطْنِي" کی سند میں ایک راوی "نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ" ہے، جن کے بارے میں ذیل میں ائمہ کرام کے اقوال "میزان الإعتدال" [3] سے نقل کیے جائیں گے۔

"قال نعيم: سئل ابن المبارک عنه، فقال: هو يقول لا إله إلا الله، وقال

---

[1] كشف الخفاء: ۱/۴۳۶، رقم: ۱۴۰۵، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية۔بيروت، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

[2] النُخْبَةُ البَهِيَة: ۱/۶۴، رقم: ۱۳۷، المكتب الإسلامي۔بيروت۔

[3] ميزان الاعتدال: ۴/۲۸۰، رقم: ۹۱۴۳، علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔بيروت۔

أحمد: لم یکن بذاک في الحدیث، وکان شَدِیداً علی الجَهْمِیَةِ، وقال مسلم وغیره: متروک الحدیث، وقال الحاکم: وَضَعَ أبو عصمة حدیثَ فضائلِ القرآن الطویل"۔وقال البُخَارِي :مُنْکَرُ الحدیث، وقال ابن عدي: عامّة ماأُوْرَدْتُ له لا یُتَابَعُ له، وهو مع ضُعْفِه یُکْتَبُ حدیثُه"۔

نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا: تو انہوں نے کہا کہ وہ ''لا إلہ إلا اللہ'' کہتا ہے (جرح)، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں ''لَم یَکُن بذاک الحَدِیث'' (کلمہ جرح) کہا ہے (نیز یہ بھی کہا کہ) وہ جہمیہ پر بہت سخت تھا، اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کو ''متروک الحدیث'' (شدید جرح) کہا ہے۔ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عصمہ نے ''فضائل القرآن'' کی لمبی حدیث گھڑی ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کو ''متروک الحدیث'' (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثیں تخریج کی ہیں، ان میں سے اکثر کی متابعت نہیں کی گئی، اور باوجود ضعف کے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کی حدیثیں لکھی جائیں گی۔

اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''تَرَکُوہ''۔[1]

محدثین نے نوح کو ترک کیا ہے۔ (شدید جرح)

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ویُعْرَفُ بالجامع، لِجَمْعِه العلومَ، لکن کَذَّبُوه في الحدیث، وقال ابن المبارک: کان یَضَعُ''۔[2]

---

[1] الکاشف: ۳/ ۲۱۲، رقم: ۵۹۹۲، ت: عزت علي عید عطیة و موسی محمد علي الموشي، دار الکتب الحدیثیة-القاهرة، الطبعة الأولی ۱۳۹۲ھ۔

[2] التقریب: ۵۶۷، رقم: ۷۲۱۰، ت: محمد عوّامة، دار الرشید-سوریا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

نوح بن ابی مریم ''جامع'' کے نام سے معروف تھے؛ کیوں کہ انہوں نے بہت سے علوم جمع کر کے رکھے تھے، لیکن حدیث میں محدثین نے ''نوح'' کو جھوٹا بتایا ہے، اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''نوح'' حدیثیں گھڑتا تھا۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ

ان اقوال کے مطابق حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، حتی کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ نے صاف کہا ہے کہ ''نوح احادیث گھڑتا تھا''، اس لیے زیرِ بحث روایت کے معنی کو اس روایت (جس میں نوح موجود ہے) کی بنا پر صحیح کہنا محلِ نظر ہے، البتہ واضح رہے کہ یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے جس میں نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ نہیں ہے، اور سند کے دوسرے راوی بھی شدید جرح سے خالی ہیں، چنانچہ اس دوسری سند سے اس روایت کو بیان کیا جا سکتا ہے، اس سند کی تفصیلی تحقیق ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوبکر اسماعیلی (۲۷۷ھ-۳۷۱ھ) ''کتاب المعجم'' [1] میں لکھتے ہیں:

''أخبرني علي بن محمد بن حاتم أبوالحسن القُومَسِي من حَدَّادَةَ، بجُرجان، حدثنا جعفر بن محمد الحدّاد القُومسي، حدثنا إبراهيم بن أحمد البَلْخي، حدثنا الحَسَن بن رُشَيدالمَرْوَزِي عن بن جُريج عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''مِنَ التواضع أن يشربَ الرجلُ مِنْ سؤرِ أخيه، فما شرِب رجلٌ مِنْ سؤر أخيه إلا كُتب له سبعون حسنةً ومُحيتْ عنه سبعون خطيئةً ورُفعتْ له سبعون درجةً''۔

[1] كتاب المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي: ۳/ ۷۵۳، ت: زياد محمد منصور، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تواضع میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے، چنانچہ جو شخص اپنے بھائی کا جھوٹا پئے گا، اس عمل پر اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جائیں گی، ستر گناہ مٹا دیے جائیں گے اور ستر درجے بلند کئے جائیں گے۔

روایت پر کلام: ذیل میں سند میں موجود مختلف راویوں پر کلام نقل کیا جائے گا، تا کہ حدیث کا مقام سمجھنے میں آسانی ہو:

(۱) الحسن بن رُشید

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"عن ابن جريج ،وعنه ثلاثةُ أنفسٍ،فيه لِيْنٌ،وقال أبو حاتم: مجهول"۔[1]

حسن، ابن جریج سے احادیث نقل کرتا ہے، اور اس سے تین شخصوں نے روایت نقل کی ہے [یہ ایک اصطلاح کی طرف اشارہ ہے]، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کو مجہول کہا ہے۔

(۲) إبراهيم بن أحمد البلخي

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وكان ثقةً صاحب حديث"۔[2]

اور موصوف ثقہ، محدث ہے۔

(۳) جعفر بن محمد القومسي

ان کا ترجمہ نہیں ملا۔

(۴) علي بن محمد بن حاتم

---

[1] ميزان الاعتدال: ۱/ ۴۹۰، رقم: ۱۸۴۶، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت۔

[2] العِبَرُ في خَبَرِ مَنْ غَبَر: ۲/ ۱۴۵، ت: زغلول، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵

موصوف کا ترجمہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخِ بغداد"[1] میں بلا تعدیل وجرح ذکر کیا ہے، اور حافظ ابوبکر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ جُرجان"[2] میں موصوف کو "صَدُوق" کہا ہے۔

خلاصہ

اب تک "نکتہ" کے عنوان سے جو تحقیق لکھی گئی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ نجم الدین غزی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کے معنی کو صحیح قرار دیا ہے، اور بطور دلیل اس روایت "تواضع میں سے یہ بھی ہے۔۔۔۔۔" کو "الأفراد للدَّارَ قُطْنِي" کے حوالے سے پیش کیا ہے، روایت کی اس سند میں "نوح بن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ" ہے، جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے جرح کے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں؛ چنانچہ اس روایت "تواضع میں سے یہ بھی ہے۔۔۔۔۔" کو "الأفراد للدَّارَ قُطْنِي" کی سند سے بیان کرنا فنی حیثیت سے محلِ نظر ہے، البتہ یہی روایت "امام ابوبکر اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ" کی سند سے بیان کرنا درست ہے، کیوں کہ یہ سند فنی اعتبار سے ضعفِ شدید سے خالی ہے، واللہ اعلم۔

آمد برسرِ مطلب

اب پھر ہم اپنی زیرِ بحث روایتوں "سؤر المؤمن شفاء" اور "رِيقُ المؤمن شفاء" کی طرف آتے ہیں۔ حافظ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثینِ عظام کے کلام سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ "سؤر المؤمن شفاء" (مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے) اور "ريق المؤمن شفاء" (مومن کے تھوک میں شفا ہے) کے الفاظ کسی

---

[1] تاریخ بغداد: ۱۳/ ۵۳۲، رقم: ۷۴۱۳، ت: الدکتور بشار عوّاد معروف، دار الغرب الإسلامي۔ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۲ھ۔

[2] تاریخ جُرجان: ۱/ ۳۰۱، رقم: ۵۱۸، ت: محمد عبدالمعید خان، عالم الکتب بیروت۔

مرفوع روایت (آپ ﷺ کا قول) سے ثابت نہیں ہیں، دوبارہ ملاحظہ ہوں:

"لیس بحدیث" یہ حدیث نہیں ہے۔ (علامہ نجم الدین الغزی رحمۃ اللہ علیہ)

"لیس له أصلٌ مرفوعٌ"۔ اس کی اصل مرفوع روایت نہیں ہے۔ (ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

"لیس بحدیث" یہ حدیث نہیں ہے (حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ) واضح رہے کہ یہ الفاظ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "المقاصد الحسنه" کی عبارت نقل کرتے ہوئے ذکر کیے ہیں، البتہ مجھے "المقاصد الحسنه" میں "لیس بحدیث" کے الفاظ نہیں مل سکے۔

"لم یرد لفظُه"۔ اس کے الفاظ حدیث میں وارد نہیں ہیں (علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حاصل یہ ہے کہ یہ روایت ان دونوں الفاظ (مؤمن کے جھوٹے میں شفا ہے اور مومن کے تھوک میں شفا ہے) کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف انہیں منسوب کرکے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔
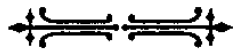
روایت نمبر: (۲۹)

(۳) "لما نادى إبراهيم بالحجّ لبّى الخلقُ، فمَنْ لبّى تلبية واحدة حجّ واحدة ومَنْ لبّى مرّتين حجّ مرّتين ومَنْ زاد فبحساب ذلك"۔

"جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے تلبیہ کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ تلبیہ کہا، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہا، وہ اسی حساب سے حج کرے گا"۔

واضح رہے کہ یہ روایت مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)، موقوفاً (صحابی کا قول) اور مقطوعاً (تابعی کا قول) تینوں طرح مروی ہے، آئندہ تحقیق میں تینوں کو علیحدہ علیحدہ لکھا جائے گا۔

روایت کی تحقیق چھ بنیادی اجزا پر مشتمل ہے:

۱-مرفوع طریق اور اس کا مصدرِ اصلی

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام اور اس کا خلاصہ

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے کلام

۴-مرفوع طریق کا خلاصہ اور اس کا فنی حکم

۵-روایت کے موقوف طرق

۶-تحقیق کا خلاصہ

مرفوع طریق (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

علامہ سیوطی رحمہ اللہ "الدر المنثور" [1] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الدر المنثور: سورة الحج: الآية ۲۷، ۱۰/۴۶۵، ت: عبد الله بن عبد المحسن التركي، مركز هجر- القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۴هـ۔

"وأخرج الديلمي بسند واهٍ عن علي رضی اللہ عنہ رفعه: لما نادى إبراهيم بالحجّ لبّى الخلقُ فمَنْ لبّى تلبية واحدة حجّ واحدة ومَنْ لبّى مرّتين حجّ حجّتين ومَنْ زاد فبحساب ذلک"۔

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک "واہی" سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) تخریج کیا ہے:

جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کے لیے پکارا، اس پر لوگوں نے جواب میں لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا، وہ ایک حج کرے گا، اور جس نے دو مرتبہ لبیک کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ لبیک کہا، وہ اسی حساب سے حج کرے گا۔

روایت پر کلام

(۱) حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدر المنثور"[1] میں لکھتے ہیں:

"وأخرج الديلمي بسند واهٍ عن رفعه: لما نادى إبراهيم بالحجّ لبّى الخلق فمَنْ فمَنْ لبىّ تلبية واحدة حجّ واحدة ومَنْ لبّى مرّتين حجّ حجّتين ومَنْ زاد فبحساب ذلک"۔

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک "واہی" سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) تخریج کیا ہے:

جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس پر لوگوں نے جواب میں لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہا، وہ ایک حج کرے گا، اور جس نے دو دفعہ لبیک کہا، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد تلبیہ کہی، وہ اسی کے

---

[1] الدر المنثور: سورة الحج: الآية ۲۷، ۱۰/۴۶۵، ت: عبد اللّٰه بن عبد المحسن التركي، مركز هجر- القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ۔

حساب سے حج کرے گا۔

(۲) حافظ ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیہ الشریعۃ"[1] میں لکھتے ہیں:

"(ابن الأشعث) في سُننه التي وضعها على آل البيت مِنْ حديث عليٍّ"۔

ابن الاشعث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو اپنی اس "سنن" میں تخریج کیا ہے، جسے ابن الاشعث نے آلِ بیت پر گھڑ رکھا ہے۔

(۳) حافظ محمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعۃ"[2] میں لکھتے ہیں:

"قال في الذيل: هو مِنْ نسخةِ "محمد بن الأشعث" التي عامتُها مناكير"۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث محمد ابن اشعث کے اس نسخے میں ہے، جس میں اکثر مناکیر ہیں۔

(۴) علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تذکرۃ الموضوعات"[3] میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفا کیا ہے۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ

گذشتہ نصوص سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے کہ یہ روایت نسخہ "محمد بن

---

[1] تنزیہ الشریعۃ: کتاب الحج، الفصل الثالث، ۲/۱۷۶، رقم: ۲۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطیف و عبد اللہ محمد الصدیق، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ۔

[2] الفوائد المجموعۃ: کتاب الحج، ۱۰۹، رقم: ۱۶، عبد الرحمن بن یحیی، الطبعۃ ۱۴۱۶ھ۔

[3] تذکرۃ الموضوعات: فضائل الحج والطواف ـــــ، ص: ۷۳، کتب خانہ مجیدیہ۔ ملتان، پاکستان۔

الاشعث‘‘ سے ماخوذ ہے، اور اس روایت کی سند میں ’’ابن الاشعث‘‘ متہم راوی ہے، بلکہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، ایسے ہی حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ’’واہی‘‘ قرار دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، اب یہاں ذیل میں ’’محمد بن محمد بن الأشعث‘‘ نیز ان کے نسخہ کے بارے میں ائمہ حدیث کی تصریحات نقل کی جائیں گی، جس سے اس مرفوع روایت کا ساقط ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔

محمد بن اشعث کے بارے میں ائمہ کرام کے اقوال

(۱) حافظ ابو احمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ’’الكامل في الضعفاء‘‘ [۱] میں لکھتے ہیں:

’’كتبتُ عنه بها [بمصر] حمَلَه شدّةُ مَيلِه إلى التشيّع أن أخرج إلينا نسختَه قريباً من ألف حديث عن موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد عن أبيه عن جدّه إلى أن ينتهي إلى عليّ والنبي صلى الله عليه وسلّم كتاب يخرجه إلينا بخطٍّ طريّ على كاغذ جديد فيها مقاطيع وعامتها مسندة، مناكير كلّها أو عامتها، فذكرنا روايته هذه الأحاديث عن موسى هذا لأبي عبدالله الحُسين بن علي بن الحسن بن علي بن عمر بن علي بن الحُسين بن علي بن أبي طالب وكان شيخاً من أهل البيت بمصر وهو أخ الناصر وكان أكبر منه، فقال لنا: موسى هذا جاري بالمدينة أربعين سنة ماذكَرَ قط أنّ عنده شيئاً من الرواية لا عن أبيه ولا عن غيره‘‘۔

میں نے مصر میں ’’محمد بن اشعث‘‘ سے روایتیں لکھی تھیں، تشیع کی طرف

---

[۱] الكامل في الضعفاء: ۷/۵۶۵، رقم: ۱۷۹۱، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوّض، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

ان کے شدید میلان نے ان کو اس بات پر ابھارا کہ ہمارے سامنے ایک ہزار احادیث پر مشتمل ایک نسخہ نکالا، جس کی حدیثیں اس سند سے تھیں:

موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد عن أبيه عن جدّه إلى ان ينتهي إلى عليّ والنبي صلى الله عليه وسلّم۔

(یعنی سند میں موجود موسی اپنی سند سے بواسطہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات نقل کی تھیں) "محمد بن أشعث" ہمارے سامنے ایک کتاب لائے، اس کتاب میں موجود نئے کاغذ پر تازہ خط سے لکھا گیا تھا، اس نسخے کی اکثر حدیثیں مسند تھیں، جو سب کی سب یا اکثر مناکیر تھیں، ہم نے ابوعبداللہ حسین بن علی سے تذکرہ کیا کہ یہ احادیث "محمد بن اشعث" نے "موسیٰ" سے نقل کی ہے، یہ "ابوعبداللہ" مصر میں اہل بیت کے شیخ تھے، جو ابوعبداللہ ناصر کے بھائی، اور عمر میں ان سے بڑے تھے، ابو عبداللہ حسین بن علی نے ہمیں بتایا کہ یہ "موسیٰ" (یعنی جن سے "محمد بن اشعث" نے یہ احادیث نقل کی ہے) چالیس برس تک مدینہ آتے رہے ہیں، اس نے تو کبھی بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا کہ اس کے پاس ایسی کوئی روایتیں ہیں، نہ اپنے والد سے نقل کی اور نہ ہی کسی اور سے۔

اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "ابن الاشعث" کی روایات تخریج کی، پھر لکھتے ہیں:

"وهذه النسخة كتبتُها عنه وهي قرينة من ألف حديث وكتبتُ عامتها عنه وهذه الأحاديث وغيرها من المناكير في هذه النسخة وفيها أخبار مما يوافق متونُها متونَ أهل الصدق وكان مُتَهَماً في هذه النسخة ولم أجد له فيها أصلا كان يخرج الينا بخط طَرِيّ وكاغذ جديد"۔

میں نے "محمد ابن اشعث" کا یہ نسخہ ان سے لکھ لیا تھا، اور وہ تقریباً ایک ہزار

حدیثوں پر مشتمل تھا، میں نے اس نسخے کی اکثر روایتیں ''محمد بن اشعث'' سے لکھی تھیں، اور یہ حدیثیں (جو ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ماقبل میں ذکر کی ہیں) اور اس کے علاوہ مناکیر اس نسخے میں موجود ہیں، اور اس نسخے میں ایسے متون بھی ہیں، جو ''اہل صدق'' کے متون کے موافق ہیں، اور اس نسخے میں ''محمد ابن اشعث'' متہم ہے، اور اس نسخے کی اصل مجھے نہیں ملی، جسے ''ابن الاشعث'' نئے کاغذ اور تازہ خط کے ساتھ ہمارے پاس لایا تھا۔

(۲) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اختصاراً نقل کر کے لکھتے ہیں:

''قال السَهمِي: سألتُ الدارَ قطني عنه، فقال: آية من آيات الله، وضع ذاک الکتاب، يعني العَلَوِيّات''۔[1]

سہمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے ''محمد بن اشعث'' کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا کہ ''ابن اشعث''، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (جرح)، جس نے اس کتاب کو گھڑا ہے، یعنی ''عَلَوِیّات'' (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتیں)۔

(۳) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''لسان المیزان''[2] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

''وقد وقفتُ على بعض الكتاب المذكور، وسمّاه ''السنن'' ورتّبه على الأبواب، وكلّه بسند واحد، وأورد الدارَ قطني في ''غرائب مالک'' من روايته، عن محمد بن سعدان البزار، عن القعبني حديثا، وقال: كان ضعيفاً''۔

---

[1] ميزان الإعتدال: ۴/۲۸، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔بيروت۔

[2] لسان الميزان: ۷/۴۷۶، رقم: ۷۳۵۷، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

مجھے اس کتاب کے بعض حصے پر واقفیت ہوئی ہے، اور محمد بن اشعث نے اس کا نام ''سنن'' رکھا تھا، جسے اس نے ابواب پر مرتب کیا تھا، اور تمام حدیثیں ایک ہی سند سے تھیں، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''غرائب مالک'' میں اس کی ایک روایت نقل کی ہے، جو اس نے محمد بن سعدان، اور محمد بن سعدان نے قعنبی سے نقل کی تھی، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''ابن اشعث'' ضعیف ہے۔

مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) طریق کا خلاصہ اور فنی حکم

ائمہ حدیث کی تصریحات سے آپ بخوبی جان چکے ہیں کہ اس مرفوع روایت میں ''محمد بن اشعث'' متہم ہے، اور ''محمد بن اشعث'' نے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے، اس مرفوع روایت نیز ''محمد بن اشعث'' کے بارے میں ائمہ کرام کے کلام کا بے غبار نتیجہ یہی ہے کہ یہ روایت کسی بھی معتبر مرفوع سند (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) سے ثابت نہیں، لہذا یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ یہ واضح رہے کہ اس مضمون کی موقوف روایات (اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم) اور اقوال تابعین موجود ہیں۔

روایت کا موقوف طریق

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ''جامع البیان'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا الحسن بن عرفة، قال: ثنا محمد بن فضيل بن غزوان الضبي، عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، في قوله ﴿وأذّن في الناس بالحج﴾ قال: قام إبراهيم خليل الله على الحَجَرِ، فنادى: ياأيها الناس! كتب عليكم الحجَ، فأسمع من في أصلاب الرجال وأرحام النساء، فأجابه من آمن ممن سبق في علم الله أن يحجّ إلى يوم القيامة: لبيک أللهم لبيک''۔

---

[1] جامع البيان: سورة الحج: الآيات ۱۸/ ۲۰۶، ۲۷ - ۲۹، ت: أحمد محمد شاکر، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، مؤسسة الرسالة - بیروت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد ﴿وأذن في الناس بالحج﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "ابراہیم خلیل اللہ" نے "مقام ابراہیم" پر کھڑے ہوکر یہ ندا لگائی: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ آواز ان تک بھی پہنچا دی، جو مَردوں کی پشت اور عورتوں کے رحم میں تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علم (اُزلی) کے مطابق جن لوگوں کے لیے تا قیامت حج کرنا مقدر تھا، انہوں نے اس پکار کا یہ جواب دیا: میرے اللہ! میں حاضر ہوں۔

قولِ تابعی

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی مضمون مروی ہے، "جامع البیان"[1] میں ہے:

"حدثنا القاسم، قال: ثنا الحُسين، قال: ثني حجاج، عن ابن جُريج، عن مجاهد، في قوله ﴿وأذن في الناس بالحج﴾، قال: قام إبراهيم على مقامه، فقال: ياأيُّها الناس أجيبوا ربكم، فقالوا: لبيک أللهم لبيک، فمنْ حجّ اليوم فهو ممّن أجاب إبراهيم يومئذ"۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وأذن في الناس بالحجّ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہوگئے اور ندا لگائی: اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔ اس پر لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ آج جو لوگ حج کرتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں، جنہوں نے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی پکار کا جواب دیا تھا۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس روایت کو مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) بیان کرنا درست نہیں، البتہ مذکورہ موقوف روایت (ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول) اور قولِ تابعی (حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول) جو اسی مضمون پر مشتمل ہے، اسے بیان کرنا درست ہے۔

---

[1] جامع البیان: سورة الحج: الآيات ۱۸/ ۶۰۶، ۲۷ - ۲۹، ت: أحمد محمد شاكر، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ، مؤسسة الرسالة - بيروت۔

روایت نمبر: (۲۷)

(۴) ''بندوں کی اطاعت پر بادشاہوں کا نیک ہونا، اور نافرمانی پر بادشاہوں کا ظالم بن جانا''۔

روایت کی تحقیق چار اجزا پر مشتمل ہے:

۱-مصدرِ اصلی سے روایت کی تخریج

۲-روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۳-متکلم فیہ راوی کے بارے میں کلام

۴-ایک اہم نکتہ اور تحقیق کا نتیجہ

مصدرِ اصلی سے روایت کی تخریج

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ''المعجم الأوسط'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا مِقدام، ثنا علي بن معبد الرقي، ثنا وهب بن راشد، ثنا مالک بن دينار، عن خِلاس بن عمرو، عن أبي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: إنّ الله يقول: أنا الله لا إله إلا أنا، مالک الملوک وملک الملوک، قلوب الملوک في يدي وإن العباد إذا أطاعوني، حوّلتُ قلوبَ ملوكِهم عليهم بالرّأفة والرحمة، وإنّ العباد إذا عَصَوْني حوّلتُ قلوبهم عليهم بالسُخْطَة والنِقْمَة فساموهم سوءَ العذاب، فلا تَشغَلوا أنفسَكم بالدعاء على الملوک، ولكن اشتَغِلوا بالذِكر والتضرُّع إليّ، أَكْفِكم مُلوكَكم''۔

---

[1] المعجم الأوسط: ۹/ ۸، رقم: ۸۹۶۲، دار الحرمين بالقاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

''حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک، اور شہنشاہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت ورحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لیے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کردوں گا''۔

حافظ اَبو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیۃ الاولیاء'' [1] میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ سے مذکورہ سند کے مطابق روایت تخریج کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت اسی سند سے ''المجروحین لابن حبان'' [2] میں بھی ہے، اور تینوں سندیں ''علی بن معبد'' پر آکر مشترک ہوجاتی ہیں

روایت پر کلام

(۱) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ ''العِلَل الواردۃ'' [3] میں لکھتے ہیں:

''يرويه وهب بن راشد عن مالك بن دينار عن خِلاس بن عمرو عن أبي الدرداء رضي الله عنه۔ ووَهْب بن راشد هذا ضعيف جداً متروك، ولا يَصِحّ هذا الحديث مرفوعاً۔ ورواه جعفر بن سليمان، عن مالك بن دينار أنه قرأ في بعض الكتب هذا الكلام، وهو أشبه بالصواب''۔

---

[1] حلية الأولياء: ۲/۳۸۸، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

[2] المجروحين لابن حبان: ۳/۷۶، وهب بن راشد، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة۔ بيروت۔

[3] العِلَل الواردة في الأحاديث النبوية: ۶/۲۰۶، رقم: ۱۰۷۳، ت: محفوظ الرحمن زين الله، دار طيبة۔ رياض، الطبعة ۱۴۰۵ھ

یہ حدیث وہب بن راشد نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے خِلاس سے، اور خِلاس نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور وہب بن راشد ''ضعیف جداً'' (شدید جرح)، ''متروک'' (شدید جرح) راوی ہے، اور یہ حدیث مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) صحیح نہیں ہے۔ اور جعفر بن سلیمان نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے (اس روایت کو یوں) نقل کیا ہے کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بعض کتب میں یہ کلام پڑھا تھا، اور یہی ''اَشبہ بالصَّواب'' ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے دو افراد نے نقل کی ہے، یعنی وہب بن راشد رحمۃ اللہ علیہ اور جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ۔ وہب بن راشد نے یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نقل کی ہے، حالاں کہ اس روایت کو مرفوعاً نقل کرنا صحیح نہیں ہے، اور جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعاً نقل نہیں کی ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ روایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ''بعض کتب'' سے نقل کی ہے، اور قرین قیاس یہی ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ ''بعض کتب'' سے مروی ہے۔

یہاں ''بعض کتب'' سے مراد ''کتب سماویہ'' ہے، جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آنے والی ہے۔

(۲) حافظ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ''مجمع الزوائد'' [1] میں لکھتے ہیں:

''رواه الطبراني وفيه وهب بن راشد وهو متروك''۔

اسے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور اس میں وہب بن راشد ہے، اور وہ

---

[1] مجمع الزوائد: ۵/۴۴۸، رقم: ۹۲۷۲، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

”متروک“ (شدید جرح) راوی ہے۔

(۳) حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ لکھتے ہیں:

”غريب من حديث مالك مرفوعاً تفرّد به علي بن معبد عن وهب بن راشد“۔[۱]

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول یہ مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) غریب ہے، اس روایت کو ”وہب بن راشد رحمۃ اللہ علیہ“ سے نقل کرنے میں ”علی بن معبد رحمۃ اللہ علیہ“ متفرد ہے۔

(۴) حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ”العِلَل المُتنَاهِيَة“[۲] میں حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔

محدثینِ کرام کے کلام کا خلاصہ

حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ، امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود وہب بن راشد کو ”متروک“ کہا ہے، اور حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق وہب اس مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایت کو مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں تنہا ہے، اور حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ وہب بن راشد رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نقل کرنا درست نہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ”اسرائیلیات“ میں سے ہے، اور یہی اس تحقیق کا حاصل ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ”اسرائیلی روایت“ ہے؛ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، صرف اسرائیلی روایت کہہ کر ہی

---

[۱] حلية الأولياء: ۳۸۸/۲، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

[۲] العِلَل المتناهية: ۷۶۷/۲، رقم: ۱۲۸۱، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى ۱۴۰۳ھ۔

بیان کر سکتے ہیں، بہر حال سابقہ تفصیل کے مطابق محدثین کرام کے نزدیک ''وہب بن راشد رحمۃ اللہ علیہ'' اس روایت میں مدارِ علت ہے، ذیل میں ''وہب بن راشد رحمۃ اللہ علیہ'' کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال پیش کیے جائیں گے، تا کہ حدیث کا فنی حکم مزید واضح ہو جائے۔

وہب بن راشد رقّی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ''میزان الاعتدال'' [1] میں لکھتے ہیں:

''قال ابن عدي رحمۃ اللہ علیہ: ليس حديثه بالمستقيم، أحاديثه كلّها فيها نظر، وقال الدارَ قُطْنِي رحمۃ اللہ علیہ: متروك، وقال ابن حِبّان رحمۃ اللہ علیہ: لا يحلّ الاحتجاج به بحال''۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ''وہب'' کی احادیث مستقیم نہیں ہیں (جرح)، ان کی تمام روایات میں نظر ہے، اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''وہب'' کو متروک (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بہر صورت وہب کی احادیث سے احتجاج درست نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''لسان المیزان'' میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے کہتے ہیں:

''وسئل عنه أبو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فقال: منكر الحديث، حدّث بأحاديث بواطيل وقال العقيلي رحمۃ اللہ علیہ: منكر الحديث۔۔۔۔''۔

''ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے وہب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے، باطل روایتیں بیان کرتا ہے، اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہب کو ''منکر الحدیث'' (جرح) کہا ہے۔۔۔۔''۔

---

[1] میزان الاعتدال: ۳۵۲/۴، رقم: ۹۴۲۸، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت۔

اہم نکتہ اور تحقیق کا نتیجہ:

واضح رہے کہ حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت فرمائی تھی کہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے، بلکہ ''بعض کتب'' سے مروی ہے، امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے قول مذکور کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ یہی روایت ''المصنف لابن أبي شيبة'' میں مالک بن مِغْوَل سے زبورِ داوٗد علیہ السلام کے حوالے سے منقول ہے، روایت یہ ہے:

''حدثنا عبدالله بن نُمير، عن مالك بن مِغْوَل، قال: كان في زَبورِ داؤد مكتوباً: إنيِ أنا الله لا إله إلا أنا، مالك الملوك، قلوب الملوك بيدي، فأيما قومٍ كانوا على طاعة، جعلتُ الملوك عليهم رحمةً، وأيما قوم كانوا على معصية، جعلتُ الملوك عليهم نِقْمَةً، لا تَشْغَلُوا أنفسَكم بسبِّ الملوك، ولا تَتُوبُوا اليهم، تُوبُوا إليَّ، أعطِف قلوبَهم عليكم''۔

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ حافظ دَارَقُطنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے، لہذا اسے مرفوعاً یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کر سکتے ہیں، واللہ اعلم۔
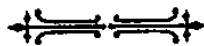
روایت نمبر: (۲۸)

افراط وتفریط ہر چیز میں معیوب سمجھی جاتی ہے، بعض اوقات ایک مضمون معتبر سند سے ثابت ہوتا ہے، لیکن اس میں رفتہ رفتہ زائد غیر متعلقہ مضمون زبان زدِ عام ہوجاتا ہے، جس سے نہ صرف حقیقی مضمون مسخ ہوجاتا ہے، بلکہ بواسطۂ معتبر سند، من گھڑت روایت پھیل جاتی ہے، ذیل میں ایک ایسی ہی روایت پیش کی جائی گی جس کے مضامین ایک حد تک ثابت ہیں اور بعض اقتباسات ثابت نہیں ہیں؛ اس لئے ان غیر ثابت شدہ مضامین کا انتساب حضورِ اقدس ﷺ کی جانب درست نہیں ہے۔

عنوانِ روایت:

عورتوں کے لئے حالتِ حمل، وضعِ حمل، رضاعت وغیرہ پر مشتمل روایت درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت سے بیان کی جاتی ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۲ طریق)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۳- حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

۴- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

۵- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

ہر طریق کو مستقل طور پر بیان کیا جائے گا۔

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

امام طبرانی رحمہ اللہ "المعجم الأوسط" [1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن أبي زرعة، ثنا هشام بن عمار، حدثني أبي عمار ابن نصير، عن عمرو بن سعيد الخولاني، عن أنس بن مالک رضي الله عنه، أن سَلاَمَةَ حاضِنة إبراهيم ابنِ النبي صلى الله عليه وسلم قالت: يا رسول الله! تبشّر الرجال بكل خير ولا تبشّر النساء؟ قال: "أصحابک دَسَسْنَک لهذا؟ قالت: أجل، هُنَّ امرنَني، قال: أفما ترضى إحداكنّ أنها إذا كانت حاملاً من زوجها وهو عنها راضٍ أن لها مثل أجر الصائم القائم في سبيل الله۔ فإذا أصابها الطَلْقُ لم يعلم أهلُ السماء وأهلُ الأرض ما أُخْفِي لها من قرة أعين، فإذا وضعتْ لم يخرج منها جُرْعةٌ من لبنها، ولم يمُصّ مصّةً، إلا كان لها بكل جُرْعةٍ وبكل مصّةٍ حسنةٌ، فإن أسهرها ليلةً كان مثلُ أجر سبعين رقبة تُعْتِقُهن في سبيل الله۔ سلامةُ! تدري لمن أعني بهذا؟ للمتمَتِّعات، الصالحات، المُطِيعات لأزواجِهن، اللواتي لا يكفُرْن العشير"۔

لا يروى هذا الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد، تفرد به هشام بن عمار"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے، حضرت ابراہیم کی دایہ "سلامہ"، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگیں، یا رسول اللہ! آپ مردوں کو ہر بھلی بات کی خوشخبری سناتے ہیں، اور عورتوں کو بشارت نہیں سناتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری سہیلیوں نے تمہیں یہ سوال پوچھنے کے لیے اصرار کیا ہوگا؟"، وہ کہنے لگیں، جی ہاں! سہیلیوں نے مجھے کہا تھا، اس پر

---

[1] المعجم الأوسط: ۷/ ۲۰، رقم: ۶۷۳۳، دار الحرمین۔القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم یہ پسند نہیں کرتیں کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند کی اولاد سے حاملہ ہو، اور اس کا خاوند بھی اس سے خوش ہو، اس عمل پر اس عورت کو اللہ کی راہ میں نماز پڑھنے والے، روزہ رکھنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے، جب اسے دردِ ولات ہوتا ہے تو آسمان اور زمین کے رہنے والے نہیں جانتے کہ اس عورت کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کچھ پوشیدہ رکھا گیا ہے، اور جب بچے کی ولادت ہوجاتی ہے (اور وہ دودھ پینے لگتا ہے) تو عورت کے دودھ کے ہر گھونٹ اور بچے کے ہر چوسنے کے عوض اسے ایک نیکی ملتی ہے، اور اگر بچہ ماں کو رات بھر جگائے رکھے، تو اسے اللہ کی راہ میں ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اے سلامہ! تمہیں معلوم بھی ہے کہ میری مراد کون سی عورتیں ہیں؟ یہ (بشارتیں) ان عورتوں کے لیے ہیں جو نیک، اپنے خاوند کی تابعدار اور ان کی ناشکری کرنے والی نہ ہوں''۔

(امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت آپ ﷺ سے اسی سند سے مروی ہے، ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ اسے نقل کرنے میں متفرد ہے، انتہی۔

یہ روایت ''معرفة الصحابه لأبي نعيم'' [1] اور ''تاریخِ دمشق'' [2] میں بھی تخریج کی گئی ہے، تینوں سندیں ہشام بن عمار رحمۃ اللہ علیہ پر مشترک ہوجاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب الموضوعات'' [3] میں لکھتے ہیں:

''قال أبو حاتم بن حبان: عمرو بن سعيد الذي يروي هذا الحديث

---

[1] معرفة الصحابة: سلامة حاضنة إبراهيم، ١/ ٣٣٥٨، رقم: ٧٦٨٦، ت: عادل بن يوسف، دار الوطن-الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ

[2] تاريخ دِمَشق: عمار بن نصير بن ميسرة، ٤٣/ ٣٤٧، ت: محب الدين أبو سعيد، دار الفكر-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ

[3] كتاب الموضوعات: ٢/ ٢٧٤، عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية-المدينة المنورة، الطبعة الأولى ١٣٨٦هـ

الموضوع عن أنس لا يحل ذكره في الكتب إلا على جهة الاختبار للخواص"۔

ابو حاتم ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن سعید رحمہ اللہ نے یہ من گھڑت روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس حدیث کو صرف خواص کے امتحان کے لیے لکھنا جائز ہے۔

۲- حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "تلخيص الموضوعات" [1] میں علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے، اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی "اللآلی المصنوعة" [2] میں اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ "الفوائد المجموعة" [3] میں یہ حدیث نقل کر کے ابو حاتم ابن حبان رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے۔

۳- علامہ ابن عراق رحمہ اللہ "تنزيه الشريعة" [4] میں رقمطراز ہیں: "(طب) في الأوسط (الحسن بن سفيان) في سنده وفيه عمرو بن سعيد الخولاني (قلتُ) سلامة هذه لم أر ذكراً في الصحابيات من الإصابة والله تعالى أعلم"۔

یہ روایت طبرانی رحمہ اللہ نے "اوسط" میں، اور حسن بن سفیان رحمہ اللہ نے اپنی "مسند" میں تخریج کی ہے، اور اس کی سند میں عمرو بن سعید الخولانی ہے، میں (ابن عرّاق رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ (سند میں مذکور راویہ) سلامہ کا نام میں نے اصابۃ میں مذکور صحابیات کے ناموں میں نہیں دیکھا، واللہ اعلم۔ [5]

[1] التلخيص: ۲۳۴، رقم: ۵۹۹، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ۱۳۸۶ھ۔

[2] اللآلي المصنوعة: ۲/۱۴۸، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

[3] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح، ۱۳۳، رقم: ۴۵، ت: عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[4] تنزيه الشريعة: كتاب النكاح، الفصل الأول ۲/۲۰۴، رقم: ۲۱، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف وعبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

[5] واضح رہے کہ "اسد الغابة" اور "معرفة الصحابة" میں سلامہ کے نام سے ترجمہ موجود ہے۔

۴- حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد" [1] میں لکھتے ہیں: "رواہ الطبراني في الأوسط، وفیه عمار بن نصیر، وثّقه ابن حبان وصالح جَزَرَة، وضعفه ابن معین وغیره، وبقیة رجاله ثقات"۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس میں عمار بن نصیر ہے، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور صالح جَزَرَہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمار کو ثقہ کہا ہے، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تضعیف کی ہے، اور سند کے دیگر راوی ثقہ ہیں۔

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن سعید بلخی کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حسن بن محمد بلخی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھا جائے۔

عمرو بن سعید الخولانی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

١- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحین" [2] میں رقمطراز ہیں:

"۔۔۔۔وقد روی عن أنس بن مالک حدیثا موضوعاً، یشهد المُمْعِنُ في الصناعة بوَضْعه، لا یحل ذکرہ في الکتب إلا علی وجه الاختبار للخواص"۔

"۔۔۔عمرو نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک موضوع روایت مروی ہے، جس کے موضوع ہونے پر ہر وہ شخص گواہ ہے، جو صناعتِ حدیث میں گہری سوچ رکھتا ہو، صرف خواص کی آزمائش کے لئے اسے کتابوں میں ذکر کرنا جائز ہے"۔ اس کلام کے بعد حافظ ابنِ حبان نے زیرِ بحث روایت تخریج کی۔

---

[1] مجمع الزوائد: کتاب النکاح، ۴/٥٦٠، رقم: ٧٧٢٩، ت:الشیخ عبد اللہ الدرویش، دار الفکر۔ بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔

[2] المجروحین: عمرو بن سعید الخولاني، ٢/٦٨، ت: محمود إبراهیم زاید، دار المعرفة۔بیروت۔

۲-علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء الکبیر" [1] میں لکھتے ہیں: "عن أنس لا يتابع عليه ولا يعرف إلا به، ولا يتابعه إلا من هو دونه"۔ عمرو نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، ان کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں کی ہے، عمرو کو صرف اسی روایت سے پہچانا جاتا ہے، اور انکی متابعت ان سے کم تر لوگ ہی کرتے ہیں۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کلام کے بعد زیرِ بحث روایت اختصاراً نقل کی۔

۳-حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [2] میں لکھتے ہیں: "عن أنس، حدث بموضوعات۔۔۔"۔ عمرو نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے من گھڑت احادیث نقل کی ہے۔۔۔"۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔

واضح رہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلئ المصنوعة" میں زیرِ بحث روایت اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "قلت: أخرجه الحسن بن سفيان في مسنده من طريق هشام بن عمار به۔ انتهى [3]۔ میں کہتا ہوں کہ حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں ہشام بن عمار کے طریق سے اس روایت کی تخریج کی ہے، انتہی۔

واضح رہے کہ حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے اس طریق میں بھی عمرو بن سعد الخولانی موجود ہے، جن کے بارے میں حافظ ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تصریح کر چکے ہیں کہ وہ روایتیں گھڑتا تھا، چنانچہ یہ طریق بھی مفید نہیں، یہی وجہ ہے کہ علامہ

---

[1] الضعفاء الكبير: عمرو بن سعيد الخولاني، ۳/۲۷۲، ت: الدكتور عبدالمعطي، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

[2] ميزان الاعتدال: عمرو بن سعيد الخولاني، ۳/۲۶۱، رقم: ۶۳۷۲، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔بيروت۔

[3] اللآلئ المصنوعة: ۲/۱۴۸، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [1] میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کر کے لکھتے ہیں: "هشام بن عمار يرويه عن عمار بن نصر [2] عن عمرو بن سعيد، فإخراج هذا الحديث في كتاب آخر من طريق هذا الوضاع لا يأتي لفائدة"۔

ہشام بن عمار اس روایت کو عمار بن نصر سے اور عمار، عمرو بن سعید سے نقل کرنے والا ہے، چنانچہ کسی دوسری کتاب میں اسی وضاع کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کرنا، بے سود ہے۔

حدیثِ انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں اس سند کے ساتھ حدیث کو من گھڑت کہہ چکے ہیں؛ اس لئے اس سند کے ساتھ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

۲-حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل فی الضعفاء" [3] میں رقمطراز ہیں:

"ثنا ابن قتيبة، ثنا وارث بن الفضل، ثنا الحسن بن محمد البلخي، ثنا عوف وهشام عن ابن سيرين، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا حملتْ المرأةُ فلها أجر الصائم القائم القانت المُخبت المجاهد في سبيل الله، فإذا ضربها الطلْقُ فلا يدري أحد من الخلائق مالها من الأجر، فإذا وَضَعَتْ فلها بكل وضعة

---

[1] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح: ١٣٣، رقم: ٣٥، ت: عبد الرحمن بن يحيى، الطبعة ١٤١٦هـ۔

[2] كذا في "الفوائد المجموعة" والصحيح "نصير"۔

[3] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو، ١٦٥/٣، رقم: ٤٥٤، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمّد معوّض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ۔

[کذافی الاصل] عِتْقُ نسمة"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عورت حاملہ ہوجائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، مطیع، خشوع رکھنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے، جب اسے دردِ ولادت ہوتا ہے، تو مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے اس پر کیا اجر ملے گا، جب وہ بچہ جن لیتی ہے تو اس ولادت کے بدلے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند سے منکر ہے: عن عوف وهشام عن ابن سيرين، عن أبي هريرة۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "المجروحين" [1] میں یہ روایت "الحسن بن محمد البلخی" کے ترجمہ میں اسی سند سے تخریج کی ہے۔

روایت پر کلام

۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وهذا أيضاً منكر عن عوف وهشام عن ابن سيرين عن أبي هريرة"۔ یہ حدیث اس سند سے منکر ہے: عن عوف وہشام عن ابن سیرین، عن أبی ہریرۃ۔ [2]

۲- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فهذا الحديث لا أصل له" [3]۔ اس حدیث کی اصل نہیں ہے۔

۳- حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "قال أبو حاتم ابن حبان: لا أصل لهذا الحديث۔ والحسن بن محمد يروي الموضوعات، لا يجوز الاحتجاج

---

[1] المجروحين: ۲۳۸/۱، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت۔

[2] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو، ۱۶۵/۳، رقم: ۴۵۴، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

[3] المجروحين: ۲۳۸/۱، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت۔

به، وقال أبو أحمد بن عدي: كل أحاديثه مناكير"۔ [1]

ابو حاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور (سند میں موجود) حسن بن محمد من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے، اور ابو احمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سب حدیثیں مناکیر ہیں۔

۴- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" [2] میں رقمطراز ہیں: "(عد) من حديث أبي هريرة وفيه الحسن بن محمد البلخي..."۔ "ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اس میں حسن بن محمد بلخی ہے...."

۵- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "هكذا رواه صاحب اللآلي، ولعل ابن الجوزي قد ذكره في الموضوعات"۔ [3]

صاحبِ لآلی (علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے، اور شاید کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

محدثینِ کرام رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن محمد بلخی کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حسن بن محمد بلخی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو تفصیل سے لکھا جائے۔

الحسن بن محمد ابو محمد البلخی قاضی مرو پر ائمہ کا کلام

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شيخ، يروي عن حميد الطويل وعوف الأعرابي الأشياء الموضوعة

---

[1] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۴، عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔ المدينة المنورة، الطبعة الاولى ۱۳۸۶ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: كتاب النكاح، الفصل الأول، ۲/ ۲۱۱، رقم: ۳۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد اللہ محمد الصديق، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

[3] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح: ۱۳۳، رقم: ۴۵، ت: عبدالرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

و (عن) غیرهما من الثقات الأحاديث المقلوبة، لا يجوز الاحتجاج به ولا الرواية عنه بحال..."۔[1]

''یہ شیخ حمید طویل اور عوف اعرابی سے من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا، اور ان دونوں کے علاوہ دیگر ثقات سے تبدیل کی ہوئی حدیثیں نقل کرتا تھا، اس سے اور اس کی حدیثوں سے احتجاج بہر صورت جائز نہیں ہے۔۔۔۔''۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ''متروک الحدیث'' (صیغہ جرح) ہے۔[2]

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی ساری حدیثیں مناکیر ہیں۔[3]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقد غفل بن حبان فذكره في الثقات وذكره العقيلي فقال: منكر الحديث..."۔ وقال أبو سعيد النقاش: حدث عن حميد عن أنس أحاديث موضوعة..."۔[4]

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے غفلت سے حسن بن محمد بلخی کو ثقات میں ذکر کر دیا ہے، اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ''منکر الحدیث'' (صیغہ جرح) ہے۔۔۔۔ اور ابو سعید نقاش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ حمید عن انس رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے من گھڑت روایتیں نقل کرتا تھا۔

---

[1] المجروحين: ۱/۲۳۸، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت۔

[2] تاريخ الإسلام: ۵/۲۲۴، رقم: ۴۹۰۶، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ھ۔

[3] الكامل في الضعفاء: الحسن بن محمد أبو محمد البلخي قاضي مرو ۳/۱۶۵، رقم: ۴۵۴، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

[4] لسان الميزان: ۳/۱۱۱، رقم: ۲۳۸۳، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی وضاحت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوئی ہے، کیونکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بلخی کو "مجروحین" میں بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اور پھر حسن بلخی کو "ثقات" میں بھی ذکر کر دیا۔

حدیثِ ابی ہریرہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

ماقبل تفصیل آ چکی ہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ من گھڑت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے یہ روایت اس سند سے بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

۳-حدیثِ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

علامہ علاء الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ "کنز العمال" [1] میں لکھتے ہیں:

"المرأة إذا حملتْ كان لها أجر الصائم القائم المُخْبِتُ المجاهد في سبيل الله، وإذا ضربها الطَّلْقُ فلا تدري الخلائق، مالها من الأجر، فإذا وضعتْ كان لها بكل مصة أو رضعة أجر نفس تُحييها، فإذا فطمتْ ضرب الملكُ على منكبيها وقال: استأنفي العمل"۔ (أبو الشيخ-عبدالرحمن بن عوف)۔

عورت جب حاملہ ہوجائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، خشوع رکھنے والے، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے، اور جب اس کو دردِ ولادت ہو تو مخلوق نہیں جانتی کہ اس عورت کا کتنا ثواب ہے، جب وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے، تو اسے ہر چوسنے کے بدلے ایک جان زندہ کرنے کا اجر ملتا ہے، جب وہ

---

[1] كنز العمال: كتاب النكاح، قسم الأقوال، ۱۶/ ۱۷۱، رقم: ۴۵۱۵۲، ت: محمود عمر الدمياطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۴ھ۔

بچے کا دودھ چھڑا لے، تو فرشتہ اس کے کندھے پر تھپکی دے کر کہتا ہے کہ تو از سرِ نو عمل شروع کر (یعنی اللہ نے تیرے سارے گناہ معاف کر دیئے)۔

(علی متقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے تخریج کی ہے۔

روایت پر کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیه الشریعة" [1] میں رقمطراز ہیں:

"... (تعقب) بأن له طريقاً آخر من حديث عبدالرحمن بن عوف أخرجه أبو الشيخ (قلتُ) فيه عبدالرحيم وأظنه ابن زيد العمي وإلا فمجهول وأنا لا أشك أن هذا موضوع والله تعالىٰ أعلم"۔

"۔۔۔تعاقب کیا گیا کہ اس حدیث کا ایک دوسرا طریق عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے، جسے ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، میں (حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی سند میں عبد الرحیم ہے، میرا گمان ہے کہ یہ عبد الرحیم بن زید العمی ہے، بصورتِ دیگر یہ کوئی مجہول راوی ہے، اور مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد الرحیم بن زید الحواری کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا گیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ حسن بن محمد بلخی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھا جائے۔

عبد الرحیم بن زید بن الحواری العمی کے بارے میں اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني، كتاب النكاح، ۲/۲۱۱، رقم: ۳۷، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱هـ۔

[2] ميزان الاعتدال: ۲۰۵، رقم: ۵۰۳۰، تحقيق: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت۔

"قال البخاري: تركوه، وقال يحيى: كذاب۔ وقال مرة: ليس بشيئ۔ وقال الجوزجاني: غير ثقة۔ وقال أبو حاتم: ترك حديثه۔ وقال أبو زرعة: واه۔ وقال أبو داؤد: ضعيف..."۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے عبدالرحیم کو "ترک" (جرح) کہا ہے، اور یحییٰ نے عبدالرحیم کو کذاب اور ایک دوسرے موقع پر "لیس بشی" (جرح) کہا ہے، اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "غیر ثقہ" کہا ہے، اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیثوں کو ترک کیا گیا ہے (جرح)، اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحیم کو "واہ" (جرح) اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" کہا ہے۔

حدیثِ عبدالرحمن بن عوف کا فنی مقام

حافظ ابنِ عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول گذر گیا ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ یہ من گھڑت روایت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو مذکورہ سند سے بھی بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

۴-حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے "امرأة عطارة يقال لها الحولاء" کی ایک مفصل روایت حدیثِ انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تخریج کی ہے، جس میں زیرِ بحث روایت کا مضمون بھی ہے، یعنی:

"...ليس من امرأة من المسلمين تحمل من زوجها إلا كان لها كأجر الصائم القائم المُخْبِتُ القانت فإذا رضعتْه كان لها بكل رضعة عتق رقبة، فإذا فطمتْه نادى مناد من السماء أيها المرأة استأنفي العمل فقد كفيت ما مضى..."۔[1]

---

[1] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۴، عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔ المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸٦ھ۔

"۔۔۔۔۔جو مسلمان عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہو جائے تو اسے روزے دار، نماز میں قیام کرنے والے، خشوع رکھنے والے، اور مطیع کا ثواب ملتا ہے، جب وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے تو ہر رضاعت پر اسے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، جب وہ بچے کو دودھ چھڑائے تو آسمان سے ایک فرشتہ نداء کرتا ہے کہ اے عورت! ازسرِ نو عمل شروع کر، کیونکہ تمہارے پہلے اعمال کی کفایت کردی گئی ہے (یعنی گناہ معاف ہو گئے ہیں)۔۔۔۔"۔

روایت پر کلام

تخریج روایت کے بعد علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ روایت اور اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قال الدارقطني: هذا حديث باطل، وقال: ذهب عبدالرحمن بن مهدي وأبوداؤد إلى زياد بن ميمون فأنكرا عليه هذا الحديث فقال: اشهدوا أني قد رجعتُ عنه۔ قال المصنف: قلتُ: قال يزيد بن هارون: كان زياد بن ميمون كذّابا۔ وقال يحيىٰ بن معين: ليس بشيء لا يساوي قليلاً ولا كثيراً۔ وقال البخاري تركوه۔ وأما المصباح بن سهيل فقال البخاري والرازي وأبوزرعة: هو منكر الحديث۔ فقال ابن حبان: يروي المناكير عن أقوام مشاهير لا يجوز الاحتجاج به"۔[1]

دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے، اور دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ اور ابوداود رحمہ اللہ، زیاد بن میمون کے پاس گئے، تو عبدالرحمن رحمہ اللہ اور ابوداود رحمہ اللہ نے زیاد پر اس حدیث کا انکار کیا، زیاد نے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اس حدیث سے رجوع کرلیا۔ مصنف (ابن الجوزی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یزید بن ہارون نے کہا

[1] كتاب الموضوعات: ۲/ ۲۷۳، عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية۔ المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۳۸۶ھ۔

ہے کہ زیاد بن میمون کذاب ہے، اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد "لیس بشی" (صیغہ جرح) ہے، یہ قلیل کے مساوی ہے نہ کثیر کے (جرح)، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے زیاد کو ترک کیا ہے، اور (سند میں موجود ایک دوسرا راوی) مصباح بن سہیل [اس لفظ میں تصحیف ہے، صحیح صباح بن سہل ہے، از راقم] کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ "منکر الحدیث" (جرح) ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ مشہور لوگوں سے مناکیر نقل کرتا تھا، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت میں مذکور صباح بن سہل کی متابعت "معجم الأوسط للطبرانی" [1] میں حماد بن ابی سلیمان نے کی ہے، یعنی یہی روایت زیاد بن میمون الثقفی سے نقل کی ہے، مگر یہ متابعت مفید نہیں؛ کیونکہ "المعجم الأوسط" کی سند میں بھی زیادہ الثقفی موجود ہے، جن کے بارے میں شدید جرح کے اقوال آپ ملاحظہ کر چکے ہیں؛ چنانچہ

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیہ الشریعۃ" [2] میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: "قال السيوطي: وتابع الصباحَ حمادُ بن ابي سليمان۔ (قلتُ) فالبلاء من زياد وقد شهد عليه عبد الرحمن بن مهدي أنه رجع عن هذا الحديث والله تعالىٰ اعلم"۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حماد بن ابی سلیمان نے صباح کی متابعت کی ہے، میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں آفت کا سبب زیاد بن میمون

---

[1] المعجم الأوسط: ۳۰۲/۵، رقم: ۵۳۷۷، دار الحرمين-القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

[2] تنزيه الشريعة: كتاب النكاح، الفصل الأول، ۲۰۴/۲، رقم: ۲۰، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۱ھ۔

ہے؛ کیونکہ عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شہادت دے چکے ہیں کہ زیاد نے اس حدیث سے رجوع کرلیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة" [1] میں علامہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں: "وزياد كذاب وقد أخرجه الطبراني في الأوسط من طريقه"۔

اور زیاد کذاب ہے، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں زیاد کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

محدثینِ کرام رحمہم اللہ نے زیاد بن میمون کی وجہ سے حدیث پر شدید کلام کیا ہے، حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ زیاد بن میمون ثقفی کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں۔

زیاد بن میمون الثقفی الفاکہی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [2] میں لکھتے ہیں:

"قال الليث بن عبدة: سمعت ابن معين يقول: زياد بن ميمون ليس يسوي قليلاً ولا كثيراً۔ وقال -مرة: ليس بشيىء۔ وقال يزيد بن هارون: كان كذاباً۔ وقال البخاري: تركوه۔ وقال أبوزرعة: واهي الحديث۔ وقال الدارقطني: ضعيف۔ وقال أبوداؤد: أتيته فقال: أسغفر الله وضعتُ هذه الأحاديث"۔

وقال بشر بن عمر الزهراني: سألت زياد بن ميمون أبا عمار عن حديث لأنس، فقال: احسبوني كنتُ يهوديا أو نصرانياً: قد رجعتُ عما كنتُ أحدث به عن أنس، لم أسمع من أنس شيئاً . . ."۔

---

[1] الفوائد المجموعة: كتاب النكاح، ۱۲۷، رقم: ۲۹، ت: عبدالرحمن بن يحيى، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

[2] ميزان الاعتدال: ۲/۹۴، رقم: ۲۹۶۷، علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔ بيروت۔

''لیث بن عبدہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زیاد بن میمون نہ تھوڑے کے مساوی ہے نہ زیادہ کے (جرح)، اور ایک مرتبہ اسے ''لیس بشی'' (جرح) کہا، اور یزید بن ہارون نے زیاد کو کذاب کہا ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے زیاد کو ترک کہا ہے، اور ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد کو ''واهي الحديث'' (جرح) کہا ہے، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔ ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں زیاد کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ استغفر اللہ یہ حدیثیں میں نے گھڑی تھیں، بشر بن عمر زہرانی فرماتے ہیں کہ میں ابوعمار زیاد بن میمون سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق پوچھتا تو اس نے کہا: مجھے یہودی سمجھو یا نصرانی (بہر حال) میں جو احادیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے بیان کرتا تھا، میں نے ان سے رجوع کرلیا ہے، کیونکہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔۔۔''۔

واضح رہے کہ مذکورہ روایت بھی زیاد بن میمون حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے ہیں۔

حدیث انس بن مالک کا فنی مقام

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ من گھڑت کہا ہے؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت بیان نہیں کی جاسکتی۔

۵- حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

حافظ ابویعلی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''مسند'' [1] میں لکھتے ہیں:

''حدثنا وهب: حدثنا خالد، عن حسين، عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ''من تسع وتسعين امرأة واحدةً في الجنة وبقيتهن في النار''۔ فاشتدّ ذلک علی من حضر

[1] مسند أبي يعلى: ۳۴۵/۴، رقم: ۲۴۶۲۰، ت: حسين سليم أحمد، دار الثقافة العربية۔ بيروت۔

رسولَ الله صلى الله عليه وسلم من المهاجرين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ": إن المسلمة إذا حملتْ كان لها أجر القائم المحرم المجاهد في سبيل الله، حتى إذا وضعتْ فإن لها بأوّل رَضْعَةٍ تُرضِعه أجرَ حياة نسمة"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ننانوے عورتوں میں صرف ایک عورت جنت میں جائے گی اور باقی سب جہنم میں جائیں گی، حاضرینِ مجلس یعنی مہاجرین پر یہ بات بہت شاق گزری، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اسے نماز کے لئے قیام کرنے والے، حج کا احرام باندھنے والے، مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے، حتی کہ جب وہ عورت بچہ جَن لے، تو اسے پہلی دفعہ دودھ پلانے پر ایک نفس کی حیات کا ثواب ملتا ہے۔

روایت پر کلام

علامہ بوصیری رحمہ اللہ "اتحاف الخيرة المهرة"[1] میں "مسند أبي يعلى" کی مذکورہ روایت اور آئندہ آنے والی مسند عبد بن حمید رحمہ اللہ کی روایت ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"قلت: أورد ابن الجوزي هذا المتن وما قبله في كتاب الموضوعات من حديث أبي هريرة وأنس وقال: لا أصل لهذا الحديث"۔

میں یہ کہتا ہوں کہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے یہ متن اور اس سے ما قبل متن، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس کو "کتاب الموضوعات" میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

حدیث کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سند میں موجود حسین بن قیس کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں:

---

[1] اتحاف الخيرة المهرة: باب ثواب المرأة إذا حملتْ ووضعتْ: ۵۱۴/۴، رقم: ۴۲۷۷، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر۔الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

حسین بن قیس الرَّحَبی الواسطی ابوعلی ولقبہ حَنَش کے بارے میں اقوال

حافظ ذہبی رحمہ اللہ "میزان الاعتدال" [۱] میں لکھتے ہیں:

"قال أحمد: متروک، له حديث واحد حسن في قصة الشوم۔ وقال أبو زرعة وابن معين: ضعيف۔ وقال البخاري: لا يكتب حديثه۔ وقال النسائي: ليس بثقة۔ وقال مرة: متروک۔ وقال السعدي: أحاديثه منكرة جدا۔ وقال الدارقطني: متروک..."۔

"امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حسین "متروک" (شدید جرح) ہے، قصہ شوم میں اس کی ایک "حسن" حدیث ہے، اور ابوزرعۃ رحمہ اللہ اور ابن معین رحمہ اللہ نے حُسین کو "ضعیف" کہا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے "لیس بثقۃ" (جرح) اور ایک مرتبہ "متروک" (شدید جرح) کہا ہے، سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیثیں بہت زیادہ منکر ہیں، اور دارقطنی رحمہ اللہ نے حسین کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔۔۔"۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے موصوف کو متروک (شدید جرح) کہا ہے۔ [۲]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔ [۳]

حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا حکم

حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس سند کے ساتھ بھی روایت کو من گھڑت کہا ہے، اور علامہ بوصیری رحمہ اللہ نے بھی حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس حدیث کو مذکورہ سند سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[۱] ميزان الاعتدال: ۱/۵۴۶، رقم: ۲۰۴۳، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة۔ بيروت۔

[۲] التقريب: ۱۶۸، رقم: ۱۳۴۲، ت: محمد عوامة، دار الرشيد۔ سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[۳] الكاشف: ۱/۳۳۳، رقم: ۱۱۱۲، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثة۔ القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

اہم تنبیہ اور خلاصہ

آگے جانے سے قبل، اب تک کی تفصیلات کا اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو:

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں کے ساتھ ایک خاص مضمون مروی ہے، جس میں ان اعمال کے فضائل مروی ہیں:

۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضا مند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- دردِ زِہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

۴- وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵- اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب مذکورہ مضامین پر مشتمل احادیث من گھڑت ہیں؛ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس مضمون پر مشتمل احادیث منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

علامہ ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ "حلیة الأولیاء"[1] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا سليمان بن أحمد، قال ثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، قال ثنا إبراهيم ابن اسحاق الصِيْنِي، قال ثنا قيس بن الربيع عن أبي هاشم عن سعيد بن جبير عن ابن عمر رضي الله عنه أحسَبُه قد رفعه قال: "المرأة في

[1] حلية الأولياء: ۲۹۸/۴، دار الكتب العلمية-بيروت۔

حملها إلى وضعها إلى فصالها كالمرابط في سبيل الله، فإن ماتت فيما بين ذلک فلما أجر شهيد"۔

غريب من حديث سعيد تفرد به قيس وحدث به عبد الله بن المبارک عن قيس، حدثناه أبو عمرو بن حمدان قال ثنا الحسن بن سفيان، قال ثنا حيان بن موسى عن ابن المبارک عن قيس بن الربيع عن أبي هاشم عن سعيد بن جبير عن ابن عمر أراه قال عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن للمرأة في حملها إلى وضعها إلى فصالها من الأجر كالمرابط في سبيل الله فإن هلكت فيما بين ذلک فلها أجر شهيد"۔

(راوی فرماتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے کہ عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مر جائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول احادیث میں یہ روایت غریب ہے، جس میں قیس متفرد ہے، اور (ابراہیم بن اسحاق کے علاوہ) عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قیس سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی سند تخرج کی، جس کا متن یہ ہے:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ عورت حمل سے وضعِ حمل، پھر بچے کے دودھ چھڑانے تک اجر میں اس شخص کی طرح ہے، جو اسلامی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ عورت اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے۔

یہ روایت "المنتخب من مسند عبد بن حمید" [1] میں بھی تخریج کی گئی ہے، تمام سندیں، قیس بن الربیع پر مشترک ہوجاتی ہیں۔ واضح رہے کہ مسند عبد بن حُمید کی روایت کی سند یہ ہے: یعمر بن بشر، ثنا ابن المبارک أنا الربیع عن أبي هاشم"۔

وضاحت

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث دو سندوں سے نقل کی ہے، جس میں قیس بن ربیع سے دو راویوں نے حدیث نقل کی ہے: ابراہیم بن اسحاق اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ قیس کے بعد سے آخر تک کی سند یہ ہے: أبي هاشم عن سعيد بن جبير عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

روایت پر کلام

۱- "علل الدَارَقُطنی" [2] میں ہے:

"فقال: يرويه قيس بن الربيع، واختلف عنه: فرواه ابن المبارك، عن قيس، عن أبي هاشم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وغيره لا يرفعه، والموقوف أشبه"۔

یہ روایت قیس بن ربیع نے نقل کی ہے، اور ان کے بعد مختلف راوی اسے نقل کرنے والے ہیں: ابن مبارک نے قیس، انہوں نے ابی ہاشم، انہوں نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے، اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسروں نے اس روایت کو مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) نقل نہیں کیا، اور اس روایت کا موقوف (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول) ہونا "اشبہ" (قرینِ قیاس) ہے۔

وضاحت

آپ جان چکے ہیں کہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی سند میں موجود راوی قیس سے دو راویوں نے یہ حدیث نقل کی ہے: ابراہیم بن اسحاق اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، قیس کے بعد سے آخر تک کی سند یہ ہے: اَبی ہاشم عن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

---

[1] المنتخب من مسند بن حمید: ۱/ ۲۵۵، رقم: ۸۰۱، عالم الكتب-بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔
[2] عِلَلُ الدَارَقُطني: ۱۲/ ۲۷۷، رقم: ۲۸۰۴، دار ابن الجوزي-رياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۷ھ۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ ابراہیم نے قیس سے یہ روایت موقوفاً نقل کی ہے، یعنی یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب یہ ارشاد منسوب نہیں کیا، البتہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، اور قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ روایت موقوف ہے، یعنی صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے۔

۲- حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الطبراني، وفيه: قيس بن الربيع، وثقه شعبة والثوري، وضعفه غيرهما وإسحاق بن إبراهيم الصبي لم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح"۔

اسے طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس حدیث کی سند میں قیس بن ربیع ہے، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کی توثیق کی ہے اور دوسروں نے تضعیف کی ہے، اور اسحاق بن ابراہیم صبی کو میں نہیں پہچانتا اور سند کے دیگر راوی رجال صحیح ہیں۔[2]

---

[1] مجمع الزوائد، کتاب النکاح: ۴/ ۵۶۰، رقم: ۷۶۳۰، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

[2] واضح رہے کہ طبرانی کی مذکورہ روایت مجھے معاجم ثلاثہ میں نہیں ملی، البتہ مذکورہ "حلیۃ الأولیاء" کی روایت سلیمان بن احمد الطبرانی سے مروی ہے، جس میں راوی کا نام ابراہیم بن اسحاق الصینی ہے، حالانکہ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے طبرانی رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت میں اسحاق بن ابراہیم الصبی لکھا ہے۔ بظاہر یہاں نام میں تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے اور "حلیۃ" کی سند کے مطابق یہ نام ابراہیم بن اسحاق الصینی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اسحاق بن ابراہیم الصینی اور اسحاق بن ابراہیم الضبی کا ترجمہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "میزان الاعتدال" میں علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"إبراهيم بن اسحاق الصِينِي عن مالك وغيره۔ قال الدارقطني: متروك الحديث۔ قلت: تفرد عن قيس بن الربيع عن الأسود بن قيس عن مالك وغيره۔ قال الدارقطني: متروك الحديث، قلت: تفرد عن قيس بن الربيع عن الأسود بن قيس، عن أبيه، عن عمر..."۔ إبراهيم بن إسحاق الضبي الكوفي۔ قال الأزدي: يتكلمون فيه [زائغ عن القصد]۔ (میزان الاعتدال: ۱/ ۱۸، رقم: ۳۱)۔

البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "لسان المیزان" میں دونوں ناموں کا مصداق ایک ہی قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ صینی کا لفظ ضبی سے مصحف ہوگیا ہے۔ ملاحظہ ہو: "وعندي أنه الذي قبله، تصحف الصيني بالصبي" میرے نزدیک یہ وہی ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، صینی کا لفظ تبدیل ہو کر ضبی بن گیا ہے (لسان: ۱/ ۲۳۶، رقم: ۴۸)۔ بہرحال عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ نے، قیس بن الربیع سے نقل روایت میں ابراہیم بن اسحاق کی متابعت کی ہے، اس لئے مذکورہ متن کے ابراہیم بن اسحاق کی وجہ سے معلول ہونے کی تلافی ہوجاتی ہے۔

۳- حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ "اتحاف الخیرۃ المھرۃ"[1] میں مذکورہ روایتِ ابن عمر بحوالہ مسند عبد بن حمید اور سابقہ روایتِ ابن عباس بحوالہ: جبير عن ابن عمر أراه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تخریج کر کے لکھتے ہیں: "قلت: أورد ابن الجوزي هذا المتن وما قبله في كتاب الموضوعات من حديث أبي هريرة وأنس وقال: لا أصل لهذا الحديث"۔

میں کہتا ہوں کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ متن "کتاب الموضوعات" میں نقل کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس کی اصل نہیں ہے۔

وضاحت

حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ روایت اگر چہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن اس حدیث کا متن حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے، اسے بے اصل کہا ہے۔

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے مقابلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول متن ایک حد تک مختلف ہے، تینوں متون پہلے گذر چکے ہیں، آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں، متون کا یہ معتد بہ فرق ہماری یہ رہنمائی کرتا ہے کہ دونوں متون کا حکم یکساں ہونا ضروری نہیں ہے، اس بارے میں مزید تفصیل آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے، ان شاء اللہ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیس بن ربیع کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں، تا کہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو:

---

[1] اتحاف الخيرة المهرة: باب ثواب المرأة إذا حملت ووضعت، ۵۱۴/۴، رقم: ۴۲۷۷، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر - الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

قيس بن الربيع الأسدي أبو محمد الكوفي:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صدوق تغير لما كبر، وأدخل عليه ابنه ماليس من حديثه فحدث به"۔[1]

قیس صدوق (تعدیل) ہے، بڑی عمر میں حافظ میں تبدیلی آ گئی تھی، اوران کے بیٹے نے ان پر ایسی حدیثیں داخل کردی تھیں، جواُن کی حدیثوں میں سے نہیں، پھر وہ اسے بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان شعبة يثني عليه. وقال ابن معين: ليس بشيئ، وقال أبو حاتم: ليس بقوي ومحله الصدق. وقال ابن عدي عامة رواياته مستقيمة"۔[2]

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کی تعریف کی ہے، اور ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے قیس کو "لیس بشی" (جرح) اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "لیس بقوی" اور "ومحله الصدق" کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اکثر روایتیں مستقیم (درست) ہیں۔

روایت کا فنی حکم

حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کے سامنے آ چکا ہے، ان دونوں ائمہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت ہے، نیز سند کے احوال بھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے، جس کی وجہ سے سند غیر معتبر کہلائے؛ یہی وجہ ہے کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے ثبوت کی جانب مائل ہوئے ہیں، البتہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے، یعنی صرف عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور محدثین

---

[1] التقريب: ۴۵۷، رقم: ۵۵۷۳، ت: محمد عوامة، دار الرشيد۔ سوريا، الطبعة الرابعة ۱۴۱۸ھ۔

[2] الكاشف: ۲/۴۰۴، رقم: ۴۶۶۲، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية۔ القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

کی تصریحات کے مطابق اس مضمون پر مشتمل روایت حکماً مرفوع (آپ ﷺ کا قول) کہلاتی ہے۔ بہرحال یہ حدیث کم از کم موقوفاً ثابت ہے (جو حکماً مرفوع ہے)؛ اس لئے حافظ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کر کے یہ کہنا کہ اس متن کو حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بے اصل کہا ہے، یہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ ان تمام علتوں سے یکسر خالی ہے، جن پر حدیثِ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مشتمل ہے، تفصیل ماقبل میں آچکی ہے، خصوصاً حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد کے بعد حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں ہے، چنانچہ یہ روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً بیان کرنا درست ہے (جو کہ حکماً مرفوع، یعنی آپ ﷺ کا قول ہے)۔

''حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا متن یہ ہے:

''عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مرجائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا''۔

حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مختلف سندوں سے جو مضامین مروی ہیں، وہ تمام سنداً ثابت نہیں ہیں، بلکہ من گھڑت ہیں؛ اس لئے رسول اللہ ﷺ کے انتساب سے یہ مضامین بیان کرنا درست نہیں ہیں، مضامین یہ ہیں:

۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- دردِ زہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

۴- وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵- اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

روایات کا حکم (اختصار کے ساتھ)

روایت	حکم
۱ روایت: ماں کی نافرمانی پر بیٹے کی حالتِ نزع میں کلمہ سے محرومی۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔
۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے، اُبو شحمہ پر حد نافذ کرنے کا قصہ (یہ موقوف روایت ہے)۔	مشہور قصہ من گھڑت ہے صحیح قصہ "تفصیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔
۳ روایت: ایک بدُّو کے آپ ﷺ سے ۲۴ سوالات۔	سنداً ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے۔
۴ آپ ﷺ کا وصال سے قبل اپنی ذات پر قصاص اور بدلہ دلوانا۔ (یہ تفصیلی من گھڑت قصہ عکاشہ نامی ایک شخص کی جانب منسوب ہے، البتہ یہ واقعہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے بدر کے دن، صف درست کرتے ہوئے ایک صحابی سَواد بن غَزِیہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں چھڑی چبھ گئی تھی، سَواد بن غَزِیہ رضی اللہ عنہ کے مطالبے پر آپ ﷺ نے پیٹ سے کپڑا ہٹا دیا، سَواد بن غَزِیہ رضی اللہ عنہ آپ کے بدن سے چمٹ گئے، آپ نے خوش ہو کر بھلائی کی دعا دی۔ (انظر ترجمةَ سَواد بن غَزِيَة في "الاستيعاب في معرفة الأصحاب"، "الإصابة في تمييز الصحابة" وغيرهما)۔	عکاشہ نامی شخص کی جانب منسوب یہ تفصیلی قصہ من گھڑت ہے، البتہ سَواد بن غَزِیہؓ کے قصاص کا واقعہ ثابت ہے، تفصیل میں ملاحظہ فرمائیں۔
۵ روایت: "ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے"۔ اس روایت کے تحت دو مزید حکایات کی فنی تحقیق پیش کی گئی ہے۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، اس مضمون کے اقوالِ صحابہؓ وتابعینؒ ثابت ہیں، جو حکماً مرفوع (آپ ﷺ کا قول) ہیں۔
۶ روایت: "اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اس حالت میں پاؤں کہ میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوں اور سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوں، اسی دوران میری والدہ مجھے پکار کر کہے، اے محمد! تو میں جواب میں اپنی والدہ سے کہوں گا، حاضر ہوں!"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت	حکم
۷ روایت: نورِ محمدی ﷺ سے اندھیرے میں گمشدہ سوئی کی چمک۔	من گھڑت
۸ روایت: ''تہمت کی جگہوں سے بچ کر رہو''۔	یہ الفاظ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔
۹ روایت: ''جو بندہ نمازِ تراویح پڑھتا ہے تو اس کو ہر سجدے کے بدلے، پندرہ سو نیکیاں ملتی ہیں، اور اس کے لئے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک ایسا محل تعمیر کیا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہیں، ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے، جس پر سرخ یاقوت جڑے ہوتے ہیں''۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۰ روایت: ''اپنا نصف دین حُمیراء (حضرت عائشہؓ) سے حاصل کرو''۔	بے سند و بے اصل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۱ روایت: بچے کی بسم اللہ پر، اس بچے کی، اُسکے والدین کی اور اس کے اُستاد کی بخشش۔	من گھڑت
۱۲ روایت: ''ایک مومن عورت کی نیکی، ستر صدیقین کے عمل کی مانند ہے، اور ایک فاجر عورت کی برائی ستر فاجر مَردوں کی طرح ہے''۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، البتہ اس مضمون پر مشتمل قول یزید بن مَیسَرہؒ سے ثابت ہے۔
۱۳ روایت ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں''۔ اس روایت کے ضمن میں ایک زبان زَدعام قصہ کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔	بے اصل، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۴ روایت: حضرات اہل بیت کا مسکین، یتیم اور قیدی پر ایثار اور تین دن بھوکا رہنا۔	من گھڑت
۱۵ روایت: ''اللہ کی معرفت میرا اَثاثہ ہے......''۔	بے اصل و من گھڑت

روایت	حکم
۱۶ ختمِ قرآن کی دُعا: "(۱) اللّٰهم آنس وَحْشَتِي في قَبْرِي۔ (۲) اللّٰهم ارحَمْني بالقرآن العظيم واجْعَلْه لي إماماً ونُوراً وهُدى ورَحْمَةً، اللّٰهم ذَكِّرني منه ما نَسِيْتُ وعَلِّمْني منه ما جَهِلْتُ وارْزُقْنِي تِلَاوَتَه آناءَ الليل وآناءَ النّهار واجْعَلْه لي حُجَّةً يارَبَّ العَالَمِين"۔ یہ دعا دَراصل دومختلف اجزاء کا مجموعہ ہے، ہر جزء کا حکم دوسرے سے مختلف ہے، اس لئے ہر جزء پر علیحدہ فنی تبصرہ کیا گیا ہے، واضح رہے یہ تحقیق دعا بحیثیتِ حدیث ہے۔	روایت کا پہلا ٹکڑا من گھڑت ہے، البتہ دوسرا حصہ آپ ﷺ ثابت، قابلِ بیان وعمل ہے۔
۱۷ روایت قدسی: "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا......"۔	بے اصل، آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۸ روایت: "جمعہ کا حج، حج اکبر ہے"۔	بے اصل، حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
۱۹ روایت: "دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں"۔	یہ روایت ان الفاظ سے آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے بیان نہیں کر سکتے، البتہ اس مضمون کی دوسری روایت آپ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، "تفصیل" ملاحظہ فرمالیں۔
۲۰ روایت: کلمہ "لا الہ الا اللہ" مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھنے سے چار ہزار نیکیاں۔	من گھڑت

روایت	حکم
۲۱ روایت: ’’مسجد میں باتیں کرنا نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے، جیسے آگ لکڑیوں کو‘‘۔ تحقیق کے آخر میں ضمناً ایک دوسری روایت کی فنی تفصیل پیش کی گئی ہے، حدیث یہ ہے: ’’جب آدمی مسجد میں آتا ہے پھر بہت باتیں کرنے لگتا ہے، تو فرشتے اسے کہتے ہیں: اے اللہ کے ولی! خاموش ہوجا، اگر وہ پھر بھی باتوں میں لگا رہے، تو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ کے مبغوض بندے! چپ کرجا، اگر وہ پھر بھی باتیں کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو، چپ ہوجا‘‘۔	حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے، ضمنی روایت ’’تفصیل‘‘ میں ملاحظہ فرمائیں۔
۲۲ روایت قُدسی: ’’میری اَرض وسمٰا مجھے نہیں سما سکے، البتہ میرے مؤمن بندے کا دل، مجھے اپنے میں سمالیتا ہے‘‘۔ اس حدیثِ قدسی کے ساتھ ایک دوسری حدیث قدسی کی تحقیق ذکر کی گئی ہے، حدیث یہ ہے: ’’دل رب کا گھر ہے‘‘۔	یہ دونوں روایتیں آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایات کی حیثیت سے ثابت ہے؛ اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرسکتے ہیں۔
۲۳ کھانے سے قبل دعا: ’’بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ‘‘۔ اس دعا کا ذکر ذکر معتبر کتب میں موجود ہے، لیکن یہ دعا تحقیق کا موضوع اس لئے بنی ہے کہ اس دعا کو لفظ ’’علی‘‘ کے ساتھ لکھا جاتا ہے، حالانکہ لفظ ’’علی‘‘ کی زیادتی درحقیقت ثابت نہیں ہے نیز اس دعا کا حوالہ دینے میں بھی تسامح ہے، چنانچہ ضمناً اس تسامح کی بھی تحقیق کی گئی ہے۔	دعا میں لفظ ’’علی‘‘ ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے لفظِ ’’علی‘‘ کے بغیر پڑھنا چاہیے، نیز دعا کا حوالہ دینے کے تسامح کے بارے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

روایت	حکم
۲۴ روایت: ''علماء کے علاوہ تمام لوگ بے جان ہیں، اور علماء میں عمل کرنے والوں کے علاوہ تمام علماء ہلاک ہونے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں میں مخلصین کے علاوہ تمام غرق ہونے والے ہیں، اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں''۔	من گھڑت ہے، البتہ اس مضمون پر مشتمل الفاظ ذوالنون مصریؒ اور سہل تُستریؒ سے ثابت ہیں۔
۲۵ روایت: ''مؤمن کے جھوٹے میں شفاء ہے''، بعض جگہ یہ الفاظ ہیں: ''مومن کے تھوک میں شفاء ہے''۔	دونوں قسم کے الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کرسکتے۔
۲۶ روایت: ''جب ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج بیت اللہ کیلئے پکارا، اس کے جواب میں لوگوں نے لبیک کہا، چنانچہ جس نے ایک مرتبہ لبیک کہی، تو وہ ایک مرتبہ حج کرے گا، جس نے دو مرتبہ تلبیہ کہی، وہ دو مرتبہ حج کرے گا، اور جس نے دو سے زائد مرتبہ تلبیہ کہی، وہ اسی حساب سے حج کرے گا''۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے، البتہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجاہدؒ سے اس مضمون پر مشتمل الفاظ منقول ہیں۔
۲۷ روایت قدسی: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں اللہ ہوں، میں معبود ہوں، میں بادشاہوں کا مالک، اور شہنشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے قبضے میں ہیں، جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں، تو میں ان کے بادشاہوں کے دل شفقت و رحمت سے بھر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں، تو میں بادشاہوں کے قلوب میں ان کے لئے ناراضگی اور انتقام ڈال دیتا ہوں، چنانچہ وہ بادشاہ ان کو بری اذیتوں میں مبتلاء کر دیتے ہیں، (اس وقت) تم بادشاہوں کو بددعا دینے میں اپنے آپ کو مشغول نہ کر دینا، بلکہ اللہ کی یاد اور عاجزی میں مشغول ہونا، میں تمہارے بادشاہوں سے تمہاری کفایت کر دوں گا''۔	ان الفاظ سے یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے، البتہ اسرائیلی روایت کی حیثیت سے ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرسکتے ہیں۔

۲۸ روایت: ۱- حاملہ کو (بعض سندوں میں ہے کہ جس حاملہ سے خاوند رضامند ہو) روزے دار، نماز پڑھنے والے، خشوع کرنے والے، مطیع، اور مجاہد فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے۔

۲- دردِزہ پر اسے ایسا اجر ملتا ہے، جسے مخلوق میں کوئی نہیں جانتا۔

۳- دودھ کے ہر گھونٹ کے بدلے نیکی (بعض روایتوں میں ایک جان زندہ کرنے) کا اجر ملتا ہے۔

۴- وضعِ حمل سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۵- اگر رات کو بچے کی وجہ سے جاگنا پڑ گیا، تو ستر غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔

ضمناً یہ تحقیق بھی لکھی گئی ہے کہ یہ موقوف روایت (عبداللہ ابن عمرؓ کا ارشاد) ثابت ہے (اور ایسا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے):

''عورت حمل سے وضعِ حمل (پھر) بچے کے دودھ چھڑانے تک اس شخص کی طرح ہے، جو اللہ کے راستے میں اس کی سرحدوں کا پہرہ دے، اگر وہ اس دوران مر جائے تو اسے شہید کا اجر ملے گا''۔

یہ تمام روایتیں من گھڑت ہیں، البتہ مذکورہ ضمنی روایت موقوفاً (ابن عمرؓ کا ارشاد) ثابت ہے، اور ایسا قول حکماً مرفوع (آپ ﷺ کا قول) کہلاتا ہے۔

فائدہ: ''بیان نہیں کر سکتے'' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نسبت سے بیان نہیں کر سکتے۔

علمی فہارس

فہرستِ آیات

فہرستِ اَحادیث وآثار

فہرست رُواۃ

۱۶	حسين بن محمد أبو يعلى الزبيري		لم أجده	۲۹۰
۱۷	داؤد بن إبراهيم		جرح	۵۵
۱۸	داؤد بن قيس الفراء أبو سليمان الدباغ	مات في خلافة أبي جعفر	تعديل	۲۶۱
۱۹	زياد بن ميمون الثقفي الفاكهي		جرح	۳۷۷
۲۰	سالم بن عبد الله الخيّاط		جرح	۲۵۳
۲۱	سعيد بن سِنان أبو مهدي	توفي ۱۶۸ھ	جرح	۲۱۰
۲۲	سعيد بن المسيّب بن الحَزَن	توفي ۹۰ھ	تعديل	۱۷۰
۲۳	سليمان بن كَندِير العِجْلي أبو صدقة		تعديل	۱۶۷
۲۴	شمس الدين ابن القماح قاضي	۶۵۶ھ/ ۷۴۱ھ	تعديل	۹۳
۲۵	عباد بن الوليد بن خلاد الغُبَرِي أبو بدر المؤدب	توفي ۲۶۲ھ	تعديل	۱۶۶
۲۶	عبد الله بن خُبَيق الأنطاكي الزاهد		اختلف فيه	۲۹۱
۲۷	عبد الله بن محمّد بن جعفر بن حيان أبو الشيخ		تعديل	۲۱۵
۲۸	عبد بن أحمد بن محمّد أبو ذر هَرَوي	۳۵۵ھ أو	تعديل	۲۶۱
۲۹	عبد الرحيم بن زيد بن الحواري العمي	۳۵۶ھ/۳۳۴ھ	جرح	۳۷۳
۳۰	عبد المنعم بن إدريس بن سنان بن كليب	۲۲۸ھ	جرح	۱۰۸
۳۱	علي بن محمد بن حاتم		مختلف فيه	۳۴۵
۳۲	عمرو بن سعيد الخولاني		جرح	۳۶۶
۳۳	عمرو بن شَمِر الجعفي الكوفي		جرح	۲۶۵
۳۴	فائد بن عبد الرحمن أبو الورقاء		جرح	۶۳
۳۵	قيس بن الربيع الأسدي		جرح	۳۸۶
۳۶	ليث بن محمّد		جرح	۲۵۳

۳۷	محمد بن أشعث		جرح	۳۵۱
۳۸	محمد بن مروان الكوفي السُدِّي الصغير		جرح	۱۸۴
۳۹	محمد بن المسيّب بن إسحاق بن عبد الله		تعديل	۲۹۰
۴۰	مَسْعَدَه بن بكر الفرغاني		جرح	۱۵۶
۴۱	منهال بن بحر أبو سلمة البصري العقيلي		مختلف فيه	۱۶۶
۴۲	نوح بن أبى مريم		جرح	۳۴۳
۴۳	وهب بن راشد رقي		جرح	۳۶۰
۴۴	هشام بن عبد الملک بن عمران اليَزَني أبو تقي الحمصي		تعديل	۲۱۵
۴۵	هشام بن عمار أبو الوليد الدمشقي	توفي ۱۵۳ھ	تعديل	۱۶۹
۴۶	هناد النسفي		جرح	۱۴۵
۴۷	ياسين بن معاذ أبو خلف الزيات		جرح	۱۴۸
۴۸	يحيى بن سعيد بن قيس الأنصاري	توفي ۱۴۴ھ	تعديل	۱۶۹
۴۹	يزيد بن ميسرة أبو يوسف الدِمَشْقي		سکت علیه البخاری وابو حاتم ووثقه ابن حبان	۲۱۶
۵۰	يَغْنَم بن سالم بن قنبر مولى علي رضی اللہ عنہ		جرح	۳۰۶
۵۱	يوسف بن أسباط الشيباني الزاهد الواعظ		اختلف فيه	۲۹۲
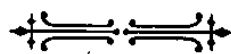
مصادر اور مراجع

یہ فہرست حروفِ تہجی کے مطابق تیار کی گئی ہے، البتہ جن کتابوں کے شروع میں ''الف لام'' آتا ہے، حروفِ تہجی میں اِن حروف کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے، نیز اگر کسی کتاب کے دو نسخے زیرِ استعمال رہے ہیں تو ان میں ہر ایک کی علیحدہ تعیین کی گئی ہے، یہ بھی واضح رہے کہ اس فہرست میں بعض ایسی کتب کے حوالے بھی شامل ہیں، جن کا استعمال سلسلہ ثانیہ میں ہوگا، ان شاء اللہ

١ الأباطيل والمناكير والصِحاح والمشاهير: للعلامة أبي عبد الله الحسين بن إبراهيم الجوزَقاني (٥٤٣هـ) الناشر، إدارة المبعوث الإسلامية والدعوة والإفتاء بالجامعة السلفية بنارس، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ۔

٢ إتّحاف السَادة المُتّقين بشرْح إحياء علوم الدين: للعلاّمة السيّد محمّد بن محمّد الحُسَيْني الزَبِيْدِي الشهير بمُرْتَضَى (١١٤٥هـ/١٢٠٥هـ)، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٦هـ۔

٣ إتّحاف الخِيَرَةُ المَهَرَة بزَوَائِد المسَانيد العَشْرة: للإمام أحمد بن أبي بكْر بن إسماعيل البُوصِيري (٧٦٢هـ/٨٤٠هـ)، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، دار الوطن للنشر۔الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ۔

٤ إتّحاف الخِيَرَةُ المَهَرَة بزَوَائِد المسَانيد العَشْرة: للإمام أحمد بن أبي بكْر بن إسماعيل البُوصِيري (٧٦٢هـ/٨٤٠هـ)، تحقيق: للعلامة أبي عبد الرحمن عادل بن سعد و أبي إسحاق السيّد بن محمود بن إسماعيل، مكتبة الرُشد۔الرياض الطبعة، الأولى ١٤١٩هـ۔

٥ إتْقَان مايَحْسُنُ مِنَ الأَخْبَار الوَارِدَة على الألْسُن: للعلاّمة نجم الدِين محمد بن محمد بن محمد الغَزِّي (٩٩٧هـ/١٠٦١هـ)، ت: الدكتور يحيى مُراد، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٤هـ۔

٦ الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: للعلامة أبي الحسنات محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم اللكنوي (١٢٦٤هـ/١٣٠٤هـ)، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

٧ إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: للشيخ تقي الدين أبو الفتح محمد بن علي بن وهب بن مطيع (٦٢٥هـ/٧٠٢هـ)، ت: شيخ مصطفى، مؤسسة الرسالة ۔بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ۔

٨ الإستيعاب في معرفة الأصحاب: للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبدالبر القرطبي النَمَري (٣٦٨هـ/٤٦٣هـ)، ت: علي محمد البجاوي، دار الجليل ۔بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ۔

٩ أسد الغابة في معرفة الصحابة: للعلامة أبي الحسن عز الدين ابن الأثير الجَزَرِي (٥٥٥هـ/٦٣٠هـ) الشيخ علي محمد المعوض و الشيخ أحمد الموجود، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

١٠ الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري (١٠١٤هـ)، محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي۔ بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٦هـ۔

١١ الإسناد من الدين: للشيخ عبد الفتّاح أبي غُدّة (١٣٣٦هـ/١٤١٧هـ)، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب، الطبعة الأولى ١٤١٢هـ۔

١٢ أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب: للعلاّمة محمد بن درويش بن محمد الحُوت (١٢٠٣هـ/١٢٧٧هـ)، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

١٣ الإصابة في تَمْيِيزِ الصحابة: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العَسْقَلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، دار الكتب العلمية۔بيروت۔

١٤ إطْرَافُ المُسْنِد المُعتَلِي بأطراف المسند الحنبلي: للحافظ أحمد بن علي

بن حجر أبي الفضل العَسْقَلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، ت:زهير بن ناصر، دار ابْن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ.

١٥ إعتلال القلوب: للحافظ أبي بكر محمّد بن جعفر الخرائطي (٢٤٠هـ/ ٣٢٧هـ)، تحقيق: حَمدِي الدِمرداش، مكتبة نزار مصطفى الباز-الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٠هـ.

١٦ اقتضاء الصراط المستقيم: للإمام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (٦٦١هـ/٧٢٧هـ): ت: ناصر بن عبدالكريم العقل، مكتبة الرشد-الرياض.

١٧ اقتضاء العلم العمل: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (٣٩٢هـ/ ٤٦٣هـ)، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الرابعة ١٣٩٧هـ.

١٨ الإكمال في رفع الإرتياب عن المُؤتَلِف والمُختَلِف في الأسماء والكنى والأنساب: للحافظ أبي نصر علي بن هبة الله الشهير بابن ماكولا (٤٢١هـ/ ٤٧٥هـ)، تحقيق: الأستاد نايف العباس، دار الكتاب الإسلامي-القاهرة.

١٩ إكمال تهذيب الكمال: للعلامة أبي عبد الله علاء الدين مُغْلَطَاي بن قليج البكجري المصري الحنفي (٦٨٩ هـ / ٧٦٢هـ): ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد و أبو محمد أسامة بن إبراهيم، الفاروق الحديثية-القاهرة، الطبعة ١٤٢٢هـ.

٢٠ أمالي ابن سَمْعُون: للعلامة محمد بن أحمد بن إسماعيل بن عَنْبَس بن سَمْعُون أبي الحسن (٣٠٠هـ/٣٨٧هـ)، ت: عامر حسن صبري، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ.

٢١ الأنساب: للإمام أبي سعد عبد الكريم بن محمد بن منصور السَّمْعَاني (٥٠٦هـ/ ٥٦٢هـ)، تحقيق: محمد عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

۲۲ البَحرُ الزَّخّار المعروف بمسند البزّار: للحافظ أبي بكر أحمد بن عَمرو بن عبد الخالق العَتَكِي البزّار (۲۹۲ھ)، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مكتبة العلوم والحكم۔المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

۲۳ البداية والنهاية: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن كثير (۷۰۰ھ/۷۷۴ھ)، تحقيق: رياض عبد الحميد مراد، دار ابن كثير۔بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ۔

۲۴ البُرهان في علوم القرآن: للإمام بدر الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله بن بهادر الزَرْكَشِي (۷۴۵ھ/۷۹۴ھ)، ت: محمد أبو الفضل إبراهيم، دار التراث ۔القاهرة۔

۲۵ بُغْيَة الكامل السامي في شرح المحصول والحاصل للجامي: للعلامة محمد موسى خان الروحاني البازي (۱۹۳۵ء/۱۹۹۸ء)، مكتبة مدينة بلاهور۔پاكستان، الطبعة الخامسة ۱۴۱۴ھ۔

۲۶ بهشتي زيور: للعلامة أشرف على تهانوي (۱۲۸۰ھ/۱۳۶۲ھ)، دار الإشاعت، ایم۔اے۔جناح روڈ، اردو بازار کراچی۔

۲۷ تاريخ الإسلام: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايْمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۵ھ۔

۲۸ تاريخ أصبهان: للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني (۳۳۶ھ/۴۳۰ھ)، دار الكتاب الإسلامی۔القاهرة۔

۲۹ تاريخ بغداد: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (۳۹۲ھ/ ۴۶۳ھ)، ت: الدكتور بشّار عوّاد معروف، دار الغرب الإسلامي۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

۳۰ تاریخ دِمَشْق: للحافظ أبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله المعروف بابن عساكر (۴۹۹ھ/۵۷۱ھ)، ت: محبّ الدين أبو سعيد عمر بن غرامة العَمروي، دار الفكر- بيروت، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

۳۱ التاريخ الكبير: للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم الجُعْفِي البخاري (۱۹۴ھ/۲۵۶ھ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۹ھ۔

۳۲ تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي: للعلامة أبي العلي محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم المباركفوري (۱۳۵۳ھ)، ت: عبدالوهاب عبداللّطيف، دار الفكر- بيروت۔

۳۳ تحفة الطالب بمعرفة أحاديث مختصر ابن حاجب: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن كثير (۷۰۰ھ/۷۷۴ھ)، عبد الغني بن حميد بن محمود الكبيسي، دار حراء- مكة المكرمة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

۳۴ تخريج أحاديث كشّاف: للعلامة جمال الدين أبي محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي (۷۶۲ھ)، ت: عبدالله بن عبدالرحمن السعد، دار ابن خزيمة- الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

۳۵ التدوين في تاريخ قزوِين: للمؤرخ عبدالكريم بن محمد الرافعي القزوِيني (۵۵۷ھ/۶۲۳ھ)، ت: عزيز الله العطاردي، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۰۸ھ۔

۳۶ التذكرة فى الاحاديث المُشْتَهَرَة: للإمام بدر الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله بهادر الزَرْكَشِي (۷۴۵ھ/ ۷۹۴ھ)، ت: مصطفى عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة ۱۴۰۶ھ۔

۳۷ تذكرة الموضوعات: تاليف علامه محمد طاهر بن علي فتني (۹۱۰ھ/

۹۸۶ھ)، کتب خانہ مجیدیہ-ملتان، پاکستان۔

۳۸ الترغيب والترهيب:للحافظ عبدالعظيم بن عبد القوي المنذري (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ)، دار ابن حزم-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۲ھ۔

۳۹ الترغيب والترهيب:للحافظ عبدالعظيم بن عبد القوي المنذري (۵۸۱ھ-۶۵۶ھ)، تحقيق:أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع-رياض، الطبعة ۱۴۲۴ھ۔

۴۰ التَعليقات الحافلة على الأجْوِبَة الفاضلة: للشيخ عبد الفتّاح أبي غُدّة (۱۳۳۶ھ/۱۴۱۷ھ)، مكتبة المكتوبات الإسلامية-حلب، الطبعة ۱۴۲۶ھ۔

۴۱ تفسير ابن كثير:للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (۷۰۰ھ/۷۷۴ھ)، ت: سامي بن محمد سلامة، دار طيبة-الرياض، الطبعة الثانية ۱۴۲۰ھ۔

۴۲ تفسير روح البيان:للعلامة إسماعيل حقي بن مصطفى الإستانبولي (۱۱۲۷ھ)، دار إحياء التراث العربي-بيروت۔

۴۳ تفسير كشّاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل: للعلامة جار اللهأبي القاسم محمود بن عمر الزَمَخْشَرِي (۴۶۷ھ/ ۵۳۸ھ)، ت: الشيخ عادل أحمد الموجود والشيخ علي محمد المعوّض، مكتبة العُبَيكان-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

۴۴ تفسير الفخر الرازي المشهوربالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب:للعلامة محمد بن عمر بن الحسين الرازي الشافعي المعروف بالفخر الرازي (۵۴۴ھ/ ۶۰۴)، دار إحياء التراث العربي-بيروت۔

۴۵ تفسير مظهري:للعلامة محمد ثناء الله العثماني المظهري (۱۳۶۷ھ)، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة ۱۴۲۵ھ۔

٤٦ التقريب: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/ ٨٥٢هـ)، ت: محمد عوّامة، دار الرشيد ـ سؤريا، الطبعة الرابعة ١٤١٨هـ۔

٤٧ التلخيص الحَبِير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/ ٨٥٢هـ)، ت: أبو عاصم حسن بن عباس بن قطب، مؤسَّسة قرطبة ـ مصر، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ۔

٤٨ تلخيص كتاب الموضوعات: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذَهَبي (٦٧٣هـ/ ٧٤٨)، ت: عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة ١٣٨٦هـ۔

٤٩ تلخيص كتاب الموضوعات: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذَهَبي (٦٧٣هـ/ ٧٤٨)، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم بن محمد، مكتبة الرشد ـ الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔

٥٠ تنبيه الغافلين: للعلامة أبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمر قندي (٣٧٣هـ)، إشاعت إسلام كتب خانه محله جنگي ـ پشاور ـ پاکستان۔

٥١ تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة: للعلامة أبي الحسن علي بن محمد بن عَرَاق الكناني (٩٠٧هـ/ ٩٦٣هـ)، ت: عبد الوهاب عبد اللطيف و عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠١هـ۔

٥٢ توضيح الأفكار لمعاني تنقيح الأنظار: للعلامة محمد بن إسماعيل بن صلاح بن محمد الصنعاني (١٠٩٩هـ/ ١١٨٢هـ)، ت: صلاح بن محمد بن عويضة، دار الكتب العلمية ـ بيروت۔

٥٣ تهذيب الكمال في أسماء الرجال: للحافظ جمال الدين أبي الحجاج

يوسف المِزِّي (۶۵۴ھ/۷۴۲ھ)، ت: الشيخ أحمد عليِ عبيد وحسن أحمد آغا، دار الفكر ـ بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

۵۴ تهذيب التهذيب: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/ ۸۵۲ھ)، ت: إبراهيم زيبق وعادل مرشد، مؤسَّسة الرسالة ـ بيروت، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

۵۵ التَيسِير بشرح جامع الصغير: للعلامة محمد عبد الرؤف بن تاج العارفين المُنَاوي (۹۵۲ھ/ ۱۰۳۱ھ)، مكتبة الإمام الشافعي ـ الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۰۸ھ۔

۵۶ كتاب الثقات: للإمام محمد بن حِبَّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰ھ/۳۵۴ھ)، مؤسسة الكتب الثقافية ـ بيروت، الطبعة ۱۴۰۲ھ۔

۵۷ جامع الأحاديث (الجامع الصغير وزوائده والجامع الكبير): للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/ ۹۱۱ھ)، تحقيق: عباس أحمد صقر و أحمد عبد الجواد، دار الفكر ـ بيروت، الطبعة ۱۴۱۴ھ۔

۵۸ جامع الأصول من احاديث الرسول ﷺ: للعلامة أبي السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن عبد الكريم الشيباني الجَزَرِي (۵۴۴ھ/۶۰۶)، ت: محمد حامد الفقي، إحياء التراث العربي ـ بيروت، الطبعة الرابعة ۱۴۰۴ھ۔

۵۹ جامع بيان العلم وفضله: للإمام أبي عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبي النَمَري (۳۶۸ھ/۴۶۳ھ)، ت: أبو الأشبال الأزري، دار ابن الجوزي ـ الدمام، الطبعة ۱۴۱۹ھ۔

۶۰ الجَدُّ الحَثِيث في بيان ما ليس بحديث: للعلامة أحمد بن عبد الكريم الغزّي العامري (۱۱۴۳ھ)، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم ـ بيروت۔

٦١ الجرح والتعديل: للعلامة عبد الرحمن بن محمد أبي حاتم الرازي (٢٤٠هـ/٣٢٧هـ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ۔

٦٢ جزء فيه ما انتقى أبو بكر أحمد بن موسى ابن مردويه على أبي القاسم الطبراني من حديثه لأهل البصرة: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٢٦٠هـ/٣٦٠هـ)، ت: بدر بن عبد الله البدر، أضواء السلف - الرياض، الطبعة ١٤٢٠هـ۔

٦٣ الجواهر الحِسَان في تفسير القرآن (تفسير الثَّعَالِبي): للإمام عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف أبي زيد الثعالبي المالكي (٧٨٦هـ/٨٧٥هـ)، ت: الدكتور عبد الفتاح أبو سنّة، إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ۔

٦٤ الحاوي للفتاوى: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُّيوطي (٨٤٩هـ/٩١١هـ)، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة ١٤٢١هـ۔

٦٥ الحِصن الحَصِين: للعلامة أبي الخير محمد بن محمد بن محمد بن علي بن يوسف (ابن الجَزَرِي) (٧٥١هـ/٨٣٣هـ)، حواشي مولانا محمد إدريس، الناشر: گابا سنز اردو بازار، کراچی۔

٦٦ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: للحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله الأصفهاني (٣٣٦هـ/٤٣٠هـ)، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ۔

٦٧ خلاصة سِيَر سيّد البشر: للعلامة أحمد بن عبد الله الطَبَري الشهير بمُحِبّ الدين الطَبَري (٦١٥هـ/٦٩٤هـ)، تحقيق: طلال بن جميل الرفاعي، مكتبة نزار مصطفى الباز - المكة المكرمة، الطبعة ١٤١٧هـ۔

٦٨ الدر المنثور: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين

الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)،ت:عبد اللّٰه بن عبد المحسن التركي، مركز هجر۔القاهرة،الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ۔

۶۹ الدُرَرُ الكامنة في أعيان المائة الثامنة:للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني(۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)،ت:الشيخ عبد الوارث محمد عليّ،دار الكتب العلمية۔بيروت،الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ۔

۷۰ الدُرَرُ المُنتشرة في الأحاديث المُشْتَهِرَة :للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)،ت: محمد عبد القادر عطا،دار الكتب العلمية۔بيروت،الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

۷۱ الدُرَرُ المُنتشرة في الأحاديث المُشْتَهِرَة :للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)،عبد اللّٰه بن عبد المحسن التركي،مركز هجر۔القاهرة،الطبعة الأولى ۱۴۲۴ھ۔

۷۲ دلائل النبوة:للعلامه إسماعيل بن محمد بن فضل بن على القُرَشي (۴۵۷ھ/۵۳۵ھ)،ت:محمد محمد الحداد،دار طيبة۔الرياض۔

۷۳ دلائل النبوة:للامام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (۳۸۴ھ/ ۴۵۸ھ) ت:الدكتور عبدالمعطي قلعجي، دار الكتب العلمية ۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

۷۴ ذَيل اللآلي المصنوعة:للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُيوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)،المكتبة الأثرية۔شيخوپوره، الطبعة ۱۳۰۳ھ۔

۷۵ ردُّ المُحتَار على الدُرّ المُختَار يعرف بحاشية ابن عابدين:للإمام محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدِمَشْقِي (۱۱۹۸ھ/۱۲۵۲ھ) ، دار عالم الكتب۔الرياض،الطبعة ۱۴۲۳ھ۔

٧٦ روح البيان :للعلامةأبي الفداء إسماعيل حقي بن مصطفى الحنفي (١١٢٧ھ)، دارإحياءالتراث العربي-بيروت۔

٧٧ روح المعاني في تفسير قرآن العظيم و السبع المثاني:للعلامة أبي الفضل شهاب الدين السيد محمود الآلوسي البغدادي (١٢١٧ھ/١٢٧٠ھ)، إحياء التراث العربي-بيروت۔

٧٨ رَوضَةُ العُقَلاء و نُزْهَة الفُضَلاء: للإمام أبي حاتم محمد بن حبان البُسْتِي (٣٥٤ھ)، ت:محمد محي الدين عبد الحميد،دارالكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة ١٣٩٧ھ۔

٧٩ الرَحلة في طلب الحديث:للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي(٣٩٢ھ/٤٦٣ھ)،ت:نور الدين عتر،دار الكتب العلمية ـ بيروت،الطبعة ١٣٩٥ھ۔

٨٠ الرِياض النَضِرَة في مناقب العشرة :للعلامة أحمد بن عبدالله الطَبَري الشهير بمُحِبّ الدين الطَبَري(٦١٥ھ/٦٩٤ھ)،مكتبة محمد نجيب الخانجي، مطبعة دار التاليف ومن الكتاب الكبرى، الطبعة الثانية ١٣٧٢ھ۔

٨١ زادالمَعَادفي هَدْيِ خير العباد:للعلامةمحمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين إبن قَيِم الجوزية(٦٩١ھ/٧٥١ھ) ت:شعيب الأرنؤوط وعبدالقادر الأرنؤوط، مؤسَسَة الرسالة-بيروت، الطبعة السابعةوعشرون ١٤١٥ھ۔

٨٢ الزهد لأحمد بن حنبل:للإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (١٦٤ھ/٢١٤ھ)،دارالكتب العلمية-بيروت،الطبعة الأولى ١٤٠٣ھ۔

٨٣ سِلاح المؤمن في الدعاء والذكر:للعلامة أبي الفتح محمد بن محمد بن علي بن همام المعروف بإبن الإمام(٦٧٧ھ/٧٤٥)،ت:محي الدين أديب مستو، دار ابن كثير-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤ھ۔

۸۴ سلسلة الأحاديث الضعيفة وأثرها السيّئ في الأمة: للشيخ محمد ناصر الدين بن نوح الألباني (۱۳۳۲ھ/۱۴۲۰ھ)، مكتبة المعارف۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔

۸۵ سنن ابن ماجه: للإمام محمد بن يزيد أبي عبد اللّٰه القزويني (۲۰۹ھ/ ۲۷۳ھ)، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر۔بیروت۔

۸۶ سير أعلام النُبلاَء: للعلامة أبي عبد اللّٰه شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسَسَة الرسالة ۔بیروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۲ھ۔

۸۷ شرحُ شرحِ نُخبَة الفِكَر: للملاّ علي بن سلطان الهَرِوي القاري (۱۰۱۴ھ)، قديمي كتب خانه۔کراچی۔

۸۸ شرح الشِفاء: للملاّ علي بن سلطان الهَرِوي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: عبداللّٰه محمد الخليلي، دار الكتب العلمية۔بیروت۔

۸۹ شرح عِلَل الترمذي: للإمام عبد الرحمن بن أحمد بن رجب السلامي البغدادي المعروف بابن رجب الحنبلي (۷۳۶ھ/۷۹۵ھ)، ت: الدكتور همام عبدالرحيم، مكتبة الرُشد۔الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ۔

۹۰ شَرْحُ الزُرْقَاني على موطأ الإمام مالک: للعلامة محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزُرقاني (۱۰۵۵ھ/۱۱۲۲ھ)، المطبعة الخيرية بمصر، الطبعة ۱۳۱۰ھ۔

۹۱ شرح النَوَوي على الصحيح لمسلم: للعلامة محي الدين يحيى بن شرف بن مري النَوَوي (۶۳۱ھ/۶۷۶ھ)، الطبعة المصرية بالأزهر، الطبعة الأولى ۱۳۴۷ھ۔

۹۲ الشريعة: للعلامة محمد بن الحسين بن عبد اللّٰه أبي بكر الآجُرّي

(۳۶۰ھ)، ت: عبد اللہ الدمیجي، دار الوطن۔الریاض، الطبعة ۱۴۲۰ھ۔

۹۳ شُعَبُ الإیمان: للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسین البیهقي (۳۸۴ھ/ ۴۵۸ھ)، ت: مختار أحمد الندوي، مکتبة الرشد۔الریاض، الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔

۹۴ الشِفاء بتعریف حقوق المصطفی: للعلامة قاضي أبي الفضل عیاض الیَحْصُبي (۴۷۶ھ/۵۴۴ھ)، دار الکتب العلمیة۔بیروت۔

۹۵ الشَمَارِیخ في علم التاریخ: للعلامة جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر بن سابق الدین الخضیري السُیوطي (۸۴۹ھ/۹۱۱ھ)، ت: عبد الرحمن حسن محمود، مکتبة الآداب۔القاهرة۔

۹۶ الجامع الصحیح للبخاري: للإمام أبي عبد اللہ محمد بن إسماعیل بن إبراهیم الجعفي البخاري (۱۹۴ھ/۲۵۶ھ)، ت: محمد زهیر بن ناصر الناصر، دار طَوقُ النَجَاۃ۔بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔

۹۷ الجامع الصحیح لمسلم: للحافظ أبي الحُسین مسلم بن الحجّاج القُشَیْرِي النیسابوري (۲۰۴ھ/۲۶۱ھ)، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الکتب العلمیة۔بیروت۔

۹۸ الحُجَّة في بیان المَحَجَّة وشرح التوحید ومذهب أهل السنة: للعلامة إسماعیل بن محمد الأصبهاني قوام السنة أبي حاتم (۴۵۷ھ/۵۳۵ھ)، ت: محمد بن ربیع بن الهادي، دار الرایة۔الریاض۔

۹۹ الصحیح لابن خُزیمة: للعلامة محمد بن إسحاق بن خزیمة السلمي أبي بکر (۲۲۳ھ/ ۳۱۱ھ)، ت: محمد مصطفی أعظمي، المکتب الإسلامي۔ بیروت، الطبعة ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۰ صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان: للإمام محمد بن حِبَّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ۲۷۰ھ/۳۵۴ھ)، ت: د۔شعیب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة

-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۴ھ۔

۱۰۱ الصوائق المحرقة:للعلامة أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهَيْتَمِي أبي العباس(۹۰۹ھ/۹۷۴ھ)، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الأولى ۱۹۹۷ء۔

۱۰۲ الضعفاء الكبير:للعلامة أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العُقَيلي المكي (۳۲۲ھ)، ت:الدكتور عبدالمعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۴ھ۔

۱۰۳ الضعفاء والمتروكين:للعلامة جمال الدين أبي الفَرَج عبد الرحمن بن علي بن محمد ابن الجوزي(۵۰۸ھ/۵۹۷ھ)، ت:أبو الفداء عبد اللّٰه القاضي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

۱۰۴ طبقات الشافعية الكبرى:للحافظ تاج الدين أبي نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السُبكي(۷۲۷ھ/۷۷۱ھ)،ت:مصطفى عبد القادر أحمد عطا، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۰ھ۔

۱۰۵ الطبقات الكبرى لإبن سعد: للحافظ أبي عبد اللّٰه محمد بن سعد بن منيع الوهري(۱۶۸ھ/۲۳۰ھ)، الدكتور على محمد عمر، المكتبة الخانجي بالقاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ۔

۱۰۶ عِلَل الترمذي الكبير:للعلامة محمد بن عيسى بن سورة الترمذي أبي عيسى (۲۰۹ھ/ ۲۷۹ھ)سيد صبيحي السامرائي عالم الكتب- بيروت، الطبعة ۱۴۰۹ھ۔

۱۰۷ العِبَرُ في خَبَرِ مَنْ غَبَر:للعلامة أبي عبد اللّٰه شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايَمَاز الذهبي(۶۷۳ھ/۷۴۸)، دار الكتب العلمية- بيروت، ت: زغلول، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ۔

١٠٨ العِلَل الواردة في الأحاديث النبوية: للعلامة أبي الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي الدَارَ قُطْنِي الشافعي، ت: محفوظ الرحمن زين اللّٰه، دار طيبة۔ رياض، الطبعة ١٤٠٥ھ۔

١٠٩ الفَتاوٰى الحَدِيثِيَّة: للعلامة أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهَيْتَمِي أبي العباس (٩٠٩ھ/٩٧٤ھ)، ت: محمد عبد الرحمن المرعشلي، مير محمد كتب خانه۔ کراچی۔

١١٠ فتح الباري: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣ھ/ ٨٥٢ھ)، إشراف: الشيخ عبد العزيز بن عبد اللّٰه بن باز، دار المعرفة۔ بيروت، الطبعة ١٣٧٩ھ۔

١١١ فتح المُغيث بشرح أَلْفِيَة الحديث: للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي (٨٣١ھ/٩٠٢ھ)، ت: عبد الكريم الخُضَير ومحمد بن عبد اللّٰه آل فهد، مكتبة دار المنهاج۔ الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٨ھ۔

١١٢ الفتوحات المكية: للشيخ محمد بن علي بن محمد ابن العربي أبي بكر الحاتمي (٥٦٠ھ/٦٣٨ھ)، عثمان يحيى، وزارة الثقافية المصرية۔ مصر، الطبعة ١٣٩٢ھ۔

١١٣ الفوائد البَهِيَّة في تراجم الحنفية: للعلامة أبي الحسنات محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم اللكنوي (١٢٦٢ھ/١٣٠٤ھ)، المطبع المصطفائي۔

١١٤ الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: للعلامة محمد بن علي بن محمد الشَوْكَاني (١١٧٣ھ/١٢٥٠ھ)، عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة ١٤١٦ھ۔

١١٥ فيض القدير شرح الجامع الصغير: للعلامة محمد عبد الرؤف بن تاج العارفين المُناوي (٩٥٢ھ/ ١٠٣١ھ)، دار المعرفة۔ بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩١ھ۔

۱۱۶ القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: للإمام شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السخاوي (۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: محمد عوّامة، دار اليسر-المدينة المنورة، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

۱۱۷ القول المُسَدَّدُ في الذبّ عن المسند للإمام أحمد: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، مكتبة ابن تيمية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۰۱ھ۔

۱۱۸ الكتاب اللطيف: للعلامة عمر بن أحمد بن عثمان ابن شاهين أبي حفص (۲۹۷ھ/۳۸۵ھ)، ت: عبد الله بن محمد البوصيري، مكتبة الغرباء الأثرية -المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۱۶ھ۔

۱۱۹ كتاب العَظَمَة: للعلامة أبي الشيخ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حبان الأصبهاني (۲۷۴ھ/۳۶۹ھ)، رضاء الله بن محمد إدريس المباركفوري، دار العاصمة-رياض، الطبعة الأولى ۱۴۰۸ھ۔

۱۲۰ كتاب العِلَل: للعلامة عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي (۲۴۰ھ/ ۳۲۷ھ) ت: سعد بن عبد الله عبد الحميد وخالد بن عبد الرحمن الجُريسي، مكتبة الملك الفهد-الرياض، الطبعة ۱۴۲۷ھ۔

۱۲۱ كتاب المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي: للعلامة أبي بكر أحمد بن إبراهيم بن إسماعيل الإسماعيلي (۲۷۷ھ/۳۷۱ھ) ت: زياد محمد منصور، مكتبة العلوم والحكم-المدينة المنورة، الطبعة الأولى ۱۴۱۰ھ۔

۱۲۲ الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة: للحافظ أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذَهَبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: عزت علي عيد عطية و موسى محمد علي الموشي، دار الكتب الحديثية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۳۹۲ھ۔

١٢٣ الكامل في ضعفاء الرجال: للحافظ أبي أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني (٢٧٧هـ/٣٦٥هـ)، الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوّض، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

١٢٤ كتاب الثقات: للإمام محمد بن حِبَّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ٢٧٠هـ/٣٥٤هـ)، مؤسسة الكتب الثقافية، الطبعة الأولى ١٤٠٢هـ.

١٢٥ كتاب الدعاء: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٢٦٠هـ/٣٦٠هـ)، ت: د- محمد سعيد بن محمد حسن البخاري، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ.

١٢٦ كتاب المجروحين مِنَ المحدثين والضعفاء والمتروكين: للإمام محمد بن حِبَّان بن أحمد بن أبي حاتم البُسْتِي (بعد ٢٧٠هـ/٣٥٤هـ)، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت، الطبعة ١٤١٢هـ.

١٢٧ كتاب الموضوعات: للإمام أبي الفَرَج عبد الرحمن بن علي بن الجَوزِي القُرَشِي (٥٠٩هـ/٥٩٧هـ)، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية بالمدنية المنورة، الطبعة الأولى ١٣٨٦هـ.

١٢٨ كتاب النُبُوَات: للإمام تقي الدين أحمد بن تَيْمِيَة الحَرَاني (٦٦١هـ/٧٢٧هـ)، ت: الدكتور عبد العزيز بن صالح، المجلس العِلْمِي في الجامعة الإسلامية-المدينة المنورة، الطبعة الأولى ١٤٣٠هـ.

١٢٩ الكَشْفُ الحَثِيث عمَّن رُمي بوَضْعِ الحديث: للعلامة إبراهيم بن محمد بن خليل الطرابُلسي أبي الوفاء (٧٥٣هـ/ ٨٤١هـ)، صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية-بيروت، الطبعة ١٤٠٧هـ.

١٣٠ كَشْفُ الخَفَاء ومُزِيلُ الإلباس عما اشْتُهِرَ من الأحاديث على ألْسِنَة الناس: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن محمد العَجْلَوني الجراحي (١٠٨٧هـ/

١١١٢هـ)، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية-بيروت، الطبعة ١٤٢٧هـ.

١٣١ الكشف والبيان عن تفسير القرآن: للعلامة أبي إسحاق أحمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري (٤٢٧هـ)، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ.

١٣٢ الكشف والبيان عن تفسير القرآن: للعلامة أبي إسحاق أحمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري (٤٢٧هـ)، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة ١٤٢٢هـ.

١٣٣ كنز العمال في سنن أقوال والأفعال: للعلامة علاء الدين عَلي المتّقي بن حسام الدين الهِندي (٨٨٨هـ/٩٧٥هـ)، ت: محمود عمر الدمياطي، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ.

١٣٤ كوثر النَّبِيّ وزُلَالُ حَوْضِه الرَّوِيّ (فنّ معرفة الموضوعات): للإمام أبي عبد الرحمن عبد العزيز بن أبي حفص أحمد بن حامد القرشي (١٢٠٦هـ/ ١٢٣٩هـ) المخطوط، كتبه العلامة عبد الله الوَلْهَاري (١٢٨٣هـ).

١٣٥ اللآلي المصنوعة: للعلامة جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر بن سابق الدين الخضيري السُّيوطي (٨٤٩هـ/٩١١هـ)، ت: محمد عبد المنعم رابح، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٨هـ.

١٣٦ اللُّؤْلُؤُ المَرْصُوع فيما لا أصل له أو باصله موضوع: للعلامة محمد بن خليل بن إبراهيم القاوقجي أبي المحاسن (١٢٢٤هـ/١٣٠٥هـ)، ت: فوّاز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية-بيروت، الطبعة ١٤١٥هـ.

١٣٧ لِسان العَرَب: للإمام جمال الدين أبي الفضل محمد بن مكرم ابن منظور الأنصاري الإفريقي المصري (٦٣٠/٧١١هـ)، ت: عامر أحمد حيدر، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى ٢٠٠٣هـ.

١٣٨ لسان الميزان: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غُدّة، دار البشائر الإسلامية- بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ.

١٣٩ المتّفق والمُفْتَرِق: للحافظ أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (٣٩٢هـ/٤٦٣هـ)، ت: د- محمد صادق آيدن الحامدي، دار القادري- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

١٤٠ المُجالسة وجواهر العلم: للحافظ أبي بكر أحمد بن مروان بن محمد الدِينُوري القاضي (٣٣٣هـ)، أبو عبيدة مشهور بن حسن، دار ابن حزم- بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

١٤١ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: للحافظ نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (٧٣٥هـ/٨٠٧هـ)، ت: الشيخ عبد الله الدرويش، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥هـ.

١٤٢ مجموع الفتاوى: للإمام تقي الدين أحمد بن تيمية الحرّاني (٦٦١هـ/ ٧٢٧هـ)، ت: عامر الجزائر وأنور الباز، دار الوفاء، الطبعة الثالثة ١٤٢٦هـ.

١٤٣ المحدِّث الفاصل بين الراوي والواعي: للعلامة القاضي الحسن بن عبد الرحمن الرَامَهُرْمُزِي (٣٦٠هـ)، الدكتور محمد عجّاج الخطيب، دار الفكر- بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٤هـ.

١٤٤ المَدخل: للعلامة أبي عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسي المعروف بابن الحاج (٧٣٧هـ)، دار الفكر- بيروت، الطبعة ١٤٠١هـ.

١٤٥ المُدَاوِي لعلل الجامع الصغير وشرحَي المناوي: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري الحسني (١٣٨٠هـ)، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٩٩٦هـ.

۱۴۶ مُرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري (۱۳۸۰ھ)، مكتبة طبرية، الطبعة ۱۴۰۸ھ۔

۱۴۷ مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ) مكتبة رشيدية، سركی روڈ۔ کوئٹہ (پاکستان)۔

۱۴۸ المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير: للعلامة أحمد بن محمد بن الصديق الغُماري (۱۳۸۰ھ)، دار العهد الجديد۔ بيروت۔

۱۴۹ مسند أبي يعلى: للعلامة أحمد بن علي بن المثنى أبي يعلى الموصلي (۳۰۷ھ)، ت: حسين سليم أحمد، دار الثقافة العربية۔ بيروت۔

۱۵۰ مسند أحمد: للإمام أبي عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني (۱۶۴ھ/۲۴۱ھ)، عالم الكتب۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۱۵۱ مساوئ الأخلاق ومذمومها: للعلامة أبي بكر محمد بن جعفر بن سهل السامري الخرائطي (۲۴۰ھ/۳۲۷ھ)، ت: مصطفى بن أبو النصر الشلبي، مكتبة السوادي۔ جدّة، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ۔

۱۵۲ المستدرك على الصحيحين: للحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (۳۲۱ھ/۴۰۵ھ)، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۲ھ۔

۱۵۳ المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱۴ھ)، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی کراچی (پاکستان)۔

۱۵۴ المصنف لعبد الرزاق الصنعاني: للحافظ أبي بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (۱۲۶ھ/۲۱۱ھ)، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، من منشورات المجلس العلمي، الطبعة ۱۳۹۲ھ۔

۱۵۵ المصنف لابن أبي شيبة: للإمام أبي بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العَبْسِي الكوفي (۱۵۹ھ/۲۳۵ھ)، ت: الشيخ محمد عوّامة، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية۔ کراتشي، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

۱۵۶ المطالب العالية بزائد المسانيد الثمانية: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (۷۷۳ھ/۸۵۲ھ)، ت: محمد حَسَّه، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۳ھ۔

۱۵۷ معجم ابن عساكر: للحافظ أبي القاسم علي بن الحسن بن هبة الله بن عبد الله المعروف بابن عساكر (۴۹۹ھ/۵۷۱ھ)، ت: الدكتور وفاء تقي الدين، دار البشائر۔ دمشق۔

۱۵۸ المعجم الأوسط: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/ ۳۶۰ھ)، ت: طارق بن عوض الله وعبد المحسن بن إبراهيم، دار الحرمين۔ القاهرة، الطبعة ۱۴۱۵ھ۔

۱۵۹ المعجم الصغير: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/۳۶۰ھ)، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۰۵ھ۔

۱۶۰ المعجم الكبير: للإمام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (۲۶۰ھ/ ۳۶۰ھ)، ت: أبو محمد الأُسيوطي، دار الكتب العلميّة۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ۔

۱۶۱ المعجم لابن المقرئ: للعلامة محمد بن إبراهيم بن علي بن عاصم الأصبهاني أبي بكر (۲۸۵ھ/۳۸۱ھ)، عادل بن سعد، مكتبة الرشد۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۱۶۲ معرفة التذكرة: للعلامة محمد بن طاهر بن علي المقدسي الشيباني

أبي الفضل (۴۴۸ھ/۵۰۷ھ)، میر محمد کتب خانہ۔ کراچی۔

۱۶۳ معرفة السُنَن والآثار: للعلامة للحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (۳۸۴ھ/۴۵۸ھ)، ت: عبد الله معطي أمين، دار قتيبة۔ بيروت، الطبعة ۱۴۱۲ھ۔

۱۶۴ معرفة علوم الحديث: للحافظ أبي عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري (۳۲۱ھ/۴۰۵ھ)، ت: السيد معظم حسين، دار الكتب العلمية ۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۳۱۹ھ۔

۱۶۵ معرفة أنواع علوم الحديث يعرف بمقدمة ابن الصلاح: للعلامة أبي عمرو عثمان بن عبد الرحمن الشَهْرَزوري (۵۷۷ھ/۶۴۳ھ)، ت: الدكتور عبد اللطيف والشيخ ماهر ياسين، دار الكتب العلمية۔ بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۳ھ۔

۱۶۶ المُغني عن حَمْلِ الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار: للحافظ أبي الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي (۷۲۵ھ /۸۰۶ھ)، ت: أبومحمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية ۔ الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۵ھ۔

۱۶۷ المُغني في الضعفاء: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايْمَاز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: الدكتور نور الدين عتر، إحياء التراث الإسلامي بدولة قطر۔

۱۶۸ المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الأَلْسِنَة: للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي (۸۳۱ھ/ ۹۰۲ھ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية ۔ بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۲۷ھ۔

۱۶۹ مقالات الكوثري: للعلامة محمد زاهد الكوثري (۱۳۷۱ھ)، ص: ۶۷، دار السلام۔ مصر، الطبعة الثانية ۱۴۲۸ھ۔

۱۷۰ مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها: للحافظ أبي بكر محمّد بن جعفر الخرائطي (۲۴۰ھ/۳۲۷ھ)، ت: أيمن عبدالجبار البحيري، دار الآفاق العربية-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۱۷۱ المُنتَخب من العِلَل: للعلامة أبي محمد موفق الدين عبد الله بن محمد بن قدامة المقدسي الحنبلي (۵۴۱ھ/۶۲۰ھ)، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية-الرياض، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔

۱۷۲ المنتقى في سرد الكنى: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايَماز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: محمد صالح عبد العزيز، الجامعة الإسلامية-المدينة المنورة، الطبعة ۱۴۰۸ھ۔

۱۷۳ المنتقى مِنْ منهاج الاعتدال في نقض كلام أهل الرفض والاعتزال وهو مختصر منهاج السنة: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايَماز الذهبي (۶۷۳ھ/۷۴۸)، ت: محب الدين الخطيب، الرئاسة العامة - الرياض، الطبعة الثالثة ۱۴۱۳ھ۔

۱۷۴ منهاج السنة النبوة: للإمام تقي الدين أحمد بن تَيْمِيَة الحرّاني (۶۶۱ھ/ ۷۲۸ھ)، ت: الدكتور محمد رشاد سالم، مؤسسة قرطبة-القاهرة، الطبعة الأولى ۱۴۰۶ھ۔

۱۷۵ المَوَاهب اللَّدُنِيَّة بالمِنَحِ المُحَمَّدِيَّة: للعلامة أحمد بن محمد بن أبي بكر القَسْطَلاَنّي أبي العباس (۸۵۱ھ/۹۲۳ھ)، المكتبة التوفيقية-القاهرة، الطبعة ۱۳۲۶ھ۔

۱۷۶ الموطأ لمالک بن أنس-رواية يحيى بن يحيى الليثي: للإمام أبي عبد الله مالک بن أنس بن مالک الأصبحي الحِمْيَرِي (۹۳ھ/۱۷۹ھ)، ت: الدكتور بشّار عواد، دار الغرب الإسلامي-بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۱۷ھ۔

١٧٧ ميزان الاعتدال في نقد الرجال: للإمام أبي عبد الله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان بن قايمَاز الذهبي (٦٧٣هـ/٧٤٨)، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت۔

١٧٨ النُخْبَة البَهِيَّة في الأحاديث المكذوبة على خير البَرِيَّة: للعلامة محمد الأمير الكبير المالكي (١١٥٤هـ/١٢٣٢هـ)، المكتب الإسلامي-بيروت۔

١٧٩ نُزْهَةُ النظَر في توضيح نُخْبَة الفِكَر في مصطلح أهل الأثَر: للحافظ أحمد بن علي بن حجر أبي الفضل العسقلاني (٧٧٣هـ/٨٥٢هـ)، ت: عبد الله بن ضيف الله الرحيلي، مطبعة سفير بالرياض، الطبعة ١٤٢٢هـ۔

١٨٠ النَشْر في القراءات العَشْر: للعلامة أبي الخير محمد بن محمد الدِمَشْقي الشهير بابن الجَزَري (٧٥١هـ/٨٣٣هـ)، ت: علي محمد الضباع، دار الكتب العلمية-بيروت۔

١٨١ نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول: للعلامة أبي عبد الله محمد الحكيم التِرمَذِي (نحو ٣٢٠هـ)، ت: إسماعيل إبراهيم، مكتبة الإمام البخاري-مصر، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ۔

١٨٢ النِهَاية في غريب الحديث والأثر وهو المتن للجامع في غريب الحديث: للإمام مجد الدين أبي السعادات المبارک بن محمد الجزري (٥٤٤هـ/٦٠٦هـ)، مكتبة الرشد-الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ۔

١٨٣ نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض: أحمد بن محمد بن عمر، شهاب الدين الخفاجي المصري (٩٧٧هـ/١٠٦٩)، المكتبة السلفية-المدينة المنورة۔

١٨٤ الوافي بالوفيات: للعلامة صلاح الدين خليل بن أيبک صفدي (٧٦٤هـ): إدار الإحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ۔

تالیف
شیخ مُحمّد عوامہ

ترجمہ
علاءُ الدّین جمال
اُستاذِ حدیث وفِقہ، دارالعُلوم زکریا

زمزم پبلشرز

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين متفق عليه

هداية الساري
إلى
دراسة البخاري

مقدمة شرح صحيح البخاري

الجزء الأول والثاني

للعلامة المحقق المحدث مولانا امداد الحق
السلهتي . البنغلاديشي

تاليف
سيد عبد الماجد الغوري

زمزم للطباعة والنشر والتوزيع
كراتشي . باكستان

عُلومِ حدیث

تاریخ وتعارف

تالیف

سید عبدالماجد غوری
سید احمد زکریا غوری ندوی

ناشر
زمزم پبلشرز

مُعْجَم
ألفاظ الجرح والتّعديل

(مع تراجم موجزة لأئمة الجرح والتّعديل)

تاليف
سيد عبد الماجد الغوري

زمزم للطباعة والنشر والتوزيع
كراتشي . باكستان

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

..... احقر نے جستہ جستہ اس مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ واقعی خوب محنت کی ہے۔ مولانا نور البشر نے مقالے کے بارے میں جن تاثرات کا ذکر کیا ہے احقر اُن سے اتفاق کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حق جل مجدہ ان علماء کرام کی مساعی کو حسن قبول عطا فرمائیں، تمام شرور و آفات سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ (مولانا سلیم اللہ خان صاحب)

..... عزیز موصوف کی محنت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے صرف اس بات پر اکتفا نہیں کیا کہ بس ایسی حدیثوں کو جمع کر کے سرسری حکم لگا دیں، بلکہ ایسی روایات کی پہلے ممکنہ حد تک تخریج کی، ہر ہر روایت کی اسانید کو جمع کیا، ہر ہر سند پر ائمۂ جرح وتعدیل کے کلام کی روشنی میں کلام کیا، اس کے بعد نپے تلے انداز سے اُس حدیث کے اوپر حکم لگایا۔ اس طرح موصوف نے زبان زدِ عوام وخواص بہت سی احادیث کی چھان پھٹک کا عظیم محققانہ کام انجام دیا۔ (مولانا نور البشر صاحب)

..... بندہ نے اپنے گرد و پیش پھیلی ہوئی مشہور روایتوں کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا، اور ان روایات میں سے ایسی ۲۸ روایات کی تعیین کی جو درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، واضح رہے کہ ۲۸ روایات کا یہ مجموعہ تین قسم کی روایات پر مشتمل ہے:

(۱) من گھڑت روایات

(۲) بے سند روایات

(۳) ضعفِ شدید پر مشتمل روایات

آپ دورانِ تحقیق نتائج میں ان تینوں اقسام کا مشاہدہ کریں گے، اور فن اصولِ حدیث کے مطابق یہ تینوں اقسام نوعیاتی فرق رکھتی ہیں، البتہ ان تینوں اقسام کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ (مقدمہ)

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ
I.S.B.N
9 789695 831854 07447

Email:zamzampublisher@gmail.com
www.zamzampublishers.com

پاک و ہند میں زبان زدِ عوام و خواص

غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

2

مُفتی طارق امیر خان صاحب
متخصص فی الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

حضرت مولانا نور البشر صاحب دامت برکاتہم
استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق

نام کتاب .... غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ

تالیف .... مفتی طارق امیر خان صاحب

اشاعت اول .... جنوری 2018ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34604566 Cell: 0334-3432345

ای میل .... maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی

ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

مکتبہ غزنوی، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ فاروق اعظم، پشاور

مکتبہ بیت العلم، پشاور

	میرے نور کو پیدا کیا۔۔۔"۔ ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کو ذکر کیا جائے گا۔	
روایت⑧	"جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے"۔	۱۶۳
روایت⑨	"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں عمر کی"۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے"۔	۱۸۷
روایت⑩	"کھڑے ہو کر کنگھی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔	۲۰۹
روایت⑪	"اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا"۔	۲۱۹
روایت⑫	"عالم کا سونا بھی عبادت ہے"۔	۲۲۷
روایت⑬	گوہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا۔	۲۳۸

روایت⑭	”الدنیا مزرعة الآخرة“. دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	۲۵۵
روایت⑮	”تخلّقوا بأخلاق الله“. اللہ کے اخلاق اپناؤ۔	۲۶۰
روایت⑯	”کھانے کے بعد کی دعا: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين“. یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظِ: ”من“کی زیادتی مصادرِ اصلیہ سے ثابت نہیں ہے،یعنی صحیح عبارت: ”الحمدلله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنامسلمين“.ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔	۲۶۲
روایت⑰	وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھنے کے مختلف فضائل۔	۲۶۵
روایت⑱	”أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة“. سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ !امت محمد پر رحمت عامہ فرما۔	۲۷۲
روایت⑲	جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کردے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کردے گا،اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔	۲۸۰
روایت⑳	”المعدة بيت الداء، والحمية رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عودته“. معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ ضمناً اس رویت کی تحقیق بھی کی جائے گی: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہٰذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر	۲۸۵

	لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں"۔	
روایت(۲۱)	"العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان". علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔	۲۹۶
روایت(۲۲)	"خير البر عاجله". بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔	۲۹۸
روایت(۲۳)	"الدنيا ضَرَّة الآخرة". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔	۳۰۱
روایت(۲۴)	"حسنات الأبرار سيئات المقربين". نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔	۳۰۴
روایت(۲۵)	"الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔	۳۰۷
روایت(۲۶)	"سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالًا كان يبدل الشين في الأذان سينًا". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔	۳۱۱
روایت(۲۷)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: "الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين....." پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔	۳۱۵
روایت(۲۸)	"حب الوطن من الإيمان". وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔	۳۱۹
روایت(۲۹)	"من استوى يوماه فهو مغبون". جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔	۳۲۱

روایت ۳۰	"تزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتز له العرش". نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔	۳۲۸
روایت ۳۱	"من عرف نفسه فقد عرف ربه". جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔	۳۳۳

روایت⑪	داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔	۳۶۸
روایت⑫	”نماز مؤمن کی معراج ہے“۔	۳۷۰
روایت⑬	”آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ”التحیات للہ والصلوت و الطیبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام علیك أیھاالنبي ورحمة اللہ وبرکاتہ . پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین .اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا:أشھد أن لاإلہ إلا اللہ و أشھد أن محمدارسول اللہ“۔	۳۷۲
روایت⑭	صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔	۳۷۵
روایت⑮	”مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا“۔	۳۷۶
روایت⑯	”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہوگئے، آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا،ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میرا تو یہ خیال تھاکہ تمہاری تکبیرِ اولیٰ فوت ہوگئی ہے،ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنازیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیاومافیہا سے بہتر ہے“۔	۳۷۹
روایت⑰	”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں“۔	۳۸۲
روایت⑱	”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہوگی،جو شخص ظہر کی نماز ترک کردے اس کے قلب میں نور نہ ہوگا، جو شخص	۳۸۴

روایت (۳۱)	”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے“۔	۴۰۱
روایت (۳۲)	”تمام تر دین، ادب ہے“۔	۴۰۴
روایت (۳۳)	”آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے“۔	۴۰۵
روایت (۳۴)	بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔	۴۰۷
روایت (۳۵)	سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔	۴۱۱
روایت (۳۶)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے“۔	۴۱۴
روایت (۳۷)	”جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی“۔	۴۱۵
روایت (۳۸)	”مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں“۔	۴۱۷
روایت (۳۹)	اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔	۴۱۹
روایت (۴۰)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی (۳) اس کے رزق میں برکت ہوگی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی“۔	۴۲۰
روایت (۴۱)	”داعی کے قبرستان سے گزرنے سے، مُردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے“۔	۴۲۲

روایت (۴۲)	بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔	۴۲۴
روایت (۴۳)	بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست۔	۴۲۵
روایت (۴۴)	”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا“۔	۴۲۶
روایت (۴۵)	جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جلنا۔	۴۲۹
روایت (۴۶)	جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہیں یا دین زیادہ محبوب ہے؟	۴۳۲
روایت (۴۷)	”ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا“۔	۴۳۳
روایت (۴۸)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے“۔	۴۳۵
روایت (۴۹)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔	۴۳۶
روایت (۵۰)	”آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا“۔	۴۳۸
روایت (۵۱)	”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں“۔	۴۳۹

روایت ۵۲	”حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خداوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں“۔	۴۴۰
روایت ۵۳	بسم اللہ کہہ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔	۴۴۱
روایت ۵۴	”نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما“۔	۴۴۳
روایت ۵۵	”نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا“۔	۴۴۵
روایت ۵۶	نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا۔	۴۴۶
روایت ۵۷	”ایک دفعہ حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی“۔	۴۴۹
روایت ۵۸	حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔	۴۵۰
روایت ۵۹	”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے“۔	۴۵۲

قَالَ تَعَالیٰ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَـٰدِمِينَ﴾ (الحجرات: ٦)

اے ایمان والو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾ (صحیح بخاری: ج۱، ص۲۱، قدیمی کتب خانه)

جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

عرض ناشر

رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقاریر کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ہر ہر قول، ہر ہر فعل، آپ کی تقاریر وسکوت، الغرض حضور علیہ السلام کی ہر ہر ادا کو اپنے دل ودماغ میں محفوظ کیا اور دوسروں تک اس کو پہنچایا۔ خلافتِ راشدہ کا دور گزرنے کے بعد جہاں فتنہ خوارج، رافضیت اور فتنہ اعتزال نے سر اٹھایا، وہیں من گھڑت، خود ساختہ اور خود تراشیدہ اقوال کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف منسوب کرنے اور انہیں عوام میں پھیلانے کا بھی ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس فتنہ کی شر انگیزی کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان وضاعین اور کذابین میں احمد بن عبد اللہ جیوباری، محمد بن عکاشہ کرمانی اور محمد بن تمیم تین ایسے نام ہیں، جنہوں نے اکیلے دس ہزار احادیث گھڑیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات اطہر کی طرف انہیں منسوب کرکے انہیں لوگوں میں پھیلایا، تاکہ لوگوں کو عقائد، افکار ونظریات اور فقہ وغیرہ کے اعتبار سے شکوک وشبہات میں مبتلا کریں اور جتنا ہوسکے دین اسلام کو نقصان پہنچائیں، مگر یہ بھی سنت الٰہیہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے رجال کار کو پیدا فرمایا ہے جنہوں نے ہر ہر محاذ پر دین اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کی بھرپور بیخ کنی اور سرکوبی کی۔ ضروری تھا کہ اس انتہائی خطرناک اور عظیم فتنے کو روکا جائے اور ایسے اصول وضوابط وضع کئے جائیں جن کے نتیجے میں بآسانی صحیح اور معتبر روایات کو موضوع اور غیر معتبر روایات سے الگ اور جدا کیا جاسکے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس فتنے کے خلاف ابوجعفر منصور نے اقدام کیا اور احادیث کی جانچ پڑتال کا ذمہ امام دار الہجرۃ امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کو سونپا۔ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث کو جمع کرنے میں دن رات ایک کردیئے، خوب تگ ودو اور شب بیداری کے نتیجے میں انہوں نے ایک لاکھ احادیث کو جمع کیا اور پھر ان ایک لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار کا انتخاب کیا، باقی نوے ہزار احادیث کو ترک کردیا، کیونکہ یہ احادیث ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ اس کے

بعد ان دس ہزار احادیث کا قرآن وسنت اور اخبار وآثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسلسل چالیس سال تک موازنہ کرتے رہے، جس کے بعد ان دس ہزار میں سے بھی صرف پانچ سو ایسی احادیث رہ گئیں جو ان کے نزدیک صحت کے معیار پر پوری اترتی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ اس میدان میں کام بڑھتا گیا اور بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ اب اس موضوع کی ہر ہر جہت اور ہر ہر رخ پر کافی وشافی مواد موجود ہے۔ محدثین عظام اور ائمہ کرام نے جہاں ایک طرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے، وہیں بعض ائمہ کرام نے من گھڑت اور موضوع احادیث کو بھی یکجا کرنے کا انتظام کیا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے حوالے سے جہاں امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کی صحاح میسر ہیں، وہیں موضوع احادیث پر امام ابن جوزی کی ”کتاب الموضوعات“، امام جوزقانی کی ”کتاب الاباطیل والمناکیر“، ملا علی قاری کی ”الاسرار المرفوعہ“ اور ”المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع“، امام طاہر پٹنی ہندی کی ”تذکرۃ الموضوعات“، علامہ ابن عراق الکنانی کی ”تنزیہ الشریعہ“، علامہ شوکانی کی ”الفوائد المجموعہ“ اور علامہ ابن قیم کی ”المنار المنیف“ جیسی شہرۂ آفاق کتب سے شاید ہی کوئی ناآشنا ہو۔

بالکل اسی طرح جہاں حضرات محدثین نے ثقہ اور معتبر رواۃ کو مستقل تصانیف میں جمع کیا ہے، وہیں بعض حضرات نے ضعفاء اور کذابین کو بھی مستقل تالیفات میں اکٹھا کیا ہے۔ نیز ایسی کتب بھی موجود ہیں جن میں ائمہ کرام نے ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے رواۃ کو جمع کیا ہے اور ان پر ائمہ رجال کے کلام کو قلم بند کرکے قول فیصل ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حبان، امام ابن شاہین اور امام عجلی رحمۃ اللہ علیہم کی ”کتاب الثقات“ قسم اول کے رواۃ پر، امام نسائی اور دار قطنی کی ”کتاب الضعفاء والمتروکین“، امام ابن حبان کی ”کتاب المجروحین“، امام عقیلی کی ”الضعفاء الکبیر“، ابن عدی کی ”الکامل فی ضعفاء الرجال“، امام ذہبی کی ”میزان الاعتدال“ اور حافظ ابن حجر کی ”لسان المیزان“ وغیرہ کتب قسم ثانی کے رواۃ پر، اور حافظ مزی کی

”تہذیب الکمال“، امام ذہبی کی ”سیر اعلام النبلاء، حافظ ابن حجر کی ”تہذیب التہذیب“ اور تقریب التہذیب“ اور ابن ابی حاتم کی ”الجرح والتعدیل“ وغیرہ قسم ثالث کے رواۃ پر مشتمل کتب ہیں۔

مگر اس سارے کام کا دائرہ کار عربی زبان کی حد تک تھا، جب کہ پاک وہند میں باطل اور من گھڑت روایات کے شیوع کے سبب اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ اس موضوع پر اردو زبان میں بھی کام کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ **مولانا و مفتی طارق امیر خان صاحب** کو اجر عظیم عطا فرمائے، جنہوں نے اس موضوع پر **”غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ“** کے نام سے نہایت عمدہ مواد جمع کیا اور اسے عوام وخواص کی خدمت تک پہنچانے کی غرض سے اشاعت کے لیے ہمیں سونپا۔ یہ اللہ رب العزت کا انعام واحسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی طباعت کی سعادت ہمیں نصیب فرمائی، جس کا موضوع براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے وابستہ اور منسلک ہے۔ الحمد للہ ادارہ ہذا کی حتی الامکان یہی کوشش ہوتی ہے کہ تحقیقی، معیاری اور مستند کتب کی اشاعت وطباعت کی جائے، تاکہ اس پر فتن دور میں عوام وخواص کے ہاتھوں میں مستند بات پہنچے اور صرط مستقیم پر چلنے میں راہنمائی حاصل ہو۔ ہماری قارئین کرام سے گزارش ہے کہ تصحیح کے اہتمام کے باوجود اگر کوئی قابل اصلاح بات نظر آئے تو اس سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم مؤلف کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ شرف قبولیت سے نوازے اور مؤلف، ناشر اور جملہ معاونین کو روز محشر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین۔

ناشر:
مکتبہ عمر فاروق

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. أمابعد!

والله لولا أنت ما اهتدينا　　و لاتصدقنا و لاصلينا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا انتہائی احسان ہے جس نے بندہ اور میرے ساتھیوں کو "غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ" کے جزءِ ثانی کے جمع وتالیف کا موقع نصیب فرمایا۔

یہ جزءِ ثانی ان تمام بنیادی اصول وضوابط پر برقرار ہے، جو جزءِ اول میں تھے، البتہ چند منہجی تبدیلی یا اضافے اختیار کیے گئے ہیں، ملاحظہ ہو:

① جزءِ ثانی میں حدیث کی ابتداء میں تمہیدی مضامین نہیں لکھے گئے، کیونکہ ان سابقہ مضامین سے ہی متعلقہ مقاصد بڑی حد تک حاصل ہوچکے ہیں (جن کا ذکر مقدمہ جزءِ اول میں ہے)۔

② جزءِ ثانی میں ہر حدیث کے شروع میں اس کا عنوان یا نفسِ روایت مع حکم لکھی گئی ہے۔

③ جزءِ ثانی کی فصل دوم میں "مختصر نوع" کے عنوان سے مخصوص روایات جمع کی گئی ہیں، یہ روایات بہت زیادہ زبان زدعام وخاص ہیں، اور ان میں سے اکثر روایات کی سند، انتہائی جستجو کے باوجود نہیں ملی، لہٰذا احادیث رسول ﷺ میں اہتمام واحتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی مستند سند کی دستیابی تک ان کے بیان کرنے کو موقوف رکھا جائے، اس کی مزید وضاحت "بعض تعبیرات کی توضیح" کے تحت آرہی ہے۔

④ جزءِ اول مکمل بندہ کی تالیف ہے، البتہ جزءِ ثانی میں میرے ساتھ ساتھ یہ رفقاء تحقیقات کرتے رہے ہیں: مولوی محمد سرور صاحب، مولوی انس ایوب صاحب، مولوی حسیب احمد صاحب، مولوی مسعود صاحب۔

⑤ شیخنا واستاذنا مولانا نور البشر صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ جزءِ اول میں موجود ہے، وہ تقریظ صرف جزءِ اول سے متعلق تھی، جسمانی عوارض وانتہائی مشاغل کی وجہ سے استاد جی نے جزءِ ثانی کی تحقیقات دیکھنے سے اعتذار فرمالیاہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صحت کاملہ، عاجلہ ومستمرہ نصیب فرمائے۔

⑥ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق زیرِ بحث روایت کے مصادر ومراجع ذکر کیے ہیں، اور روایت کا فنی حکم انہیں طرق اور ان کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال کو سامنے رکھ کر قائم کیاہے، لہٰذا اگر کوئی معتبر طریق ہمیں یاکسی بھی فرد کو مل جائے تو وہ اس تحقیق کے لئے ہرگز مضر نہیں، البتہ متنِ حدیث کا حکم بلاشبہ ایسی صورت میں بدل جاتا ہے، احبابِ فن اس سے بخوبی واقف ہیں کہ محدثین کرام کا کسی روایت پر فنی حکم لگانا، ان کی ملحوظہ روایات کی روشنی میں ہوتا ہے، اس میں اس بات کا امکان بہرحال باقی رہتا ہے کہ اس ساقط الاعتبار روایت کا کوئی معتبر طریق مل جائے، چنانچہ کسی معتبر طریق ملنے کے بعد اب متنِ حدیث کا حکم اس معتبر سند کی حیثیت سے بدل سکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ کسی سند کا معتبر یا غیر معتبر ہونا اصولِ حدیث کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے، اس لئے کسی ممکنہ معتبر سند کا محض تصور واحتمال یاکسی غیر معتبر سند کا موجود ہونا، ان تحقیقات میں ذکر کردہ فنی حکم کے معارض نہیں بن سکتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے اپنی جستجو کے مطابق تحقیقاتِ سلف کو جمع کرکے نتائج نقل کیے ہیں، قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ آپ فنِ حدیث کے مطابق اسے خوب پرکھیں، اگر آپ کے نزدیک ان نتائج کے علاوہ کوئی دوسرا

حکم قرینِ قیاس ہے، تو اس بارے میں احقر کو ضرور مطلع فرمائیں، آپ کے فنی تبصرے کا ماہرینِ فن کے نزدیک راجح ہونے کی صورت میں احقر کو رجوع سے ہر گز تامل نہیں ہوگا، اور احتیاج کے اظہار کے ساتھ، آپ کی اصلاحات کا ممنون رہوں گا۔

⑦ جزءِ اول وجزءِ ثانی دونوں میں متکلم فیہ راوی کے متعلق، متعلقہ روایت سے قطع نظر، ائمہ رجال کا تفصیلی کلام لایا جاتا ہے، جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفسِ روایت پر ائمہ حدیث کے کلام کا جائزہ، ائمہ رجال کے اقوال کی روشنی میں لیا جاسکے، یہی وجہ ہے کہ ہماری انتہائی جستجو یہ رہی ہے کہ راوی پر کلام ہر زاویے سے سامنے آجائے، عام طور پر یہ کلام معمولی و غیر مؤثر فرق پر مبنی ہوتا ہے، البتہ بعض اوقات اس کلام میں واضح اور نتائج پر اثر انداز ہونے والا فرق ہوتا ہے، احقر نے ایسے مقامات پر نفسِ روایت کی حد تک تعارض کو حل کرنے کی ممکنہ کوشش کی ہے۔ اس تمام نقل و حل میں بندہ کا مقصود اس متعلقہ راوی کا عمومی فنی مقام متعین کرنا نہیں ہے، بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ نفسِ روایت پر ائمہ کا کلام نکھر کر سامنے آجائے، البتہ بندہ نے اگر کسی مقام پر بعض راویوں پر جزماً صریح کلام کیا ہے تو یہ کلام ان کے عمومی فنی مقام کی جانب مشیر ہے، لیکن عام طور پر صرف ائمہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ کسی راوی پر شدید جرح کے موجود ہونے کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ ایسے ہر ہر راوی کی ہر ہر روایت کا یہی حال ہوگا، بلکہ ائمہ حدیث راوی پر عمومی کلام کے بعد، ان کی نقل کردہ حدیثوں کا کئی جہات سے جائزہ لیتے ہیں، چنانچہ بعض امور اور قرائن کی وجہ سے ان کی بعض روایات کو ضعفِ شدید کے باب سے خارج سمجھتے ہیں، یہ انتہائی دقیق اور وسیع نظر کا نتیجہ ہوتا ہے، اگر

کوئی شخص اس بات کو تفصیل سے جاننا چاہے تو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی ”الکامل فی الضعفاء“ میں دیکھ سکتا ہے، اس تفصیل کے بعد قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ بندہ کا مقصد صرف نفسِ روایت پر ائمہ کے کلام کی توضیح و تسہیل ہے، ان نقول کو راویانِ حدیث کے عمومی فنی مقام کی تعیین نہ سمجھا جائے، اور نہ ہی ان راویوں کی ہر ہر حدیث پر اس کلام کو جاری کرنے کی کوشش کریں، یہ ایک سنگین غلطی ہے۔

⑧ ان روایات کے بارے میں جو احکامات نقل کیے گئے ہیں وہ صرف انتساب بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ہیں، البتہ معتدبہ مقامات پر آپ یہ محسوس کریں گے کہ روایت کا معنی تو درست ہے، اور حقیقتاً ایسا ہوتا بھی ہے کہ اگرچہ وہ روایت فی نفسہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لیکن قطعِ نظر روایت کے، اس کا معنی درست ہوتا ہے، حاصل یہ ہے کہ معنی کا درست ہونا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا (یعنی یہ معنی، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بن سکتا)، بلکہ ثبوتِ روایت کی اپنی اسنادی کسوٹی ہے، چنانچہ معنی کی درستگی اور اس معنی پر مشتمل روایت کا ساقط ہونا دو متضاد چیزیں نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہو سکتی ہیں۔

⑨ معتدبہ غرض وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے، فصل ثانی میں مصادرِ ثانویہ نقل کرتے ہوئے قدیم یا مشہور مصادر پر اکتفاء کیا ہے، اور تمام کتب کا استیعاب بھی نہیں کیا، بلکہ اکثر مقامات پر ایک ہی مصدر کو ذکر کر دیا ہے۔

⑩ دورانِ تحقیق ضمنی روایتوں کی تحقیق صرف ضرورت کی حد تک کی گئی ہے، اختصار کے پیشِ نظر زائد تفصیلات سے عمداً گریز کیا گیا ہے۔

⑪ لفظِ امام، حافظ، شیخ، علامہ کا استعمال زمانی و رتبی مراتب کے بغیر ہو گیا ہے، اگرچہ یہ الفاظ رتبہ کے فرق کے ساتھ استعمال کرنا ہی بہتر ہے۔

فائدہ: بندہ کی بعض تعبیرات کی توضیح

① "بیان نہیں کرسکتے" سے مراد ہے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کرسکتے۔

② جزء ثانی میں "مختصر نوع" کے عنوان سے روایات یکجا کی گئی ہیں، ان میں معتد بہ روایات سند نہ ملنے میں مشترک ہیں، ایسی تمام روایات کے تحت التزاماً یہ عبارت لکھی گئی ہے:

"تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم"۔

قارئین کرام کو اس عبارت سے یہ کہنا مقصود ہے کہ وہ معتبر سند ملنے تک اسے ہر گز بیان نہ کریں، کیونکہ یہ روایات تلاش بسیار کے باوجود سنداً نہیں مل سکی ہیں، اور بعض روایات میں "وضع" کے قرائن بھی مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں، نیز بعض روایات میں کسی معتبر سند کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ انھیں "معتمد سند" ملنے تک بالکل بیان نہ کریں، یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے ان روایات کے بارے میں صراحتاً "بے سند"، یا "بے اصل"، یا "موضوع"، اس لئے نہیں لکھا کہ یہ تمام الفاظ محدثین کے نزدیک خاص اصطلاحات ہیں، جنہیں اہلِ صناعت کے اعلام وائمہ استعمال کرتے ہیں، اور ان کا یہ قول "حجت" ہوتا ہے، اس لئے ہم نے ان روایات کے تحت ایک ایسی توضیحی عبارت پیش کردی ہے، جس سے اہل صناعت کا ان روایات میں عملی منہج ومقصود بھی واضح ہوجائے، اور اصطلاحی الفاظ کا استعمال بھی نہ ہو۔

یہاں یہ احتیاط رہے کہ "مختصر نوع" میں روایت نہ ملنے کی صورت میں، بغرضِ افادہ، حسبِ موقع بعض ایسی "معتبر روایات" بعنوان تتمہ، فائدہ لکھ

دی گئی ہیں، جو متعلقہ زیرِ بحث روایت کے ہم معنی یا ہم مضمون ہوتی ہیں، انھیں بلاتردد بیان کیا جا سکتا ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ ان ''معتبر روایات'' کو زیرِ بحث ''قابلِ توقف'' روایات کے ساتھ خلط نہ کیجئے، کیونکہ دونوں کے احکامات جدا جدا ہیں، جن کی وضاحت بھی ہر مقام پر التزاماً کر دی گئی ہے۔

③ ''بے اصل'' اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔

④ ''لفظِ اسرائیلی روایت'' سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آرہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، بشرطیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اسے بیان نہ کیا ہو۔

⑤ بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ ''یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے''، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحبِ قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

⑥ بسااوقات متاخرین نفسِ روایت یا راوی پر کلام کرتے ہوئے صرف متقدمین کا کلام نقل کر دیتے ہیں، یعنی کوئی تعاقب نہیں کرتے، ایسی جگہوں میں سیاق وسباق اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقلین ان ائمہ متقدمین کے کلام پر اعتماد وتقریر فرمارہے ہیں، اور اکثر قرینِ قیاس بھی یہی ہوتا ہے، احقر ایسے موقعوں پر لفظِ ''اکتفاء'' استعمال کرتا ہے، مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ''اکتفاء'' کیا ہے۔

طارق امیر خان

متخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

فصل اول

(مفصل نوع)

روایت نمبر:①

روایت: ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام“۔

حکم: من گھڑت

تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ حدیث تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۳) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول روایت بہت سے محدثین نے مختلف سندوں سے تخریج کی ہے، تسہیلاً روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ہم چار بنیادی سندوں پر تقسیم کریں گے، اور ہر ایک پر ائمہ حدیث کا کلام اور حسبِ موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال مستقل عنوانات کے ساتھ ذکر کریں گے، ان شاء اللہ۔

ان سندوں کے اجمالی عنوانات یہ ہیں:

(۱) علاء بن عمرو حنفی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۲) سہل بن صُقَیر خِلاَطی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۳) ابن الجِعَابِی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما (۴) محمد بن بابشاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فارغ ہو کر پھر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول زیرِ بحث روایت کی تحقیق کی جائے گی، اور اس میں بھی سند پر ائمہ حدیث کے اقوال اور حسبِ موقع متکلم فیہ راوی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال لکھے جائیں گے۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

۱- علاء بن عمرو سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ (۳۵۵ھ) "الکتاب اللطیف" [۱] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا عثمان بن أحمد بن عبدالله الدقاق، ثنا محمد بن الحسين، ثنا العلاء بن عمرو الشيباني، ثنا أبو إسحاق الفزاري، ثنا سفيان بن سعيد الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضي الله عنه، قال: كنت عند رسول الله صلى الله عليه وسلّم وعنده أبو بكر الصديق، وعليه عَباءةٌ، قدخلها في صدره بخِلال، فنزل عليه جبريل، فقال: يا محمد! مالي أرى أبا بكر عليه عباءة قدخلَّها [وفي بعض الكتب قد خلَّلَها] في صدره بخِلال، فقال: يا جبريل! أنفق ماله علَيّ قبل الفتح، قال: فإن الله يقرأ عليك السلام [وفي بعض الكتب: فان الله يقرأ عليه السلام]، ويقول لك: قل له أراض أنت عنِّي في فقرك هذا أم ساخط؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: "يا أبا بكر! إن الله يقرأ عليك السلام ويقول لك: أراض أنت عنِّي في فقرك أم ساخط؟ "فقال أبو بكر: أسخَطُ على ربِّي؟ أنا عن ربِّي راض، أنا عن ربِّي راض، أنا عن ربِّي راض ثلاثا".

---

[۱] الكتاب اللطيف: ١/ ١٧٥، رقم:١٢٥،ت: عبدالله بن محمدالبصيري، مكتبة الغرباء الأثرية — المدينة المنورة، ط: ١٤١٦هـ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اور اس مجلس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی چغہ پہنے تشریف فرما تھے، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کیا ہوا تھا، اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے محمد! یہ کیا بات ہے کہ ابو بکر چغہ پہنے ہوئے ہیں، جس کے گریبان میں لکڑی کے تنکے کے ساتھ سوراخ کر رکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے جبریل! ابو بکر فتحِ مکہ سے قبل ہی مجھ پر اپنا مال خرچ کر چکے ہیں“۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرما رہے ہیں [بعض کتب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام فرما رہے ہیں، از راقم] اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرما رہے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہیں، کیا آپ رضی اللہ عنہ اس فقر وفاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرما رہے ہیں، اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اس فقر وفاقہ میں مجھ سے خوش ہیں یا ناراض؟“۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ کیا میں اپنے پروردگار سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، یہ جملہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

روایت کے دیگر مصادرِ اصلیہ

یہ روایت مذکورہ سند کے مطابق ان کتب میں بھی تخریج کی گئی ہے:

(۱) المجروحین لابن حبّان[1] (۲) تاریخ بغداد للخطیب[2]

[1] المجروحین: ۱/۱۸۵، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة بيروت.

[2] تاریخ بغداد: ۲/ ٤٦٥، رقم: ٤٤٩، ت: دكتور بشّار عوّاد، دار الغرب الإسلامي ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

(٣) حلية الأولياء لأبي نُعيم الأصفهاني[1] (٤) المعجم لابن المقرئ[2] (٥) تاريخ دِمَشق لابن عساكر[3] (٦) أمالي ابن سمعون[4] (٧) أسباب النزول للواحدي[5] (٨) تفسير الثعلبي[6] (٩) ومن طريق الثعلبي أخرجه البغوي في معالم التنزيل[7] (١٠) وذكره ابن كثير من طريق البغوي في تفسيره.[8]

یہ تمام سندیں حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کے راوی ”علاء بن عمرو الشیبانی“ پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کے اقوال

۱- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ”المجروحین“[9] میں لکھا ہے:

”العلاء بن عمرو: شيخ يروي عن أبي إسحاق الفزاري العجائب، لايجوز الاحتجاج به بحال.“ علاء بن عمرو شیخ“ ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے عجائب نقل کرتے ہیں، بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے۔

[1] حلية الأولياء: ٧/ ١٠٥، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

[2] المعجم لابن المقرئ: ص: ٨٢، رقم: ١٧٧ ت: عادل بن سعد، مكتبة الرشد - الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩ هـ.

[3] تاريخ دِمشق: ٣/ ٧١، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر - بيروت، ط: ١٤١٥هـ

[4] أمالي ابن سمعون: ١/ ١٦٥، رقم: ١٣٢، ت: عامر حسن صبري، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ

[5] أسباب النزول: سورة الحديد، ص: ٤٠٦، ت: عصام بن عبد المحسن، دار الإصلاح - الدمام، الطبعة الثانية: ١٤١٢ هـ.

[6] الكشف والبيان: سورة الحديد، ٩/ ٢٣٦، ت: أبو محمد بن عاشور، دار إحياء التراث العربي - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢ هـ.

[7] معالم التنزيل: سورة الحديد، ٨/ ٣٤، دار طيبة - الرياض، الطبعة: ١٤١٢ هـ.

[8] تفسير ابن كثير: سورة الحديد، ١٣/ ٤١٤، مؤسسة قرطبة - مصر، الطبعة الأولى: ١٤٢١ هـ.

[9] المجروحين: ١٨٥/١، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت.

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت نقل کی، جس میں علاء بن عمرو، ابو اسحاق فزاری سے روایت نقل کر رہے ہیں۔

۲- حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"غريب من حديث الثوري لم نكتبه إلا من حديث الفزاري ....".[1] "یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث میں غریب (ایک فنی اصطلاح) روایت ہے، ہم نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو احادیثِ فزاری ہی سے نقل کیا ہے ..."۔

فائدہ:

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت، صرف ابو اسحاق فزاری ہی نے نقل کی ہے۔

۳- حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "المحلى بالآثار"[2] میں لکھتے ہیں:

"وأما حديث الآخر الذي فيه: "أنفق عليّ ماله قبل الفتح" فلا يحل الاحتجاج به، لأنه من طريق العلاء بن عمر و الحنفي ـ وهوهالك مُطَرَّحٌ ـ ثم التوليد فيه لائح، لأن فيه نصّا: إن ذلك كان بعد الفتح، وكان فتح خيبر قبل الفتح بعامين، وكان لأبي بكر فيها من سهمه مال واسع مشهور".

دوسری حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فتحِ مکہ سے قبل مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا ہے"، اس روایت سے استدلال ناجائز ہے، کیونکہ اس روایت کی سند میں علاء بن عمرو حنفی -ایک ہالک مطرح راوی -(شدید جرح)

---

[1] حلية الأولياء: ۷/ ۱۰۵،دارالكتب العلمية – بيروت،الطبعة الأولي: ۱٤۰۹ هـ.

[2] المحلى: كتاب الهبات، ۹ / ۱٤۱، محمد منير الدمشقي،إدارة الطباعة المنيرية– مصر، ط:۱۳۵۲هـ

ہے، پھر اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے، کیونکہ اس میں صاف موجود ہے کہ یہ واقعہ فتحِ مکہ کے بعد کا ہے، حالانکہ خیبر، مکہ سے دو سال پہلے ہی فتح ہو گیا تھا، اور فتحِ خیبر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے حصے میں سے، وسعت کے ساتھ مال کا ملنا مشہور و معروف ہے۔

۴- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ "تاریخ الخلفاء"[۱] میں لکھتے ہیں:

"وأخرج ابن شاهين في السنّةوالبغوي في تفسيره وابن عساكر عن ابن عمر رضي الله عنه .... غريب وسنده ضعيف جدا ....".

"ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "السنة" میں، بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ (ان تمام حضرات نے) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ..... یہ حدیث غریب (ایک فنی اصطلاح) ہے اور سند شدید ضعیف ہے...."۔

اس کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے دیگر طریق لانے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال ابن كثير: و هذا منكر جدا، لولا أن هذا و الذي قبله يتداوله كثير من الناس لكان الإعراض عنهما أولى".

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت شدید منکر ہے، اگر یہ اور اس سے پہلے والی روایت لوگوں میں رائج نہ ہوتی تو ان کے ذکر سے اعراض ہی اولیٰ تھا۔

۵- حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "الصواعق المحرقة"[۲] میں رقمطراز ہیں: "وسنده غريب ضعيف جدا". حدیث کی سند غریب، شدید ضعیف ہے۔

---

[۱] تاريخ الخلفاء: أبوبكر الصديق،١/٤٠، ت: محمد محي الدين عبدالحميد، مطبعة السعادة – مصر، الطبعة الأولى: ١٣٧١ هـ.

[۲] الصواعق المحرقة: في ذكر فضائل أبي بكر،١/٢١٤،مؤسسة الرسالة –بيروت، الطبعة الأولى: ١٩٩٧ هـ.

۶- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "میزان الاعتدال"[1] میں، علاء بن عمرو کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں: "وهو كذب". یہ جھوٹی حدیث ہے۔

۷- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے "لسان الميزان"[2] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۸- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ "المغني عن حمل الأسفار"[3] میں لکھتے ہیں: "ابن حبان والعُقَيلي في الضعفاء. قال الذهبي في "الميزان": "هو كذب". ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "ضعفاء" میں تخریج کی ہے، "میزان" میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

حدیث بسندِ علاء بن عمرو پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "شدید ضعیف" قرار دیا ہے، اور حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صریح جھوٹ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اکتفاء کیا ہے، چونکہ اکثر ائمہ نے "علاء بن عمرو الحنفی" کی وجہ سے اس روایت کو ساقط قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "علاء بن عمرو" کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال بھی

[1] ميزان الاعتدال: العلاء بن عمرو، ۳/ ۱۰۳، رقم: ۵۷۳۷، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت.

[2] لسان الميزان: علاء بن عمرو، ٥/ ٤٦٦، رقم: ٥٢٨٠، ت: شيخ عبدالفتاح أبو غدة، مكتبة المطبوعات الإسلامية - حلب.

[3] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ٤٧٠، رقم: ١٧٨٧، ت: أبو محمد أشرف، مكتبة طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

علاء بن عمرو الحنفی (۲۲۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے:

"علاء بن عمرو شیخ" ہیں، وہ ابو اسحاق فزاری سے عجائب نقل کرتے ہیں، بہر صورت ان کے ذریعے احتجاج جائز نہیں ہے"۔

واضح رہے کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ صراحت کے باوجود موصوف کو "ثقات" میں بھی نقل کیا ہے۔

ایسے ہی حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی آچکا ہے: "... لأنّه من طريق العلاء بن عمرو الحنفي ـ وهوهالك مُطَرَّحٌ ـ ....". "...کیونکہ یہ حدیث علاء بن عمرو حنفی سے مروی ہے، جو ہالک مطرح (شدید جرح) ہے ...".

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "مارأينا إلاخيرا"[1]. ہم نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب العلل" میں حدیث: أحبّوا العرب لثلاث، لأنّي عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي". اپنی سند سے تخریج کی ہے، اور اس سند میں علاء بن عمرو الحنفی موجود ہے، تخریج سند کے بعد لکھتے ہیں: "هذا حديث كذب".[2] یہ جھوٹی حدیث ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علاء بن عمرو الحنفی کا ترجمہ "میزان"[3] میں قائم کیا، اور حدیث: "أحبوا العرب ....". نقل کر کے حافظ

---

[1] الجرح والتعديل: باب العين، ٦/ ٤٧١، ت: مصطفى عبد القادر عطاء، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ .

[2] كتاب العلل: ٦/ ٤٢٦، رقم: ٢٦٤١، ت:سعد بن عبد الله وخالد بن عبد الرحمن الجُريسي، مكتبة الملك الفهد -الرياض،الطبعة: ١٤٢٧هـ.

[3] ميزان الاعتدال:العلاء بن عمرو الحنفي، ٣/ ١٠٣ رقم: ٥٧٣٧، ت: علي محمد البجاوي، دارالمعرفة - بيروت-

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول نقل کیا ہے، جس سے قرینِ قیاس یہی ہے کہ کذب کی نسبت علاء بن عمرو کی طرف ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[1] میں لکھتے ہیں: "شيخ واهي الحديث ... روى عن أبي إسحاق الفزاري حديثا موضوعا....". علاء بن عمرو شیخ، واہی الحدیث (شدید جرح) ہے ....علاء نے اسحاق فزاری کے انتساب سے ایک من گھڑت روایت نقل کی ہے...."۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی "من گھڑت" روایت سے مراد زیرِ بحث روایت ہے، کیونکہ اس روایت میں علاء اسحاق فزاری سے نقل کر رہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بطریق علاء اسے جھوٹ کہنا پہلے گذر چکا ہے۔

اسی طرح "ميزان الاعتدال"[2] میں بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو "متروک" (شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان الميزان"[3] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"... وذكر ابن حبان في الثقات فقال: عن ابن إدريس، ربما خالف، وقال النسائي: ضعيف، نقله عنه أبو العرب في تاليفه، ونقل الحاكم في تاريخ نيسابور عن صالح جَزَرَة أنه سُئل عنه فقال: لا بأس به، وقال أبو حاتم: كتبت عنه، وما رأيت إلا خيرا".

---

[1] تاريخ الإسلام:الطبقة الثالثة والعشرون، ٦/ ١١١ رقم: ٦٣٦٨، ت: مصطفى عبدالقادر عطاء، دارالكتب العلمية – بيروت،الطبعة الأولى: ٢٠٠٥م.

[2] ميزان الاعتدال: العلاء بن عمرو الحنفي، ٣/ ١٠٣ رقم: ٥٧٣٧، ت: علي محمد البجاوي،دارالمعرفة – بيروت-

[3] لسان الميزان: ٥/ ٤٦٦،رقم: ٥٢٨٠، ت: شيخ عبد الفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

"...ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو ثقات میں نقل کیا ہے، پھر کہا ہے کہ وہ ابن ادریس سے احادیث نقل کرتا تھا، بعض اوقات مخالفت بھی کرتا ہے۔ ابو العرب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف میں نقل کیا ہے کہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے علاء بن عمرو کو ضعیف کہا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخِ نیشاپور" میں نقل کیا ہے کہ صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ سے علاء کے بارے میں پوچھا گیا تو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے "لا بأس بہ" (تعدیل) کہا، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور میں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے"۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے اقوال آپ ما قبل میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ائمہ رجال کے اقوال کا خلاصہ اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بسندِ علاء بن عمرو کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں اگرچہ توثیق ہے، لیکن انھیں حضرات سے دوسرے مقام پر موصوف کے بارے میں قولاً و عملاً جرح بھی منقول ہے، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعیف" اور صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ نے "لا باس" (تعدیل) کہا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے شدید جرح (ہالک، مطرح، واہی الحدیث) ذکر کی ہے۔

نفسِ حدیث پر ائمہ کا کلام اور علاء بن عمرو کے بارے میں بھی ائمہ رجال کے اقوال آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس تفصیل کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اکتفاء کیا ہے، نیز حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو شدید ضعیف کہا ہے، ان تمام اقوال کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حدیث مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت کے سابقہ ذکر کردہ تمام طرق "علاء بن عمرو" پر آکر مجتمع ہو جاتے تھے، اور علاء بن عمرو یہ روایت ابو اسحاق فزاری سے نقل کرنے والے ہیں، ابو اسحاق فزاری سے علاء بن عمرو کے علاوہ "سہل بن صُقَیر" نے بھی یہ روایت ابو اسحاق سے نقل کی ہے۔ ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو اسحاق سے یہی روایت "سہل بن صُقَیر" نقل کرنے والے ہیں۔

۲- سہل بن صُقَیر سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۳۵ھ) "الحُجَّة في بيان المَحَجَّة"[1] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا سليمان، أنا أبو بكر بن مردويه، نا محمد بن عبدالله ابن إبراهيم[كذا في الأصل]، نا محمد بن يونس العلاء بن عمرو [هكذا فيه، والصحيح صيغة التحديث بينهما كما صرّح به في تاريخ دِمشق] أبو إسحاق الفزاري، قال أبوبكر بن مردويه [وهوالتحويل] وحدثنا محمد بن فارس بن حمدان، نا شعيب بن محمد الدَيْبُلِي، نا سهل بن صُقير، نا أبو اسحاق الفزاري، عن سفيان، عن آدم بن علي، عن ابن عمر رضي الله عنه قال: بينما النبي صلى الله عليه وسلم جالس....."۔

---

[1] الحجة في بيان المحجّة: ۳۲۶/۲، رقم:۳۰۷، ت: محمد بن محمود، دار الراية – الرياض.

سند میں موجود، سہل بن صُقیر ابو الحسن الخلاطی کے بارے میں اقوال ائمہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء"[1] میں لکھتے ہیں:

"... وأرجو أن لا يتعمّد الكذب، وإنّما يغلط، أو يشتبه عليه الشيء فيرويه"..... مجھے امید ہے کہ سہل جان بوجھ کر جھوٹی روایت نقل نہیں کرتا، بات صرف یہ ہے کہ ان سے غلطی ہو جاتی ہے، یا مشتبہ چیز بھی نقل کر دیتے ہیں"۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ "تهذيب الكمال"[2] میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرکے لکھتے ہیں: "وقال أبوبكر الخطيب: يضع الحديث، وقال أبونصْر بن ماكولا: فيه ضعف". ابو بکر خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہل حدیث گھڑتا تھا، اور ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہل میں ضعف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الكاشف"[3] میں لکھتے ہیں: سہل "متہم" (شدید جرح) ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "التقريب"[4] میں لکھتے ہیں: "منكر الحديث، اتهمه الخطيب بالوضع". سہل منکر الحدیث ہے، سہل کو خطیب نے "متہم بالوضع" کہا ہے۔

---

[1] الكامل في الضعفاء: سهل بن صقير، ۳/ ٤٤١، رقم ٨٥٨، دار الفكر –بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٥هـ

[2] تهذيب الكمال: سهل بن صقير، ١٢/ ١٩٤، رقم: ٢٦١٦، ت: بشار عواد، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ .

[3] الكاشف: ١/ ٤٦٩، رقم: ٢١٦٣، ت: محمد عوامة وأحمد الخطيب، دار القبلة للثقافة الإسلامية – جدة، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ .

[4] التقريب: ٢٥٨، رقم: ٢٦٦٢، ت: محمد عوامة، دار الرشيد – حلب، الطبعة الثالثة: ١٤١١هـ .

خلاصۂ اقوال اور روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ سہل بن صُقَیر کا حکم

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن صُقیر کو ''وضعِ حدیث'' سے متہم قرار دیا ہے، اور اس پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ فرمایا ہے کہ سہل حدیث میں جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا تھا، لیکن اس قول سے فی الجملہ ''ثبوتِ کذب خطأ'' کی طرف اشارہ ملتا ہے، اگرچہ کذب عمداً نہیں ہے، بہر حال ان تمام اقوال کی روشنی میں بے غبار بات یہی ہے کہ سہل بن صُقیر کی موجودگی میں یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی اس لائق نہیں ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کیا جائے۔

یہاں تک ذکر کردہ تمام سندوں (علاء بن عمرو اور سہل بن صقیر کی روایت) میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے ابو اسحاق فزاری نے زیرِ بحث حدیث نقل کی ہے، البتہ یہی روایت حسن بن حسین ابو علی الاسواری نے بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ذیل میں وہ سند اور اس کی تحقیق نقل کی جائے گی، جس میں ابو علی الاسواری، یہ حدیث سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

۳- محمد بن عمر الجِعابی سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ''حلية الأولياء''[1] میں تخریج کرتے ہیں:

''حدثنا محمد بن عمر بن سلم، ثنا محمد بن نهشل بن عبدالواحد البصري، وما سمعته إلا منه، ثنا الحسن بن حسين أبو علي الأسواري، ثنا سفيان الثوري، عن آدم بن علي، عن ابن عمر ....''۔

روایت پر کلام

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ تخریجِ روایت کے بعد لکھتے ہیں: ''وحديث

---

[1] حلية الأولياء: ۷/ ۱۰۵، دارالكتب العلمية – بيروت، الطبعةالأولى: ۱٤۰۹ هـ.

الأسواري لم نكتب إلا عن محمد بن عمر بن سلم". **اسواری کی حدیث ہم نے صرف محمد بن عمر بن سلم سے لکھی ہے۔**

سند کی تحقیق

اس سند میں مذکور، ابو نعیم اصفہانی کے شیخ محمد بن عمر بن سلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱- محمد بن عمر بن محمد سَلْم الجِعابی (المتوفی ۳۵۵ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں لکھتے ہیں:

"الحافظ من أئمة هذا الشان ببغداد على رأس الخمسين وثلثماثة، إلا أنه فاسق رقيق الدين .... وله غرائب، وهو شيعي، روى عنه ابن زرقويه، وأبونعيم الأصفهاني، قال أبو علي النيسابوري: مارأيت في أصحابنا أحفظ من أبي بكر ابن الجِعابي، حيّرني حفظه، قال الحاكم: فذكرت هذا للجِعابي فقال: يقول أبو علي هذا القول، وهو أستاذي على الحقيقة، وروى محمد الحسين بن الفضل القطّان عنه، قال: ضاقت لي كتب، فقلت لغلامي: لا تغتمّ، فإن فيها مائتي ألف حديث، لا يشكل علي منها حديث لا إسنادا ولا متنا.

وروى أبو القاسم التنوخي، عن أبيه، قال: ما شاهدنا أحفظ من أبي بكر بن الجِعابي، كان يفضل الحفاظ بأنه كا ن يسوق المتو ن بألفاظها، ولم يبق في زمانه من يتقدمه في الدنيا.

قال أبو بكر الخطيب: حدثني الحسن بن محمد الأشقر، سمعت أباعمر القاسم بن جعفر الهاشمي غير مرة يقول: سمعت الجِعابي يقول:

---

[1] ميزان الاعتدال: ۳/ ٦٧٠، رقم: ٨٠٠٦، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة بيروت.

أحفظ أربع مائة ألف حديث، وأذاكر بست مائة ألف حديث.

فقيل: كان ابن الجِعابي يشرب في المجلس ابن العميد، وقال الحاكم: ذكر لي الثقة من أصحابه كان نائماً فكتب على رجله، قال: فكنت أراه ثلاثة أيام لم يمسه الماء.

وقال الدار قطني: شيعي وذكر أنه خلط.

قال الخطيب: حدثني الأزهري أن ابن الجعابي أوصى أن تحرّق كتبه فأحرقت، وكانت فيها كتب الناس".

"حافظِ حدیث، موصوف **۳۵۰ھ** میں حدیث کے ائمہ میں شمار ہوتے تھے، مگر فاسق تھے، اور ان کی دینی حالت پتلی تھی .... اور ان سے غرائب مروی ہیں، اور وہ شیعہ تھے، ابن زرقویہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں"۔

ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں میں ابن الجعابی جیسا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا، ان کے حافظہ نے مجھے حیران کر دیا ہے، حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن الجعابی سے ابو علی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا وہ کہنے لگے کہ ابو علی نے تو یہ بات کہہ دی ہے، حالانکہ در حقیقت وہ میرے استاد ہیں۔

ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری کتابیں ضائع ہوگئیں، میں نے غلام سے کہا کہ فکر نہ کرو، ان میں دو لاکھ احادیث تھیں، جن میں کسی ایک حدیث کے بارے میں بھی مجھے پریشانی نہیں ہے، نہ سنداً نہ متناً۔

ابو القاسم تنوخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے ابن جِعابی سے بڑھ کر کسی کو حافظہ والا نہیں پایا، آپ کو دیگر حفاظ پر یہ فضیلت حاصل تھی کہ

متونِ حدیث آپ کو زبانی یاد تھے، اور آپ کے زمانے میں دنیا میں آپ سے آگے کوئی نہیں تھا۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ سنداً نقل کرتے ہیں کہ ابن جِعابی کہتے تھے کہ مجھے چار (۴) لاکھ احادیث یاد ہیں، اور میں چھ (۶) لاکھ احادیث کا مذاکرہ کر چکا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ابن جِعابی، ابن عمید کی مجلس میں شراب پیتا تھا، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جِعابی کے ساتھیوں میں ایک ثقہ شخص نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک دفعہ سونے کی حالت میں ابن جِعابی کو دیکھا کہ اس نے حدیثیں اپنے پیروں پر لکھی ہوئی تھیں، پھر میں نے تین دن تک دیکھا کہ انہوں نے پیروں کو نہیں دھویا۔

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ازہری نے مجھے بیان کیا ہے کہ ابن جِعابی نے وصیت کر دی تھی کہ اس کی کتابیں جلادی جائیں، چنانچہ کتابیں جلادی گئیں، حالانکہ ان کتابوں میں دوسروں کی کتابیں بھی تھیں۔

(۲) محمدبن نهْشل بن عبدالواحد البصري

موصوف کا ترجمہ تلاشِ بسیار کے باوجود احقر کو نہیں ملا۔

(۳) حسن بن حُسين أبو علي الأسواري

انتہائی تلاش کے باوجود ترجمہ نہیں ملا۔

روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ محمد بن عمر الجِعابی کا حکم

مذکورہ روایت پر اس سند کے ساتھ مجھے صرف حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہی مل سکا، یعنی ''اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر نے نقل کی ہے''۔ سند میں موجود حسن بن حسین اسواری اور محمد بن نہشل کا ترجمہ تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکا، اور محمد بن عمر جعابی کا تفصیلی ترجمہ آپ کے سامنے آچکا ہے،

مذکورہ روایت کی سند کا خلاصہ یہ ہے کہ اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جِعابی نے نقل کی ہے، اور سند میں موجود دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل "مجہول" ہیں، نیز سابقہ سندوں کے ساتھ متنِ حدیث کو صاف لفظوں میں من گھڑت کہا گیا ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے (حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ)

یہ جھوٹی حدیث ہے (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

آئندہ سندوں میں بھی متنِ حدیث کو من گھڑت کہا گیا ہے، چند اقوال یہ ہیں:

یہ حدیث ابو بکر اشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ من گھڑت روایت ہے (علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

ان محدثینِ کرام نے حدیث کے متن کو من گھڑت کہا ہے، اب زیرِ بحث متن کی موجودہ سند میں دو راوی یعنی اسواری اور محمد بن نہشل "مجہول" ہیں، نیز اسواری کی یہ روایت صرف محمد بن عمر جعابی نے نقل کی ہے، جن کے حالات آپ جان چکے ہیں، چنانچہ سند میں موجود "جہالت" اور "تفرد" ایک ایسے متن کے ثبوت کے لئے ہر گز کافی نہیں ہے، جسے سلف و خلف کے آٹھ محدثینِ کرام من گھڑت کہہ چکے ہوں، بلکہ متنِ حدیث کے بارے میں انھیں محدثین کے حکم کو باقی رکھتے ہوئے کہا جائے گا کہ یہ من گھڑت روایت ہے، واللہ اعلم۔

۴- محمد بن بابُشاذ سے منقول روایت بن عمر رضی اللہ عنہما

اَسواری سے محمد بن نہشل کے علاوہ محمد بن بابُشاذ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، چنانچہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد"[1] میں تخریج کرتے ہیں:

---

[1] تاریخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ٢/ ٤٦٤،رقم:٤٤٩، ت: بشار عوّاد، دار الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ .

”أخبرنا أبوبكر البَرْقاني، قال: أخبرنا عمر بن بِشْران ومحمد بن خَلَف ابن جَيَّان الخَلاَّل، وأخبرنا القاضيان، أبو العلاء محمد بن عليّ الواسطي وعليّ بن المحسن أبو القاسم التَنُوخِي، قالا: حدثنا محمد بن خلَف بن جَيَّان، قالا: حدثنا أبو عبيد الله محمد بن بابشاذ البصري، زاد ابن بِشْران: مولى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، وقال القاضيا ن في حديثهما: ببغداد، وحدثنا أبو طالب يحيى بن علي بن الطيب الدَسْكري لفظا بحُلوان، قال: أخبرنا أبو بكر بن المُقرئ بأصبهان، قال حدثنا محمد بن بَابْشَاذ أخو سهل الجبائي ببغداد، قال: حدثنا الحسن بن الحُسين أبو علي الأسواري، قال حدثنا سفيان بن سعيد الثوري، عن آدم بن عليّ، عن ابن عمر ......“.

مذکورہ روایت میں موجود، محمد بن بابُشَاذ ابو عبید اللہ البصری (المتوفی ۳۰۶ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وفي حديثه غرائب ومناكير“[1]۔
ان کی حدیثوں میں غرائب اور منکر روایتیں ہیں۔

اس کے بعد حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ابن بابُشَاذ کی منکر روایتوں میں زیرِ بحث روایت بھی نقل کی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی، قطع نظر خاص اس روایت کے، ”البداية والنهاية“[2] میں ابن بابُشَاذ کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ ان کی احادیث میں غرائب ومناکیر ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: محمد بن بابشاذ، ٢/ ٤٦٤، رقم:٤٤٩، ت: بشار عوّاد، دار الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ .

[2] البداية والنهاية: ١٤٧/١١، ت:علي شيري، دار إحياء التراث العربي –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "المغني في الضعفاء"[1] میں لکھتے ہیں:

"وثّقه الدارقطني، ولكنّه روى حديثا موضوعا راج عليه، ولم يهتد إليه في فضل أبي بكر". موصوف کی دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے، لیکن محمد بن بابشاذ نے ایک من گھڑت روایت (زیرِ بحث روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے، یہ روایت ان کی طرف لوٹتی ہے، جس کی جانب انھیں رہنمائی نہیں ہوئی۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما بسندِ محمد بن بابُشاذ کا حکم

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کی روایتوں میں غرائب اور مناکیر کی نشاندہی کرکے اس روایت کو نقل کیا ہے، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن بابُشَاذ سے منقول ایک دوسری موضوع روایت میں محمد بن بابُشَاذ کو علت قرار دیا ہے، اس لئے زیرِ بحث روایت، مذکورہ سند سے بھی درست نہیں ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی چار سندوں کا خلاصہ

آپ یہاں تک تفصیل سے مشاہدہ کرچکے ہیں کہ علاء بن عمرو حنفی، سہل بن صُقَیر، ابن الجِعابی اور محمد بن بابُشَاذ سے منقول روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ساقط الاعتبار اور ناقابل بیان ہے۔

حدیثِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ بغداد"[2] میں تخریج کرتے ہیں:

[1] المغني في الضعفاء: محمد بن بابشاذ، ٢/ ١٦٨، رقم: ٥٣٢٨، ت: دكتور نور الدين عتر، إدارة إحياء التراث الإسلامي – قطر.

[2] تاريخ بغداد: محمد عبد الله بن إبراهيم، ٣/ ٤٦٠، رقم: ٩٨٣، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

"حدثنا الحسن بن محمد الخلاّل، قال: حدثنا أبو بكر بن شَاذَان، قال: حدثنا محمد بن عبدالله بن إبراهيم بن ثابت الأشْنَاني، قال: حدثنا حنبل بن إسحاق بن حنبل، قال: حدثنا وكيع، عن شعبة، عن الحجاج، عن مِقسَم، عن ابن عباس رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

هبط عليّ جبريل وعليه طِنفِسَة وهو متخلّل بها، فقلت: يا جبريل! مانزلت إليّ في مثل هذا الزيّ ؟ قال: إن الله أمر الملائكة أن تخلل في السماء كتخلّل أبي بكر في الأرض".

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس اس حالت میں آئے کہ ٹاٹ پہنے ہوئے تھے، اور گریبان میں کپڑا سمیٹنے کے لئے خلال لگایا ہوا تھا، میں نے کہا، اے جبریل! آج آپ میرے پاس کیسی حالت بنا کر آئے ہیں؟ جبریل نے کہا کہ اللہ نے آسمان کے فرشتوں کو حکم فرما رکھا ہے کہ تم بھی ایسے ہی کپڑوں میں لکڑی کا تنکا لگاؤ، جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گریبان سمیٹنے کیلئے لکڑی کا تنکا لگا رکھا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے یہ روایت حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دِمشق"[1] میں تخریج کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تخریج روایت کے بعد لکھتے ہیں:

"قلت: وما أبعد الأشناني من التوفيق، تراه ما علم أن حنبلا لم يرو عن وكيع ولا أدركه أيضا ....". "میں کہتا ہوں کہ اللہ نے اُشنانی کو اپنی توفیق سے کس قدر دور رکھا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اُشنانی یہ بھی نہیں جانتا کہ

[1] تاريخ دمشق: ٣٠/ ٧٣، ت: عمر غرامة، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٥هـ .

حنبل نے نہ تو وکیع سے روایت کی ہے اور نہ وکیع کو پایا ہے (حالانکہ سند میں اُشنانی نقل کر رہا ہے کہ حنبل نے یہ حدیث وکیع سے سنی ہے)....."۔

۲- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "كتاب الموضوعات"[۱] میں لکھتے ہیں: "هذا ممّا عملته يد الأشناني". یہ حدیث اُشنانی کے ہاتھوں کا کمال ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "اللآلي المصنوعة"[۲] میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کلام پر اکتفاء کیا ہے، نیز "تاريخ الخلفاء" میں اس سند کو "واہی" کہا ہے۔[۳]

۳- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف "تنزيه الشريعة"[۴] میں لکھتے ہیں: (حظ) من حديث من طريق أبي بكر الأشناني، وهو ممّا عملت يداه. حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریقِ ابی بکر اُشنانی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے، اور یہ حدیث ابو بکر اُشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف "الفوائد المجموعة"[۵] لکھتے ہیں: "وهو موضوع". یہ من گھڑت روایت ہے۔

---

[۱] كتاب الموضوعات: ١/ ٣١٤، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦هـ.

[۲] اللآلي المصنوعة: ١/ ٢٦٩، دار الكتب العلمة - بيروت.

[۳] تاريخ الخلفاء: أبوبكر الصديق، ١/ ٤٠، ت: محمد محي الدين عبدالحميد، مطبعة السعادة - مصر، الطبعة الأولى: ١٣٧١ هـ.

[۴] تنزيه الشريعة: الفصل الأول، ١/ ٣٤٢، رقم: ٥، دار الكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠١ هـ .

[۵] الفوائد المجموعة: ١/ ٤١٩، رقم: ١٠٤٣، ت: رضوان جامع، مكتبة نزار مصطفي الباز - المكة المكرمة.

محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن ثابت ابو بکر اُشنانی کے بارے میں اقوال ائمہ

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”وكان كذّابا يضع الحديث“.[1] وہ جھوٹی حدیث گھڑتا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”الضعفاء والمتروكين“[2] میں لکھتے ہیں: ”قال الدارقطني: كذّاب دجال ...“. ”دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ جھوٹا، دجال ہے....“۔

کلام کا خلاصہ اور روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حکم

اس روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ زیرِ بحث روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے بھی بیان کرنا درست نہیں ہے۔

حدیثِ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ

واضح رہے کہ زیر بحث روایت بسندِ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل الصحابة“ میں تخریج کی ہے، یہ ”فضائل الصحابہ“ تلاش بسیار کے باوجود مجھے اب تک میسر نہیں ہو سکی، البتہ اس روایت کا ذکر اور اس کے بعد روایت پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ”كنز العُمَّال“ کے حوالے سے پیش خدمت ہے:

”قال ابن كثير: فيه غرابة شديدة، وشيخ الطبراني عبد الرحمن بن معاوية العُتْبِي وشيخه محمد بن نصر الفارسي لا أعرفهما ولم أرأحدا

---

[1] تاريخ بغداد: محمد عبد الله بن إبراهيم، ٣/ ٤٦٠، رقم: ٩٨٣، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٧٩، رقم: ٣٠٨٨، ت: عبدالله القاضي، دار الكتب العلمية – بيروت.

ذکرهما"۔[1]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس روایت میں شدید غرابت ہے، اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد عبد الرحمن بن معاویہ عُتْبی، اور محمد بن نصر فارسی کو میں نہیں پہچانتا، اور نہ ہی میں نے کسی کو انہیں ذکر کرتے دیکھا ہے۔

واضح رہے کہ شیخ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، "عبد الرحمن بن معاویہ، ابو القاسم الاُموی العُتْبی المِصْری (۲۹۲ھ)" کا ترجمہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے بلا جرح وتعدیل نقل کیا ہے۔

حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق زیر بحث روایت بطریق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں "شدید غرابت" ہے، اس کے ساتھ ساتھ متنِ حدیث کے متعلق، حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال گذر چکے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے موجودہ سند بھی ثبوتِ متن کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے، واللہ اعلم۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

زیرِ بحث متنِ حدیث تین صحابہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں سے مروی ہے، ان تینوں سندوں پر تفصیلی کلام آپ کے سامنے آچکا ہے، جس میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں فرما چکے ہیں کہ

---

[1] كنز العمال: ۱۲/ ۵۰۵، رقم: ۳٥٦٤٩، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ .

[2] تاريخ الإسلام: ۲۲/ ۱۹۵، رقم: ۲۷٦، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، الطبعة: ١٤٠٧هـ.

[3] الأنساب: العتبي، ۱٤۹/۳، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان - بيروت، الطبعة الأولى، ١٤٠٨هـ.

یہ روایت من گھڑت ہے، مکرر ملاحظہ ہو:

اس روایت میں وضع کی علامت بہت واضح ہے۔(حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ)

یہ جھوٹی حدیث ہے۔(حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ حدیث ابو بکر اُشنانی کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے۔(حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس کلام پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

یہ من گھڑت روایت ہے۔(علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

نہ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کبھی اپنے چغہ میں تنکے لگائیں ہیں، اور نہ ہی فرشتوں نے، بلکہ یہ جھوٹ ہے۔(حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)[1]

ان ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق یہ روایت من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔

---
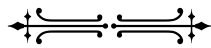
[1] مجموع الفتاوی: سئل هل تخلّل أبو بكر بالعباءة...، ٦٢/١١، عامر الجزار،دارالوفاء– مصر، ط: ١٤٢٦ هـ.

روایت نمبر:②

روایت: ”جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے“۔

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کرسکتے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام
ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا فنی حکم

ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”المقاصد الحسنة“[۱] میں ہے:

” لم أقف له على أصل، ولكن ذكر برهانُ الإسلام في كتابه ”تعليم المتعلّم“ عن شيخه المَرْغِينَاني صاحب الهداية في فقه الحنفية، أنّه كان يُوقف بدايةَ السبق على يوم الأربعاء، وكان يروي في ذلك بحفظه ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ما من شيء بُدِئ به يوم الأربعاء إلا وقد تمّ“، قال: وهكذا كان يفعل أبي، فيروي هذا الحديث بإسناده عن القوام أحمد بن عبد الرشيد، انتهى.

ويعارضه حديثُ جابر مرفوعا: يَوْمُ الأَرْبِعَاءِ يَوْمُ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ، أخرجه الطبراني في الأوسط، ونحوه ما يروى عن ابن عباس أنه لا أخذَ فيه ولا عطاءَ، وكلّها ضعيفة، وبلغني عن بعض الصالحين

---

[۱] المقاصد الحسنة،رقم الحديث:۹۴۳،ت:محمد عثمان الخشت،دار الكتاب الغربي ـ بيروت .
كذا ذكره العلامة أبو محمد عبد القادر القرشي في ”الجواهر المضيئة“ في ترجمة: برهان الدين المَرغِيناني معزوّا إلى برهان الإسلام الزرنوجي. (العين مع اللام، ۳۸۴/۱، مير محمد ـ كراتشي).

ممّن لقيناه أنه قال: شَكَتِ الأربعاء إلى الله سبحانه تشاؤمَ الناس بها فمَنَحَها أنّه ما ابتدئ بشيء فيها إلا تمّ"۔

"میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں، البتہ برہان الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تعلیم المتعلم" میں اپنے شیخ مَرغینانی صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ وہ بدھ تک سبق کی ابتداء کو روکے رکھتے تھے اور اس بارے میں زبانی یہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

صاحبِ ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ایسا کرتے تھے، پھر صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے قوام الدین احمد بن عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کے معارض مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) منقول ہے کہ "بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے"۔ اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں تخریج کیا ہے، ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی اس کے معارض ہے کہ "بروز بدھ کچھ لینا، دینا نہیں ہے"، یہ سب روایتیں (حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ اور حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہ) ضعیف ہیں۔ میرے ملنے والوں میں ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ" بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مستفاد چند امور

❶ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام "میں اس حدیث کی اصل سے واقف نہیں ہوں" سے مراد یہ ہے کہ میں اس روایت کی کسی مرفوع سند سے واقف نہیں ہوں۔

❷ صاحب ہدایہ امام مَرغِینانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مرفوع روایت (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) اپنے شیخ قوام الدین احمد بن عبد الرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سند کے ساتھ نقل کی ہے، اگرچہ صاحبِ ہدایہ نے صریح طور پر سند کو ذکر نہیں کیا۔

❸ بعض ضعیف روایتیں اس روایت کے معارض ہیں۔

❹ ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ "بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

۲- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"قال السخاوي: لم أقف له على أصل"[1]. سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں اس کی کسی اصل سے واقف نہیں ہوں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"وفيه أن معناه كان يوما نَحْسا مُسْتَمِرًّا على الكفار، فمفهومه أنه سعد مستقر على الأبرار وقد اعتمد من أئمتنا صاحب الهداية على هذا الحديث، وكان يعمل به في ابتداء درسه، وقد قال العسقلاني: بلغني عن بعض الصالحين ممن لقيناه أنه قال اشتكت الأربعاء إلى الله تعالى تشاؤم الناس بها فمنحها أنها ما ابتدىء بشيء فيها إلا وتم، والله سبحانه أعلم وأحكم".

"حدیث: (بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے) کا معنی یہ ہے کہ بدھ کافروں پر دائمی نحوست کا دن ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کا دن مسلمانوں کی

---

[1] المصنوع: رقم: ۲۷۵، ت: شيخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب.

[2] الأسرار المرفوعة: رقم الحديث: ٤٠١، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة: ١٣٩١هـ.

دائمی سعادت کا دن ہے، اور ہمارے ائمہ میں صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور درس کی ابتداء میں اس حدیث پر عمل کرتے تھے۔

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نیک شخص سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ "یوم بدھ نے اللہ کی بارگاہ میں شکایت کی کہ لوگ اسے منحوس سمجھتے ہیں، اس پر اللہ نے بدھ پر یہ احسان کیا کہ بروز بدھ جو کام بھی شروع کیا جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔

فائدہ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ایک زائد بات یہ ہے کہ زیرِ بحث روایت کے خلاف موجودہ ضعیف حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ کفار کے لئے تو دائمی نحوست کا دن ہے، البتہ مسلمانوں کے لئے دائمی سعادت کا دن ہے، نیز امام مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے، اور یہ حدیث معمول بہ ہے۔

۳- حافظ محمد بن اسماعیل عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"کشف الخفاء"[۱] میں حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر دیا، اس کے علاوہ اور کوئی بات نقل نہیں کی۔

۴- حافظ محمد بن محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ[۲]، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ[۳]، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ[۴] کا کلام

ان تینوں حضرات نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کیا ہے، یعنی اس کی اصل معلوم نہیں۔

---

[۱] كشف الخفاء: ١٨١/١، رقم: ٢١٩١، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٨هـ.

[۲] أسنى المطالب: رقم: ١٢٤٣، دار الكتب العلمية - بيروت.

[۳] اللؤلؤ المرصوع: رقم: ٤٦٦، فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

[۴] النخبة البهية: ١٠٥/١، رقم: ٢٨٧، المكتب الإسلامي - بيروت.

۵- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے علاوہ ایک دوسری روایت "یوم الأربعاء یوم نَحْس مُسْتَمِرّ" پر کلام کرنے کے بعد مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"(ومما) اشتهر على الألسنة في نقيض هذا حديث: ما ابتدئ بشيء يوم الأربعاء إلا تم. لا أصل له، وينسب لصاحب هداية الحنفية أنه كان يُوقف بداية الدروس على يوم الأربعاء ويحتج بهذا الحديث، وكذا كان جماعة من أهل العلم يتحرون البداية يوم الأربعاء، والأولى أن يلحظ في ذلك ما في الصحيح من أن الله عز وجل خلق النور يوم الأربعاء والعلم نور فيتفاءل لتمامه ببداءته يوم خلق النور، إذ يأبى الله إلا أن يتم نوره كما قال جل شأنه، وفي جزء أبي بكر بن بُنْدَار الأنباري من جهة عطاء بن ميسرة عن عطاء بن أبي رباح عن عائشة رضي الله عنها قالت: أحب الأيام أن يخرج فيه مسافِري وأنكح فيه واختتن فيه الصبي يوم الأربعاء، والله أعلم"[1].

"اس حدیث کی" اصل نہیں ہے، اور صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے کہ آپ بدھ تک سبق کی ابتداء روکے رکھتے، اور اس حدیث کو استدلال کے طور پر پیش کرتے، علماء کی ایک جماعت اسی طرح بدھ کو سبق کی ابتداء کرتی ہے، بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مدِ نظر ہو کہ "اللہ عز وجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی" انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہیں گے"، جزء ابی بکر

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثاني، ٢/ ٥٥، رقم: ٢٣، دار الكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠١هـ.

انباری میں عطاء بن میسرہ عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے:
"(میرے نزدیک) میرے مسافر کی روانگی کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کی ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے"۔

۶- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قد استخرجت لذلك أصلا آخر لطيفا، وهو أخرجه البخاري في الأدب وأحمد والبزار عن جابر بن عبد الله قال: دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا المسجد، مسجد الفتح، يوم الإثنين ويوم الثُلاثاء ويوم الأرِبعاء، فاستُجِيب له بين الصلاتين، أي: الظهر والعصر من الأرِبعاء.

قال جابر: ولم ينزل بي أمْر مُهِمّ إلا تَوَخَّيْتُ تلك الساعة، فدعوت الله فيه بين الصلاتين يوم الأرِبعاء في تلك الساعة إلا عرفتُ الإجابة"[1].

مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الادب المفرد" میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی۔

---

[1] الفوائد البهية في تراجم الحنفية: علي بن أبي بكر المَرْغِينَاني، ص: ۵۸، المطبع المصطفائي.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی۔

ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

سابقہ تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، میں اس کی اصل (مرفوع سند، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول) سے واقف نہیں ہوں، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، نیز حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صاف لفظوں میں "بے اصل" کہا ہے، ان تمام ائمہ کی تصریحات کا بے غبار نتیجہ یہ ہے کہ یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس کو بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بدھ کو بعض دیگر معتبر روایات کے مطابق قبولیت اور فضیلت حاصل ہے، اس لئے ان معتبر روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے درس وغیرہ کی ابتداء بدھ سے کرنا بلاشبہ مستحسن ہے، اور حضرات علماء سلف کا معمول بھی ہے، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ زیرِ بحث روایت کو "بے اصل" کہا ہے، لیکن بروز بدھ، درس کی ابتداء کو مستحسن سمجھتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے:

"بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مدِ نظر ہو کہ "اللہ عزوجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی" انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرکے رہیں گے"، جزء ابی بکر انباری میں عطاء بن میسرہ

عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہ رضی اللہ عنہا مروی ہے، ”سفر کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کے ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے“۔

اسی طرح علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروز بدھ ابتداءِ درس کو پسند کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے:

”مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الادب المفرد“ میں، نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی“۔
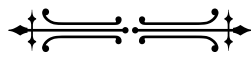
روایت نمبر:(۳)

روایت: ”إن يمين ملائكة السماء: والذي زيَّن الرجال باللُّحى، والنساء بالذوائب“.

ترجمہ: آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے۔

حکم: ساقط، بیان نہیں کرسکتے۔

مذکورہ متن تین (۳) مختلف سندوں سے مرفوعاً اور موقوفاً منقول ہے:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے مرفوعاً

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے موقوفاً

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً

ذیل میں تینوں سندوں کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

مصدرِ اصلی

امام شہر دادبن شیرویہ رحمۃ اللہ علیہ ”مسند فردوس“[1] میں یہ روایت امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں:

” أخبرنا ابن عصمة، حدثنا الحسين بن داود بن مُعاذ، حدثنا النَضْر بن شُمَيْل، حدثنا عوف، عن الحسن، عن عائشة مرفوعا: ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحى الرجال، يقولون: سبحان الذي

[1] ”مسند فردوس“ فی الوقت میسر نہیں، البتہ ”مسند فردوس“ کی مذکورہ سند، ثانوی مرجع سلسلة الأحاديث الضعيفة ”سے نقل کی جارہی ہے، فانظر: سلسلةالأحاديث الضعيفة: ١٤/ ٥٢، رقم:٦٠٢٥، مكتبة المعارف– الرياض.

زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب".

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمان کے فرشتے اللہ تعالی سے مغفرت مانگتے ہیں، مینڈھیوں والی عورتوں اور داڑھی والے مردوں کے لئے ،وہ فرشتے کہتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ "فیض القدیر"[1] میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے قسم کھاتی تھی: "والذي زين الرجال باللُحى ...".

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] کی "الفصل الثالث" میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "من حديث عائشة، وفيه الحسين بن داود بن مُعاذ البلخي". یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اور اس کی سند میں حسین بن داؤد بن معاذ بلخی ہے۔

واضح رہے کہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں "حسین بن داؤد" کو وضاعین میں شمار کیا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو "تذكرة الموضوعات"[3] میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: " فيه ابن داود، ليس بثقة". اس میں ابن داؤد ہے، جو ثقہ نہیں ہے۔

---

[1] فيض القدير:٦/ ١٤، رقم:٨٢٥١، دار المعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ.

[2] تنزيه الشريعة: كتاب الأنبياء والقدماء، الفصل الثالث، ١/ ٢٤٧، رقم: ١٤، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت ،ط:١٤٠١ هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: ص:١٦٠، كتب خانة مجيدية- ملتان.

۳- امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت بسند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "ذیل اللآلي"[1] میں نقل کرنے کے بعد سند کے راوی حسین بن داؤد کو "لیس بثقة" کہا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں موجود راوی "حسین بن داؤد بلخی" کو محدثین نے اس روایت میں مدارِ علت بنایا ہے، ذیل میں حسین بن داود کے بارے میں ائمہ رجال کی آراء ذکر کی جا رہی ہیں۔

حسین بن داؤد بن معاذ بلخی (المتوفی ۲۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد"[2] میں "حسین بن داؤد بلخی" کے متعلق لکھتے ہیں:

"ولم يكن الحسين بن داود ثقة، فإنه روى نسخة عن يزيد بن هارون، عن حميد، عن أنس، أكثرها موضوع". حسین بن داؤد ثقہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے یزید بن ہارون عن حمید عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک نسخہ نقل کیا ہے، جس کی اکثر روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[3] میں نقل کرتے ہیں: "قال الأزدي: كذاب، ساقط". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسین بن داؤد جھوٹا، ساقط ہے۔

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة:ص:۷۳، دار ابن حزم – بيروت.

[2] تاريخ بغداد: ۵۷۶/۸، رقم:۴۰۵۳،ت: بشارعوادمعروف.ط: دار الغرب الإسلامي– بيروت، ط:۱۴۲۲هـ.

[3] الضعفاء والمتروكين: من اسمه حسين، ۱/ ۲۱۸، رقم: ۹۱۴، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:۱۴۰۶هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[1] میں فرماتے ہیں: "نزيل نيسابور، وأحد المتروكين". "نیشاپور میں آیا ہے اور متروکین میں سے ایک تھا" (شدید جرح)۔

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[2] میں فرماتے ہیں: "متهم بالكذب". حسین بن داؤد متہم بالکذب ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

"تنزيه الشريعة"[3] کے مقدمہ میں وضاعین کی فہرست میں ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے حسین بن داؤد کے بارے میں یہ کلمات نقل کیے ہیں:

"قال الخطيب: حديثه موضوع، وقال الحاكم: له عجايب يستدل بها على حاله". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی حدیث گھڑی ہوئی ہے، اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سے عجیب روایتیں منقول ہیں، ان روایتوں سے حسین بن داؤد کی حالت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

روایت بطریق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

روایت کو مذکورہ سند سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً موضوعات میں شمار کیا ہے، نیز سند میں موجود راوی حسین بن داؤد کی جانب (قطع نظر خاص اس روایت کے) حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں جھوٹ اور وضعِ حدیث کی نسبت کی ہے، اور اسی پر حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تاريخ الإسلام: ٢١/ ١٥٩، رقم: ٢٢٥، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[2] المغني في الضعفاء: ص: ٢٦٠، رقم: ١٥٧٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي- بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[3] تنزيه الشريعة: ١/ ٥٢، رقم: ١٠، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ سند سے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق، موقوف روایت (صحابی کا قول)

مصدر اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[1] میں "عبد العزیز بن محمد نخشبی" کے ترجمے میں یہ روایت ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أنا القاضي أبو سعيد الخليل بن أحمد بن محمد بن الخليل، نا أبو عبد الله محمد بن مُعاذ بن فَهْد النُهَاوَنْدِي وسمعته يقول: لي مائة وعشرون سنة وقد كتبت الحديث ولحقت أبا الوليد الطيالسي والقعنبي وجماعة من نظرائهم، ثم ذكر أنه تصوف ودفن الحديث الذي كتبه أول مرة ثم كتب الحديث بعد ذلك وذكرأنه حفظ من الحديث الأول حديثا واحدا، وهوماحدثنا به[كذا في الأصل] محمد بن المِنْهال الضَرِير، نا يزيد بن زُريع، نا رَوح بن القاسم، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: إن يمين ملائكة السماء: والذي زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب".

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بے شک آسمان کے فرشتوں کی قسم یہ ہے: قسم اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد خود فرماتے ہیں:

---

[1] تاريخ مدينة دمشق: حرف العين، ٣٦/ ٣٤٣، ت: عمربن غرامة، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

”هذا حديث منكر جدا وإن كان موقوفا، فأولت[1] النُهَاوَنْدِي نسيه فيما نسي، فإنه لا أصل له من حديث محمدبن المِنْهال والله اعلم“[2].

یہ حدیث شدید منکر ہے، اگرچہ موقوف بھی ہے، شاید نہاوندی کو نسیان ہو گیا ہے، کیونکہ ”محمد بن منہال“ کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی، واللہ اعلم۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذيل اللآلي“[3] میں حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس سند کے بعد انھیں کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان الميزان“[4] میں اس روایت کو ”محمد بن معاذ شعرانی“ کے ترجمے کے تحت ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

”وروى عنه أبو سعيد الخليل بن أحمد بن الخليل البُستِي حكاية منكرة ....“. ابوسعید الخلیل نے ”محمد بن معاذ“ سے ایک منکر روایت نقل کی ہے، اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی ہے۔

۳- حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[5] میں اس روایت کو

---

[1] ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ نسخے میں یہ لفظ ”فأولت“ ہے، اور بظاہر یہاں اس کا کوئی مطلب بن بھی نہیں بن سکتا، چنانچہ دیگر حضرات جنہوں نے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو ذکر کیا ہے، انہوں نے اس لفظ کو ”وليت“ لکھا ہے، جیساکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان الميزان“ میں لکھا ہے، اسی طرح ”لسان الميزان“ میں ”نخشبي“ کی جگہ ”يحسبي“ لکھا ہے۔

[2] تاريخ مدينةدمشق: حرف العين ٣٦ / ٣٤٣، ت: عمربن غرامة، دارالفكر - بيروت، ط: ١٤١٥ هـ.

[3] ذيل اللآلي المصنوعة: ص: ٧٣، دار ابن حزم - بيروت.

[4] لسان الميزان: حرف الميم، ٧/ ٥١٢، رقم: ٧٣١٧، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[5] تنزيه الشريعة: كتاب الأنبياء والقدماء، الفصل الثالث، ١/ ٢٤٧، رقم: ١٣، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

نقل کرنے کے بعد ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"وقال: منكر، لا أصل له". ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر، بے اصل کہا ہے۔

حضرات محدثین نے مذکورہ سند میں موجود ایک راوی "محمد بن معاذ نہاوندی شعرانی" کو مدار علت بنایا ہے، ذیل میں مزید وضاحت کے لئے نہاوندی کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو۔

محمد بن مُعاذ بن فہد نُہاوَنْدِی شعرانی (بعد ۳۳۴ھ) پر ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سير أعلام النبلاء"[1] میں فرماتے ہیں:

"وهو واه وله أوهام". نہاوندی "واہی" ہے، اور اس کے بہت سے اوہام ہیں (شدید جرح)۔

اسی طرح "تاريخ الإسلام"[2] میں فرماتے ہیں: "وهو متروك، واه". نہاوندی متروک، واہی شخص ہے (شدید جرح)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[3] میں نہاوندی کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت بسندِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نہاوندی کو متروک، واہی (شدید جرح) قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن منہال سے منقول روایتوں میں اس روایت کو شدید منکر کہا ہے، اور اسی نُہاوندی کو

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۱۵/ ۳۸۷ رقم: ۲۱۰. ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ۱٤۰۲ هـ.

[2] تاريخ الإسلام: ۱۵/ ۳۸۷، رقم: ۲۲۵، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي – بيروت، ط: ۱٤۰۷ هـ.

[3] لسان الميزان: حرف الميم، ۷/ ۵۱۲، رقم: ۷۳۱۷، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳ هـ.

اس کی علت اور سبب قرار دیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، چنانچہ ائمہ حدیث کی ان تصریحات کے بعد یہ متن اس سند کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریق مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوِي"[1] میں اس مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

"وقال علي رضي الله عنه: عن النبي صلى الله عليه وسلّم أنه قال: "عليكم بالمِشْط فإنه يذهب الفقر، ومن سرّح لحيته حتى يصبح كان له أمانا حتى يمسي، لأن اللحية زين الرجال وجمال الوجه".

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "کنگی ضرور کیا کرو، کیونکہ یہ فقر کو ختم کرتی ہے، اور جو شخص صبح کو داڑھی میں کنگی کرے وہ شام تک مأمون رہے گا، کیونکہ داڑھی مردوں کی زینت اور ان کے چہروں کی خوبصورتی ہے"۔

روایت بسندِ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوع"[2] کہا ہے۔

تحقیق کا خلاصہ اور تینوں روایتوں کا حکم

زیر بحث حدیث کی تینوں سندیں (حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا، اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ) درجہ اعتبار سے ساقط اور شدید ضعیف ہیں، تفصیل گزر چکی ہے، چنانچہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] الحاوي للفتاوي: ص: ۳۹/۲، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ۱٤۲۱ھ۔

[2] كشف الخَفَا: ۳۱۱/۲، رقم: ۲٥۳۹، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق، ۱٤۲۱ھ۔

روایت نمبر④

روایت: ”علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے“۔
ضمنی طور پر روایت: ”علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک“
کی تحقیق کی گئی ہے۔
حکم: دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔

پہلی روایت دو صحابہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:
① انس بن مالک رضی اللہ عنہ ② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے:
① ابو عاتکہ کے طریق سے ② زہری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے
سب سے پہلے ابو عاتکہ سے منقول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بحث کی جائی گی، اس کے بعد دیگر سندوں کو ذکر کیا جائے گا۔

ابو عاتکہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ”کتاب الضعفاء الکبیر“ میں ”ابو عاتکہ طریف بن سلمان“ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

”من حديثه ما حدثناه جعفر بن محمد الزعفراني، قال: حدثنا أحمد بن سريح، قال: حدثنا حماد بن خالد الخيّاط، قال: حدثنا طَرِيف بن سلمان أبو عاتكة، قال: سمعت أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”اطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم““[1]

---

[1] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے، بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مذکورہ روایت اسی سند کے ساتھ درج ذیل کتب میں تخریج کی گئی ہے:

(١)البحر الزخار المعروف بمسند البزار [1] (٢) المجروحين لابن حبان البستي [2] (٣)الكامل في الضعفاء لابن عدي [3] (٤) تاريخ أصبهان لأبي نعيم الأصبهاني [4] (٥)شعب الإيمان للبيهقي [5] (٦)المنتخب من العلل للخلّال لابن قدامة المقدسي [6] (٧) جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر [7] (٨)الرحلة في طلب الحديث للخطيب البغدادي [8] (٩)المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي [9] (١٠)تاريخ

---

[1] البحر الزخار: مسند علي، ١/ ١٧٥، رقم: ٩٥، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

[2] المجروحين: باب الطاء، ١/ ٣١٢، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[3] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/ ١١٨، رقم: ٩٦٣، دار الفكر - بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[4] كتاب ذكر أخبار أصبهان: ٣/ ١٥٦، ت: سيد كسروي حسين، دار الكتاب الإسلامي- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٠هـ .

[5] شعب الإيمان: باب في طلب العلم ٣/ ١٩٤، رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

[6] المنتخب من العلل: كتاب العلم، ص: ١٢٩، رقم: ٦٣، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

[7] جامع بيان العلم: باب قوله (صلى الله عليه وسلم) طلب العلم فريضة، ١/ ٣٠، ت: أبو الأشبال الزهري، دار ابن الجوزي- الدمام، ط: ١٤١٩هـ.

[8] الرحلة في طلب الحديث: ص: ٧٢، رقم: ١، ت: نورالدين عتر، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٣٩٠هـ.

[9] المدخل إلي السنن الكبري: باب العلم العام، ص: ٢٤١، رقم: ٣٢٤، ت: محمد ضياء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء- الكويت، ط: ١٤٠٤هـ.

مدينة السلام بغداد لأبي بكر الخطيب البغدادي[1] (١١)التدوين في أخبار قزوين للرافعي[2] (١٢)الموضوعات لابن الجوزي[3] .

اِن تمام کتب کی سندیں، سند میں مذکور ”ابو عاتکہ طریف بن سلمان“ پر آکر مشترک ہو جاتی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے ”طریف بن سلمان“ کے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال ذکر کر دیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو عاتکہ طریف بن سلمان[4] کے بارے میں ائمہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ابو عاتکہ کے متعلق ”المجروحين“ میں فرماتے ہیں:”منكر الحديث جدا، يروي عن أنس ما لا يشبه حديثه، وربما روى عنه ما ليس من حديثه“[5].

ابو عاتکہ شدید منکر الحدیث ہے، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی روایتیں نقل کرتا ہے، جو ان کی احادیث کے مشابہ نہیں ہوتیں، اور بعض دفعہ ان سے ایسی روایت بیان کرتا ہے، جو ان کی روایت کردہ احادیث میں سے نہیں ہوتی۔

اس کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عاتکہ کی زیرِ بحث روایت نقل کی۔

حافظ ابوبِشر دُولابی رحمۃ اللہ علیہ ”الكنى والأسماء“[6] میں لکھتے ہیں:

---

[1] الرحلة في طلب الحديث: ص: ٧٢، رقم: ١، ت: نورالدين عتر، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٣٩٠ هـ.

[2] التدوين: فصل: حرف الفاء في الأبناء،١/ ٤٩٢، ت: عزيز الله العطاردي، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠٨ هـ.

[3] الموضوعات:كتاب العلم ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية –المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦ هـ.

[4] طريف بن سلمان ويقال بن سليمان. كذا في ”الكامل في الضعفاء لابن عدي“. (باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/ ١١٨،رقم: ٩٦٣، دارالفكر – بيروت).و قال الخطيب: والمحفوظ ابن سلمان.(تاريخ مدينة السلام بغداد: باب الطاء، من اسمه طريف، ١٠/ ٤٩٧،رقم: ٤٨٨٤،دار الغرب الإسلامي – بيروت).

[5] المجروحين: باب الطاء، ١/ ٣١٢،ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

[6] الكنى والأسماء: ٢/ ٧٠٧، رقم:١٢٤٢،ت:أبو قتيبة نظر محمد، دار ابن حزم ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢١هـ.

"أخبرني أبو عبد الرحمن النسائي، قال: أنبأ علي بن الحسن بن الحسين قال: ثنا حماد بن خالد، قال: سألت شيخا يقال له: طريف بن سليمان [كذا في الأصل] أبو عاتكة وكان قد أتى عليه مائة سنة وأربع سنين فقلت له: ربما اختلط عليك عقلك؟ قال: نعم، قلت: سمعت من أنس بن مالك: طلب العلم فريضة على كل مسلم؟ قال: نعم".

"۔۔۔ حماد بن خالد کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص جسے طریف بن سلیمان ابو عاتکہ کہا جاتا تھا، اور اس وقت ان کی عمر ۱۰۴ برس ہو چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کبھی کبھی اختلاطِ عقل بھی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ حصولِ علم ہر مسلمان پر فرض ہے، اس نے کہا: ہاں"۔

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ "الجرح والتعديل" میں اپنے والد ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ابو عاتکہ کے ترجمہ میں نقل فرماتے ہیں: "ذاهب الحديث، ضعيف الحديث"[1].

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاريخ الكبير" میں زیرِ بحث روایت تخریج کرنے کے بعد، طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں: "منكر الحديث"[2].

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل"[3] میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث". اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عاتکہ کی زیرِ بحث روایت تخریج کی۔

---

[1] الجرح والتعديل: باب من روي عنه العلم ممن يسمي طريف، ٤ / ٤٩٤، رقم: ٢١٦٩، دار الكتب العلمية–بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب طريف، ٣٥٧/٤، رقم: ٣١٣٥، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية-بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[3] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ١١٨/٤ رقم: ٩٦٣، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[1] میں ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "ليس بثقة".

حافظ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ابوعاتکہ طریف بن سلمان کے متعلق فرماتے ہیں: "ضعيف"[2].

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الضعفاء الكبير" میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد ابوعاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "هو متروك الحديث"[3]. ابو عاتکہ "متروک الحدیث" ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص"[4] میں زیرِ بحث روایت ذکر کرنے کے بعد، ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "أبو عاتكة طريف واهٍ". ابوعاتکہ "واہی" ہے۔

اور "المغني في الضعفاء" میں طریف بن سلمان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "مجمع على ضعفه"[5]. یعنی اس شخص کے ضعف پر اجماع ہے، اسی طرح "الكاشف" میں لکھتے ہیں: "ضعفوه"[6].

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں: "فيمن

---

[1] الضعفاء والمتروكين للنسائي: باب الطاء، ١/ ١٤٤، رقم: ٣٣٥،ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية—بيروت، ط: ١٤٠٥هـ.

[2] تهذب الكمال: باب العين، ٥/ ٣٤، رقم: ٧٤٥٨، ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ.

[3] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[4] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ١ /٢٣، رقم ١١٠، ت:أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد— رياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

[5] المغني: باب الكنى، ٢/٤٧٧، رقم: ٧٥٦١، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي—بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[6] الكاشف: باب العين، ٢/ ٤٣٧، رقم: ٦٧٠٠، ت: شيخ محمد عوامه، مؤسسة علوم القران— بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٣هـ.

عرف بوضع الحديث"[۱]. ابو عاتکہ ان لوگوں میں سے ہے جو وضع حدیث میں معروف ہیں۔

علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ "الكشف الحثيث"[۲] میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف سلیمانی کا قول نقل کیا ہے، بذاتِ خود ابو عاتکہ کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ حدیث گھڑتا تھا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقريب التهذيب"[۳] میں لکھتے ہیں: "بالغ السليماني". سلیمانی نے (ابو عاتکہ کو معروف بالوضع کہہ کر) مبالغہ کیا ہے، نیز ابو عاتکہ کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بذاتِ خود: "ضعیف" کہتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تعقبات على الموضوعات" میں اس روایت کے تحت ابو عاتکہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "أن أبا عاتكة من رجال الترمذي ولا يجرح بكذب ولا تهمة"[۴]. ابو عاتکہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے رجال میں سے ہیں، اور ان پر کذب اور تہمت کذب کی جرح نہیں کی گئی۔

لیکن اس پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے تعقب کیا ہے، چنانچہ آپ "تنزيه الشريعة"[۵] میں لکھتے ہیں: "كونه لم يُجْرَح ممنوع كما يُعلم من ترجمته في المقدمة". یہ کہنا کہ ان پر جرح نہیں کی گئی یہ بات درست نہیں،

---

[۱] ميزان الاعتدال:حرف الطاء،من اسمه طريف، ۲/ ۳۳۵، ۳۹۸٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط:۱۳۸۲ هـ.

[۲] الكشف الحثيث:حرف الراء،ص:۱۲۹،رقم:۳٥٤،ت: صبحي السامرائي،مكتبة النهضة العربية- بيروت،ط:۱٤۰۷هـ

[۳] تقريب التهذيب: ص: ٦٥۳، رقم: ۸۱۹۳، ت: شيخ محمد عوامه، دارالرشد- سوريا،ط: ۱٤۱۱ هـ.

[۴] تعقبات علي الموضوعات: كتاب العلم،ص: ٤،بمطبع محمدي،المكتبة الأثريه- ضلع شيخوپوره،ط:۱۳۰۸هـ.

[۵] تنزيه الشريعة:كتاب العلم،الفصل الثاني، ۱/ ۲٥۸،رقم: ۲۸،ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۰۱هـ.

جیساکہ مقدمہ میں ان کے ترجمہ سے معلوم ہو رہا ہے [۱]۔

نوٹ: پیچھے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ ابو عاتکہ رجالِ ترمذی میں سے ہے، یہاں کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ ان کی "ولو بالصین" والی روایت کو موضوع کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ابو عاتکہ اگرچہ رجالِ ترمذی میں سے ہیں، لیکن ان کی جو روایت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے اسے بھی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔[۲]

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"حديث أنس حديث ليس إسناده بالقوي، ولا يصح عن النبي صلى الله عليه و سلم في هذا الباب شيء". حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی سند قوی نہیں ہے، اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی "صحیح" روایت منقول نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ آگے ابو عاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: " أبو عاتكة يضعف"[۳]. ابو عاتکہ کو ضعیف کہا گیا ہے۔

---

[۱] علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں ابو عاتکہ کے متعلق سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، لیکن اس قول کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "بالغ سليماني" کہہ کر رد کیا ہے۔

[۲] امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن ترمذي" میں ابو عاتکہ کی سند سے جو روایت تخریج کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں: "حدثنا عبد الأعلى بن واصل الكوفي، حدثنا الحسن بن عطية، حدثنا أبو عاتكة، عن أنس بن مالك: قال جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه و سلم فقال: اشتكت عيني أفأكتحل وأنا صائم ؟ قال: "نعم" . "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں سرمہ لگالوں؟ حالانکہ میں روزے سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" ۔ سنن الترمذي: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۳/ ۹٦، رقم: ۷۲٦، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية: ۱۳۹۷ هـ. یہ بھی واضح رہے کہ "سنن الترمذي" کی اس روایت کے دیگر شواہد بھی ہیں، دیکھیے: التلخيص الحبير، ۳٦٥/۲، رقم: ۸۸٦۔

[۳] سنن الترمذي: باب ما جاء في الكحل للصائم، ۳/ ۹٦، رقم: ۷۲٦، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، الطبعة الثانية ۱۳۹۷هـ.

اور مقدمہ میں یہ بات آچکی ہے کہ کسی راوی کی روایت کے ساقط ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے منقول تمام متون ساقط ہوں گے، بلکہ دیگر قرائن وغیرہ سے ایسے راویوں کے بعض متون سقط سے محفوظ ہوں سکتے ہیں۔

خلاصہ: ابو عاتکہ کے بارے میں سوائے سلیمانی کے کسی نے بھی وضع حدیث کی نسبت نہیں کی، البتہ مختلف کلمات سے جرح کی گئی ہے، جن میں بعض شدید جرح پر مشتمل ہیں، مثلا:

"منکر الحدیث جداً"۔ (امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ)

"منکر الحدیث"۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

"متروک الحدیث"۔ (حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ)

"واہی"۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ ابو عاتکہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کرنے میں (جس میں اطلبوا العلم ولو بالصین کے الفاظ ہیں) متفرد ہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بطریق ابو عاتکہ پر ائمہ کا کلام

۱- امام ابو بکر البزار رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو بکر بزار رحمۃ اللہ علیہ "البحر الزخار المعروف بمسند البزار" میں فرماتے ہیں:

"حديث أبي العاتكة: اطلبوا العلم ولو بالصين، لا يعرف أبو العاتكة ولا يدرى من أين هو، فليس لهذا الحديث أصل"[۱]. **حدیث:** "اطلبوا العلم ولو بالصين". **ابو عاتکہ معروف شخص نہیں، اور یہ بھی معلوم**

---

[۱] البحر الزخار: مسند علي، ١٧٥/١، رقم: ٩٥، ت: محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ

نہیں کہ وہ کہاں کا ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۲- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "المنتخب من علل الخلّال" میں مَرُّوذِی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"أن أبا عبدالله ذكر له هذا الحديث، فأنكره إنكارا شديدا"[۱].

ابو عبد اللہ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر کی۔

۳- امام یحیی ابن معین رحمۃ اللہ علیہ

علامہ دُوری رحمۃ اللہ علیہ امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وسألت يحيى بن معين عن أبي عاتكة هذا فلم يعرفه"[۲].

میں نے یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے اس ابو عاتکہ کے بارے پوچھا، تو آپ نے اسے نہیں پہچانا۔

۴- حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ "الموضوعات" میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "هذا باطل، لا أصل له"[۳]. یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[۱] المنتخب من العلل الخلال: كتاب العلم، ص: ۱۲۹، رقم: ۶۳، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله دار الرأية- الرياض ط: ۱۴۱۹ هـ.

[۲] المنتخب من العلل الخلال: كتاب العلم، ص: ۱۲۹، رقم: ۶۳، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية- الرياض، الطبعة الاولى: ۱۴۱۹ هـ.

[۳] حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول "مجروحین" میں نہیں ملا، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" میں ذکر کیا ہے، اور یہیں سے باقی حضرات نے لیا ہے، البتہ ان کے متعلق "مجروحین" میں دوسرے الفاظ ہیں جو پہلے ذکر کیے گئے ہیں۔

۵- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "المدخل" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا حديث متنه مشهور وأسانيده ضعيفة، لا أعرف له إسنادا يثبت بمثله الحديث"[1]. اس حدیث کا متن مشہور اور سندیں ضعیف ہیں، مجھے اس حدیث کی اس درجے کی کوئی سند نہیں مل سکی ہے، جس سے یہ حدیث ثابت کہلائی جاسکے۔

"شعب الإيمان" میں اس روایت کے متعلق امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ ہو:
"هذا حديث متنه مشهور، وإسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة "[2]. اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اسناد ضعیف ہے، اور یہ کئی طرق سے منقول ہے لیکن وہ تمام کے تمام طرق ضعیف ہیں۔

۶- حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الضعفاء الكبير" میں مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة، وهو متروك الحديث ...."[3]. لفظ "ولو بالصين" صرف ابوعاتکہ ہی سے محفوظ (منقول) ہے، اور ابوعاتکہ متروک الحدیث ہے ...."۔

---

[1] المدخل إلى السنن الكبرى: باب العلم، ص: ٢٤١،رقم: ٣٢٤، ت: محمد ضياء الرحمن الأعظمي، دار الخلفاء – الكويت، ط:١٤٠٤هـ.

[2] شعب الإيمان: باب في طلب العلم، ٣/ ١٩٤، رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد– سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

[3] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ٢/ ٢٢٩، رقم: ٧٧٧، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

۷- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ”الكامل في الضعفاء“[1] میں ابوعاتکہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“.

آگے روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”ما أعلم يرويه غير الحسن بن عطية عن أبي عاتكة“. میرے علم میں (اس حدیث کی صرف ایک ہی سند ہے، یعنی حسن بن عطیہ عن ابی عاتکہ) حسن کے علاوہ کوئی دوسرا اسے ابو عاتکہ سے روایت کرنے والا نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حسن، ابوعاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہے، تفصیل آرہی ہے۔

۸- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں ”الموضوعات“ میں فرماتے ہیں:

”هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... وأما أبو عاتكة فقال البخاري منكر الحديث ...“[2]. یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”صحیح“ نہیں ... نیز ابوعاتکہ بقول بخاری رحمۃ اللہ علیہ منکر الحدیث ہے ...“۔

۹- حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ”مجموع الفتاوى“[3] میں مذکورہ روایت (قطع

---

[1] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ٤/١١٨، رقم: ٩٦٣، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[2] الموضوعات: كتاب العلم، ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد عثمان المكتبة السلفية – المدينة المنورة، الطبعة الأولي: ١٣٨٦هـ.

[3] مجموع الفتاوى: سئل شيخ الإسلام عن أحاديث يرويها القصاص، ١٨/ ٢٢٠، عامر الجزار، دارالوفاء – مصر، ط: ١٤٢٦هـ

نظر کسی خاص سند کے) کے متن کے بارے میں فرماتے ہیں: ” ليس هذا ولا هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم “.

نہ یہ روایت (ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ ہے) نبی علیہ السلام کا کلام ہے نہ وہ (یعنی، علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے)[1]۔

۱۰- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ مرتضی زَبِیدِی رحمۃ اللہ علیہ ”إتحاف السادة المتقين“[2] میں لکھتے ہیں:

”قال العراقي: أخرجه ابن عدي في الكامل والبيهقي في الشعب والمدخل وابن عبد البر في العلم من رواية أبي عاتكة عن أنس، وأبو عاتكة منكر الحديث، وقال البيهقي: هذا الحديث مشهور وأسانيده ضعيفة ...“.

عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ... ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے، اور اس کی سندیں ضعیف ہیں ...“۔

۱۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”ميزان الاعتدال“ میں ابو عاتکہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”هو صاحب حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين“[3]. ”اطلبوا العلم ولو بالصين“ والی روایت نقل کرنے والے یہی ابو عاتکہ ہیں۔

---

[1] ”مجموع الفتاوي“ میں مکمل متن اس طرح سے ہے: ”يا علي! رضی اللہ عنہ تخذ لك نعلين من حديد وأفنهما في طلب العلم ولو بالصين“. اس پورے متن کے بارے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

[2] إتحاف السادة: كتاب العلم، الباب الأول، ١/١٤٨، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٣٣هـ.

[3] ميزان الاعتدال: حرف الطاء، من اسمه طريف، ٢/ ٣٢٥، رقم: ٣٩٨٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بھی "تلخیص الموضوعات"[1] میں اس روایت کو لکھ کر ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں: "هذا باطل وأبو عاتكة طريف واهٍ". یہ باطل روایت ہے، اور ابو عاتکہ طریف، ایک واہی شخص ہے۔

۱۲- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ روایت مذکور کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهو ضعيف من الوجهين، بل قال ابن حبان: إنه باطل لا أصل له، وذكره ابن الجوزي في الموضوعات ..."[2]. یہ روایت دونوں سندوں (جو ما قبل میں ذکر کی گئی ہیں) سے ضعیف ہے، بلکہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے..."۔

۱۳- حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذکرة الموضوعات"[3] میں مذکورہ روایت نقل کرکے ابو عاتکہ کو "منكر الحديث جدا" کہا ہے۔

(۱۴) علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[4] میں حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ۱/ ۲۳، رقم ۱۱۰، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد– رياض، الطبعة الأولى: ۱٤۱۹هـ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ۸۵، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: حرف الألف، ص: ۲۹، نور محمد كتب خانه– كراتشي.

[4] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الثاني، ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۸، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الثانية: ۱٤۰۱هـ.

(۱۵) علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أسنی المطالب"[1] میں مذکورہ روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق ابو عاتکہ پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

ابو عاتکہ سے منقول روایتِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر محدثین کرام کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، ذیل میں اس کلام کا خلاصہ لکھا جائے گا:

یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔(حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر فرمائی۔(مَرّوذی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔(امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)

یہ نبی علیہ السلام کے کلام میں سے نہیں ہے۔(حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔(حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)

ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔

---

[1] أسنی المطالب: ص: ٥٨، رقم:٢٠٨،ت:مصطفی عبدالقادر عطا،دارالکتب العلمیة– بیروت، ط: ١٤١٨هـ.

اہم فائدہ

یہاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ایک غلط فہمی ہوسکتی ہے، بلکہ بعض حضرات نے ان کے کلام کو استناد کے لئے ذکر بھی کیا ہے، اس لئے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الإيمان“میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ” هذا حديث متنه مشهور،و إسناده ضعيف وقد روي من أوجه، كلها ضعيفة “[1]. اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: ” له طرق ربما يصل بمجموعها إلى الحسن“[2].
اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتا ہے[3]۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ”تلخيص الواهيات“[4] کے حوالے سے منقول ہے: ”روي من عدة طرق واهية وبعضها صالح“[5].

---

[1] شعب الإيمان: باب في طلب العلم،٣/ ١٩٤،رقم: ١٥٤٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد–سوريا،الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ .

[2] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث–جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[3] حافظ مزّی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعه“ اور علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كشف الخفاء“ میں لکھا ہے۔

[4] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث–جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[5] حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بحوالہ ”تلخيص الواهيات“ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے، جبکہ ”تلخيص كتاب الموضوعات“ میں یہ قول تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی ہیں اور بعض صالح ہیں۔

غلط فہمی کی توضیح

بعض علماء کو ان اقوال سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ ان اقوال (یعنی بقول امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ متن کا مشہور اور سند کا ضعیف ہونا، بقول امام مزی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ طرق کا حسن ہونا، بقول حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بعض سندوں کا صالح ہونا) کا تعلق مذکورہ پورے متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے اور علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ان اقوال کا تعلق صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو باطل، بے اصل، منکر اور شدید ضعیف قرار دیا ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات (اس حدیث کا متن مشہور ہے اور سند ضعیف ہے، اور یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے اور وہ تمام ضعیف ہیں) کو کہنے کے بعد "شعب الایمان" میں آگے جتنی بھی سندیں ذکر کیں ہیں، وہ اس دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی ہیں، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کے ساتھ صرف یہی ایک سند ذکر کی ہے (یعنی ابو عاتکہ کا طریق) آگے کوئی بھی سند نقل نہیں کی۔

اسی طرح حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے حصے کے نو(۹) طرق نقل کیے ہیں، اور پہلا حصہ دو (۱۔ابو عاتکہ، ۲۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ اس پر آگے کلام ذکر کیا جائے گا) طریق سے ہے، اسی طرح حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفة الأشراف"[1] میں دوسرے حصے کی سند کو ذکر کیا ہے، جبکہ پہلے والے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی اسی طرف اشارہ ملتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا تعلق حدیث کے صرف دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) سے ہے، ذیل میں ہر ایک کا کلام لکھا جائے گا۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ فرماتے ہیں: "لا يحفظ: ولو بالصين، إلا عن أبي عاتكة"[2]. کہ ولو بالصین صرف ابو عاتکہ سے مروی ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "المقاصد الحسنة" باب الطاء میں ان الفاظ سے حدیث کا عنوان قائم کیا: "طلب العلم فريضة على كل مسلم"[3]. (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں: ابو عاتکہ نے مذکورہ روایت کے شروع میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے: "علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

---

[1] تحفة الأشراف: مسند أنس بن مالك، ۱/ ۳۷٤، رقم: ۱٤۷، ت: عبدالصمد شرف الدين، المكتب الإسلامي— بيروت، ط: ۱٤۰۲هـ.

[2] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ۲/ ۲۲۹، رقم: ۷۷۷، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية— بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۸هـ.

[3] المقاصد الحسنة: حرف الطاء، رقم: ٦٦۰، ص: ٤٤۱، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي —بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

اسی طرح ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعة"[1] میں نفس روایت پر کلام کرنے کے بعد دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول نقل کیاہے، اس کے بعد اس کے بعض طرق بیان کرکے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لکھتے ہیں:

"نصفه الثاني أخرجه ابن ماجه، قال الحافظ المزي الشافعي: وله طرق كثيرة عن أنس، يصل مجموعها إلى مرتبة الحسن".

نصفِ ثانی (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کی تخریج ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اور حافظ مزی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایاہے کہ یہ حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے منقول ہے، جن کا مجموعہ مرتبہ حسن تک پہنچتاہے۔

اہم فائدہ کے تحت تفصیل کا خلاصہ

اس تمام تحقیق کا خلاصہ یہ نکلاکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس حدیث کا متن مشہور ہے، اور سند ضعیف ہے) حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس روایت کے اور بھی طرق ہیں ان کا مجموعہ حسن درجے تک پہنچتاہے) اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول (اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیاہے، بعض ان میں سے واہی ہیں اور بعض صالح ہیں) حدیث کے صرف اس حصے سے متعلق ہے: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔ اور حدیث کے پہلے حصے (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) سے ان اقوال کا کوئی تعلق نہیں ہے، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اسی بات کی طرف اشارہ ملتاہے، تفصیل آپ کے سامنے گذر چکی ہے۔

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، فصل الثاني، ٢٥٨/١، رقم: ٢٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية— بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

اہم تنبیہ

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء"[1] میں لکھا ہے: "رواه أبو يعلى عن أنس بلفظ: اطلبوا العلم ولو بالصين فقط". ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فقط "اطلبوا العلم ولو بالصين" کے الفاظ سے روایت نقل کی ہے۔

"مسند أبو يعلى الموصلي"[2] میں جب مذکورہ روایت کو تلاش کیا گیا، تو روایت میں صرف دوسرا حصہ مذکور ہے، پہلا حصہ (علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے) ذکر ہی نہیں کیا گیا۔

دوسری اہم تنبیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں: "ما أعلم يرويه غير الحسن بن عطية عن أبي عاتكة عن أنس"[3]. میں نہیں جانتا کہ حسن بن عطیہ کے علاوہ کوئی اور شخص بھی ابو عاتکہ عن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتا ہو، یعنی امام موصوف کا کہنا ہے کہ روایت مذکورہ ابو عاتکہ سے حسن بن عطیہ ہی نقل کرنے والے ہیں۔

حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ حسن بن عطیہ کے بارے میں تفرد کے دعوی کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ "الموضوعات"[4] میں حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اسی طرح کی بات نقل کی ہے:

"قال الحاكم أبو عبد الله النيسابوري: تفرد به الحسن بن

---

[1] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث- جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[2] مسند أبي يعلى: مسند أنس،الزبير بن عدي عن أنس، ٧/ ٩٦، رقم: ٤٠٣٥ وكذا في الرقم: ٢٨٣٧ و ٢٩٠٣ عن أنس، ت: حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث –دمشق، ط:١٤٠٤هـ.

[3] الكامل في الضعفاء: باب الطاء، من اسمه طريف، ١١٨/٤، رقم: ٩٦٣، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[4] الموضوعات: كتاب العلم، ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المكتبة السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦هـ.

عطية". حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابو عبد اللہ نیشاپوری کہتے ہیں حسن بن عطیہ اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کی تردید میں لکھتے ہیں:

"قلت: وهذا تحريف [كذا في الأصل و في بعض النسخ تخريف] من الحاكم لأنه قد رواه غير الحسن أنبأنا .... حدثنا حماد بن خالد الخياط قال: حدثنا طريف بن سليمان [كذا في الأصل] أبو عاتكة ..."[1].

میں کہتا ہوں کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اندازہ سے کی ہے، اسے حسن کے علاوہ نے بھی نقل کیا ہے.... حماد بن خالد الخیاط کہتے ہیں کہ ہمیں طریف بن سلیمان ابو عاتکہ نے بیان کیا ....."۔

اسی طرح امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو "ابراہیم بن اسحاق صینی" کے حوالے سے "الأنساب"[2] میں لکھتے ہیں:

"إبراهيم بن إسحاق الصيني، كوفي..... يروي عن أبي عاتكة، عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: "اطلبو العلم ولو بالصين".

ابراہیم بن اسحاق .... ابو عاتکہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: "علم حاصل کرو اگرچہ چین تک ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔

ان تمام باتوں سے یہ حاصل ہوا کہ حسن، ابو عاتکہ سے نقل کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ابو عاتکہ سے حماد بن خالد الخیاط اور ابراہیم بن اسحاق بھی مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔

---

[1] الموضوعات: كتاب العلم، ١/ ٢١٠، ت: عبدالرحمن محمد، عثمان المكتبة السلفية – المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦ هـ.

[2] الأنساب للسمعاني: حرف الصاد، باب الصاد والياء، الصيني، ٣/ ٥٧٧، ت: عبد الله عمر البارودي، دار الجنان – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ.

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابو عاتکہ کی سند مکمل ہو گئی، ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کی جائے گی۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"أخبرنا أحمدنا مسلمة، نا يعقوب بن إسحاق بن إبراهيم العسقلاني، ثنا يوسف بن محمد الفِرْيَابي ببيت المقدس، ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "اطلبوا العلم ولو بالصين فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم"".[1]

روایت پر کلام، ابو عاتکہ کے طریق میں آ چکا، لہذا یہاں پر مذکورہ طریق پر ائمہ کا کلام نقل کیا جائے گا۔

مذکورہ سند پر ائمہ کا کلام

۱- علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ مرتضی زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف السادة المتقين"[2] میں لکھتے ہیں:

"قال العراقي: ... وأخرجه ابن عبد البر أيضا من رواية الزهري عن أنس، وفي إسناده يعقوب بن إسحاق العسقلاني فقد كذبه البيهقي...".

---

[1] جامع بيان العلم وفضله: باب طلب العلم فريضة، ۱/ ۳۰، رقم: ۲۱، ت: أبو الأشبال الزهري، دار ابن الجوزي–الدمام، ط: ۱٤۱۹هـ.

[2] إتحاف السادة المتقين: كتاب العلم، الباب الأول، ۱/ ۱٤۸، دارالكتب العلمية – بيروت، الطبعة الخامسة: ۱٤۳۳هـ.

عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے ... نیز اس روایت کو ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے زہری عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے تخریج کیا ہے، اور اس سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، جسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جھوٹا کہا ہے..."۔

۲- حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان" میں سند میں موجود "یعقوب بن اسحاق" کے ترجمہ میں مذکورہ روایت اور یعقوب سے مروی دیگر روایات ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "هذا من أباطيل يعقوب"[1]. یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔

۳- حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور اور اس سے پہلے ابو عاتکہ کی سند تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: " وهو ضعيف من الوجهين"[2]. یہ روایت دونوں سندوں (یعنی زہری وابو عاتکہ کے طریق) سے ضعیف ہے۔

۴- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[3] میں مذکورہ روایت بسندِ یعقوب بن اسحاق نقل کرنے کے بعد یعقوب کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "کذاب" کو ذکر کیا، پھر یعقوب کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کردہ مسلمہ بن قاسم کا قول تحریر کیا ہے، جو عنقریب آئے گا۔

---

[1] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ۸/ ۵۲۵، رقم: ۸۶۳۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي – بيروت، ط: ۱٤۲۰هـ.

[2] المقاصد الحسنة: حرف الألف، ص: ۸۵، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵هـ.

[3] اللآلي المصنوعه: كتاب العلم، ۱/ ۱۷۵، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

۵- حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سند مذکور کے متعلق لکھتے ہیں:

"أخرجه ابن عبد البر من طريق يعقوب بن إسحق العسقلاني ... عن الزهري عن أنس، لكن يعقوب رمي بالكذب، ووثقه مسلمة بن القاسم، وحكى توثيقه عن بعضهم"[1]. ابن عبد البر نے یعقوب بن اسحاق العسقلانی کے طریق سے روایت تخریج کی ہے ...زہری رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں، لیکن یعقوب پر کذب کی تہمت ہے، البتہ مسلمہ بن قاسم نے یعقوب کی توثیق کی ہے، اور بعض محدثین سے ان کی توثیق بھی نقل کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود "تنزيه الشريعة"[2] کے مقدمہ میں یعقوب کو "کذاب" لکھا ہے۔

سابقہ ائمہ حدیث کی تصریحات کے مطابق اس سند میں یعقوب متہم ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم واضح طور پر معلوم ہو سکے۔

یعقوب بن اسحاق عسقلانی کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[3] میں "یعقوب بن اسحاق عسقلانی" کے ترجمہ میں اس سے مروی ایک دوسری روایت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، الفصل الثاني ١/ ٢٥٨، رقم: ٢٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب المناقب، الفصل الأول، ١/ ١٢٩، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[3] المغني في الضعفاء الرجال: حرف اليا ء ٢/ ٤٣٠، رقم: ٧١٨٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي—بيروت، ط: ١٩٨٧م.

"يعقوب بن إسحاق العسقلاني، عن حميد بن زنجويه، عن يحيى بن بكير، عن مالك، عن نافع، عن ابن عمر مرفوعا: من حفظ على أمتي أربعين، وهذا كذب في السند والمتن "..... اس روایت کی سند و متن دونوں میں جھوٹ ہے۔

اسی طرح "میزان الاعتدال "[1] میں یعقوب العسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: "كذاب". یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[2] میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

مذکورہ سند میں یعقوب سے مسلمہ بن قاسم نے روایت نقل کی ہے، یہی مسلمہ، یعقوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"واختلف فيه أهل الحديث، فبعضهم يضعفه وبعضهم يوثقه، ورأيتهم يكتبون عنه فكتبت عنه، وهو عندي صالح جائز الحديث".[3]

علماء حدیث کے نزدیک یعقوب کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کی تضعیف کی ہے اور بعض نے توثیق کی ہے، میں نے محدثین کو ان سے روایت لیتے دیکھا ہے، چنانچہ میں بھی ان سے روایت لیتا ہوں، میرے نزدیک وہ صالح، جائز الحدیث ہے۔

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٤/ ٤٤٩، رقم: ٩٨٠٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

[2] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٨/ ٥٢٥، رقم: ٨٦٣١، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي - بيروت، ط: ١٤٢٠هـ.

[3] لسان الميزان: حرف الياء، من اسمه يعقوب، ٨/ ٥٢٥، رقم: ٨٦٣١، ت: عبدالفتاح أبوغدة، مكتبة المطبوعات الإسلامي - بيروت، ط: ١٤٢٠هـ.

روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بطریق زہری پر ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب کی باطل روایات کے تناظر میں اس سند سے یہ روایت لکھی ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت بسندِ ہذا نقل کر کے سند میں موجود یعقوب کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کذاب لکھا ہے، نیز قطع نظر خاص اس سند کے یعقوب کے بارے میں ائمہ کے اقوال بھی آپ مشاہدہ کر چکے ہیں، لہذا سند مذکور سے بھی روایت بیان کرنا درست نہیں ہے۔

یہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول، ابو عاتکہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ کے طریق پر کلام مکمل ہو چکا ہے، آگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے طریق پر کلام کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا طریق

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وحدث ابن كَرّام عنه [أي الجويباري] أيضا عن الفضْل بن موسى، عن محمد بن عمرو ، عن أبي سلمة ، عن أبي هريرة رضي الله عنه حديث: اطلبوا العلم ولو بالصين، فإن طلبه فريضة على كل مسلم"[1]۔

روایت پر ائمہ کا کلام

١- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الکامل"[2] میں اس سند کے متعلق لکھتے ہیں:

[1] الكامل في الضعفاء: ذكر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ١/ ١٧٧، رقم: ١٧، دارالفكر- بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

[2] الكامل في الضعفاء: ذكر أحاديث المنكرة، أحمد الجويباري، ١/ ١٧٧، رقم: ١٧، دارالفكر- بيروت، ط: ١٤٠٩هـ.

"هذا بهذا الإسناد باطل". یہ روایت اس سند کے ساتھ باطل ہے۔

نیز حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود ابو علی احمد الجویباری کے متعلق لکھتے ہیں:

"حدث عن جرير والفضل بن موسى و غيرهما بأحاديث وضعها عليهم، وكان يضع الحديث لابن كَرّام على ما يريده".

جویباری، جریر، فضل بن موسی وغیرہ کے انتساب سے روایتیں گھڑتا تھا، نیز یہ ابن کرّام کے لئے ان کی خواہش کے مطابق روایت گھڑتا تھا۔

واضح رہے کہ ہماری اس سند میں بھی فضل بن موسی اور ابن کرّام موجود ہیں۔

۲- محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ سند "ذخيرة الحفاظ" میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وهذا باطل، والجُوَيْبَاري كذاب"[1]. یہ روایت باطل ہے اور جویباری کذاب ہے۔

محدثین کرام نے اس سند میں احمد الجویباری کو متہم قرار دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جویباری کے متعلق ائمہ فن کے اقوال جان لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

جویباری کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

علامہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ جویباری کے بارے میں فرماتے ہیں: "أبو علي الجُوَيْبَارِي دجال من الدجاجلة"[2]. ابو علی الجویباری دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔

[1] ذخيرة الحفاظ: ٤١٦/١، رقم: ٥٤٣، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦هـ.

[2] المجروحين: باب الألف، من اسمه أحمد، ١/ ١٤٢، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة-بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جویباری کے متعلق فرماتے ہیں: "كذاب"[1]. یہ جھوٹا ہے۔
دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں کہتے ہیں: "كذاب"[2]. یہ جھوٹا ہے۔
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "قلت: الجُوَيْبَارِي ممن يضرب المثل بكذبه"[3]. میں کہتا ہوں جویباری ان لوگوں میں سے ہے جن کا جھوٹ ضرب المثل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کا حکم

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ محمد بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ مقدسی نے صراحت سے مذکورہ سند سے روایت کو باطل قرار دیا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ

زیرِ بحث متن (علم حاصل کرو اگرچہ چین ہی جان پڑے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مختلف سندوں کے ساتھ منقول ہے، جس کے بارے میں تیرہ (۱۳) ائمہ رجال کے اقوال (مختلف سندوں میں) آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ روایت باطل من گھڑت اور بے اصل ہے، مکرر ملاحظہ ہو:
یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، اس قول پر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس روایت کو بیان کیا گیا، تو انہوں نے اس روایت پر شدید نکیر کی۔ (مروذی رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١٠٦/١، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.
[2] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١٠٦/١، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.
[3] ميزان الاعتدال: حرف الألف، من اسمه أحمد، ١٠٦/١، رقم: ٤٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔(امام بزار رحمۃ اللہ علیہ)
یہ روایت اس سند (جویباری کی سند) کے ساتھ باطل ہے۔(حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ)
نہ یہ نبی علیہ السلام کے کلام میں سے ہے نہ وہ۔ (حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ)
یہ روایت باطل ہے اور جویباری کذاب ہے۔(حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)
یہ یعقوب کی باطل روایتوں میں سے ہے۔(حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، اسی پر حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے)
اس روایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔ (حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، اس قول کو حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے)
ان تمام محدثین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت باطل، بے اصل ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ

جیسا کہ ما قبل میں بتلایا جاچکا ہے کہ مذکورہ روایت کے دو ٹکڑے ہیں:
(۱) أطلبوا العلم ولو بالصين (۲) طلب العلم فريضة على كل مسلم.
پہلے کے بارے میں کلام تفصیل سے آچکا، دوسرے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے بارے میں علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قبول وعدم قبول کے بارے میں علماء کی دو جماعتوں کا ذکر کیا ہے، اور خود ثبوتِ حدیث کی جانب مائل ہیں، چنانچہ "تذكرة الموضوعات" میں تمام اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لكن قال العراقي: قد صحح بعض الأئمة بعض طرقه، وقال المُزَني [1]: إن طرقه تبلغ رتبة الحسن" [2]. لیکن حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

[1] یہ لفظ "مِزّي" ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے آپ پڑھ چکے ہیں "مُزَني" کا لفظ یہاں کتاب میں غلط ہے۔
[2] تذكرة الموضوعات: كتاب العلم، ص: ۱۷، كتب خانه مجيدية.

کہ بعض ائمہ نے اس کے بعض طرق کو صحیح قرار دیا ہے، اور حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے طرق حسن درجے کے ہیں۔

اسی طرح حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[۱] میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة" میں دوسرے حصے (علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) کے ثبوت کی جانب مائل ہوئے ہیں، چنانچہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی بحث کے آخر میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھتے ہیں:

"روي من عدة طرق واهية، وبعضها صالح"[۲]. اس روایت کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا ہے، بعض ان میں سے واہی (اصطلاح) ہیں اور بعض صالح ہیں[۳]۔

تتمہ: فضیلت علم کے باب میں روایت: "اطلبواالعلم ولوبالصين". (علم حاصل کرو، اگرچہ چین جانا پڑے) کے ساتھ: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) کو بھی بیان کیا جاتا ہے، یہ روایت کتبِ حدیث میں باوجود تلاش کے نہیں مل سکی، البتہ حاجی خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[۱] المقاصد الحسنة:حرف الطاء،رقم: ٦٦٠، ص: ٤٤١، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[۲] كشف الخفاء: ١/ ١٦٣، رقم: ٣٩٧، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث– جدة، ط: ١٤٢١ هـ.

[۳] مذکورہ روایت: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔ پر احمد بن محمد بن الصدیق الغماری نے "المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة علي كل مسلم" کے نام سے تحقیقی کام کیا ہے، اس میں انہوں نے مذکورہ روایت کے نو (۹) مختلف طریق ذکر کئے ہیں، آخر میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "هذا ما وقفت عليه من طرق هذا الحديث، وبالنظر فيها يعلم أن الحديث بمجموعها يبلغ رتبة الصحيح ولا بد". یہ ہیں حدیث کے وہ طرق جو مجھے ملے ہیں، اور ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مجموعی طور پر درجہ "صحیح" تک پہنچ جاتی ہے، اور یہ ضرور ایسا ہی ہے۔(المسهم في بيان حال حديث طلب العلم فريضة على كل مسلم : فصل، ص: ٣٦ مكتبة طبرية– الرياض، ط: ١٤٣٣هـ).

"کشف الظنون"[1] میں لکھا ہے:

"قد حث الشارع عليه الصلاة والسلام على اكتسابه حيث قال: ....: اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد ....." . نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: .... "علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک"۔

مذکورہ روایت کے متعلق متقدمین محدثین میں سے کسی کا کلام نہیں ملا، البتہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ "قيمة الزمن عند العلماء"[2] میں اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا الكلام: "طلب العلم من المهد إلى اللحد". ويحكى أيضا بصيغة: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". ليس بحديث نبوي، وإنما هو من كلام النّاس، فلا يجوز إضافته إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم كما يتناقله بعضهم .. ..وهذا الحديث الموضوع: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". مشتهر على الألسنة كثير، ومن العجب أن الكتب المؤلفة في الأحاديث المنتشرة لم تذكره".

یہ کلام: "طلب العلم من المهد إلى اللحد". (طلبِ علم ماں کی گود سے قبر تک ہے) اور اسی طرح یہ الفاظ: " اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، یہ تو لوگوں کا کلام ہے، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے، جیساکہ بعض حضرات نے اسے حدیث کہہ کر نقل کیا ہے.... یہ موضوع

---

[1] كشف الظنون:المنظر العاشر: في التعلم وفيه فتوحات أيضا،١/ ٥٢، ت: علي البجاوي، دار الفكر– بيروت، ط:١٤٠٤هـ.

[2] قيمة الزمن عند العلماء:ص:٢٩، حاشية، دار عالم الكتب– بيروت، ط:١٤٠٤هـ.

روایت: "اطلبوا العلم من المهد إلى اللحد". (علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک) زبان زد عوام ہے، اور تعجب ہے کہ جن حضرات نے "احادیثِ مشتہرہ" پر تالیفات کی ہیں، انہوں نے اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

حاصل یہ رہا کہ شیخ ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ الفاظ: "علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک"۔ حدیث نہیں ہے، بلکہ من گھڑت روایت ہے، اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
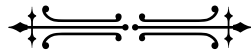
روایت نمبر⑤

روایت: ”لم يكن يُرى له ظِلٌ .....“.
حضور ﷺ کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔۔۔“۔
حکم: شدید ضعیف ہے، بیان نہیں کرسکتے۔

یہ روایت تین سندوں سے مروی ہے:

① روایت ذکوان

② روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

③ روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت ذکوان

روایت کا مصدر

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص الکبری“[1] میں یہ روایت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے نقل کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

”أخرج الحكيم الترمذي من طريق عبد الرحمن بن قيس الزعفراني، عن عبد الملك بن عبد الله بن الوليد، عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يُرى له ظِلٌ في شمس ولا قمر ولا أثَرُ قضاءِ حاجة“.

ترجمہ: ذکوان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں دکھائی دیتا تھا، نہ چاند کی روشنی میں اور نہ آپ کی قضاء حاجت کا نشان ہوتا۔

---

[1] الخصائص الکبری: باب الآية في حفظه، ۱۲۱، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ۔
یہ روایت ”نوادر الاصول“ میں نہیں مل سکی، اس لئے ثانوی مصدر سے روایت نقل کی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا"[1] میں بھی یہ روایت اسی سند سے بیان کی ہے۔

روایت پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناهل الصفا"[2] میں **حدیث:** "أنه كان إذا أراد أن يتغوط انشقت الأرض..." کے تحت **"نوادر الاصول"** کی سند ذکر کرتے ہوئے، سند میں موجود **"عبد الرحمن بن قیس"** کو **وضاع، کذاب** اور **"عبد الملک بن عبد اللہ رائد"** کو **مجہول** کہا ہے، ملاحظہ ہو:

"... وأخرج الحكيم الترمذي في نوادر الأصول من طريق عبد الرحمن بن قيس ـ وهو وضاع كذاب ـ عن عبد الملك بن عبد الله بن الرائد [كذا في الأصل] ـ وهو مجهول ـ عن ذكوان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرى له ظل في شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة".

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح الشفاء"[3] میں **مذکورہ روایت کے متعلق** فرماتے ہیں:

"ذكره الحكيم الترمذي في نوادر الاصول عن عبدالرحمن بن قيس ـ وهو مطعون ـ عن عبدالملك بن عبدالله بن الوليد ـ وهو مجهول ـ عن ذكوان من أنه كان لا ظل لشخصه في شمس ولاقمر".

---

[1] مناهل الصفا: ص:٤٢، رقم:٦٨، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] مناهل الصفا: ص:٤٢، رقم: ٦٨، ت: الشيخ سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] شرح الشفاء: ٧٥٣/١، ت: الحاج أحمد طاهر القنوي، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٣١٩هـ.

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نوادرالاصول میں عبد الرحمن بن قیس سے نقل کیا۔ جو مطعون راوی ہے۔ وہ عبد الملک بن عبد اللہ سے نقل کرتا ہے۔ جو مجہول ہے۔ اور عبد الملک نے ذکوان سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک سورج وچاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا۔

فائدہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود عبد الرحمن بن قیس کو کذاب، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مطعون کہا ہے، اس لئے ذیل میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق ائمہ رجال کے تفصیلی اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کی فنی حیثیت واضح ہو جائے:

عبد الرحمن بن قیس ابو معاویہ زعفرانی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "العلل ومعرفة الرجال" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں پوچھا، آپ نے موصوف کے بارے میں کہا: "لم يكن بشيء متروك الحديث (شدید جرح)"[1]۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفا ءالکبیر"[2] میں اور حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة التذكرة"[3] میں زعفرانی کے متعلق امام احمد کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] العلل ومعرفة الرجال: ١/ ٣٨٤، رقم: ٧٤٨، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] الضعفاء الكبير: باب العين، ٢/ ٣٤٢، رقم: ٩٣١، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ هـ.

[3] معرفة التذكرة: حرف الميم، ص: ٢٦، مير محمد كتب خانه - كراتشي.

امام عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ مدینة السلام" میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں حافظ ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: "كان عبد الرحمن بن مهدي يكذّبه"[1]. عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اسے جھوٹا کہتے تھے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہی "تاریخ مدینة السلام"[2] میں عبد الرحمن بن قیس کے بارے میں امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: "كذاب". یہ جھوٹا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني في الضعفاء"[3] میں عبد الرحمن کے بارے میں ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو حاتم محمد بن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ "المجروحين" میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں:

"كان ممن يقلب الأسانيد، وينفرد عن الثقات بما لا يشبه حديث الأثبات، تركه أحمد بن حنبل"[4]. یہ ان لوگوں میں سے تھا جو سندوں میں تبدیلی کیا کرتے تھے، اور یہ تنہا ثقہ راویوں سے ایسی احادیث نقل

---

[1] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ١١/ ٥٢٦، رقم: ٥٣٢١، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ١١/ ٥٢٦، رقم: ٥٣٢١، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[3] المغني: حرف العين، ١/ ٥٤٤، رقم: ٣٦١٤، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي – بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[4] المجروحين: باب العين، ٢/ ٥٩، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

کرتے ہیں جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ترک کر دیا تھا۔

امام ابو سعد عبد الکریم السمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب"[1] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاریخ الکبیر"[2] میں عبد الرحمن بن قیس کے متعلق فرماتے ہیں: "ذهب حديثه" (جرح)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ مدینة السلام"[3] میں عبد الرحمن بن قیس کے متعلق امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "ذاهب الحديث" (جرح)۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروكين"[4] میں فرماتے ہیں: "متروك الحديث" (شدید جرح).

---

[1] الأنساب للسمعاني: باب الزاء والعين، الزني، ۳/ ۱۵۳،ت: عبدالله عمر البارودي،دارالجنان–بيروت، الطبعةالأولى: ۱٤۰۸ هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب عبدالرحمن، ۵/ ۳۳۹،رقم: ۱۰۸۲،ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ۱٤۰۷ هـ.

[3] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/ ۵۲٦،رقم: ۵۳۲۱،ت: دكتور بشار عوّاد،دار الغرب الإسلامي – بيروت،ط: ۱٤۱۲ هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: باب العين، ۱۵۹، رقم: ۳۸۳،ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية–بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵ هـ.

امام صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے متعلق فرماتے ہیں: "كان يضع الحديث"[1]. وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ مدينة السلام"[2] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو علی صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الضعفاء"[3] میں عبد الرحمن کو "لا شيء". (جرح) کہا ہے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروكين"[4] میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صالح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقريب التهذيب"[5] میں عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں فرماتے ہیں: "متروك، كذبه أبو زرعة وغيره". یہ متروک ہے، ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

---

[1] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[2] تاريخ مدينة السلام: من اسمه عبدالرحمن، ۱۱/۵۲٦، رقم: ۵۳۲۱، ت: دكتور بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[3] كتاب الضعفاء: باب العين، ۱۰۳، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة - بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵ هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: ۲/۹۸، رقم: ۱۸۹۲، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[5] تقريب التهذيب: ص: ۳٤۹، رقم: ۳۹۸۹، ت: محمد عوامة، دار الرشد - سوريا، ط: ۱٤۰٦ هـ.

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت ذکوان کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادر الاصول" کی سند ذکر کرتے ہوئے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کو وضاع، کذاب کہا ہے، نیز (قطع نظر کسی خاص سند کے) حافظ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین کرام نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی کے بارے میں جرح کے شدید الفاظ استعمال کیے ہیں (مثلاً: متروک، جھوٹا، حدیثیں گھڑتا ہے) اور یہ بھی واضح رہے کہ عبد الرحمن زعفرانی تنہا اس روایت کو نقل کرنے والے ہیں، چنانچہ عبد الرحمن زعفرانی جیسے راوی کا اس حدیث کو تنہا نقل کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ یہ روایت کسی بھی طرح ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہو سکتی۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

علامہ تقی الدین احمد بن علی مَقْرِیزِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۴۵ھ) "إمتاع الأسماع"[1] میں لکھتے ہیں:

"قال أحمد بن عبد الله الغُدَافِي، أخبرنا عمرو بن أبي عمرو، عن محمد بن السائب، عن أبي صالح، عن ابن عباس رضي الله عنه: لم يكن لرسول الله ظل، ولم يقم مع شمس قط إلا غلب ضوء الشمس[كذا في الأصل]، ولم يقم مع سراج قط إلا غلب ضوءه على ضوء السراج".

---

[1] إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع:۲/ ۱۷۰،ت: محمد عبد الحميد النميسي، دار الكتب العلمية– بيروت،ط:۱٤۰۲هـ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو سورج کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی، اور چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی غالب آجاتی۔

سند میں موجود محمد بن سائب کلبی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال ملاحظہ ہوں، تاکہ اس روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو:

ابو نضر محمد بن سائب کلبی کوفی (المتوفی ۱۴۶ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال

حافظ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلبی نے مجھ سے کہا کہ ہر وہ شے جو میں نے ابو صالح سے نقل کی ہے، وہ جھوٹی ہے[1]۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے:

"الكلبي هذا مذهبه في الدين، ووضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفه"[2]. یہ ہے کلبی کا مذہب، کلبی کی روایات میں جھوٹ اس قدر واضح ہے کہ ان کے احوال کی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حافظ جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كذاب"[3].

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بشيء، كذاب، ساقط"[4].

حافظ زائدہ رحمۃ اللہ علیہ، امام لیث رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سلیمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] الكامل في الضعفاء:٦/ ١١٥،رقم:١٦٢٦، دار الفكر –بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٥ هـ .

[2] المجروحين:٢/ ٢٥٣، ت: محمود ابراهيم زايد،دار المعرفة – بيروت،ط:١٤١٢ هـ.

[3] ميزان الاعتدال:٣/ ٥٥٩،رقم:٧٥٧٤، ت:علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط:١٣٨٢ هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي،٣/ ٦٢،رقم:٢٩٩٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦ هـ.

”وہ کذاب ہے“[1]۔

حافظ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”كذاب ساقط“[2].

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متروك“[3].

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح أحاديثه موضوعة“[4]. **محمد بن سائب کلبی، ابو صالح سے من گھڑت روایات** نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وقد حدث عن الكلبي سفيان وشعبة وجماعة، ورضوه في التفسير، وأما في الحديث فعنده مناكير، وخاصة إذا روى عن أبي صالح، عن ابن عباس“. **کلبی سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ کی ایک جماعت نے روایت نقل کی ہے، یہ حضرات ان کی تفسیر سے راضی رہے ہیں، البتہ احادیث میں ان کے ہاں مناکیر ہیں، خاص کر جب وہ عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کرے**[5]۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”متهم بالكذب، ورمي بالرفض“[6].

محمد بن سائب کے ترجمہ میں باذام او باذان ابو صالح مولی ام ہانی کا ذکر آتا رہا ہے، اس لئے ضمناً ذیل میں ان کے احوال بھی لکھے جارہے ہیں:

---

[1] الضعفاء والمتروكين، ۳/ ٦٢،رقم:۲۹۹۸، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين، ۳/ ٦٢،رقم:۲۹۹۸، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[3] ميزان الاعتدال:۳/ ۵۵۹، رقم: ٧٥٧٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة–بيروت، ط:١٣٨٢هـ.

[4] كتاب الضعفاء:ص:۱۳۸، رقم: ۲۱۰، ت: فاروق حمادة،دارالثقافة – قاهره، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ

[5] ميزان الاعتدال:۳/ ۵۵۹،رقم: ٧٥٧٤، ت: علي البجاوي، دار المعرفة–بيروت، ط:١٣٨٢هـ.

[6] تقريب التهذيب:ص:٤٧٩، رقم: ٥٩٠١، ت: محمد عوامة، دار الرشد – سوريا،ط:١٤٠٦هـ.

باذام او باذان ابو صالح مولی ام ہانی

عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ابو صالح کی تفسیر سے منع فرماتے تھے۔[1]

امام یحیی بن سعید قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لم أر أحدا من أصحابنا ترك أبا صالح مولى أم هانئ، وما سمعت أحدا من الناس يقول فيه شيئا، ولم يتركه شعبة ولا زائدة ولا عبد الله بن عثمان"[2]. میں اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے ابو صالح مولی ام ہانی کو ترک کیا ہو اور نہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اس میں کوئی بات ہے، اور اسے شعبہ، زائدہ اور عبد اللہ بن عثمان نے ترک نہیں کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو صالح کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا ..."[3]۔

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو صالح مولى أم هانئ ليس به بأس، فإذا روى عنه الكلبي فليس بشيء، وإذا روى عنه غير الكلبي فليس به بأس....."[4]. ابو صالح مولی ام ہانی "لیس بہ بأس" ہے، اگر اس سے کلبی [محمد بن سائب] روایت نقل کرے تو یہ "لیس بشی" ہے، البتہ اگر اس سے کلبی کے علاوہ کوئی شخص روایت نقل کرے تو یہ "لیس بہ بأس" ہے...."۔

---

[1] التاريخ الكبير: ٢/ ١٤٤، رقم: ١٩٨٨، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠٧ هـ.

[2] الجرح والتعديل: ٢/ ٤٣٢، رقم: ١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[3] الجرح والتعديل: ٢/ ٤٣٢، رقم: ١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[4] الجرح والتعديل: ٢/ ٤٣٢، رقم: ١٧١٦، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "أبو صالح باذان صالح الحديث، يكتب حديثه ولا يحتج به"[1]. ابو صالح باذان، صالح الحدیث ہے، ان کی حدیث لکھی تو جائے گی مگر ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باذام کو "ليس بثقة"[2] کہا ہے۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ حضرات ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ فرما چکے ہیں، مذکورہ سند میں موجود راوی "محمد بن سائب کلبی" پر ائمہ نے شدید کلام کیا ہے (قطع نظر خاص اس روایت کے)، خصوصاً ان کی وہ روایات جو یہ ابو صالح سے نقل کرنے والے ہیں، انھیں کے اقرار کے مطابق من گھڑت ہیں، اور اس سند میں بھی یہ ابو صالح سے روایت نقل کر رہے ہیں، چنانچہ یہ روایت اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدر

امام فقیہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۷۱۰ھ) "مدارك التنزيل وحقائق التاويل" میں سورۂ نور کی آیات افک کی تفسیر میں، مذکورہ روایت بلاسند نقل فرماتے ہیں:

"وذلك نحو ما يروى أن عمر ـ رضي الله عنه ـ قال لرسول الله عليه الصلاة والسلام: أنا قاطع بكذب المنافقين، لأن الله عصمك من وقوع الذباب على جلدك، لأنه يقع النجاسات فيتلطخ بها، فلما عصمك الله

[1] الجرح والتعديل: ٢/ ٤٣٢، رقم: ١٧١٦، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.
[2] ميزان الاعتدال: ١/ ٢٩٦، رقم: ١١٢١، ت: علي البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٣٨٢ هـ.

من ذلك القدر من القَذَر، فكيف لا يعصمك عن صحبة من تكون متلطخة بمثل هذه الفاحشة؟ وقال عثمان: إن الله ما أوقع ظلك على الأرض لئلا يضع إنسان قدمه على ذلك الظل، فلما لم يمكّن أحدا من وضع القدم على ظلك، كيف يمكّن أحدا من تلويث عرض زوجتك؟ وكذا قال علي ـ ﷛ ـ: إن جبريل أخبرك أن على نعليك قَذَرا، وأمرك بإخراج النعل عن رجلك، بسبب ما التصق به من القَذَر، فكيف لا يأمرك بإخراجها بتقدير أن تكون متلطخة بشيء من الفواحش؟!"[1].

روایت کا حاصل یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے واقعہ افک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت عمر ﷛ نے فرمایا: میں منافقین کے اس جھوٹ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے جسم اطہر پر مکھی کو بیٹھنے نہیں دیا کہ کوئی نجاست آپ پر نہ لگے، جب نجاست کی اتنی سی مقدار سے بھی اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ فحاشی سے ملوث عورت سے آپ کی حفاظت نہ فرمائے۔

حضرت عثمان ﷛ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر پڑنے نہیں دیا تاکہ کسی کا قدم اس پر نہ پڑے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ آپ ﷺ کے سایہ مبارک پر قدم رکھ سکے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ اختیار دیدے کہ وہ آپ ﷺ کی گھر والی کی ناموس کو خراب کردے، حضرت علی ﷛ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو خبر دی تھی کہ آپ ﷺ کے جوتوں میں گندگی لگی ہوئی ہے، اور آپ ﷺ کو جوتوں کی اس گندگی کی وجہ سے حکم دیا کہ آپ ﷺ اسے اتار دیں، تو اب یہ کیسے ہو سکتا

[1] تفسير النسفي: ٢/ ٤٩٢، ت: يوسف علي بديوي، دار الكلم الطيب – بيروت، ط: ١٤١٩هـ.

ہے کہ آپ ﷺ کی گھر والی ذرہ برابر بھی کسی برائی میں مبتلا ہو اور وہ آپ ﷺ کو اسے جدا کرنے کا حکم نہ دے۔

روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم

مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہ مل سکی، لہذا جب تک اس روایت کی کوئی متعبر سند نہ مل جائے، اسے بیان کرنے سے موقوف رکھا جائے۔

تحقیق کا خلاصہ

روایت تینوں سندوں (ذکوان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) سے شدید ضعیف و بے سند ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

تتمہ: حضوراقدس ﷺ کے سایۂ مبارک کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے، مثلاً امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[1] میں نقل کیا ہے:

"حد ثنا عفان، حدثنا حماد قال: ثابت عن شُمَيْسَة، عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان في سفر له فاعْتَلَّ بعير لصفية، وفي إبلِ زينب فضل، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن بعيرا لصفية اعْتَلَّ، فلو أعطيتِها بعيرا من إبلك، فقالت: أنا أعطي تلك اليهودية ؟ قال: فتركها رسول الله صلى الله عليه وسلم ذا الحجة والمحرم شهرين أو ثلاثة لا يأتيها، قالت: حتى يَئِسْتُ منه و

[1] مسند أحمد: ٤١/ ٤٦٢، رقم: ٢٥٠٠٢، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة– بيروت، ط: ١٤٢١ هـ.
وكذا في "سنن أبي داؤد" مختصراً فقال الملا علي القاري في "مرقاة المفاتيح" بعد ذكره: "قال صاحب التصحيح: رجاله رجال مسلم إلا سمية البصرية الراوية عن عائشة فلم يخرج لها مسلم اهـ وقال المنذري: سمية لم تثبت. وقال العسقلاني: مقبولة من الثالثة نقله ميرك". (مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، ماينهى من التهاجر... ، رقم: ٥٠٤٨، دار الفكر ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢ هـ).

حوّلتُ سريري، قالت: فبينما أنا يوما بنصف النهار، إذا أنا بظِلِّ رسول الله صلى الله عليه وسلم مُقْبِل ....".

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، دورانِ سفر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے پاس زائد اونٹ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا ہے، اگر تم اپنا ایک اونٹ انہیں دے دو، انہوں نے کہا: میں اس یہودیہ کو اونٹ دوں؟ اس بات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذی الحجہ، محرم دوماہ یا تین ماہ چھوڑے رکھا، ان کے پاس نہیں گئے، وہ خود فرماتی ہیں: بالآخر میں ناامید ہوگئی اور اپنی چارپائی کی جگہ بدل لی، اچانک ایک دن نصفِ نہار کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مجھے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہوگئے)....."۔
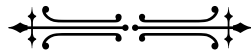
روایت نمبر⑥

روایت: "لولاك لما خلقت الأفلاك". ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

حکم: محدثین کی ایک جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔

مذکورہ روایت ان الفاظ کے ساتھ زبان زد عوام وخواص ہے، زیرِ بحث تحقیق میں آپ دیکھیں گے کہ یہ خاص الفاظ سنداً منقول نہیں ہیں، البتہ یہ روایت ان الفاظ سے مختلف سندوں سے مروی ہے:

"اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا"۔

"اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا"۔

"اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو"۔

"میری عزت کی قسم! اگر آپ (محمد ﷺ) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو"۔

تحقیق کا خاکہ

زیرِ بحث روایت مختلف الفاظ کے ساتھ استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی جاتی ہے:

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

اس سند کے تحت طریق ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان کو ضمناً لکھا جائے گا۔

② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔

③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً دو مختلف سندوں سے)۔

ذیل میں ہر ایک طریق کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں پوری تحقیق کا خلاصہ اور اس کا حکم لکھا جائے گا۔

روایتِ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

مذکورہ روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مستدرك" **میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی سند سے نقل کرتے ہیں:**

"حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العَدْل، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفِهْرِي، ثنا إسماعيل بن مسلمة، أنبأ عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لما اقترف آدم الخطيئة، قال يا رب! أسألك بحق محمد لِمَا غفرت لي، فقال الله: يا آدم و كيف عرفت محمدا و لم أخلقه؟ قال: يارب! لأنك لما خلقتني بيدك و نفخت في من روحك و رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا: لا إله إلا الله محمد رسول الله. فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق، فقال الله: صدقت يا آدم! إنه لأحب الخلق إلَيَّ، ادعني بحقه فقد غفرت لك و لولا محمد ما خلقتك.

هذا حديث صحيح الإسناد، و هو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب[1].

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہوا تو عرض کی: اے میرے رب! میں آپ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ آپ

[1] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ٢/ ٦١٥، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة—بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

میری مغفرت فرمادیں، اللہ تعالی نے کہا: اے آدم !تو نے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو کیسے پہچانا، جبکہ میں نے انہیں ابھی تک پیدا نہیں کیا؟ آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: اے رب! جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کر کے، مجھ میں اپنی روح میں سے پھونکا، اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله ". تو میں نے جان لیا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ اپنی محبوب ترین مخلوق کا ہی نام ملا سکتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا: تو نے سچ کہا اے آدم! یقینی بات ہے کہ مجھے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، تم ان کے حق کے وسیلے سے مجھ سے مانگو، لہذا میں نے تیری مغفرت کر دی اور اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

حاکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی پہلی روایت ہے جو میں نے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ تقی الدین سبکی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے حاکم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی موافقت میں اسے صحیح قرار دیا ہے، تفصیل آرہی ہے۔

دیگر مصادر

روایت مذکور بسندِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مرفوعاً کو امام بیہقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے "دلائل النبوة"[1] میں، امام طبرانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے "المعجم الصغير"[2] اور "المعجم الأوسط"[3] میں، حافظ ابن عساکر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے "تاريخ دمشق"[4] میں ذکر کیا ہے۔

[1] دلائل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ٥/ ٤٥٨، ت: عبد المعطي قلعجي، دارالكتب العلمية- بيروت،ط:١٤٠٨هـ .

[2] المعجم الصغير: باب الميم، من اسمه محمد،٢/ ١٨٢، رقم: ٩٩٢، ت: محمد شكور محمود،المكتب الإسلامي - بيروت،ط:١٤٠٥هـ .

[3] المعجم الأوسط:٦/ ٣١٣،رقم: ٦٥٠٢،ت:طارق بن عوض الله،دار الحرمين- قاهره،ط: ١٤١٥هـ .

[4] تاريخ دمشق: ذكرمن اسمه إدريس،آدم نبي الله يكني ابامحمد،٧/ ٤٣٧،ت: عمر بن غزامه العمري،دارالفكر- بيروت،ط:١٤١٥هـ .

اہم فائدہ: واضح رہے کہ شیخ ابو بکر آجرّی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الشريعة" میں اپنی سند سے یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

روایت بسندِ عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کے بارے میں ائمہ کا کلام

۱- امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

" تفرد به عبد الرحمن بن زيد بن أسلم من هذا الوجه عنه، وهو ضعيف "[1]. **عبد الرحمن بن زید بن اسلم اس سند میں زید بن اسلم سے نقل روایت میں متفرد ہے، اور وہ ضعیف ہے۔**

حافظ اسماعیل ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البداية والنهاية"[2] میں سابقہ ذکر کردہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوى"[3] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قلت: ورواية الحاكم لهذا الحديث مما أنكر عليه، فإنه نفسه قد قال في كتاب المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا تخفى [كذا فيه] على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه ".

[1] دلائل النبوة: باب ماجاء في تحديث رسول ﷺ، ٥/ ٤٥٨، ت: عبد المعطي قلعجي،دارالكتب العلمية- بيروت،ط:١٤٠٨هـ.

[2] البداية والنهاية:باب ماورد في خلق آدم عليه السلام، ١ /١٩٠،ت:عبدالله بن عبدالمحسن التركي،دارهجر- بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] مجموع الفتاوى: فصل في الوسيلة، ١/ ١٨٢ - ١٨٥، عامر الجزار،دارالوفاء- بيروت، ط: ١٤٢٦هـ.

میں کہتا ہوں: حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر نکیر کی گئی ہے، بلکہ خود حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المدخل" میں کہا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم (سند میں موجود راوی) نے اپنے والد زید بن اسلم کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کی ہے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کو "صحیح" قرار دینے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأما تصحيح الحاكم لمثل هذا الحديث وأمثاله، فهذا مما أنكره عليه أئمة العلم بالحديث وقالوا: إن الحاكم يصحح أحاديث وهي موضوعة مكذوبة عند أهل المعرفة بالحديث ....".

"رہی بات حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایات کا صحیح قرار دینا، اس پر ائمہ حدیث نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم کبھی ایسی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں جو اہل علم کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی ہوتی ہیں...."۔

۳- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص المستدرك"[1] میں فرماتے ہیں: "بل موضوع وعبد الرحمن واهٍ". بلکہ یہ من گھڑت ہے، اور عبد الرحمن "واہی" ہے۔
اسی طرح "ميزان الاعتدال"[2] میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ٢/ ٦١٥، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبدالرحمن، ٢/ ٥٠٤، رقم: ٤٦٠٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

”عبد الله بن مسلم أبو الحارث الفِهْرِي روى عن إسماعيل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن يزيد بن أسلم خبرا باطلا فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك. رواه البيهقي في دلائل النبوة“.

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری، اسماعیل بن مسلمہ کے واسطے سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا“، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ”دلائل النبوۃ“ میں نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“[1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الآثار المرفوعة“[2] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت شمار کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك“.

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: ”لولاك لما خلقت الأفلاك“ لفظاً ثابت نہ ہونے میں اور اس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: ”أول ما خلق الله نوري“ کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ”لولاک“ پر مشتمل روایات نقل کی، جس میں مستدرک کی مذکورہ روایت بھی ذکر کی ہے۔

---

[1] لسان الميزان: من اسمه عبدالله، ۵ /۱۲، رقم: ٤٤٦٢، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الآثارالمرفوعة: ذكربعض القصص المشهورة، ص: ٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٣٧١هـ.

ائمہ حدیث نے زیر بحث سند میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال معلوم کر لیے جائیں، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم (المتوفی ۱۸۲ھ) کے بارے میں ائمہ کا کلام

امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا کلام "الجرح والتعدیل"[1] میں نقل کرتے ہیں: "عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ليس حديثه بشيء، ضعيف". اس کی حدیث "کوئی شئ نہیں"، وہ ضعیف ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"العلل ومعرفة الرجال" میں حافظ عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں: "كان أبي يضعف عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ..."[2]. میرے والد (امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ) عبد الرحمن کی تضعیف کیا کرتے تھے ..."۔

مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے[3]۔

امام علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاریخ الکبیر"[4] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم

---

[1] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] العلل ومعرفة الرجال: ٣/ ٢٧١، رقم: ٥٢٠٣، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي- بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٢هـ.

[3] كتاب الضعفاء الكبير: باب العين، ٢/ ٣٣١، رقم: ٩٢٦، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨ هـ.

[4] التاريخ الكبير: باب من اسمه عبدالرحمن، ٥/ ٢٨٤، رقم: ٩٢٢، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب

کے متعلق حافظ علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف نقل کرتے ہیں: "ضعفه علي جدا"۔ علی ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

اسی طرح "التاريخ الصغير"[1] اور "التاريخ الأوسط"[2] میں بھی یہی کلام نقل کیا ہے۔

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضعيف الحديث"[3].

حافظ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ "الجرح والتعديل" میں لکھتے ہیں:

"سألت أبي عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم فقال: ليس بقوي الحديث، كان في نفسه صالحا، وفي الحديث واهيا، ضعفه علي ابن المديني جدا"[4]. میں نے اپنے والد (ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ) سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہیں، فی نفسہ صالح ہیں، لیکن حدیث میں واہی ہیں (جرح)، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شدید تضعیف کی ہے۔

العلمية–بيروت،ط: ١٤٠٧هـ.

[1] التاريخ الصغير: باب العين، ص: ٧٤، رقم:٢٠٨، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

[2] التاريخ الاوسط: عشرالى تسعين ومائة، ٢٠٩، ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[3] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن ، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢هـ.

[4] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالرحمن ، ٥ / ٢٣٣، رقم: ١١٠٧، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢هـ.

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حديثه عند أهل العلم بالحديث في النهاية من الضعف"[1]. اہل علم کے نزیک ان کی روایات ضعف کے انتہائی درجہ پر ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "سنن الترمذي"[2] اور "العلل الكبير"[3] میں فرماتے ہیں:

"عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف في الحديث، ضعفه أحمد بن حنبل وعلي بن المديني وغيرهما من أهل الحديث، وهو كثير الغلط". عبد الرحمن بن زید بن اسلم حدیث میں ضعیف ہے، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علماء حدیث نے ان کی تضعیف کی ہے، اور یہ کثیر الغلط ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاءوالمتروكين"[4] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے متعلق فرماتے ہیں: "ضعيف". یہ ضعیف ہے۔

---

[1] تهذيب التهذيب:٢/ ٥٠٨، من اسمه عبدالرحمن، ت:عادل مرشد، مؤسسة الرسالة- بيروت،ط: ١٤١٦هـ.

[2] سنن الترمذي: كتاب الزكاة، ٣/ ١٧، رقم:٦٣٢، ت: محمد فؤاد عبد الباقي،مطبعة مصطفى البابي- القاهرة، ط: ١٣٩٧ هـ.

[3] علل الترمذي الكبير: ماجاءالرجل ينام عن الوتر، ص:٨٤،رقم:١٣٥، سيدصبيحي السامرائي، عالم الكتب- بيروت،ط: ١٤٠٩ هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين: باب العين، ١/ ١٥٨، رقم:٣٧٧،ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية- بيروت، ط: ١٤٠٥ هـ.

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحین"[1] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "كان ممن يقلب الأخبار وهو لا يعلم حتى كثر ذلك في روايته من رفع المراسيل وإسناد الموقوف فاستحق الترك".

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو نادانستہ طور پر روایات کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے حتی کہ ان کی روایات میں کثیر تعداد میں مراسیل کو مرفوع اور موقوف کو مسند کر دیا گیا ہے، چنانچہ یہ اس کا مستحق ہے کہ اسے متروک قرار دیا جائے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروکین "[2] میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں سابقہ ذکر کردہ ائمہ کرام کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح" میں عبد الرحمن بن زید کے متعلق فرماتے ہیں:

"عبد الرحمن بن زيد ليس هو ممن يحتج أهل التثبيت بحديثه لسوء حفظه للأسانيد، و هو رجل صناعته العبادة و التقشف و الموعظة و الزهد، ليس من أحلاس الحديث الذي يحفظ الأسانيد"[3].

عبد الرحمن بن زید ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن کی روایات سے اہل علم میں پختہ کار لوگ استدلال کریں، کیونکہ وہ اسانید کو یاد رکھنے کے سلسلے

---

[1] المجروحين: باب العين، ١/ ٣١٢، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] الضعفاءوالمتروكين: باب من اسمه عبدالرحمن، ٢/ ٩٥، رقم: ١٨٧١، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[3] صحيح ابن خزيمة: ذكر البيان أن الحجامة تفطر، ٣/ ٢٣٣، رقم: ١٩٧٢، ت: محمد مصطفى أعظمي، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ١٤٠٠هـ.

میں سوء حفظ کا شکار ہیں، عبادت، ادنی حالت پر کفایت، نصیحت اور زہد ان کا مشغلہ ہے، وہ حدیث کا مستقل مشغلہ رکھنے والوں میں سے نہیں ہیں جو سندوں کو یادرکھتے ہیں۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو "صحیح الاسناد" قرار دیا ہے، لیکن آپ ہی نے سند میں موجود عبد الرحمن بن زید بن اسلم - جو اس روایت کو اپنے والد سے نقل کر رہا ہے - کے بارے میں "المدخل"[1] میں لکھتے ہیں:

"روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه ".یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتے تھے، اہل فن میں سے غور کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان من گھڑت روایات کی ذمہ داری عبد الرحمن بن زید بن اسلم پر ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة" کے مقدمہ میں امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے[2]۔

اہم فائدہ:

حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ (تاج الدین سبکی کے والد، المتوفی: ۷۵۶ھ) نے "شفاء السقام"[3] میں بسندِ حاکم عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے منقول اس سند، اور عنقریب آنے والی بسندِ حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نقل کرکے لکھا

---

[1] المدخل إلى الصحيح: ص: ١٥٤، رقم:٩٧، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة – بيروت،الطبعة الأولى: ١٤٠٤هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف العين ، ١/ ٧٨،رقم: ١٤٤،ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية–بيروت ، ط:١٤٠١هـ.

[3] شفاء السقام في زيارة خير الأنام:ص:٣٥٨،ت:حسين محمد علي شكوي،لم أجد المطبع ،ط:١٤٢٧هـ.

ہے:”ونحن نقول: قد اعتمدنا في تصحيحه على الحاكم، وأيضا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم لا يبلغ في الضعف إلى الحد الذي ادعاه“.

ہم نے اس روایت کو صحیح قرار دینے میں حاکم پر اعتماد کیا ہے، اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم اتنے ضعیف نہیں، جتنا کہ مدعی کا دعوی ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ ”مستدرک“ میں اس روایت کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، لیکن امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے انتساب سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، اس لئے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد پر روایتِ ہذا کو صحیح کہنا محل نظر ہے، اور روایت بسندِ حاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفصیلی تردید آگے آرہی ہے، یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الصارم المنكي“[1] میں حافظ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید کی ہے، اور

[1] الصارم المنكي: ص:٣٦، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٠٥هـ.
علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”وإني لأتعجب منه كيف قلد الحاكم فيما صححه من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم الذي رواه في التوسل، وفيه قول الله لآدم: لولا محمد ما خلقتك مع أنه حديث غير صحيح ولا ثابت، بل هو حديث ضعيف الإسناد جدا، وقد حكم عليه بعض الأئمة بالوضع، وليس إسناده من الحاكم إلى عبد الرحمن بن زيد بصحيح، بل هو مفتعل على عبد الرحمن كما سنبينه، ولو كان صحيحا إلى عبد الرحمن لكان ضعيفا غير محتج به، لأن عبد الرحمن في طريقه.

وقد أخطأ الحاكم في تصحيحه وتناقض تناقضا فاحشا كما عرف له ذلك في مواضع، فإنه قال في كتاب الضعفاء بعد أن ذكر عبد الرحمن منهم، وقال: ما حكيته عنه فيما تقدم أنه روى عن أبيه أحاديث موضوعة، لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه. قال في آخر هذا الكتاب: فهؤلاء الذين قدمت ذكرهم قد ظهر عندي جرحهم لأن الجرح لا يثبت إلا ببينة، فهم الذين أبين جرحهم لمن طالبني به، فإن الجرح لا أستحله تقليدا، والذي اختاره لطالب هذا الشأن أن لا يكتب حديث واحد من هؤلاء الذين سميتهم، فالراوي لحديثهم دخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكذابين.

هذا كله كلام أبي عبد الله صاحب المستدرك، وهو متضمن أن عبد الرحمن بن زيد قد ظهر له جرحه بالدليل، وأن الراوي لحديثه داخل في قوله صلى الله عليه وسلم: من حدث بحديث وهو يرى أنه كذب فهو أحد الكذابين. ثم أنه رحمه الله لما جمع المستدرك على الشيخين ذكر فيه من الأحاديث الضعيفة

اس سند سے بھی روایت کو شدید ضعیف کہا ہے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الضعفاء" میں فرماتے ہیں: "عبد الرحمن بن زيد بن أسلم حدث عن أبيه، لا شيء"[1]. عبدالرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ہی یہ بھی فرماتے ہیں: "روى عن أبيه أحاديث موضوعة"[2]. یہ اپنے والد کے انتساب سے من گھڑت روایت بیان کرتے تھے۔

واضح رہے کہ عبدالرحمن بن زید نے مذکورہ روایت اپنے والد زید بن اسلم سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الكامل في الضعفاء" میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے ترجمہ میں ان سے منقول بعض روایت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

والمنكرة بل والموضوعة جملة كثيرة، وروى فيه لجماعة من المجروحين الذين ذكرهم في كتابه في الضعفاء، وذكر أنه تبين له جرحهم، وقد أنكر عليه غير واحد من الأئمة هذا الفعل، وذكر بعضهم أنه حصل له تغير وغفلة في آخر عمره، فذلك وقع منه ما وقع، وليس ذلك ببعيد، ومن جملة ما خرجه في المستدرك حديث لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في التوسل، قال بعد روايته: هذا حديث صحيح الإسناد، وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب. فانظر إلى ما وقع للحاكم في هذا الموضوع من الخطأ العظيم والناقض الفاحش".

[1] كتاب الضعفاء: باب العين، ١/ ١٠٢، رقم: ١٢٢، ت: فاروق حمادة، دار الثقافة– قاهره، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[2] تهذيب التهذيب: ٢/ ٥٠٨، من اسمه عبدالرحمن، ت: عادل مرشد، مؤسسة الرسالة– بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

"عبد الرحمن بن زيد بن أسلم له أحاديث حسان، وقد روى عنه كما ذكرت يونس بن عبيد وسفيان بن عيينة حديثين، وروى معتمر عن آخر عنه، وهو ممن احتمله الناس، وصدقه بعضهم، وهو ممن يكتب حديثه"[1].

عبد الرحمن سے حسن درجے کی روایات بھی منقول ہیں، اور جیساکہ میں نے ذکر کیاہے کہ ان سے یونس بن عبید اور سفیان بن عیینہ نے دو روایتیں نقل کی ہیں، اور معتمر ان سے ایک واسطہ سے روایت نقل کرتے ہیں، عبد الرحمن ایسے لوگوں میں سے ہیں جن سے محدثین رویات کا تحمل کرتے ہیں، بعض لوگوں نے ان کی توثیق بھی کی ہے، فی الجملہ وہ ایسے راویوں میں شمار ہوتے ہیں جن کی روایات کو لکھا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة السنن والآثار"[2] میں عبد الرحمن بن زید سے مروی روایت ذکر کرنے کے بعد عبد الرحمن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"... أن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف في الحديث، لا يحتج بما ينفرد به". ... عبد الرحمن بن زید حدیث میں ضعیف ہے، جس روایت میں یہ متفرد ہوں اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "الكاشف" میں فرماتے ہیں: "ضعفوه"[1]. اور "ديوان الضعفاء" میں فرماتے ہیں: "ضعفه أحمد بن حنبل، والدارقطني. –

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال:من اسمه عبدالرحمن،٤/ ٢٧٣،ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر– بيروت،ط:١٤٠٩ هـ.

[2] معرفة السنن والآثار: كتاب الصيام، باب القيء، ٦/ ٢٦٣، رقم: ٨٦٧٦، ت: عبدالله معطي أمين، دار قتيبة– بيروت،ط:١٤١٢ هـ.

ت، ق"[1]. امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ یہ ترمذی وابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ علام برہان الدین سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے الکاشف کے حاشیہ میں عبد الرحمن بن زید سے منقول سنن ترمذی میں جو روایت ہے اسے ذکر کیا اور اس کے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

اہم نوٹ:

ان عبارتوں کے ساتھ ساتھ یہ اصل ملحوظ رہے کہ ہر شدید ضعیف راوی کی ہر ہر روایت کا مردود ہونا ضروری نہیں، بلکہ ائمہ حدیث بعض ایسے راویوں کی بعض روایات دیگر قرائن وشواہد کی وجہ سے بابِ فضائل میں قبول بھی کر لیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "تقريب التهذيب" میں فرماتے ہیں: "ضعيف من الثامنة"[3]. یہ ضعیف ہیں اور آٹھویں طبقہ کے رواۃ ہیں۔

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة التذكرة"[4] میں فرماتے ہیں: "هو ليس بشيء". وہ "لیس بشیء" (کلمہ جرح) ہے۔

روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً کا خلاصہ اور حکم

زیرِ بحث روایت، بطریق عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) کو حافظ

---

[1] الكاشف: ١/ ٦٢٨، رقم: ٣١٩٦، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية - جدة، ط: ١٤١٣ هـ.

[2] ديوان الضعفاء: ص: ٢٤٢، رقم: ٢٤٤٦، ت: حماد بن محمد، مكتبة النهضة الحديثة — مكة المكرمة، ط: ١٣٨٧ هـ.

[3] تقريب التهذيب: ص: ٣٤٠، رقم: ٣٨٦٥، ت: محمد عوامة، دار الرشيد — سوريا، ط: ١٤١١ هـ.

[4] معرفة التذكرة: حرف الميم، ص: ٢٦، مير محمد كتب خانه — كراتشي.

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ) اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں شدید ضعیف و من گھڑت کہا ہے، اس لیے یہ روایت اس سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب نہیں کی جاسکتی۔

طریق عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اہم تنبیہ

ائمہ رجال نے روایت ”مستدرک حاکم“ میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو کلام کا مدار بنایا ہے، اس لئے ان کا تفصیلی ترجمہ لکھا گیا ہے، یہ واضح رہے کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے بواسطہ اسماعیل بن مسلمہ اس روایت کو نقل کرنے والے عبد اللہ بن مسلم فہری ہیں، ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”میزان الاعتدال“[1] میں فرماتے ہیں:

”عبد الله بن مسلم أبو الحارث الفِهْرِي روى عن إسماعيل بن مسلمة بن قَعْنَب، عن عبد الرحمن بن يزيد بن أسلم [كذا في الأصل و الصحيح زيد] خبرا باطلا فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك“.

عبد اللہ بن مسلم ابو حارث الفہری اسماعیل بن مسلمہ سے وہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جس میں ہے: ”اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا“۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ”لسان المیزان“[2] میں عبد اللہ بن مسلم الفہری کے ترجمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

[1] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبدالرحمن، ٢/ ٥٠٤، رقم: ٤٦٠٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[2] لسان الميزان: من اسمه عبدالله، ٥/ ١٢، رقم: ٤٤٦٢، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

"قلت: لا أستبعد أن يكون هو الذي قبله فإنه من طبقته". میں کہتا ہوں کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ یہ شخص ما قبل والا ہی ہو، کیونکہ ان دونوں کا طبقہ ایک ہی ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[1] کے مقدمہ میں ابو حارث الفہری کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ قول لکھا ہے۔

طریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیوستہ ایک ضمنی سند (طریق ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان)

ذیل میں اس روایت (روایتِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ضمن میں روایتِ ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان (موقوفاً) کی تحقیق بھی نقل کی جائے گی۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ سابقہ روایت (بطریق حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور درج ذیل روایت کے الفاظ قدرے مشترک ہیں، اگرچہ درج ذیل روایت میں مطلوبہ الفاظ (و لولا محمد ما خلقتك) نہیں ہیں۔

موقوف روایت (علی عبد اللہ بن ذکوان، متوفی: ۱۳۰ھ)

روایت کا مصدرِ اصلی

مذکورہ روایت کو موقوفاً علامہ آجرّی رحمۃ اللہ علیہ "الشريعة"[2] میں اس طرح نقل فرماتے ہیں:

"أنبأنا أبو أحمد هارون بن يوسف بن زياد التاجر، قال:

---

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة: ۷٦/۱، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۰۱هـ.

[2] الشريعة للآجري: ذكر متى وجبت النبوة للنبي صلى الله عليه وسلم، ۳/ ٤۳، رقم: ۹۳۸، ت: عبد الله الدميجي، دار الوطن – الرياض، ط: ۱٤۲۰هـ.

حدثنا أبو مروان العثماني[محمدبن عثمان بن خالد]، قال: حدثني أبي عثمان بن خالد، عن عبد الرحمن بن أبي الزِنَاد، عن أبيه [عبدالله بن ذكوان أبوالزناد] قال: من الكلمات التي تاب الله بها على آدم عليه السلام قال: اللهم إني أسألك بحق محمد صلى الله عليه وسلم عليك، قال الله عز وجل: يا آدم! وما يدريك بمحمد ؟ قال: يا رب ! رفعت رأسي، فرأيت مكتوبا على عرشك: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه أكرم خلقك عليك".

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابو الزناد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں ان کے والد فرماتے ہیں: وہ کلمات جن کے ذریعے اللہ رب العزت نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی، یہ ہیں: آدم علیہ السلام نے کہا اے اللہ! میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے آدم! آپ نے محمد کو کیسے جانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا: اے رب! جب میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله". تو میں نے جان لیا کہ بے شک وہ آپ کی معزز ترین مخلوق ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت مذکور کو "مجموع الفتاوى"[1] میں موضوع روایات کے تحت ذکر کیا ہے، مذکورہ روایت اور اس کے ہم معنی دیگر روایات پر کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"مثل هذا لا يجوز أن تبنى عليه الشريعة ولا يحتج به في الدين باتفاق المسلمين، فإن هذا من جنس الإسرائيليات ونحوها

[1] مجموع الفتاوى: فصل في الوسيلة، ١/ ١٨٢ - ١٨٥، عامر الجزار، دارالوفاء- بيروت، ط: ١٤٢٦ هـ.

التي لا تعلم صحتها إلا بنقل ثابت عن النبي صلى الله عليه وسلم ...".

ان جیسی روایات پر شریعت کی بنیاد رکھنا جائز نہیں ہے، اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جیسی روایت کو دین میں دلیل نہیں بناسکتے، کیونکہ یہ اسرائیلیات میں سے ہیں، یہ اور ان جیسی روایات کی صحت صرف اس صورت ہی میں معلوم ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ سے اس کا منقول ہونا ثابت ہو جائے..."۔

واضح رہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند ذکر نہیں کی، صرف ان جیسے الفاظ کی روایت نقل کی ہے، اس لئے ان کا کلام اس روایت کے تحت لکھا گیا ہے۔

ذیل میں، سند میں موجود راوی عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ کے اقوال لکھے جائیں گے، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو عفان عثمان بن خالد بن عمر مدنی عثمانی اموی کے بارے میں ائمہ کا کلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "التاريخ الأوسط"[1] میں فرماتے ہیں: "عنده مناكير".
اس کے پاس منکر روایات ہیں، اسی طرح "التاريخ الكبير"[2] میں لکھتے ہیں: "منكر الحديث". یہ منکر الحدیث ہے، (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "منکر الحدیث" اکثر شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں)۔

---

[1] التاريخ الأوسط: مابين عشر الي الثمانين، ٢/ ١٨٦، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] التاريخ الكبير: باب من اسمه عثمان، ٦/ ٢٢٠، رقم: ٢٢٢٠، ت: محمد عبيد بن علي، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: "منكر الحديث". (جرح)۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ "المجروحين"[1] میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

"كان ممن يروي المقلوبات عن الثقات، ويروي عن الأثبات أسانيد ليس من رواياتهم، كأنه كان يقلب الأسانيد، لا يحل الاحتجاج بخبره".

یہ ان لوگوں میں سے تھا جو ثقہ راویوں سے مقلوب روایات کو نقل کرتے تھے، اور ثقہ راویوں کی روایات ایسی سندوں سے نقل کیا کرتے تھے جو ان کی روایات نہیں ہوا کرتی تھیں، گویا کہ یہ سندوں کو قلب کر دیا کرتا تھا، اس کی روایت سے احتجاج جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن خالد کے متعلق "الضعفاء والمتروكين"[2] میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بثقة"[3] (جرح)۔

---

[1] المجروحين: باب العين، ۲/ ۱۰۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة– بيروت، ط: ۱٤۱۲هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: من اسمه عثمان، ۲/ ۱٦۷، رقم: ۲۲٦۰، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰٦هـ.

[3] المغني في الضعفاء: حرف العين، ۱/ ٦۰۱، رقم: ٤۰۱٥، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي– بيروت، ط: ۱۹۸۷م.

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الکامل"[1] میں عثمان بن خالد کے بارے میں فرماتے ہیں: "ولعثمان غير ما ذكرت وكلها غير محفوظة". عثمان کی مذکورہ (سابقہ) روایات کے علاوہ دیگر احادیث بھی ہیں، اور وہ تمام کی تمام غیر محفوظ ہیں۔

امام حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ "المدخل"[2] میں عثمان بن خالد کے متعلق فرماتے ہیں:

"عثمان بن خالد بن عمر ... روى عن مالك وعيسى بن يونس وغيرهما أحاديث موضوعة". عثمان نے مالک اور عیسی بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ "المؤتلف والمختلف" میں فرماتے ہیں: "ضعیف الحدیث"[3].

حافظ صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن عثمان بن خالد ابو مروان عثمانی کے ترجمہ میں ابو مروان عثمان کے والد عثمان بن خالد کے متعلق صالح جزرہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اس طرح لکھتے ہیں:

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: من اسمه عثمان ،٥/ ١٧٥، رقم:١٣٣٥، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر–بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٤ هـ.

[2] المدخل: ص:١٦٦ ،رقم:١١٩، ت: ربيع هادي عمير المدخلي، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٤هـ.

[3] المؤتلف والمختلف: باب أبوعفان، ٣/ ١٥٣١، ت: موفق بن عبد الله بن عبد القادر، دار الغرب الإسلامي– بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

"قال صالح جَزَرَة: ثقة صدوق، والمناكير التي من قبل أبيه، لامنه فأبوه متروك متهم كما قال المصنف في الميزان ..."[1]. صالح جزرہ نے کہا: (محمد بن عثمان) ثقہ اور صدوق ہے اور منکر روایات ان کے والد کی طرف سے ہیں نہ کہ محمد بن عثمان کی طرف سے، ان کے والد (عثمان بن خالد ابو مروان عثمانی) متروک اور متہم ہے، جیساکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں کہا ہے..."۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الضعفاء"[2] میں عثمان بن خالد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عثمان بن خالد بن عمر عن مالك وعيسى وغيرهما أحاديث موضوعةلا شيء". عثمان بن خالد نے مالک اور عیسی وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں، اور وہ (عثمان) لا شیء (جرح) ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكاشف"[3] میں عثمان کے متعلق سابقہ ذکر کردہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ذکر کیا ہے اور "المقتنى في سرد الكنى"[4] میں موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: "واهٍ". (شدید جرح)۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد"[5] میں ایک مقام پر موصوف

---

[1] الكاشف:٢/ ١٩٩، رقم:٥٠٤٠، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية– جده، ط: ١٤١٣ هـ.

[2] كتاب الضعفاء: باب العين، ١/ ١١٥، رقم: ١٥٧، ت: فاروق حمادة، دارالثقافة – قاهره، الطبعة الأولى: ١٤٠٥ هـ.

[3] الكاشف:٦/٢، رقم:٣٦٩٢، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية– جده، ط: ١٤١٣ هـ.

[4] المقتنى في سرد الكنى:حرف العين، ١/ ٤٠١، رقم: ٤٢٢٢، ت: محمد صالح عبد العزيز، الجامعة الإسلامية– مدينة، ط:١٤٠٨ هـ.

[5] مجمع الزوائد: باب هجرته (عثمان) رضي الله عنه،٨/ ٣٨٧، رقم:١٤٤٩٩، ت: عبدالله محمد درويش، دار

کو "متروك". (شدید جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے بارے میں "تقریب التهذیب"[1] میں فرماتے ہیں: "متروك الحديث". کہا ہے۔

اہم نوٹ:

واضح رہے کہ عثمان بن خالد کی "سنن ابن ماجہ" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب پر مشتمل دو روایات ہیں، یہ بات مقدمہ میں لکھی گئی ہے کہ ائمہ کرام کے نزدیک کسی راوی کا، قطع نظر کسی خاص روایت کے، شدید ضعیف ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ ایسے ہر راوی کی روایت ہر جگہ شدید ضعیف ہوگی، بعض قرائن کی تائید کی صورت میں بعض ایسے راویوں کی روایت، ضعفِ شدید سے خارج ہو سکتی ہے۔

ائمہ رجال کے کلام کا خلاصہ اور روایت مذکورہ بسند ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان کا حکم

عثمان بن خالد کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام آپ کے سامنے تفصیل سے آچکا ہے، جن کے بارے میں بعض ائمہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں، مکرر ملاحظہ ہوں:

منکر الحدیث (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ "منکر الحدیث" اکثر شدید جرح کے لئے استعمال فرماتے ہیں)

منکر الحدیث (حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ)

ليس بثقة . (امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ)

الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[1] تقريب التهذيب: ص: ٣٨٣، رقم: ٤٤٦٤، ت: محمد عوامة، دار الرشد - سوريا، ط:١٤٠٦هـ.

عثمان، مالک اور عیسی بن یونس وغیرہ سے من گھڑت روایات نقل کرتے ہیں(امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ)

"واہٍ". (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

متروک(حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ)

اس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیرِ بحث روایت، اس سند سے بھی شدید ضعیف ہے۔

روایتِ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول)

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو "تاریخ دمشق"[1] میں تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أخبرنا أبو يعقوب يوسف بن أيوب بن يوسف بن الحسين بن وَهْرَة الهَمَذَاني- بمرو- نا السيد أبو المعالي محمد بن محمد بن زيد الحسيني- إملاء بأصبهان-.

ح وأخبرنا أبو محمد بن طاوس، أنا أبو القاسم بن أبي العلاء، قالا: أنا أبو القاسم عبد الرحمن بن عبيد الله بن عبد الله السِمْسَار، أنا حمزة بن محمد الدِهْقَان، نا محمد بن عيسى بن حبان المدائني، نا محمد بن الصَبَّاح، أنا علي بن الحسين الكوفي، عن إبراهيم بن اليَسَع، عن أبي العباس الضَرِير، عن الخليل بن مُرَّة، عن يحيى.... [كذافي الأصل]، عن زاذان [أبوعبد الله الكندي] عن سلمان قال:

---

[1] تاريخ دمشق:باب ذكرعروجه إلي السماء، ۳/ ۵۱۷، ت: عمربن غرامة، دارالفكر – بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

حضرت النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فإذا أعرابي جاء في راحل بدوي قد وقف علينا، فسلم فرددنا عليه، فقال: يا قوم! أيكم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أنا محمد رسول الله، فقال الأعرابي: إني والله قد آمنت بك قبل أن أراك، وأحببتك قبل أن ألقاك، وصدقتك قبل أن أرى وجهك ولكن- وقال يوسف ولكني- أريد أن أسألك عن خصال، فقال: "سل عما بدا لك" فقال: فداك أبي وأمي، أليس الله جل وعز كلم موسى؟ قال: بلى. قال: وخلق عيسى من روح القدس؟ قال: بلى. قال: واتخذ إبراهيم خليلا واصطفى آدم؟ قال: بلى. قال: بأبي أنت وأمي، أيش أعطيت من الفضل؟ فأطرق النبي صلى الله عليه وسلم وهبط- وقال يوسف: فهبط- عليه جبريل، فقال: الله يقرئك السلام وهو يسألك عما هو أعلم به منك، الله يقول: يا حبيبي! لم أطرقت رأسك رُدَّ عَلَيَّ - وقال: ابن طاوس ارفع رأسك ورُدَّ على الأعرابي- زاد ابن طاوس: جوابه قالا: -وقال: أقول ماذا يا جبريل؟

قال: الله يقول: إن كنتُ اتخذتُ- وقال يوسف قد اتخذتُ - إبراهيم خليلا فقد اتخذتك من قبل حبيبا، وإن كنتُ كلمتُ - وقال يوسف: قد كلمت - موسى في الأرض فقد كلمتك- زاد ابن طاوس: وأنت وقالا: - معي في السماء، والسماء أفضل من الأرض، وإن كنتُ خلقتُ عيسى من روح القدس فقد خلقت اسمك من قبل أن أخلق الخلقَ بألفي سنة، ولقد وطئتَ في السماء موطأ لم يطأه أحد قبلك، ولا يطأه أحد بعدك، وإن كنتُ اصطفيتُ آدم، فبك ختمتُ الأنبياء، ولقد خلقت مائة ألف نبي وأربعة وعشرين ألف نبي ما خلقت خلقا

أكرم عليّ منك، ومن يكون أكرم عليّ- وقال ابن طاوس: عندي- منك، وقد أعطيتك الحوض والشفاعة والناقة والقضيب والميزان والوجه الأقمر والجمل الأحمر والتاج والهراوة والحجة والعمرة والقرآن وفضل شهر رمضان والشفاعة كلها لك حتى ظل عن شئ في القيامة على رأسك ممدود وتاج الحمد على رأسك معقود، ولقد قرنتُ اسمك مع اسمي فلا أذْكَرُ في موضع حتى تُذكر معي.

ولقد خلقت الدنيا وأهلها لأعرّفهم كرامتك -وزاد يوسف: عَلَيَّ وقال: - ومنزلتك عندي ولولاك يا محَمَّد ما خلقت الدنيا ".

ترجمہ: .... (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) بے شک میں نے دنیا اور اس کے بسنے والوں کو پیدا کیا تاکہ انہیں آپ کی پہچان کراؤں (سند کے ایک راوی یوسف نے لفظ "میرے نزدیک" کا اضافہ کیا ہے) اور فرمایا: تاکہ میرے نزدیک آپ کے اعزاز و مقام کو پہچان سکیں، اور اے محمد! آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

روایت کے متعلق ائمہ فن حدیث کا کلام

۱- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے بارے میں "الموضوعات"[۱] میں فرماتے ہیں:

"هذا حديث موضوع لا شك فيه، وفي إسناده مجهولون وضعفاء، والضعفاء أبو السُكَيْن وإبراهيم بن اليَسَع قال الدارقطني: أبو السكين ضعيف، وإبراهيم ويحيى البصري متروكان ....".

---

[۱] كتاب الموضوعات: باب فضله على الأنبياء، ۱/ ۲۸۸، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبد المحسن - مدينة المنورة، ط: ۱۳۸٦ هـ.

”بلا شبہ یہ حدیث موضوع ہے، اور اس کی سند میں مجہول اور ضعفاء ہیں، ابو سکین اور ابراہیم بن یسع ضعفاء ہیں، دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابو سکین ضعیف ہے، ابراہیم اور یحیی بصری متروک ہیں .... “۔

۲- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق ”تلخیص الموضوعات“[1] میں فرماتے ہیں:

”قال ابن الجوزي: موضوع بلا شك، ويحيى البصري تَالِف كذاب، والسند ظلمة“. ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ روایت موضوع ہے، یحی بصری تالف (شدید جرح) کذاب ہے، اور اس کی سند تاریک ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللآلي المصنوعة“[2] میں زیرِ بحث روایت بسندِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۳- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزيه الشريعة“[3] میں لکھتے ہیں:

”(ابن الجوزي) من طريق يحيى البصري، وفيه أيضا مجهولون وضعفاء“. (مذکورہ روایت کو) ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یحیی بصری کے طریق سے نقل کیا ہے، اور اس میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، یحیی بصری کے بارے میں وضاعین و متہمین کی فہرست میں لکھتے ہیں:

---

[1] تلخيص كتاب الموضوعات: ص:۳۷، رقم:۱۹۵، ت:ياسر بن إبراهيم، دار الرشد – الرياض، ط:۱٤۱۹هـ.

[2] اللآلي المصنوعة: كتاب الفضائل، ص: ۲٤۹، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

[3] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب المناقب، الفصل الأول، ۱/ ۳۲٤، رقم: ٦، ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ۱٤۰۱ هـ.

"يحيى بن ميمون أبو الوليد البصري التمار، اتهمه ابن عدي".

یحی بن میمون ابو ولید بصری تمار، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متہم قرار دیا ہے۔

۴- علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے "اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع"[۱] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں مذکور یحیی البصری کو متہم قرار دیتے ہوئے ان پر کلام فرمایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یحیی البصری کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال کو بھی نقل کر دیا جائے، تاکہ روایت کا حکم معلوم ہو سکے۔

یحی بصری پر ائمہ رجال کا کلام

ان کا پورا نام "ابو ایوب یحیی بن میمون بن عطاء البصری التمار (المتوفی: ۱۹۰ھ)" ہے۔

امام عمرو بن علی الفلاّس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"كتبت عنه وكان كذابا، حدث عن علي بن زيد بأحاديث موضوعة، روى عن عاصم الأحول أحاديث منكرة"[۲]. میں نے اس سے روایات لکھی ہیں اور یہ جھوٹا تھا، علی بن زید کے انتساب سے موضوع روایات اور عاصم احول کے انتساب سے منکر روایات بیان کرتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ فلاّس رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے[۳]۔

---

[۱] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٥٤، رقم:٤٥٣، ت: فواز أحمد زمرلي،دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[۲] الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ٩/ ١٨٨، رقم:٧٨٥، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢هـ.

[۳] التاريخ الأوسط: عشر إلى تسعين ومائة، ص:٢/ ٢٣٦،ت: محمد إبراهيم زايد، دار المعرفة –

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ”ليس بشيء، خرقنا حديثه، كان يلقن الأحاديث“[۱]. یہ ”ليس بشيء“ (جرح) ہے، اس کی حدیثوں کو ہم نے پھاڑ دیا، ان کو احادیث کی ”تلقین“ (اصطلاح) کی جاتی تھی۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ (یہ قول آرہا ہے) کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[۲]۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“[۳]. (جرح)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ليس بثقة ولا مأمون“[۴]. (جرح)

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قدم بغداد سنة تسعين ومائة وحدثهم بها، فعند أهل العراق منه العجائب التي يرويها مما لم يتابع عليها حتى إذا سمعها مَنْ الحديثُ صناعتُه لم يشك أنها معمولة، لا تحل الرواية عنه، ولا الاحتجاج به بحال“[۵].

سن ایک سو نوے (۱۹۰) ہجری میں بغداد آیا، اور اہل بغداد کو روایات بیان کیں، اہل عراق اس سے ایسے عجائب نقل کرتے ہیں جن میں اس کی (یحیی بن میمون) کسی نے متابعت نہیں کی، صناعتِ حدیث سے شغف رکھنے والے شخص کو اس کے من گھڑت ہونے میں شک نہیں ہوتا، اس سے روایت کرنا اور اس

بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۱] العلل ومعرفة الرجال: ٣/ ٣٠١، رقم: ٥٣٣٦، ت: وصي الله بن محمد عباس، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٢هـ.

[۲] المغني في الضعفاء: حرف الياء، ٢ /٤١٤، رقم: ٧٠٥٨، ت: نورالدين عتر، دار إحياء التراث العربي – بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[۳] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٢٠٣، رقم: ٣٧٥٧، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۴] الضعفاء والمتروكين: ٣/ ٢٠٣، رقم: ٣٧٥٧، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۵] المجروحين: باب الياء، ٣/ ١٢١، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

سے احتجاج کرنا کسی حال میں درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یحیی بصری کو "ثقات"[1] میں بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے موصوف کو "مجروحین" و "ثقات" دونوں میں ذکر کرنے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "فكأنه ظنه غيره وهو هو"[2]. ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اسے کوئی اور سمجھے ہوں گے، حالانکہ یہ وہی ہے (یعنی جسے وہ مجروحین میں نقل کر چکے ہیں)۔

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك"[3]. (شدید جرح)

امام زکریا سَاجِی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان يكذب، يحدث عن علي بن زيد أحاديث بواطيل"[4]. یہ جھوٹ بولا کرتا تھا، علی بن زید کے انتساب سے باطل روایات بیان کرتا تھا۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وليحيى بن ميمون غير ما ذكرت، وعامة ما يرويه ليس بمحفوظ"[5]. یحی بن میمون کی مذکورہ (سابقہ) روایات کے علاوہ احادیث بھی ہیں، اور ان کی مرویات عام طور پر محفوظ نہیں ہیں۔

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو عندهم كذاب، حدث بأحاديث موضوعة عن علي بن زيد، وعن عاصم بأحاديث منكرة"[6]. محدثین کے

---

[1] كتاب الثقات: ٧/ ٦٠٣، دائرة المعارف- بحيدر آباد دكن.

[2] تهذيب التهذيب: ٣٩٤/٤،ت:إبراهيم الزيبق و عادل مرشد،مؤسسة الرسالة - بيروت.

[3] تاريخ بغداد: من اسمه يحيى، ١٦/ ١٨٩ رقم:٧٤٠٩،ت: بشار عواد، دار الغرب الإسلامي -بيروت،ط: ١٤١٢هـ.

[4] إكمال تهذيب الكمال: ١٢/ ٣٧١، رقم: ٥٢٠٨، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد،الفاروق الحديثة للطباعة والنشر—القاهرة، ط: ١٤٢٢ هـ.

[5] الكامل في ضعفاء الرجال: من اسمه يحيى، ٧/ ٢٢٧، رقم:٢١٢٤، ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر—بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٤ هـ.

[6] إكمال تهذيب الكمال: ١٢/ ٣٧١، رقم: ٥٢٠٨، ت: أبو عبد الرحمن عادل بن محمد،الفاروق الحديثة للطباعة والنشر—القاهرة، ط: ١٤٢٢ هـ.

نزدیک یحیی بن میمون کذاب ہے، علی بن زید کے انتساب سے موضوع اور عاصم کے انتساب سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "متروك"[1]. (شدید جرح)

روایتِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں زیرِ بحث روایت بسندِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل مشیشی رحمۃ اللہ علیہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لئے یہ روایت اس سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً (صحابی رضی اللہ عنہ کا قول)

یہ دو سندوں سے مروی ہے:

(۱) سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے (۲) عبد الصمد بن علی کی سند سے

۱- روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

روایت کا مصدر

اس روایت کو امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری "مستدرك"[2] میں تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدثنا علي بن حمشاد العَدْل إملاء، ثنا هارون بن العباس الهاشمي، ثنا جَنْدَل بن والق، ثنا عمرو بن أوس الأنصاري، ثنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله إلى عيسى عليه السلام: ياعيسى! آمِنْ بمحمد

---

[1] تقريب التهذيب: ص:۵۹۷، رقم:۷۶۵۸، ت: محمد عوامة، دار الرشد - سوريا، ط:۱۴۰٦ھ۔

[2] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفار آدم، ۲/ ۶۱۵، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة—بيروت، ط:۱۴۰٦ھ۔

وأمُرْمَنْ أدركه من أمتك أن يؤمنوا به، فلولامحمد ماخلقت آدم، ولولا محمد ماخلقت الجنة ولا النار، ولقدخلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه: لاإله إلاالله محمدرسول الله، فسكن."هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه".

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو انہیں پائے اسے حکم دو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائے، کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو، جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا، میں نے اس پر "لا إله إلا الله محمد رسول الله". لکھا تو وہ ٹھہر گیا۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، لیکن شیخین (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی تخریج نہیں کی۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص المستدرك"[1] میں اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "أظنه موضوعا على سعيد". میرا گمان ہے کہ یہ روایت سعید) بن ابو عروبہ (پر گھڑی گئی ہے۔

اسی طرح "ميزان الاعتدال"[2] میں عمرو بن اوس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"أخرجه الحاكم في مستدركه، وأظنه موضوعا من طريق جَنْدَل

---

[1] المستدرك على الصحيحين: كتاب التاريخ، استغفارآدم،٢/ ٦١٥، ت:يوسف عبدالرحمن المرعشلي،دار المعرفة—بيروت،ط:١٤٠٦هـ.

[2] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عمرو ، ٣/ ٢٤٦، رقم:٦٣٣٠، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة—بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

بن والق .... أوحى الله إلى عيسى آمن بمحمد،فلولاه ماخلقت آدم ولا الجنة ولاالنار".

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مستدرک" میں ان کی روایت کی تخریج کی ہے، اور میرا گمان ہے کہ وہ موضوع ہے، جندل بن والق کے طریق سے .... کہ اللہ تعالیٰ نے عیسی علیہ السلام پر وحی نازل کی اے عیسی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ، اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا، اور نہ ہی جنت ودوزخ کو بناتا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثارالمرفوعة"[2] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث "لولاك لما خلقت الأفلاك" لفظاً ثابت نہ ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: "أول ما خلق الله نوري" کی نظیر ہے۔ آگے "مستدرک" کی مذکورہ بالا روایت کو نقل فرما کر اس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] لسان الميزان: من اسمه عمرو، ٦/ ١٨٩، رقم:٥٧٧٨، ت:عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الآثارالمرفوعة : ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية–بيروت، ط: ١٣٧هـ

حدیث کا مقام سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ سند میں موجود عمرو بن اوس کا ترجمہ تفصیل سے لکھا جائے۔

عمرو بن اوس کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" میں عمرو بن اوس کے متعلق فرماتے ہیں:

"يجهل حاله وأتى بخبرمنكر، أخرجه الحاكم في مستدركه وأظنه موضوعا من طريق جَنْدَل بن والق"[1]. اس کا حال مجہول ہے، اور یہ ایک منکر روایت لیکر آیا ہے، جسے حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" میں تخریج کیا ہے، اور میرا گمان ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، جَنْدَل بن والق کی سند سے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" کی سابقہ ذکر کردہ روایت سند کے ساتھ ذکر کی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[2] میں عمرو بن اوس کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

آئمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ زیرِ بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بطریق سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ موقوفاً کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً)

---

[1] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عمرو ، ٣/ ٢٤٦، رقم:٦٣٣٠، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة— بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[2] لسان الميزان: من اسمه عمرو، ٦/ ١٨٩، رقم:٥٧٧٨، ت:عبدالفتاح أبوغدة،دارالبشائرالإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع کہا ہے، اس لیے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ

مذکورہ بالا روایت کو حافظ ابو شیخ ابن حیان انصاری اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات المحدثين بأصفهان "[1] میں اس سند سے تخریج کیا ہے: "حدثنا أبو علي بن إبراهيم، قال: ثنا همام، قال: ثنا جَنْدَل بن والق، قال: ثنا محمد بن عمر المحاربي، عن سعيد بن أوس الأنصاري، عن سعيد بن أبي عروبة ......".

"مستدرک" کی سابقہ سند میں عمرو بن اوس انصاری، سعید بن ابو عروبہ سے نقل کرنے والے ہیں، اور "طبقات المحدثين بأصفهان" میں سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے روایت نقل کرنے میں عمرو بن اوس انصاری کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت سعید بن اوس نے سعید بن ابو عروبہ سے نقل کی ہے، نیز "طبقات المحدثين بأصفهان" میں سعید بن اوس سے یہ روایت محمد بن عمر المحاربی نے اور محمد بن عمر المحاربی سے جَنْدَل بن والق نے نقل کی ہے، جبکہ "مستدرک" کی سند میں عمرو بن اوس انصاری سے جَنْدَل بن والق نے روایت نقل کی ہے، واضح رہے کہ تلاش بسیار کے باوجود سند میں موجود راوی محمد بن عمر المحاربی کا ترجمہ نہیں مل سکا۔

حاصل یہ ہے کہ "طبقات المحدثين بأصفهان" کی سند میں موجود راوی سعید بن اوس (جس نے مستدرک کی سند میں موجود راوی عمرو بن اوس کی متابعت کی ہے) اگرچہ معتبر راوی ہے، لیکن اس سند میں موجود راوی محمد بن عمر محاربی (جو سعید بن اوس سے روایت نقل کرنے والا ہے) کا ترجمہ کتبِ رجال میں نہیں ملتا، اور مذکورہ روایت کو بسندِ ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] طبقات المحدثين بأصبهان: ٣/ ٢٦٢، رقم: ٢٨٧، ت: عبد الغفور حسين البلوشي، مؤسسة الرسالة– بيروت، الطبعة الثانية: ١٤١٢هـ.

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً) اور علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس لیے "طبقات المحدثين بأصفهان" کی سند میں موجود مجہول راوی محمد بن عمر محاربی کی موجودگی متن حدیث کو وضع کے حکم سے نکالنے میں قاصر ہے، چنانچہ اس سند میں بھی حدیث کا سابقہ حکم یعنی من گھڑت ہونا برقرار ہے۔

یہاں تک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً کی ایک سند مکمل ہوئی، اب دوسری سند ملاحظہ ہو۔

۲- روایتِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسند عبد الصمد بن علی

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ شہردار بن شیرویہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو اپنی کتاب "مسند الفردوس"[۱] میں اس طرح سے ذکر فرماتے ہیں:

"عبيد الله بن موسى القرشي، حدثنا الفضيل بن جعفر بن سليمان، عن عبد الصمد بن علي بن عبد الله بن عباس، عن أبيه، عن ابن عباس: يقول الله عز وجل: وعزتي وجلالي، لولاك ما خلقت الجنة، ولولاك ما خلقت الدنيا"[۲].

ترجمہ: اللہ رب العزت نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو۔

چند اہم فوائد

① واضح رہے کہ درج بالا عبارت سے روایت کا جزماً مرفوع ہونا معلوم نہیں ہو رہا، البتہ علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لولاک" پر مشتمل روایات نقل

---

[۱] "الفردوس بماثور الخطاب" کی مسند "مسند فردوس" فی الحال میسر نہیں ہے، جس کی بنا پر مذکورہ روایت کی سند کو ثانوی درجے کے مرجع "السلسلة الضعيفة" سے نقل کیا جا رہا ہے۔

[۲] سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١/ ٤٥١ رقم:٢٨٢، مؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، دار المعارف– الرياض، ط:١٤١٢هـ.

کیں، جن میں دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کی ہے (اس کا ذکر آرہا ہے)۔

④ زیرِ بحث روایت "موجبات الجنة لابن الفاخر"[1] میں بھی تخریج کی گئی ہے، جس میں عبد اللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی عباسی نے، فضیل بن جعفر سے روایت نقل کرنے میں عبید اللہ بن موسی القرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت عبد اللہ بن محمد الہاشمی نے فضیل بن جعفر سے نقل کی ہے، نیز "موجبات الجنة" میں سند میں موجود راوی "فضيل بن جعفر" کی جگہ "فضل بن جعفر" لکھا ہے، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ "موجبات الجنة" میں یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً ہے۔

مذکورہ روایت پر ائمہ فن حدیث کا کلام

عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثارالمرفوعة"[2] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) مذکورہ روایت کو موضوع روایات کے تحت ذکر کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك" لفظاً ثابت نہ

[1] موجبات الجنة لابن الفاخر: الجنة خلقت لنبينا ﷺ، ١/ ٢٨٢، رقم: ٤٢٣، ت: ناصر دمياطي، مكتبة عباد الرحمن – مصر، ط: ١٤٢٣هـ.

[2] الآثارالمرفوعة: ذكربعض القصص المشهورة، ص: ٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٣٧١هـ.

ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث "أول ما خلق الله نوري "کی نظیر ہے۔

اس کلام کے بعد علامہ عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث "لولاک" پر مشتمل روایات نقل کیں، جن میں بحوالہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً کا ذکر بھی ہے۔

علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ" اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع "[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔ (واضح رہے کہ "اللؤلؤ المرصوع" میں دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ذکر نہیں کیا، اگرچہ روایت کے الفاظ یہی ہیں)۔

ذیل میں سند کے راویوں کے احوال لکھے جائیں گے، تاکہ روایت کا فنی مقام سمجھنے میں آسانی ہو۔

عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ (المتوفی ۱۸۵ھ) کے متعلق ائمہ رجال کے اقوال

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں "الضعفاء الكبير "[2] میں فرماتے ہیں: "حديثه غير محفوظ ولا يعرف إلا به ...". اس کی حدیث غیر محفوظ ہیں، اور یہ (ذیلی روایت) صرف اس عبد الصمد سے جانی گئی ہے..."۔

---

[1] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٥٤، رقم:٤٥٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[2] الضعفاء الكبير: باب عبدالصمد،٣/ ٨٤،رقم ١٠٥٣، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الصمد بن علی کی روایت: "أکرموا الشهود" کی تخریج کی، جس میں یہ بھی لکھا ہے ابن ابی مَسَرّہ مکی کہتے ہیں کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، مکہ میں ہمارے امیر تھے۔
موصوف کا ترجمہ حافظ ابن ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی "الجرح والتعديل"[1] میں بلا جرح وتعدیل منقول ہے۔

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ الإسلام"[2] میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے متعلق نقل فرماتے ہیں: "قد ضعفوه"[3] (جرح).

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[4] میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل المتناهية"[5] میں عبد الصمد کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] الجرح والتعديل: باب من اسمه عبدالصمد، ٦/ ٥٠، رقم: ٢٦٦، دار الكتب العلمية-بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

[2] تاريخ الإسلام: ١٢/ ٢٧٢، ت: عمر عبد السلام، دار الكتاب العربي-بيروت، ط: ١٤٠٧ هـ.

[3] العلل المتناهية: ٢/ ٧٢٠، رقم: ١٢٦٧، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٣ هـ.

[4] تاريخ دمشق: عبدالصمد بن علي، ٣٦ / ٢٤٢، رقم الترجمة: ٤٠٧٨، ت: عمربن غرامة، دارالفكر - بيروت، ط: ١٤١٦ هـ.

[5] العلل المتناهية: ٢/ ٧٢٠، رقم: ١٢٦٧، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٣ هـ.

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں روایت: "للمملوك على سيده ثلاث خصال". کے تحت فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الصغير، وفيه من لم أعرفهم، وعبد الصمد بن علي ضعيف". امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الصغیر" میں اس روایت کو نقل کیا ہے، اور فرمایا کہ اس میں ایسے راوی ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا اور عبد الصمد بن علی ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال" میں عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ عن ابیہ سے منقول روایت: "أكرموا الشهود" نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وهذا منكر وما عبد الصمد بحجة، ولعل الحفاظ إنما سكتوا عنه مداراة للدولة"[2]. یہ منکر حدیث ہے، (اس کی سند میں موجود راوی) عبد الصمد حجت نہیں ہے، شاید حکومت کی خاطر داری کی وجہ سے حفاظِ حدیث نے ان کے بارے میں کلام کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے۔

واضح رہے، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں گذر چکا ہے کہ عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ، امیر مکہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان"[3] میں پہلے عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا، پھر حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب ما جاء في الخادم، ٨/ ٨٦، رقم: ١٣٥٣١، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر- بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

[2] ميزان الاعتدال: باب العين، من اسمه عبدالصمد، ٢/ ٥٠٤، رقم: ٤٦٠٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[3] لسان الميزان: من اسمه عبدالصمد، ٥/ ١٨٧، رقم: ٤٧٨٧، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: ”فتبين أنهم لم يسكتوا عنه“. معلوم ہوا کہ حفاظ حضرات خاموش نہیں رہے، بلکہ انہوں نے کلام کیا ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”المقاصد الحسنة“[1] میں عبد الصمد کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

عبيد الله بن موسى القرشي

ان کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔

فضيل بن جعفر بن سليمان

ان کا ترجمہ باوجود تلاش کے میسر نہیں ہو سکا۔

روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً بسندِ عبد الصمد بن علی کا حکم

زیر بحث روایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرقوفاً یا مرفوعاً بسند عبد الصمد بن علی کا متن سابقہ تمام سندوں کی طرح علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل المشیشی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے تناظر میں من گھڑت ہے، اس لئے یہ روایت مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایات کا حکم

ابتداء میں کہا گیا تھا کہ زیرِ بحث روایت استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

① حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔
② حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (مرفوع طریق)۔
③ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (موقوفاً دو مختلف سندوں سے)۔

زیرِ بحث روایت مذکورہ تمام طرق کے ساتھ شدید ضعیف یا من گھڑت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کو منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

[1] المقاصد الحسنة: حرف الهمزه، ص: ١٤٤، رقم: ١٥٤، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

تتمہ: ذیل میں ان علماء کے نام لکھے جارہے ہیں، جنہوں نے مختلف سندوں سے یا سند ذکر کیے بغیر مطلقاً زیرِ بحث روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

① حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ[1]

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ان حضرات نے اکتفاءً نقل کیا ہے:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ[2]، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ[3]، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ[4]، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ[5]۔

② حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ③ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ④ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ⑤ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) ⑦ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ⑧ علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم المشیشی الطرابلسی رحمۃ اللہ علیہ ⑨ علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اہم نوٹ:

اولیتِ خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام وخاص روایت "لولاک لما خلقت الافلاک" کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جارہا۔

[1] موضوعات: ص: ۵۲، رقم: ۷۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دارالمأمون للتراث — بیروت، ط: ١٤٢٩ھ۔

[2] الأسرار المرفوعة: ص: ١٩٤، رقم: ٧٥٤، قديمي كتب خانة — كراتشي.

[3] تذكرة الموضوعات: فضل رسول وخصاله، ص: ٨٦، كتب خانة مجيدية — ملتان.

[4] كشف الخفاء: ١٩١/٢، رقم: ٢١٢٣، كشف الخفاء: ٣١٩/٢، رقم: ٢٥٦٦، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث — بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[5] الفوائد المجموعة: ٤١١/٢، رقم: ١٠١٣، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز — الرياض، ط: ١٤١٥هـ.

روایت نمبر:⑦

روایتِ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما: "اول شيء ما خلق الله نوري .... ".

ترجمہ: "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا.... "۔

ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کی تحقیق کی گئی ہے۔

حکم: پہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے، دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل ذیلی تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کی تحقیق تین (۳) اجزاء پر مشتمل ہے:

① روایت کا مصدرِ اصلی

② روایت پر ائمہ کا کلام

③ ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت کا مصدر

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "الفتوحات المکیة"[1] میں مذکورہ بالا روایت کو بلا سند، حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روى عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبد الله الأنصاري قال: قلت: يا رسول الله! بأبي أنت وأمي، أخبرني عن أول شيء خلقه الله تعالى قبل الأشياء.

---

[1] الفتوحات المكية: ١/ ١١٩، ت: عثمان يحيى، وزارة الثقافة المصرية – مصر، ط: ١٣٩٢ هـ.

قال: يا جابر! إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، ولم يكن في ذلك الوقت لوح ولا قلم، ولا جنة ولا نار، ولا ملك ولا سماء، ولا أرض ولا شمس ولا قمر، ولا جني ولا إنسي، فلما أراد الله تعالى أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأول القلم، ومن الثاني اللوح، ومن الثالث العرش. ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء فخلق من الجزء الأول حملة العرش، ومن الثاني الكرسي، ومن الثالث باقي الملائكة، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول السماوات، ومن الثاني الأرضين ومن الثالث الجنة والنار، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول نور أبصار المؤمنين، ومن الثاني نور قلوبهم- وهى المعرفة بالله- ومن الثالث نور أنسهم، وهو التوحيد لا إله إلا الله محمد رسول الله .... الحديث [كذا في الأصل]".

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے اس بات کی خبر دیجئے کہ اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شئ کو پیدا کیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا، پھر وہ نور اللہ کی ذات سے منشاء الٰہی کے مطابق چلتا رہا ،اس وقت تک لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، زمین، آسمان، سورج، چاند، جن وانس کچھ نہ تھا، جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے چار حصے کیے: پہلے حصے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے عرش کو اٹھانے والے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ، پھر چوتھے حصے کے چار حصے کیے: پہلے سے تمام آسمان، دوسرے سے تمام زمینیں،

تیسرے سے جنت و جہنم کو بنایا، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے ایمان والوں کی آنکھوں کا نور پیدا کیا، دوسرے سے انکے دلوں کا نور –معرفت الٰہی– کو پیدا کیا، اور تیسرے حصے سے توحید کو پیدا کیا.... [كذا في الأصل]۔

دیگر مراجع

مذکورہ روایت کو علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المواهب اللَدُنِّيَّة"[1] میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح المواهب"[2] میں، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوي"[3] میں حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفتاوى الحديثية"[4] میں اور علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء"[5] میں اسی طرح بغیر سند، مصنف عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

روایت پر ائمہ فن کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے "الحاوي للفتاوي"[6] میں آیت "والصبح إذا أسفر" کے تحت مذکورہ روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے متعلق فرمایا:

".... والحديث المذكور في السؤال ليس له إسناد يعتمد عليه". ....

اور سوال میں مذکور روایت کی کوئی سند نہیں، جس کی وجہ سے اس پر اعتماد کیا جاسکے۔

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: تشريف الله تعالى له، ١/ ٤٨، المكتبة التوفيقية–القاهرة، ط:١٣٢٦ هـ.

[2] شرح المواهب: تشريف الله تعالى له، ١/ ٩٠، ت: محمد عبد العزيز الخالدي، دار الكتب العلمية –بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] الحاوي للفتاوي: الفتاوى القرآنية، ص: ٣٢٣، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[4] الفتاوى الحديثية: مطلب هل خلقت الملائكة..، ص: ٨٤، محمد عبد الرحمن المرعشلي، مير محمد كتب خانة –كراچي.

[5] كشف الخفاء: حرف الهمزة، ١/ ٣٠٣، رقم: ٨٢٧، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

[6] الحاوي للفتاوي: الفتاوى القرآنية، ص: ٣١٣، ت: عبد اللطيف حسن، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٢١هـ.

۲- علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "الآثار المرفوعة"[۱] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وقد اشتهر بين القصاص حديث: أول ما خلق الله نوري، وهو حديث لم يثبت بهذا المبنى وإن ورد غيره موافقًا له في المعنى....".

"قصہ گو میں یہ حدیث مشہور ہے، حالانکہ یہ روایت اس بنیاد (ان الفاظ) سے ثابت نہیں ہے، اگرچہ اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے ....".

آگے آپ لکھتے ہیں:

"قلت: نظير أول ما خلق الله نوري من عدم ثبوته لفظًا ووروده معنًى ما اشتهر على لسان القصاص والعوام والخواص من حديث لولاك لما خلقت الأفلاك".

میں یہ کہتا ہوں: حدیث: "لولاك لما خلقت الأفلاك". لفظاً ثابت نہ ہونے میں اوراس کے معنی کا قصہ گو، عوام وخواص کی زبان پر وارد ہونے میں حدیث: "أول ما خلق الله نوري". کی نظیر ہے۔

اہم فائدہ

حضرت لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام "وإن ورد غيره موافقا له في المعنى". اس کے ہم معنی دوسری روایت منقول (ثابت) ہے "سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کی ہم معنی دیگر روایات منقول ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی "اولیت "ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے ثابت ہے، مثلاً: چند سطر آگے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ہی لکھتے ہیں[۲]: "نعم

---

[۱] الآثار المرفوعة: ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٤، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٣٧١هـ.

[۲] الآثار المرفوعة: ذكربعض القصص المشهورة، ص:٤٥، ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار

ثبت .... متى كنت نبيا قال و آدم بين الروح والجسد"[1].

۳- علامہ احمد بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ "المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير"[2] میں اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهو حديث موضوع، لو ذكره بتمامه لما شك الواقف عليه في وضعه". یہ حدیث موضوع ہے، اگر اس روایت کے متن کو مکمل ذکر کیا جائے تو واقف کار کو اس کے من گھڑت ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

اس کے بعد آگے فرماتے ہیں: "مشتملة على ألفاظ ركيكة، ومعاني منكرة". یہ رکیک الفاظ اور منکر معنی پر مشتمل ہے۔

۴- علامہ عبد اللہ بن صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ عبد اللہ غماری رحمۃ اللہ علیہ "مرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر"[3] میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وعزْوه إلى رواية عبد الرزاق خطأ، لأنه لا يوجد في مصنفه، ولا جامعه، ولا تفسيره....". ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرنا غلطی ہے، کیونکہ یہ روایت عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی مصنَّف، جامع اور تفسیر میں نہیں ہے ....".

آگے فرماتے ہیں:

"وهو حديث موضوع جزما، وفيه اصطلاحات المتصوفة، وبعض الشناقطة المعاصرين ركّب له إسنادا، فذكر أن عبد الرزاق رواه من طريق

الكتب العلمية– بيروت، ط: ۱۳۷۱ھ۔

[1] روایت "وآدم بين الروح والجسد" کی وضاحت بحث کے آخر میں "اہم تنبیہ" کے عنوان سے آرہی ہے۔

[2] المغير على الأحاديث الموضوعة في الجامع الصغير: مقدمة، ص:۷، دار العهد الجديد – بيروت.

[3] مرشد الحائر لبيان وضع حديث جابر: ص:۹، مكتبة طبرية– الرياض، ط: ۱٤۰۸ھ۔

ابن المنكدر عن جابر! وهذا كذب يأثم عليه، وبالجملة فالحديث منكر موضوع، لا أصل له في شيء من كتب السُّنّة".

یہ روایت یقیناً موضوع ہے، اس میں صوفیانہ اصطلاحات ہیں، اور ہمارے بعض شنقیطی معاصرین نے اس روایت کے لئے سند بھی گھڑ لی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: عبد الرزاق نے ابن منکدر عن جابر رضی اللہ عنہما کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے، حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے، جس کا گناہ اسی شخص پر ہے، اور حاصل یہ کہ حدیث منکر، من گھڑت ہے، اس کی کتبِ احادیث میں کوئی اصل نہیں ہے۔

۵- علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے "التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایت میں شمار کیا ہے اور علامہ احمد غماری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا خلاصہ اور حکم

روایتِ مذکورہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، احمد صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ اور عبد اللہ صدیق غماری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق بے سند، غیر ثابت شدہ، بے اصل اور من گھڑت ہے، چنانچہ اس روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیتِ مخلوقات کے سلسلے میں حدیث: "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد". (میں نبی تھا در حالیکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے) بیان کی جاتی ہے یہ روایت "صحیح" ہے، لیکن عوام وخواص کی زبان پر اس روایت کے مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ مشہور ہیں یعنی: "كنت

[1] التعليقات الحافلة: ص: ١٢٩، مكتب المطبوعات الإسلامي - بيروت، ط: ١٤٢٦هـ.

نبیا وآدم بین الماء والطین". (میں نبی تھا در حالیکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے) یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: "کنت نبیاولا آدم ولا ماء ولا طین". (میں نبی تھادر حالیکہ نہ آدم تھا، نہ پانی تھا، نہ مٹی تھی)۔

ان الفاظ کے بارے میں ائمہ حدیث صاف لفظوں میں "موضوع" کے کلمات ارشاد فرماتے ہیں، چنانچہ ذیل میں ان الفاظ کے متعلق ائمہ کے اقوال نقل کیے جائے گے۔

"کنت نبیا وآدم بین الماء والطین أو کنت نبیا ولاآدم ولا ماء ولا طین".

(۱)حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "مجموع الفتاوی"[۱] میں " کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"، "کنت نبیا ولاآدم لا ماء ولا طین" کے تحت فرماتے ہیں:

"فھذا لا أصل له ولم یروہ أحد من أھل العلم الصّادقین ولا ھو في شيء من کتب العلم المعتمدة بھذا اللفظ بل ھو باطل". اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اہل صدق علماء میں سے کسی نے اسے روایت نہیں کیا، اور کسی بھی معتمد کتاب میں ان الفاظ کی کوئی روایت نہیں ہے، بلکہ یہ باطل ہے۔

اسی طرح "الرد علی البَکْرِي"[۲] میں ان دونوں قسم کے الفاظ کو ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"لا أصل له لا من نقل ولا من عقل، فإن أحدا من المحدثین لم یذکرہ، و معناہ باطل". عقلاً اور روایتاً اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ محدثین میں سے کسی نے بھی اسے ذکر نہیں کیا، اور اس کا معنی باطل ہے۔

(۲)حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"وقد قال شیخنا في بعض الأجوبة عن الزیادة: إنھا ضعیفة

---

[۱] مجموع الفتاوی: فصل في مقالة ابن عربي، ۹۳/۲، ت: أنور الباز، دار الوفاء–بیروت، ط:۱٤۲٦ ھـ.

[۲] الرد علی البکري:ص:۱۳۸، ت: عبداللہ دجین، دارالوطن–الریاض، ط:۱٤۱۷ ھـ.

والذي قبلها قوي"[1]. ہمارے شیخ نے بعض جوابات میں اس زیادتی (كنت نبيا ولا آدم ...) کے بارے میں فرمایا کہ یہ ضعیف ہے، اور جو اس سے پہلے ہے وہ قوی ہے۔

(۳) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة" میں فرماتے ہیں:

"أما الذي على الألسنة بلفظ (كنت نبيا وآدم بين الماء والطين) فلم نقف عليه بهذا اللفظ فضلا عن زيادة (وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين)". زبان زد الفاظ "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين". پر میں مطلع نہ ہو سکا، چہ جائیکہ "كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين". کے زائد الفاظ پر مطلع ہوں۔

(۴) علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المنثورة"[2] میں "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" کے تحت فرماتے ہیں: "هذا اللفظ لا أصل له". ان الفاظ کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(۵) حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الدرر المنتثرة"[3] میں مذکورہ الفاظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين" کے بارے میں فرماتے ہیں: "لا أصل له بهذا اللفظ". ان الفاظ کے ساتھ ان کی کوئی اصل نہیں ہے، پھر آگے فرماتے ہیں: "زاد العوام فيه: وكنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين ولا أصل له أيضا". عوام نے اس میں یہ اضافہ (كنت نبيا ولا أرض ولا ماء ولا طين) کیا ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

---

[1] المقاصد الحسنة:حرف الكاف، ص:۳۷۸، رقم: ۸٤۰، ت: عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤٢٧هـ.

[2] اللآلي المنثورة:الحديث السادس عشر، ص:١٢٤، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي- بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[3] الدرر المنتثرة:حرف الكاف، ص:٢٠٤، رقم:٣٢٩، ت:محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

(٦)حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشريعة"[١] میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(٧)ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[٢] میں سابقہ ائمہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(٨)علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة الموضوعات"[٣] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(٩)علامہ عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الآثار المرفوعة"[٤] میں سابقہ علماء کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(١٠)علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللؤلؤ المرصوع"[٥] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(١١)علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنى المطالب"[٦] میں اسے "موضوع" اور "لم يصح" کی ہے۔

ان الفاظ: "كنت نبيا وآدم بين الماء والطين أو كنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين". کے بارے میں گیارہ(١١) علماء نے باطل، لا اصل، موضوع، لم یصح جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں، چنانچہ ان حضرات کی تصریح کے

---

[١] تنزيه الشريعة:الفصل الثالث،١/ ٣٤١، رقم:٣٢،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية بيروت،ط:١٩٨١هـ.

[٢] الأسرار المرفوعة:حرف الكاف، ٢٦٨، رقم:٣٥٢، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[٣] تذكرة الموضوعات: فضل رسول وخصاله،ص: ٨٦، كتب خانة مجيدية– ملتان .

[٤] الآثارالمرفوعة : ذكربعض القصص المشهورة،ص:٤٦،ت: محمدالسعيد بن بيسيوني زغلول، دار الكتب العلمية–بيروت، ط: ١٣٧هـ.

[٥] اللؤلؤ المرصوع:حرف الكاف، ص:١٤٢، رقم:٤١٥، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية– بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

[٦] أسنى المطالب: ص:٢٢٢،رقم:١١١٣–١١١٤، دار الكتب العلمية–بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

مطابق اس روایت کو ان الفاظ: ”کنت نبیا وآدم بین الماء والطین أو کنت نبیا ولاآدم ولا ماء ولا طین“. سے نبی کریم ﷺ کی طرف انتساب کر کے بیان نہیں کرنا چاہیے، البتہ یہی روایت ان الفاظ: ”کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد“[1]. سے ثابت ہے، چنانچہ ان ثابت شدہ الفاظ کے ساتھ ہی یہ روایت آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا چاہیے۔

نوٹ:

اولیتِ خلق کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، جس میں ایک قول رسول اللہ ﷺ کے اول المخلوقات ہونے کا بھی ہے، پھر اس قول کے مطابق اول المخلوقات کی کیفیت میں بھی تفصیل ہے، غرض یہ کہ بندہ کا مقصود اس مقام پر زبان زد عام وخاص روایت ”اول شيء ما خلق الله نوري“ کی تحقیق پیش کرنا ہے، البتہ اول المخلوقات اور اس کی کیفیت پر گفتگو اس مجموعہ میں ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں تعارض نہیں کیا جارہا۔

---
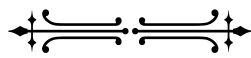
[1] انظر شرح مشكل الآثار: ۱۵/ ۲۳۱، رقم: ۵۹۷۷.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ... ووافقه الذهبي. (انظر المستدرك مع التلخيص: ۲/ ۲۰۸).

روایت نمبر:⑧

روایت: ”من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسني، ومن جالسني في الدنياأجلس إليّ يوم القيامة“.

ترجمہ: جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالی آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

یہ روایت استقراءً تین (۳) صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت انس رضی اللہ عنہ

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

③ حضرت معاویہ بن حَیْدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ (جد بَہز بن حکیم)

ذیل میں ہر صحابی کی روایت کی تحقیق مستقل ذکر کی جائے گی۔

(۱) روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ: یہ روایت تین (۳) سندوں سے منقول ہے:

❶ سندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ　❶ سندِ میزان الاعتدال　❸ سندِ دَیلمی رحمۃ اللہ علیہ

ذیل میں تینوں سندوں کی تفصیل اور ہر سند کا فنی حکم علیحدہ علیحدہ لکھا جائے گا، اور سب سے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ تینوں سندوں کا حکم لکھا جائے گا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت کی سند ''ذیل اللآلي''[1] میں ذکر کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

''قرأت في كتاب العز ثابت بن منصور العجلي بخطه، وأنبأ به عنه أبوالقاسم الأرجي، حدثني القاضي الإمام عين القضاة أبو القاسم علي بن محمد بن أحمد السِمْناني لفظا، حدثنا القاضي أبو محمد عبد الله بن محمد بن هون الثقفي قا ضي سِنْجار بسِنْجار لفظا في سنة تسع وأربعين وأربعمائة، حدثنا أبو محمد حسان بن محمد بن حسان الأزرق التنوخي بالأنبار فيما بين العشرين والثلاثين والثلثمائة، حدثنا أبي محمد [ابن حسان] فيما بين عشرين وثلاثين ومائتين، حدثنا جدي حسان، قال: دخلنا في بضعة عشر رجلا إلى واسط العراق على الحجاج بن يوسف في ظُلامة لنا، وإذا بشيخ معصوب الحاجبين وراء الباب فقلت: للبواب من هذا الشيخ؟ قال: هذا أنس بن مالك خادم النبي ﷺ ، فتقدمت إليه وقبلت ما بين عينيه، وقلت له: ناشدتك الله أيها الشيخ! لما حدثتني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ،قال: سمعت النبي ﷺ يقول:

''من زار عالما فكمن زارني، ومن صافح عالما فكمن صافحني، ومن جالس عالما فكمن جالسني، ومن جالسني في دار الدنيا أجلسه الله تعالي معي غدا في الجنة''.

ولم أسمع منه غيرهذا الحديث فكتبته في أسفل نَعْلي، واستعجلوني أصحابي للظُلامة فخرجت مسرعا، قال القا ضي أبومحمد:

[1] ذيل اللآلي المصنوعة:كتاب العلم، ص: ۳۵،المكتبة الأثرية – شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ هـ.

عاش حسان مائة وعشرين سنة وعاش أنس بن مالك مائة وعشرين سنة وهانا [كذا في الأصل وفي بعض النسخ وها أنا] قد عشت مائة وإحدى وعشرين سنة، قال: وكان قد انقطع عني هذا الشان فوق الثلاثين سنة وابني عاد إليّ، وتزوجت وأشار إلى صبي عنده وقال: هذا ابني وله ابن بينما في المولد تسعة وثما نون سنة، وأراني حاجبيه وقد اسودت وشعر راسه وصدره قد اسود البياض وثناياه قد نبتت كأسنان الأطفال"۔

ترجمہ: .... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عالم کی زیارت کی وہ ایسا ہے جس نے میری زیارت کی، جس نے عالم سے مصافحہ کیا وہ ایسا ہے جس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جو عالم کے ساتھ بیٹھا وہ ایسا ہے جو میرے ساتھ بیٹھا، اور جو میرے ساتھ دنیا میں بیٹھا، اللہ اس کو کل جنت میں میرے ساتھ بٹھائیں گے۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ذیل اللآلي"[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار فرمایا ہے۔

۲- حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ "توضيح المُشْتَبِه"[2] میں مذکورہ

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية- شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ھ۔

[2] توضيح المشتبة: حرف الباء، ۱/ ۴۸۳، ت: محمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة-بيروت، ط: ۱۴۰۶ھ۔

واضح رہے کہ امام سیوطی کی رحمۃ اللہ علیہ اور ذکر کردہ حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی سند اور حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے مابین میں کافی اضطراب ہے، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مکمل عبارت سے مشاہدہ فرمائیں: "قلت: برهون بفتح أوله وسكون الراء وضم الهاء وسكون الواو تليها نون حسان بن بَرْهُون بن حسان الثقفي قاضي سِنْجَار عن أبيه بَرْهُوْن عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له، رواه أبو جعفر محمد بن علي بن محمد

روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

”حسان بن بَرْهُون بن حسان الثقفي قاضي سِنْجار عن أبيه بَرْهُون عن جده عن أنس بحديث باطل لا أصل له“.

(سند میں موجود راوی) حسان بن بَرْہُون بن حسان ثقفی قاضی سِنجار نے ”عن أبيه بَرْهُون عن جده“ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے باطل روایت نقل کی ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[1] کے مقدمہ میں حسان بن بَرْہُون کا ترجمہ قائم کیا اور آگے حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

(۳)حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزيه الشريعة“[2] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”من حديث أنس في قصة بينة الكذب“. یہ روایت ایک قصہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ علامہ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

السِمْنَاني عن القاضي أبي القاسم علي بن محمد السِمْنَاني عن حسان، وزعم حسان لما حدث انه ابن مئة وعشرين سنة وعاش أنس مئة وعشرين سنة“.

[1] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف الحاء، ١ / ٤٧، رقم: ١٤، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:كتاب العلم، الفصل الثالث،١ / ٢٧٢،رقم:٥٧،ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ جزماً من گھڑت کہا ہے، چنانچہ مذکورہ سند کے ساتھ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم تنبیہ

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال" میں "محمد بن غانم" کے ترجمہ میں ایک روایت نقل کی ہے، اس روایت اور مذکورہ روایت کی سند اور الفاظ میں قدرے اشتراک ہے، چنانچہ ذیل میں اس کی تحقیق ذکر کی جائے گی۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ میزان الاعتدال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال "[1] میں محمد بن غانم کے ترجمہ میں اسی روایت کے ہم معنی ایک دوسری سند سے زیرِ بحث روایت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

"محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي عن جده لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مظلم. قال شيخ الإسلام أبو الحسن الهَكّاري: حدثنا عبيدالله بن محمدبن المؤيد السِنْجاري- وكان ابن مائة وعشرين سنة [قال]: حدثنا ابن غانم هذا - وكان من أهل بيت يعمّرون، حدثني جدي، قال: خرجت من الأنبار في ظُلامة إلى الحَجَّاج، فرأيت أنس بن مالك، فقلت: حدثني، فقال: اكتب، فكتبت بسم الله الرحمن الرحيم. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من زار عالما فكأنما زارني،ومن عانق عالما فكأنما عانقني، ومن نظر إلى وجه عالم ... الحديث" [كذافي الأصل].

---

[1] ميزان الاعتدال:حرف الميم، ٣ / ٦٨١،رقم:٨٠٤٦، ت:علي البجاوي، دار المعرفة- بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

(راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: مجھے روایت بیان کیجیے، کہا: لکھیے، میں نے لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے عالم کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور جس نے عالم سے معانقہ کیا اس نے گویا مجھ سے معانقہ کیا اور جس نے عالم کے چہرے کو دیکھا .... [اصل میں اسی طرح ہے]۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[1] میں روایت کی سند پر ابتداء ہی میں کلام کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مُظْلِم". معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "لسان المیزان"[2] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

وضاحت: آپ دیکھ چکے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس سند کو "سند مظلم" (تاریک سند) فرما رہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم زیرِ بحث سند کا تفصیل سے جائزہ لیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

سند کے راویوں پر کلام

"میزان الاعتدال" کی مذکورہ سند میں چار (۴) راوی ہیں:

(۱) محمد بن غانم بن ازرق (۲) ازرق ابو غانم (۳) ابو الحسن ہکّاری (۴) عبید اللہ بن محمد بن مؤید سِنجاری

---

[1] ميزان الاعتدال: من اسمه محمد، ٣ / ٦٨١،رقم:٨٠٤٦، ت:علي البجاوي، دار المعرفة– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

[2] لسان الميزان: ، من اسمه محمد، ٧ /٤٣٤، رقم:٧٢٩٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية–بيروت،ط: ١٤٢٣هـ.

محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوْخِي ..... لا يُدْرَى مَنْ هو في سند مظلم" . .... معلوم نہیں اس تاریک سند میں یہ [محمد بن غانم] شخص کون ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان الميزان" میں ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

الأزرق أبو غانم

موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

أبو الحسن الهَكَّاري (المتوفى ٤٨٦ هـ)

ان کا پورا نام "أبو الحسن علي بن أحمد بن يوسف القرشي الأموي الهَكَّاري كان يعرف بشيخ الإسلام" ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يكن موثّقا في روايته"[1].
ابو الحسن کی روایت میں توثیق نہیں کی گئی۔

حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذيل تاريخ بغداد"[2] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"وكان الغالب على حديثه الغرائب والمنكرات، ولم يكن حديثه يشبه حديث أهل الصدق، وفي حديثه متون موضوعة مركبة على أسانيد صحيحة. وقد رأيت بخط بعض أصحاب الحديث بأصبهان أنه كان يضع الأحاديث".

---

[1] سير أعلام النبلاء: ١٩/ ٦٣، رقم:٣٧، ت: شعيب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة-بيروت، ط:١٤٠٥هـ.
[2] ذيل تاريخ بغداد:٣/١٧٣، رقم:٦٥١، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية -بيروت، ط:١٤١٧هـ.

ابو الحسن ہکّاری کی روایات میں غرائب اور منکرات غالب ہیں، اور اس کی حدیث اہل صدق کی احادیث کی طرح نہیں ہے، ان سے منقول احادیث کے الفاظ من گھڑت ہیں، جنہیں صحیح سندوں کے ساتھ چسپاں کیا گیا ہے، (ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے اصبہان کے بعض محدثین کی تحریرات میں دیکھا کہ یہ (ابو الحسن) حدیثیں گھڑتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں ابو الحسن ہکّاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

"وقال ابن النجار: متّهم بوضع الحديث وتركيب الأسانيد، قاله في ترجمة عبد السلام بن محمد". ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر حدیث گھڑنے اور (متون کے ساتھ) سندیں جوڑنے کا اتہام کیا ہے، یہ بات انھوں نے عبد السلام بن محمد کے ترجمہ میں کہی ہے۔

واضح رہے کہ راقم الحروف کو ابو الحسن ہکّاری پر حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا کلام "ذیل تاریخ بغداد"[2] میں ابو الحسن ہکّاری کے ترجمہ میں ملا ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی "تاریخ الإسلام"[3] میں "ابو بکر دِینَوَرِی" کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"قال ابن النجار ... روى شيخ الإسلام أبو الحسن الهَكَّاري عن أبي بكر الدِيْنَوَرِي أربعين حديثا لسلمان الفارسي رضي الله عنه، قلت: موضوعة هي".

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف الباء، ۳/ ۱۱۲، رقم: ۵۷۷٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة — بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[2] ذيل تاريخ بغداد: ۳/ ۱۷۳، رقم: ٦٥١، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱٤۱۷ هـ.

[3] تاريخ الإسلام: ۲۹/ ۲۹۷، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي - بيروت، ط: ۱٤۱٤ هـ.

ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے .... ابو الحسن ہَکَّاری نے ابو بکر دِیْنَوَرِی سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے چالیس روایات ذکر کی ہیں۔ میں (یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ یہ روایات موضوع (جھوٹی) ہیں۔

حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ "الأنساب"[1] میں لکھتے ہیں:

"تفرد مدة بطاعة الله في الجبال، وابتنى أربطة ومواضع يأوي إليها الفقراء والصالحون، وكان كثير الخير والعبادة، مقبولا وقورا".

مدت تک پہاڑوں میں تنہا اللہ کی عبادت کرتے، جہاں ان کے بنائے ہوئے رِباط اور ٹھکانے پر فقراء وصالحین آتے رہتے تھے، ابو الحسن ہَکَّاری بہت نیک، عبادت گذار، مقبول اور باوقار شخص تھے۔

حافظ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ "إتحاف السادة المتقين"[2] میں ایک دوسری حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"ورأيت طُرَّة بخط الإمام شمس الدين الحرير ابن خال الخَيْضِرِي على هامش نسخة الإحياء ما نصه: قد صنف الشيخ أبو الحسن علي بن يوسف الهَكَّارِي المعروف بشيخ الإسلام كتابا سماه بفضائل الأعمال وأوراد العُمَّال، ذكر فيه عجائب وغرائب من هذه الأحاديث ومن غيرها مرتبة على الليالي والأيام بأسانيد مظلمة، إذا نظر العارف فيها قضى العجب، وساقها بأسانيد له، وقد ذكره الذهبي في ميزانه وذكر عن ابن عساكر أنه لم يكن موثوقا به، وذكره ابن السمعاني في الأنساب وذكر شيوخه ووفاته بعد الثمانين وأربعمائة،

---

[1] الأنساب للسمعاني: باب الهاء مع الكاف، ٥/ ٦٤٥، ت: عبد الله عمر البارودي، دارالجنان- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[2] إتحاف السادة المتقين: ٣/ ٦٢١، ط: دارالكتب العلمية ـ بيروت.

فلعل الغزالي نقل عنه اهـ".

میں نے "احیاء" پر شمس الدین حریر ابن خال خَیضِری کے حاشیہ میں موصوف کی تحریر دیکھی ہے، جس میں لکھا ہے کہ شیخ ابو الحسن علی بن یوسف ہَکَّاری جو شیخ الاسلام سے مشہور ہیں، انھوں نے ایک کتاب بنام "اعمال واوراد العُمَّال" تصنیف کی ہے، جس میں یہی اوران کے علاوہ عجیب و غریب احادیث تاریک سندوں کے ساتھ ذکر کی ہے، جو شب وروز پر مرتب کی گئی ہیں، جب کوئی پہچان رکھنے والا شخص اسے دیکھتا ہے تو تعجب کرتا ہے، اور یہ اپنی سند سے ان احادیث کو لاتے ہیں، ان کا تذکرہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں کیا ہے، اور کہا ہے کہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے، نیز ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے "انساب" میں ان کا اور ان کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، اور ۴۸۰ھ کے بعد ان کی وفات ذکر کی ہے، شاید کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایتیں ان سے لی ہوں اھ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[1] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] کے مقدمہ میں اور علامہ ابراہیم بن محمد بن سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكشف الحثيث عمن رمي بوضع الحديث"[3] میں ابو الحسن ہَکَّاری کے بارے میں حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] لسان الميزان: حرف الميم،٧ /٤٣٤، رقم:٧٢٩٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية– بيروت، ط:١٤٢٣هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة:حرف العين،١/ ٨٦، رقم:٢٨٣،ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت،ط:١٤٠١هـ.

[3] الكشف الحثيث:حرف العين،١/ ١٨٤، رقم:٤٩٧،ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية – بيروت، ط:١٤٠٧هـ.

عبيد الله بن محمد بن المؤيد السِنْجاري

موصوف کا ترجمہ تلاش کے باوجود نہیں مل سکا۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ میزان الاعتدال کا حکم

آپ سند کا حال تفصیل سے جان چکے ہیں، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو "سندِ مظلم" یعنی تاریک سند کہہ کر ساقط قرار دیا ہے، خلاصہ یہ کہ اس روایت کا "میزان الاعتدال" کی مذکورہ سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب درست نہیں۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ مسند الفردوس

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "ذيل اللآلي"[1] میں "مسند فردوس" کی روایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنبانا أبي، أنبانا محمد بن الحسن السعيدي، أنبانا أبو منصور القُومِسَاني، أنبانا أبوأحمد القاسم بن محمد السراج، حدثنا الحسن بن أحمد المَرْوَزِي، حدثنا عبدالرحمن ابن [كذا في الأصل] سعيد، أنبانا عبد الرحمن بن عمر الكوفي، حدثنا عمران بن سَهْل، حدثنا إبراهيم بن سليمان، حدثنا أيوب بن موسى، عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ : إن لله عزوجل مدينة تحت العرش من مسك إذفر، على بابها ملك ينادي كل يوم: ألا من زار العلماء فقد زار الأنبياء و من زار الأنبياء فقد زار عزوجل و من زار الرب فله الجنة. إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث ".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ عرش کے نیچے اللہ عزوجل کا پاکیزہ مہکتی ہوئی مشک کا ایک شہر ہے، ہر دن

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ٣٥، المكتبة الأثرية - شيخوپوره، ط: ١٣٠٣ هـ.

اس کے دروازے پر ایک فرشتہ آواز دیتا ہے: سن لو! جس نے علماء کی زیارت کی اس نے انبیاء کی زیارت کی، اور جس نے انبیاء کی زیارت کی اس نے رب تعالیٰ کی زیارت کی، اور جس نے رب کی زیارت کی اس کے لئے جنت ہے....“۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذیل اللآلي“[1] میں مذکورہ روایت کو موضوع روایات میں شمار کیا ہے، نیز حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تخریج سند کے بعد لکھتے ہیں: ”إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث“. (سند میں موجود راوی) ابراہیم بن سلیمان بلخی سرقہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلاء ہے۔

ابراہیم بلخی کا پورا نام ”ابو اسحاق ابراہیم بن سلیمان الزیات البلخی“ ہے، موصوف کے بارے میں دیگر ائمہ کے اقوال آرہے ہیں۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ طریق کے متعلق فرماتے ہیں:

”من حديث أنس وفيه إبراهيم بن سليمان البلخي يسرق الحديث (قلت) إنما اتهمه ابن عدي بالسرقة في حديث واحد، أورده له عن الثوري، ثم قال: وسائر أحاديثه غير منكرة، وقال الحاكم: محله الصدق، وقال الخليلي فى الإرشاد: صدوق، نعم الراوي عنه عمران بن سهل لم أقف له على ترجمة، فلعل البلاء منه، والله أعلم“[2].

---

[1] ذيل اللآلي المصنوعة: كتاب العلم، ص: ۳۵، المكتبة الأثرية— شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳ هـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم: الفصل الثالث: ۱ / ۲۷۲، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية— بيروت، ط: ۱۴۰۱ هـ.

ترجمہ: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور اس کی سند میں موجود راوی ابراہیم بن سلیمان بلخی سرقہ حدیث (شدید جرح) میں مبتلا تھا، میں (ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن سلیمان کو ایک ہی حدیث میں سرقہ حدیث میں متہم قرار دیا ہے، اس کے بعد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابراہیم کی باقی حدیثیں منکر نہیں ہیں، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابراہیم "محلہ الصدق "(کلمہ تعدیل) ہے، اور حافظ خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الارشاد" میں ابراہیم کو صدوق (کلمہ تعدیل) کہا ہے، البتہ ابراہیم سے نقل کرنے والے راوی "عمران بن سَہل" سے میں واقف نہیں ہوں، شاید کہ اس حدیث میں بلاء کا سبب عمران بن سَہل ہو، واللہ اعلم۔

روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بسندِ مسند فردوس کا حکم

حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات" میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی سند میں بلاء کی نسبت سند میں موجود راوی عمران بن سَہل کی طرف کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند درجہ اعتبار سے ساقط ہے، اور بہر صورت ضعفِ شدید سے خالی نہیں ہے، چنانچہ اس سند کے ساتھ روایت کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیر بحث روایت کا حکم

سابقہ تصریحات کے مطابق زیرِ بحث روایت تین (۳) مختلف سندوں سے مروی ہے:

① سندِ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ
② سندِ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ
③ سندِ میزان الاعتدال

ائمہ حدیث کی سابقہ نصوص کے مطابق ان تینوں سندوں کے ساتھ یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ ہر سند کی تفصیل اور اس کا مستقل حکم آپ کے سامنے آچکا ہے۔

۲- روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

روایت کا مصدرِ اصلی

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ أصبهان"[1] میں مذکورہ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"يعرب بن خيران بن داهر أبو يشجب، حدثنا أبو الحسين محمد بن أحمد بن جعفر، ثنا يعرب بن خيران، ثنا محمد بن الفضل بن العباس البلخي بسمرقند، ثنا أبو محمد حَمْد بن نوح، ثنا حَفْص بن عمر العَدَنِي، عن الحَكَم، عن عكرمة، عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من زار العلماء فكأنما زارني، ومن صافح العلماء فكأنما صافحني، ومن جالس العلماء فكأنما جالسني، ومن جالسني في الدنيا أجلِس إليّ يوم القيامة".

ترجمہ گذر چکا ہے۔

مذکورہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے حافظ حمزہ بن یوسف جرجانی سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ جرجان"[2] میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں ایک راوی "حَفْص بن عمر العَدَنی" پر جمع ہو جاتی ہیں۔

اہم نوٹ: نفس روایت پر ائمہ کا کلام آگے آرہا ہے۔

---

[1] تاريخ أصبهان: ٥ /٢٦٤، رقم: ١٩٠٩، دار الكتاب الإسلامي ـ القاهرة.

[2] تاريخ جرجان: ص: ١٠٠، رقم: ٢٨٠، مجلس دائرة المعارف العثمانية — حيدر آباد دكن.

سند کے راویوں پر رجال حدیث کا کلام

مذکورہ سند میں "حفص بن عمر" کو اکثر محدثین نے مدارِ علت بنایا ہے، اس لئے ذیل میں صرف حفص بن عمر کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال لکھے جائیں گے۔

حَفُص بن عمر العَدَنی

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوعبد اللہ طہرانی نے حفص بن عمر عدنی کو "ثقہ" کہا ہے، موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے والد ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حفص کو "لین الحدیث"[1] (جرح) کہا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کو "لیس بثقة"[2] (جرح) کہا ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حفص بن عمر العَدَنِي يعرف بفَرْخ، يروي عن مالك بن أنس وأهل المدينة، كان ممن يقلب الأسانيد قلبا لا يجوز الاحتجاج به إذا انفرد"[3]۔

حفص بن عمر العَدَنی، فَرُخ سے مشہور ہے، اور وہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور مدینہ کے دیگر محدثین سے احادیث نقل کرتا تھا، حفص ان لوگوں میں ہیں جو احادیث کی سندوں کو الٹتے ہیں، چنانچہ جب یہ نقل روایت میں تنہا ہو تو ان کی روایت سے استدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر، ابراہیم بن حکم بن ابان العدنی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "... وقد روى هذا عن الحكم بن أبان،

---

[1] الجرح والتعديل: ٣/ ٧٨٤، رقم: ٧٨٣، مجلس دائرة المعارف العثمانية - حيدر آباد دكن، ط: ١٣٧١ هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين. ص: ٨٢، رقم: ١٣٥، ت: كمال يوسف الحوت، مؤسسة الكتب الثقافية - بيروت، ط: ١٤٠٥ هـ.

[3] المجروحين: ١/ ٢٥٧، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

حفص بن عمر العَدَنِي وخالد بن يزيد العُمَرِي وهما ضعيفان واهيان أيضا"[1].

"....یہ حدیث (ایک دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہے) حکم بن ابان سے (ابراہیم بن حکم کے علاوہ) حفص بن عمر عَدَنِی اور خالد بن یزید عُمَرِی نے بھی نقل کی ہے، اور یہ دونوں بھی واہی ضعیف ہیں"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "التاريخ الكبير"[2] میں ان کا نام ذکر کیا ہے، لیکن عبارت میں سقط ہے، اس لئے حکم واضح نہیں ہو سکا۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء الكبير"[3] میں فرماتے ہیں: "حفص بن عمر العَدَنِي يعرف بالفَرْخ لا يقيم الحديث". (جرح)

اہم تنبیہ

یہ متقدمین حضرات کے اقوال تھے، اب یہاں آکر حفص بن عمر العدنی کے بارے میں ان کے بعد والے محدثین کی عبارات میں شدید اختلاف نظر آتا ہے۔ دراصل ایک دوسرا راوی "حفص بن عمر بن میمون" ہے، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد اکثر محدثین نے یہی سمجھا ہے کہ "حفص بن عمر العدني" اصل میں "حفص بن عمر بن ميمون العدني" ہے، جیساکہ ان کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے، حالانکہ متقدمین میں سے حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے الگ الگ تراجم ذکر کیے ہیں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو ایک ہی فرد قرار دیا ہے، پھر ان کی اتباع میں بعد والوں میں حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] المجروحين: ١/ ١١٤، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.

[2] التاريخ الكبير: ٢/ ٣٦٥، رقم: ٢٧٧٨، ت: محمد عبد المعيد خان، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤٠٧ هـ.

[3] الضعفاء الكبير: ١/٢٨٣، رقم: ٣٣٨، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤١٨ هـ.

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی، اور حفص بن عمر العدنی کے بارے میں جرح کے وہ اقوال ذکر کیے ہیں جو دراصل حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں تھے، اس لئے ذیل میں ''حفص بن عمر بن میمون'' کے بارے میں متقدمین ومتاخرین محدثین کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

حفص بن عمر بن میمون کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سألت أبي عنه فقال: كان شيخا كذابا''[1]. حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حفص کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ شیخ کذاب ہے۔

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وحفص بن عمر هذا يحدث عن شعبة، ومِسْعَر، ومالك بن مِغْوَل، والأئمة بالبواطيل''.[2] یہ حفص بن عمر، شعبہ، مِسْعَر، مالک بن مِغْوَل اور ائمہ کے انتساب سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حفص بن عمر بن ميمون العدَني الملقب فرْخ يكنى أبا إسماعيل مولى علي بن أبي طالب رضي الله عنه . . . ''.

ان کی بہت سی روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وهذه الأحاديث عن الحكم بن أبان يرويها عنه حفص بن عمر العدَني، والحكَم بن أبان وإن كان فيه لين فإن حفص هذا ألين

---

[1] الجرح والتعديل:۳/ ۱۸۳، رقم: ۷۸۹، بمطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية- حيدر آباد دكن، ط:۱۳۷۱ هـ.

[2] الضعفاء الكبير:۱/ ۲۷۵، رقم:۳۳۹، ت:عبدالمعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية- بيروت،ط: ١٤١٨ هـ.

منه بكثير، والبلاء من حفْص لا من الحكَم "[1].

ان روایات کو "حکم بن ابان" سے نقل کرنے والے "حفص بن عمر العدنی" ہیں، اور حکم بن ابان اگرچہ ان میں "لین" (ہلکی جرح) ہے، لیکن حفص میں ان سے زیادہ "لین" ہے، اور بلاء، حفص کی وجہ سے ہے نہ کہ "حَکَم" کی وجہ سے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے: "الکاشف"[2] میں لکھا ہے: "ضعّفوه، ق" (جرح)۔

ان کے حالات "تہذیب الکمال" میں بہت تفصیل سے موجود ہیں[3]۔

روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام

محدثین کی عبارتوں سے اس بات کی تعیین کرنا مشکل ہے کہ مذکورہ روایت میں "حفص بن عمر العدنی" سے کونسا حفص مراد ہے۔ ابن میمون یا کوئی اور؟ ابن میمون کے بارے میں جرح کے اقوال بہ نسبت العدنی کے شدید ہیں۔ اور العدنی کے بارے میں بھی جرح بہر حال موجود ہے، نیز محدثین کی ایک جماعت نے سند میں مذکور حفص کے بارے میں صریح لفظوں میں کہا ہے کہ یہ حفص کذاب ہے، اور اس روایت کو حفص کے کذاب ہونے کی تصریح کے ساتھ ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت بھی کہا ہے۔

ذیل میں چند ایسی کتابوں کے نام لکھے جائیں گے، جن میں یہ روایت حفص کی سند کے ساتھ منقول ہے، اور روایت کے حکم میں حفص کو کذاب کہا ہے۔

① "فيه حفص كذاب، كذا في الذيل"[4]. (المصنوع، تالیف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] الكامل في الضعفاء: ٢/ ٣٨٥، رقم: ٥٠٨/ ١٣٩ ت: يحيى مختار غزاوي، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤٠٩ هـ.

[2] الكاشف: ١/ ٣٤٢ رقم: ١١٥٩، ت: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامية – جدة، ط: ١٤١٣ هـ.

[3] تهذيب الكمال: ٧/ ٤٢، رقم: ١٤٠٥ ت: بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤٠٠ هـ.

[4] المصنوع: ١/ ١٨٣، رقم: ٣٣٥، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، ط: ١٤١٤ هـ.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام پر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکتفاء کیا ہے۔

② "فيه حفص كذاب"[1]. (تذکرۃ الموضوعات، تالیف علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ)

③ "في إسناده كذاب"[2]. (الفوائد المجموعۃ، تالیف علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

④ " (نع) من حديث ابن عباس و فيه حفص ابن[كذا في الأصل] عمر العدني "[3]. (تنزیہ الشریعۃ، تالیف حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ)

⑤ "قال في الذيل: في إسناده حفص كذاب"[4].
(کشف الخفاء، تالیف علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ)

⑥ "قال في الذيل: في إسناده حفص كذاب"[5].
(الاسرار المرفوعۃ، تالیف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

⑦ "حفص كذبه يحيى بن يحيى النيسابوري، وقال البخاري: منكر الحديث"[6]. (ذیل اللآلی، تالیف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

اہم فائدہ:

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة أنواع علوم الحديث"[7] میں یمن کی "اوہی

---

[1] تذكرة الموضوعات.ص:١٩، كتب خانه مجيديه– ملتان.

[2] الفوائد المجموعة:٣٦٥/٢ رقم:٨٩٠/٣٩، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز– الرياض ط: ١٤١٥ هـ.

[3] تنزيه الشريعة المرفوعة: كتاب العلم، الفصل الثالث، ١ / ٢٧٢ ، دارالكتب العلمية–بيروت، ط الثانية: ١٤٠١ هـ.

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ حفص بن عمر کے بارے میں مقدمہ میں لکھتے ہیں: "حفص بن عمر العدني عن أبي الزناد كذّبه يحيى بن يحيى النيسابوري" (١ / ٥٤).

[4] كشف الخفاء:١/ ٢٩٥ رقم:٢٤٩٤،ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – جدة، ط: ١٤٢١ هـ

[5] الأسرار المرفوعة:رقم:٤٩٠، ص:٣٣١، ت:محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٦ هـ.

[6] ذيل اللآلي:ص:١١٤، ت: زياد النقشبندي الأثري، ،دار ابن حزم–بيروت، الطبعة الأولى ١٤٣٢ هـ.

[7] معرفة علوم الحديث:ص:٥٧، دار الكتب العلمية –بيروت،الطبعة الثانية: ١٣٩٧ هـ.

الاسانید" (سب سے بڑھ کر واہی سند) حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "الموقظة"[1] میں "مطروح" (یعنی شدید ضعیف روایت) کی مثالوں میں حفص بن عمر العدنی عن الحکم بن ابان عن عکرمہ کو ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا حکم

سابقہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب مذکورہ روایت کو شدید ضعیف وموضوع قرار دیا ہے، چنانچہ یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

(۳) روایت حضرت معاویہ بن حَیْدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ (جَدّ بَہز بن حکیم) روایت کا مصدرِ اصلی

امام عبد الکریم بن محمد الرافعی القزوِینی رحمۃ اللہ علیہ "التدوين في تاريخ قزوِين"[2] میں لکھتے ہیں:

"العـراقي بن طاهر الـملاحي، سمع أبا مـنصور محمد بـن الحسين المُقَوَّمِي وفي مسموعه منه، ثنا أبو الفتح الراشدي، ثنا عبد الرحمن بن محمد الإدريسي بسمرقند، حدثني القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي، ثنا حمدان بن أحمد الشَاوْغَرِي، ثنا الفضل بن العباس المَرْوَزِي، ثنا مكي بن إبراهيم، عن بَهْز بن حكيم، عن أبيه، عن جده

[1] الموقظة:ص:٣٤،ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – بيروت،الطبعة الثامنة: ١٤٢٥هـ.

[2] التدوين في أخبار قزوين:٣/٣٠٧، ت: عزيز الله العطاري ط: دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨هـ.

رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من استقبل العلماء فقد استقبلني، ومن زار العلماء فقد زارني، ومن جالس العلماء فقد جالسني، ومن جالسني فكأنما جالس ربي".

ترجمہ: حضرت معاویہ بن حَیدَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علماء کا استقبال کیا اس نے میرا استقبال کیا، جس نے علماء کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے میری ہم نشینی اختیار کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اختیار کی۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱) العراقي بن طاهر المَلاحِي

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے "التدوین في تاریخ قزوین"[۱] میں ان کے بارے میں سکوت کیا ہے، نہ جرح ذکر کی ہے نہ تعدیل، ان کے ترجمے کے تحت صرف یہی روایت ذکر کی ہے۔

(۲) أبو منصور محمد بن الحسين المُقَوِّمِي (المتوفى بعد ٤٨٤ ھ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر أعلام النبلاء"[۲] میں فرماتے ہیں: "الشيخ صدوق". (تعدیل)

(۳) المحسن بن الحسن بن عبد الله أبو الفتح الراشدي القَزْوِيني

امام عبد الکریم بن محمد قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے "التدوین في تاریخ قزوین"[۳]

---

[۱] التدوين في أخبار قزوين: ٣/ ٣٠٧، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨ھ.

[۲] سير أعلام النبلاء: ١٨/ ٥٣٠، رقم: ٢٧١. ت: شعيب الأرنؤوط، محمد نعيم العرقسوسي، مؤسسة الرسالة– بيروت، ط: ١٤٠٥ھ.

[۳] التدوين في أخبار قزوين: ٤/ ٦٤، ت: عزيز الله العطاري، دار الكتب العلمية –بيروت، ١٤٠٨ھ.

میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے: ”من الشيوخ المكثرين جمعا وكتبة وسماعا وسفرا ...“. یہ ان شیوخ میں سے ہے جن کا شمار کثرت سے روایات کے جمع، کتابت، سماعت کرنے والوں میں، نیز ان روایات کے لئے سفر کرنے والوں میں ہوتا ہے....“۔ اس کے بعد موصوف کی روایات ذکر کیں، کوئی جرح یا تعدیل نقل نہیں کی ہے۔

(٤)عبد الرحمن بن محمد الإدريسي (المتوفى ٤٠٥ هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”تذکرۃ الحفاظ“[1] میں فرماتے ہیں: ”الحافظ، الإمام، المصنف، أبو سعد محدث سمرقند، الّف تاريخها و تاريخ إسْتِرَابَاذ وغير ذلك“. (تعدیل)

(٥)القاسم بن محمد بن سعيد الشاشي

ان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

(٦)حمدان بن أحمد الشَاوْغَرِي

ان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

(٧)الفضل بن العباس المَرْوَزِي

ان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

مکی بن ابراہیم بلخی، بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ، اور حکیم بن معاویہ بن حیدہ کے بارے میں ائمہ رجال نے تعدیلی کلمات ذکر کیے ہیں۔

روایت حضرت معاویہ بن حَيْدَہ قُشَیری رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ جان چکے ہیں کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ سند میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک کل دس (۱۰) راوی ہیں، جس میں ہماری جستجو کے مطابق تین راویوں، یعنی شاشی، شَاوُغَرِی اور مَرْوَزِی کے حالات کتبِ تاریخ ورجال میں

[1] تذكرة الحفاظ:٣/١٧٦، ت: زكريا عميرات،دارالكتب العلمية –بيروت،ط: ١٤١٩هـ.

نہیں ملتے، اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے دوراویوں عراقی الملاحی اور ابو الفتح راشدی کا ترجمہ اپنی کتاب ”التدوين في تاريخ قزوين“ میں قائم کیا ہے، لیکن خود عراقی و راشدی کے بارے میں سکوت کیا ہے، یعنی جرح یا تعدیل نہیں کی۔

سند کا حال جان لینے کے بعد ہم یہ بات دہرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول زیرِ بحث روایت کو محدثین کرام کی ایک جماعت یعنی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں شدید ضعیف، من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس خاص تناظر میں کہ حدیث کے متن کو جزماً شدید ضعیف، من گھڑت کہا گیا ہے، حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ سند اس متن کو ضعفِ شدید سے نکالنے میں قاصر ہے، کیونکہ اصول حدیث کی رو سے سند میں تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی کی موجودگی اگرچہ روایت کو شدید ضعیف نہیں بناتی، بلکہ روایت عام طور پر ”محض ضعیف“ ہوتی ہے، لیکن جب یہ متنِ حدیث محدثین کی وسیع نظر کے باوجود ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی سندوں کے ساتھ شدید ضعیف، من گھڑت کہلایا جا چکا ہے تو ایسے متن کو کسی ایسی سند سے ثابت نہیں کہا جا سکتا جو تین مجہول اور دو مسکوت عنہ راوی پر مشتمل ہو، چنانچہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول مذکورہ متن کا حکم وہی برقرار رہے گا جس کی صراحت محدثین کر چکے ہیں، حاصل یہ رہا کہ زیر بحث روایت بسندِ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں۔

تحقیق کا خلاصہ

ما قبل میں آپ تفصیل سے جان چکے ہیں کہ زیر بحث روایت کی تینوں

سندیں فن اصول حدیث اور ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ہیں، اور محدثین کرام (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) صراحت کے ساتھ متن حدیث پر ضعفِ شدید اور وضع کا حکم لگاتے رہے ہیں، اور ان تین سندوں میں ایک بھی ایسی نہیں جس سے متنِ حدیث ثابت کہلایا جاسکے، چنانچہ روایت کے ساقط الاعتبار، شدید ضعیف ثابت ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا انتساب درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔
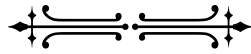
روایت نمبر:⑨

روایت: ”عن عائشة قالت: بينا رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم في حِجري ليلة ضاحية إذ قلت: يا رسول الله! هل يكون لأحد من الحسنات عددُ نجوم السماء؟ قال: ” نعم عمر“. قلت: فأين حسنات أبي بكر؟ قال: ”إنما جميع حسنات عمر كحسنة واحدة من حسنات أبي بكر“.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ہاں عمر کی“۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے“۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔

یہ روایت استقراءً چار (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

② حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

③ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ

④ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

روایت کا مصدرِ اصلی

ما قبل متنِ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اس متن کو علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف "مشكاة المصابيح"[1] میں بحوالہ رَزِین نقل کیا ہے، "مشکاۃ المصابیح" میں لفظِ رَزِین سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت حافظ رزین رحمۃ اللہ علیہ کی "كتاب التجريد" میں موجود ہے، واضح رہے کہ یہ کتاب تاحال دستیاب نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع الأصول"[2] میں یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے، نقل روایت کے بعد تخریج میں بیاض (خالی جگہ) ہے، اس لئے اس کی سند پر بھی اطلاع نہیں ہو سکی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مسنداً ذکر کی ہے، واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت جسے خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے مذکورہ بالا متن سے الفاظ میں کچھ مختلف ہے، البتہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

روایتِ تاریخ بغداد

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "بُرَيه بن محمد بن بُرَيه"[3] کے ترجمے میں اس روایت کو ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"أخبرنا أخو الخلال [يعني الحسن بن محمد] من أصل كتابه،

---

[1] مشكاة المصابيح: باب مناقب أبي بكروعمر رضي الله عنهما،ص:١٧١١،رقم:٦٠٥٩، ت: ناصر الدين الألباني، المكتب الإسلامي – بيروت، ط:١٣٩٩هـ.

[2] جامع الأصول:٨/ ٦٣٢، رقم:٦٤٦٦، ت: عبد القادر الأرنؤوط، مكتبة دار البيان– بيروت، ط:١٣٩٢هـ.

[3] تاريخ بغداد: ذكر مفاريد الأسماء في هذا الباب،٧/ ٦٤٣،رقم:٣٥٣١، ت: بشار عواد،دار الغرب الإسلامي – بيروت،ط: ١٤١٢هـ.

قال: حدثني أبو القاسم بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه البغدادي البَيِّع بجُرجان، قال: حدثنا إسماعيل بن محمد الصَفَّار، قال: أخبرنا أحمد بن منصور الرَمَادي، قال:أخبرنا عبد الرزاق بن همام،قال: أخبرنا معمر بن راشد، عن الزهري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت:

كانت ليلتي من رسول الله صلى الله عليه و سلم، فلما ضمّني وإياه الفراشُ نظرت إلى السماء، فرأيت النجوم مشتبكة، فقلت: يا رسول الله! في هذه الدنيا رجل لـه حسنات بـعدد نـجوم السماء؟ فقال: "نعم"، قلت: من؟ قال: "عمر وإنه لَحسنة من حسنات أبيك".

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک رات جب میری باری تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم بستر پر لیٹ گئے، میں نے آسمان میں ستاروں کو دیکھا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی شخص دنیا میں ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہاں"، میں نے کہا کون؟ فرمایا: "عمر، اور وہ تمہارے والد کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "تاریخ دمشق"[1] میں مذکورہ روایت کو اپنی سند سے تخریج کیا ہے۔

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ائمہ فن حدیث کا کلام

(۱) حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت سے پہلے لکھتے ہیں:

"بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه أبو القاسم البَيِّع سكن جرجان وحدث بها عن إسماعيل بن محمد الصَفَّار أحاديث باطلة موضوعة".

[1] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامه العمري،دارالفكر- بيروت، ط:١٤١٥هـ.

بُرَیْہ بن محمد بن بُرَیْہ ابو قاسم بیع جرجان میں سکونت پذیر ہوا، اور جرجان میں بُرَیْہ، اسماعیل بن محمد صفار سے باطل، من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد مذکورہ زیر بحث روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ”وفي كتابه بهذا الإسناد أحاديث منكرة المتون جدا“. بُرَیْہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ماقبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ”تاريخ دمشق“[1] میں روایت بسندِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

اسی طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اللآلي المصنوعة“[2] میں اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[3] میں مذکورہ روایت بسندِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۲- حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ”العلل المتناهية“[4] میں مذکورہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”هذا حديث لا يصح، وكل رواته ثقات ما خلا بُرَيْه“. یہ حدیث ”لا یصح“ ہے، بُرَیْہ کے علاوہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ آگے حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کیا ہے۔

---

[1] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ٣٠/ ١٢٢، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر- بيروت، ط:١٤١٥هـ.

[2] اللآلي المصنوعة: ص:٢٧٩، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤١٧هـ.

[3] تنزيه الشريعة: باب الفضائل، الفصل الأول، ١/ ٣٤٦، رقم:١٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[4] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب، ١/ ١٩٤، رقم:٣٠٢، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية - بيروت، ط:١٤٠٣هـ.

(۳)حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میزان الاعتدال“[1] میں بُرَیہ کو ”کذاب مُدبِر“ کہنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی نے یہ روایت (یعنی زیرِ بحث روایت) گھڑی ہے، اور آگے ”بُرَیہ بن محمد“ کے متعلق خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”لسان المیزان“[2] میں ”بُرَیہ بن محمد“ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایتِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حکم

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ) نے نقل روایت کے بعد ”بُرَیہ بن محمد“ کو کذاب، روایت گھڑنے والا قرار دیا ہے، جس کا بے غبار نتیجہ یہی ہے کہ یہ محدثین کرام ”بُرَیہ بن محمد“ کی سند سے اس روایت کو من گھڑت فرمارہے ہیں۔

روایتِ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

مصدرِ اصلی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ”فضائل الصحابة“[3] میں لکھتے ہیں:

”حدثنا محمد، قثنا[كذا في الأصل]: الحسن بن عَرَفَة، قثنا: الوليد بن الفضل، قثنا: إسماعيل بن عبيد العِجْلِي، عن حماد بن أبي سليمان، عن إبراهيم النَخَعِي، عن علقمة بن قيس، عن عمار بن ياسر

[1] ميزان الاعتدال: حرف الباء، ١/٣٠٦، رقم: ١١٥٨، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] لسان الميزان: حرف الباء، ٢/ ٢٧٤، رقم: ١٤٢٦، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[3] فضائل الصحابة: فضائل عمر بن الخطاب، ١/ ٤٢٩، رقم: ٦٧٨، ت: وصي الله محمد عباس، دار العلم – جدة، ط: ١٤٠٣هـ.

رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:

يا عمار! أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام، فقلت: يا جبريل! حَدِّثْني بفضائل عمر بن الخطاب في السماء، فقال: يا محمد! لو حدثتك بفضائل عمر بن الخطاب في السماء مثل لبث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، ما نفِدتْ فضائل عمر، وإن عمر لَحسنة من حسنات أبي بكر".

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے تھے، میں نے ان سے کہا: اے جبرئیل! مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل بیان کرو، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اگر میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آسمان میں (معروف) فضائل آپ سے بیان کروں، تو ساڑھے نو سو سال (۹۵۰) جیسی مدت جس میں نوح علیہ السلام اپنی قوم میں رہے، گزر جائیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہ ہوں، اور بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔

دیگر مصادر

اسی طرح اس روایت کو حافظ ابو یعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[۱] میں، حافظ محمد بن ہارون الرویانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند"[۲] میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الأوسط"[۳] میں، حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "اللطيف لشرح

[۱] مسند أبي يعلى: مسند عمار بن ياسر، ٣/ ١٧٩، رقم: ١٦٠٣، ت: حسين سليم أسد، دار المأمون للتراث — دمشق، ط: ١٤٠٤هـ.

[۲] مسند الروياني: مسند عمار بن ياسر، ٢/ ٣٦٧، رقم: ١٣٤٢٠، أيمن علي أبو يماني، مؤسسة قرطبة — القاهرة، ط: ١٤١٦هـ.

[۳] المعجم الأوسط: ١٥٨/٢، رقم: ١٥٧٠، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين — القاهرة، ط: ١٤١٥هـ.

مذاہب أهل السنة"[1] میں، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "فضائل الخلفاء الراشدين "[2] میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق "[3] میں، حافظ شیرویہ بن شہرداد رحمۃ اللہ علیہ نے "الفردوس بمأثور الخطاب "[4] میں، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل المتناهية "[5] میں، اور حافظ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے "ذیل تاریخ بغداد "[6] میں اپنی اپنی سندوں سے تخریج کیا ہے، البتہ تمام سندیں "ولید بن فضل " پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتخب من العِلَل للخلاّل "[7] میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے:

"لا أعرف إسماعيل بن نافع، هذا حديث موضوع ". میں (سند

---

[1] اللطيف لشرح مذاهب: ص: ۱۸۲، رقم: ۱۳۰، ت: عبد الله بن محمد البصيري، مكتبة الغرباء الأثرية– المدينة المنورة، ط:۱٤۱٦هـ.

[2] فضائل الخلفاء الأربعة وغيرهم: ص: ۷۹، رقم: ۷۰، ت: صالح بن محمد القعيل، دارالبخاري– المدينة المنورة، ط:۱٤۱۷هـ.

[3] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، رقم: ٦۱٤۰، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر – بيروت، ط:۱٤۱٥هـ.

[4] لفردوس بمأثور الخطاب: فصل، ٥/ ۳۸۳، رقم: ۸٤۹۹، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط:۱٤۰٦هـ.

[5] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب، ۱ / ۱۹٥، رقم: ۳۰۳، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية – بيروت، ط:۱٤۰۳هـ.

[6] ذيل تاريخ بغداد: حرف العين، ۲/ ٥۰، رقم: ۳۰٥، ت: قيصرفرح، دار الكتاب العربي– بيروت، ط:۱۳۹۱هـ.

[7] المنتخب من العلل: فضائل أصحاب، ص: ۱۹٦، رقم: ۱۰۸، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية – الرياض، الطبعة الأولى: ۱٤۱۹هـ.

میں موجود) اسماعیل بن نافع (یعنی اسماعیل بن عبید بن نافع) کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

۲- حافظ ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ "کتاب العلل"[۱] میں اپنے والد ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "هذا حديث باطل موضوع، اضرب عليه". یہ روایت باطل، من گھڑت ہے، اسے اسی پر دے مارو۔

(۳) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "العلل المتناهية"[۲] میں مذکورہ روایت لکھنے کے بعد، حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

"كان يروي المناكير التي لا يشك أنها موضوعة" یہ ولید (سند میں موجود راوی) مناکیر روایت کرتا تھا، بلاشبہ یہ تمام روایات من گھڑت ہیں۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل المتناهية" میں نقل روایت کے بعد حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور "الموضوعات"[۳] میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[۴] میں روایت ہذا بسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[۱] علل الحديث لابن أبي حاتم:٦ /٤٥٨، رقم:٢٦٦٥، ت:خالد بن عبدالرحمن، مكتبة الملك الفهد- الرياض،ط:١٤٢٧هـ .

[۲] العلل المتناهية: باب فضل عمر بن الخطاب،١/ ١٩٤، رقم:٣٠٣، ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية – بيروت،ط:١٤٠٣هـ .

[۳] كتاب الموضوعات: باب في فضل عمر بن الخطاب،١/ ٣٢١، ت: عبدالرحمن محمد عثمان،المكتبة السلفية- المدينة المنورة،ط:١٣٨٦هـ .

[۴] اللآلي المصنوعة:فضائل عمربن الخطاب، ص:٢٧٧، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤١٧هـ .

۴- امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لم يرو هذا الحديث عن حماد إلا إسماعيل تفرد به الوليد"[۱].

اس روایت کو حماد سے صرف اسماعیل نے نقل کیا ہے، اور اسماعیل سے نقل کرنے میں ولید متفرد ہے۔

۵- حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ميزان الاعتدال"[۲] میں پہلے "ولید بن فضل" کے ترجمہ میں سابقہ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"هو الذي حديثه في جزء ابن عَرَفَة عن إسماعيل بن عبيد: أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر. وإسماعيل هالك، والخبر باطل".

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث "جزء ابن عَرَفہ" میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح "تلخيص الموضوعات"[۳] میں بھی مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

۶- حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[۴] میں روایت ذکر کرنے

---

[۱] المعجم الأوسط:۱۵۸/۲، رقم:۱۵۷۰، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين — القاهرة، ط:۱٤۱۵هـ.

[۲] ميزان الاعتدال:حرف الواو، ۱/ ۲۳۸، رقم:۹۱۳، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة— بيروت، ط: ۱٤۰٦هـ.

[۳] تلخيص الموضوعات: ص:٤۷، رقم:۲۲۳، ت:ياسر بن إبراهيم، دار الرشد – الرياض، ط:۱٤۱۹هـ.

[۴] مجمع الزوائد:كتاب المناقب، ٦۷/۹، رقم:۱٤٤۳۲، ت:عبدالله محمد الدرويش، دار الفكر – =

کے بعد لکھتے ہیں:

"رواہ أبو یعلی والطبراني في الکبیر والأوسط، وفیه الولید بن الفضل العَنَزي، وھو ضعیف جدا". اس روایت کو ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم کبیر"، "اوسط" میں نقل کیا ہے اور اس میں ولید بن فضل عَنَزِی ہے جو شدید ضعیف ہے۔

۷- علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من حدیث عمار بن یاسر، وفیه إسماعیل بن عبید بن نافع البصري"[1]. یہ روایت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے، اس (کی سند میں) میں اسماعیل بن عبید بن نافع بصری ہے۔

واضح رہے کہ صفا ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیه الشریعة"[2] کے مقدمہ میں اسماعیل کو وضاعین، کذابین، متہم بالکذب جیسے راویوں میں شمار کیا ہے۔

۸- حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے "أسنی المطالب"[3] میں (قطع نظر کسی خاص سند کے) لکھا ہے:

"قال ابن الجوزي: کل حدیث فیه أن عمر حسنة من حسنات أبي بکر فھو موضوع". ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"۔ وہ موضوع ہے۔

= بیروت، ط:١٤٠٤ھ۔

[1] تنزیه الشریعة:باب الفضائل، الفصل الأول،١/ ٣٤٦، رقم:١٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة–بیروت ،ط:١٤٠١ھ۔

[2] تنزیه الشریعة:حرف الالف،١/ ٣٩، رقم:٢٩٥، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الکتب العلمیة–بیروت ،ط:١٤٠١ھ۔

[3] أسنی المطالب:ص: ٣٤٤، دار الکتب العلمیة–بیروت، ط: ١٤١٨ھ۔

واضح رہے کہ یہی بات حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمائی ہے، اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی ''ولید بن فضل'' اور ''اسماعیل بن عبید'' کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال تفصیل سے لکھے جائیں، تاکہ روایت کا فنی حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو محمد ولید بن فضل عَنَزِی بغدادی پر ائمہ رجال کا کلام

حافظ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ''الجرح والتعدیل''[1] میں فرماتے ہیں: ''سمعت أبي يقول: هو مجهول''. میں نے اپنے والد سے سنا کہ یہ ولید مجہول ہے۔

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ''المجروحین''[2] میں فرماتے ہیں: ''شيخ يروي عن عبدالله بن إدريس وأهل العراق المناكير التي لا يشك من تبحر في هذه الصناعة أنها موضوعة، لا يجوز الاحتجاج به بحال إذا انفرد''.

''شیخ'' ہے، عبد اللہ بن ادریس اور اہل عراق سے مناکیر روایت کرتا تھا، صناعتِ حدیث میں مہارت رکھنے والے کو اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ تمام مناکیر من گھڑت ہیں، جب یہ کسی روایت میں متفرد ہو تو اس کی روایت سے احتجاج کسی حال میں جائز نہیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ سند میں ولید متفرد ہے، جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

---

[1] الجرح والتعديل: ۹/۱۳، رقم: ۵۷، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۷۲ هـ.

[2] المجروحين: باب الواو، ۳/۸۲، ت: محمود إبراهيم زايد، دار المعرفة – بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "معرفة التذكرة"[1] میں ایک دوسری روایت:
"إن أبا بكر وعمر من الإسلام بمنزلة السمع والبصر" کے تحت لکھتے ہیں:
"فيه الوليد بن الفضل، كان يضع الحديث". اس میں ولید بن فضل ہے جو روایت گھڑتا تھا۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الضعفاء"[2] میں فرماتے ہیں:
"الوليد بن الفضل العَنَزي عن الكوفيين الموضوعات". ولید بن فضل عَنَزِی کوفیین سے موضوعات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروكين"[3] میں حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال"[4] میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "قلت: هو الذي حديثه في جزء ابن عرفة عن إسماعيل بن عبيد:أن عمر حسنة من حسنات أبى بكر. وإسماعيل هالك، والخبرباطل".

یہ ولید وہ شخص ہے جس کی حدیث "جزء ابن عَرَفہ" میں ہے، جس میں یہ ولید، اسماعیل بن عبید سے اس روایت کو نقل کرتا ہے: "بے شک عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے"، اسماعیل ہالک (جرح شدید) ہے اور یہ خبر باطل ہے۔

---

[1] معرفة التذكرة:حرف الف،ص:۱۱۹، رقم:۲٤۹، میر محمد کتب خانه–کراچی.

[2] كتاب الضعفاء:باب الواو،ص: ۱۵۷،رقم:۲٦۳، ت: فاروق حمادة،دارالثقافة – قاهره ، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵ھـ.

[3] الضعفاء والمتروكين:۳/ ۱۸٦،رقم:۳٦٦۳، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰٦ھـ.

[4] ميزان الاعتدال:حرف الواو، ٤/ ۳٤۳،رقم:۹۳۹٤، ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت، ط: ۱٤۰٦ھـ.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[۱] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد سابقہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزیہ الشریعۃ"[۲] کے مقدمہ میں ولید کو وضاعین میں شمار کرتے ہیں۔

اسماعیل بن عبید بن نافع عِجلی بصری

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أعرف إسماعيل بن نافع، هذا حديث موضوع"[۳] میں (سند میں موجود) اسماعیل بن نافع کو نہیں جانتا، یہ حدیث موضوع ہے۔

ابو الفتح ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو ضعيف"[۴]۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروكين"[۵] میں اسماعیل کے بارے میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني في الضعفاء"[۶] میں ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[۱] لسان الميزان: من اسمه وليد،٦/ ٢٢٥،رقم:٧٩٧، ت:عبدالفتاح أبوغدة،دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

[۲] تنزيه الشريعة:حرف الواو، رقم:٨، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[۳] المنتخب من العلل: فضائل أصحاب،ص:١٩٦، رقم:١٠٨، ت: أبو معاذ طارق بن عوض الله، دار الرأية– الرياض،الطبعة الأولى:١٤١٩هـ.

[۴] الضعفاء والمتروكين:١/ ١١٧، رقم:٣٩٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۵] الضعفاء والمتروكين:١/ ١١٧، رقم:٣٩٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۶] المغني في الضعفاء:حرف الواو،٢/ ٣٨٧،رقم:٦٨٧٩، ت: نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي– بيروت، ط: ١٩٨٧م.

قول پر اکتفاء کیا ہے، اور "المغني" ہی میں ولید بن فضل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
"... وإسماعيل هالك". ... اور اسماعیل "ہالک" ہے (شدید جرح)۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[1] میں مذکورہ بالا ائمہ کے کلام پر اکتفاء کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں:

"وقد فرق الأزدي بين إسماعيل بن عبيد البصري، فقال: يروي عن القاسم بن غُصْن وبين إسماعيل بن عبيد العِجْلِي، فذكر له حديث عمر المذكور، وقال: لا أعرفه، والظاهر أنهما واحد".

ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن عبید بصری اور اسماعیل بن عبید عِجلی کے درمیان فرق کیا ہے، اسماعیل بصری کے بارے میں کہا ہے یہ قاسم بن غُصن سے روایت نقل کرتا ہے اور اسماعیل عِجلی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ذکر کی اور کہا ہے: میں اسے (اسماعیل عِجلی کو) نہیں پہچانتا۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بظاہر یہ دونوں ایک ہیں۔

روایتِ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حکم

حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سند سے منقول اس روایت کو صاف لفظوں میں من گھڑت اور باطل کہا ہے۔ نیز حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ولید کی جانب وضع حدیث کی نسبت (اس حدیث کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر) کی ہے، الغرض اس سند سے بھی یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] لسان الميزان: من اسمه اسماعيل، ۲/ ۱٤۷، رقم: ۱۲۰۱، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳ هـ.

روایتِ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

روایت کا مصدرِ اصلی

روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حافظ ابو الحسن محمد بن احمد بغدادی المعروف بابن سمعون رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۸۷ھ) نے تخریج کی ہے، جیساکہ "أمالي ابن سمعون"[1] میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

"حدثنا أبو بكر محمد بن يونس المقرئ، حدثنا محمد بن هشام، حدثنا داود بن سليمان، حدثنا خازم بن جَبَلَة، عن أبيه، عن جده، عن أبي سعيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لجبريل عليه السلام:

أيها الروح الأمين! حدثني بفضائل عمر ـ رضي الله عنه ـ عندكم في السماء؟ قال: يا محمد ! لو مكثت معك ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما، ما حدثتك بفضيلة واحدة من فضائل عمر، وإن عمر لحسنة من حسنات أبي بكر ـ رضي الله عنهما ـ".

ترجمہ گذر چکا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق"[2] میں اسی روایت کو اپنی سند سے ذکر کیا ہے۔

---

[1] أمالي ابن سمعون: ص:۲۷۳،رقم:۳۰۰،ت:عامرحسن صبري،دار البشائر الإسلامية – بيروت،ط: ۱٤۲۳ھـ.

[2] تاريخ دمشق:عمربن الخطاب، ٤٤/ ۱۳۸،رقم:۹٦۱۱، ت: عمر بن غرامه العمري،دارالفكر– بيروت، ط:۱٤۱٥ھـ.

روایت پر ائمہ رجال کا کلام

۱- حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة"[۱] میں روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبالجملة أصحها إسنادا حديث عمار، ومع ذلك قال الذهبي في الميزان: إنه خبر باطل".

[یہ روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے تھی] اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت کی "اصح سند" حدیث عمار رضی اللہ عنہ ہے [اس کی تفصیل گذر چکی ہے] اُسے [یعنی روایت مذکورہ کی سب سے بہتر سندِ عمار رضی اللہ عنہ کو] بھی حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں باطل روایت کہا ہے [چنانچہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت بسند ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بطریق اولی باطل ہے]۔

۲- علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[۲] میں اس روایت کی سندوں کو بیان کرتے ہوئے، روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"والثاني من طريق داود بن سليمان، قال الأزدي: خراساني ضعيف جدا، وفيه غيره ممن ينظر في حاله". اور دوسری سند داؤد بن سلیمان [خراسانی] کے طریق سے ہے، ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعيف جدا" (شدید جرح) ہے، اور اس سند میں جو دوسرے راوی ہیں ان کے حال کو بھی دیکھ لیا جائے۔

روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود داؤد بن سلیمان کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام ملاحظہ ہو:

---

[۱] اللآلي المصنوعة:ص:۲۷۹، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:۱٤۱۷هـ.

[۲] تنزيه الشريعة: باب الفضائل، الفصل الأول،۱/ ۳٤٦، رقم:۱٤، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:۱٤۰۱هـ.

داؤد بن سلیمان الخُراسانی الخوّاص کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[۱] اور "المغني"[۲] میں فرماتے ہیں:
"قال الأزدي: ضعيف جدا، خراساني". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعیف جدا" (شدید جرح) ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء والمتروکین"[۳] میں فرماتے ہیں:
"قال الأزدي: ضعيف جدا". ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خراسانی "ضعیف جدا". (شدید جرح) ہے۔

"تاریخ بغداد" میں حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری روایت بطریق امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرکے داؤد بن سلیمان کے بارے میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں: "تفرد به داود بن سليمان، وهو شيخ لا بأس به"[۴].
اس روایت میں داؤد بن سلیمان متفرد ہے، اور وہ "شیخ لا بأس به" ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان"[۵] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ حافظ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت بسندِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں موجود ایک دوسرے راوی خازم بن جَبَلَہ کے بارے میں اقوال ملاحظہ ہوں:

---

[۱] ميزان الاعتدال: حرف الدال، ٢/ ٨، رقم:٢٦٠٩، ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[۲] المغني في الضعفاء:١/ ٣١٧، رقم:١٩٩٣، ت: نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي- بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[۳] الضعفاء والمتروكين:١ /٢٦٣،رقم:١١٤٨، ت:عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٦هـ.

[۴] تاريخ بغداد:١٣/ ٥٢٩،رقم:٦٤٠٦،علي بن محمد بن علي الثقفي، ت: دكتور بشار عوّاد،دار الغرب الإسلامي - بيروت،ط: ١٤١٢هـ.

[۵] لسان الميزان: من اسمه داود،٣/ ٣٩٨،رقم:٣٠٢٦، ت:عبدالفتاح أبوغدة،دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

خازم بن جَبَلَۃ بن ابو نَضْرَہ عَبْدِی کے بارے میں کلام

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[1] میں لکھتے ہیں: "قال محمد بن مَخْلَد الدُوْري: لا يكتب حديثه". محمد بن مَخْلَد دُوْرِی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ان کی حدیثیں نہیں لکھی جائیں گی۔

روایتِ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت مذکورہ سند سے نقل کرکے سند پر عدمِ اعتماد کا ذکر کیا ہے (تفصیل گذر چکی ہے) اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ بھی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ "تاريخ دمشق"[2] میں لکھتے ہیں:

"أخبرنا أبو غالب بن البَنّا، أنا أبو محمد الجوهري، أنا أبو الحسن الدارَقُطْنِي، نا أبو عبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي، نا أحمد بن داود بن يزيد بن مَاهَان أبو يزيد السَخْتِيَاني، نا يحيى بن أحمد الكوفي لقيته ببَلْخَ، أنا شريك، عن منصور، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عثمان قال: هبط جبريل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا جبريل! أخبرني بفضائل عمر في السماء قال:

لو مكثتُ ما مكث نوح في قومه ألف سنة إلا خمسين عاما،

---

[1] لسان الميزان: حرف الخاء، ۳/ ۳۱۲، رقم: ۲۸٤۹، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳ھـ.

[2] تاريخ دمشق: عبد الله يقال عتيق بن عثمان، ۳۰/ ۱۲۲، ت: عمر بن غرامه العمري، دارالفكر – بيروت، ط: ۱٤۱٥ھـ.

ما استطعت أن أصف فضائل عمر في السماء، وأن عمر حسنة من حسنات أبي بكر“.

ترجمہ گذر چکا ہے۔

اہم فائدہ:

نقل روایت کے بعد حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ روایتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد، روایتِ عمار بن یاسر (گذر چکی)، اور روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا (گذر چکی ہے) لے کر آئے ہیں، بالکل آخر میں (سند عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کرنے کے بعد) لکھتے ہیں:

”قال الخطیب: وفي كتابه - يعني بُرَيْه بن محمد- بهذا الإسناد أحاديث منكرة المتون جدا“.

بُرَیہ کی اس کتاب [جس کتاب کا ما قبل میں ذکر گزرا ہے] میں اس سند (یعنی حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند) کے ساتھ بے انتہا منکر متون کی روایات ہیں۔

سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

(۱)أبو غالب بن البَنَّاء أحمد بن الحسن بن أحمد (المتوفى ۵۲۷هـ)

موصوف کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقہ“ کہا ہے[1]۔

(۲)أبو محمد الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي (المتوفى ٤٥٤هـ)

موصوف کو حافظ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے ”ثقہ“ کہا ہے[2]۔

---

[1] سير أعلام النبلاء:۱۹/۶۰۳،رقم:۳۵۲، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة –بيروت،ط:۱٤۰۲هـ.

[2] سير أعلام النبلاء:۱۸/۶۸،رقم:۳۰، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة –بيروت،ط:۱٤۰۲هـ.

(٣)أبوالحسن علي بن عمر الدارَقُطْنِي (المتوفى ٣٨٥هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[١] میں فرماتے ہیں: "الحافظ المشهور صاحب المصنفات".

(٤)أبوعبيد القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي (المتوفى ٣٢٣هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الإسلام"[٢] میں فرماتے ہیں: "كان ثقة".

(٥)أبو يزيد أحمد بن داؤد بن يزيد بن مَاهَان السَخْتِيَانِي

ان کے بارے میں حافظ عتیقی، حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں: "ليس بقوي يعتبر به" (جرح). نیز انہی کے بارے میں امام حاکم ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں: "لا بأس به"[٣].

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "كان ثقة" (تعدیل)[٤].

(٦)يحي بن أحمد الكوفي

ان کے بارے میں تلاش کے باوجود کلام نہیں مل سکا۔

یحی بن احمد کوفی کے بعد سند میں موجود راوی شریک، منصور، ابراہیم اور علقمہ کا ثقہ ہونا مشہور ہے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ یحی بن احمد کوفی کے علاوہ سند کے تمام راویوں کے بارے میں تعدیل و توثیق موجود ہے، یحی بن احمد کوفی کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا،

---

[١] تاريخ الإسلام:٢٧/ ١٠١، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط:١٤١٤هـ .

[٢] تاريخ الإسلام:حرف القاف،٢٤/ ١٣٥،رقم:١٤١، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب العربي- بيروت، ط:١٤١٤هـ .

[٣] لسان الميزان: حرف الالف،١ /٤٥٧،رقم:٥٠٣، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى:١٤٢٣هـ.

[٤] لسان الميزان: حرف الالف،١ /٤٥٧،رقم: ٥٠٣، ت: عبدالفتاح أبوغدة، دارالبشائرالإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى:١٤٢٣هـ.

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں ائمہ محدثین کے اقوال نہیں مل سکے، مذکورہ متن بسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں "أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر" (عمر رضی اللہ عنہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی ہے) موجود ہے، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ پر مشتمل روایت (قطع نظر کسی خاص سند کے) کو جزماً "موضوع" کہا ہے، چنانچہ مذکورہ متن بسندِ عثمان بن عفان بھی ان حضرات محدثین کے نزدیک من گھڑت ہے، ذیل میں اسے تفصیل سے لکھا جائے گا۔

"أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر" ان الفاظ پر مشتمل روایت کا عند المحدثین من گھڑت ہونا

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ "المنار المنيف في الصحيح والضعيف"[1] میں ایک فصل: "مما وضعه جهلة المنتسبين إلى السنة في فضائل الصديق رضي الله عنه". (وہ روایات جسے جاہل سنیوں نے فضائل صدیق رضی اللہ عنہ میں گھڑ رکھا ہے) قائم کی، اس کے تحت مذکورہ روایت کو (بغیر کسی سند) کے موضوع روایت میں شمار کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، یعنی کوئی تعاقب نہیں کیا۔

علامہ محمد بن خلیل بن ابراہیم مشیشی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع"[3]

---

[1] المنار المنيف: فصل، ص:١١٥، رقم:٢٤٥، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط:١٤٠٣هـ.

[2] الأسرار المرفوعة: فصل، ص:٤٧٦، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة- بيروت، ط:١٣٩١هـ.

[3] اللؤلؤ المرصوع: ص:١٥٠، رقم:٤٤٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية- بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

میں مذکورہ روایت کے بارے (قطع نظر کسی خاص سند کے) کے بارے میں فرماتے ہیں: "موضوع".

حافظ محمد الحوت رحمۃ اللہ علیہ "أسنی المطالب"[1] میں فرماتے ہیں:

"قال ابن الجوزي: كل حديث فيه أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر فهو موضوع". ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ہر وہ حدیث جس میں یہ ہے: "أن عمر حسنة من حسنات أبي بكر". وہ موضوع ہے۔

روایتِ عثمان بن عفان کا حکم

زیرِ تحقیق روایت کو مذکورہ سند کے ساتھ بھی مندرجہ بالا ائمہ کی تصریح کے مطابق (قطع نظر کسی خاص سند کے) حضورِاکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

آپ حضرات تحقیق میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ مذکورہ روایت کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول الذہبی رحمۃ اللہ علیہ)، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثین نے خاص سندوں سے، نیز حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (اکتفاءً علی قول ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ)، علامہ محمد بن خلیل مشیشی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً متن روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ ان تمام ائمہ کی ان تصریحات کی روشنی میں مذکورہ روایت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] أسنى المطالب: ص: ٣٤٤، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤١٨ هـ.

روایت نمبر:⑩

روایت: ”من امتشط قائما رکبه الدین“.

ترجمہ: کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔

روایت کے طرق

یہ تین طرق سے مروی ہے:

① ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جویباری

② عمران بن سوّار

③ موسی بن سندی

پہلا طریق

ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ ہروی، جویباری کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کو حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکامل“[1] میں، ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ جُوَیباری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

”قال السعدي ـ واسمه إبراهيم بن عبد الله بن يعقوب ـ الجُوزجاني أبو إسحاق يسكن دمشق، يحدث على المنبر: حدثنا أحمد بن حفص، حدثنا أحمد بن بَهْرَام، حدثنا أحمد بن عبد الله الهَرَوِي، عن أبي البَخْتَرِي، عن

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: ١/ ٢٩١، رقم: ١٧، ت: عادل أحمد عبدالموجود، وعلي محمد معوض، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ.

هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من امتشط قائما ركبه الدين".

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

اس روایت پر حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

۱- حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"وهذا الحديث منكر بهذا الإسناد، وقد حدث به عن أبي البَخْتَرِي، وأبو البَخْتَرِي لعله أشر منه"[1]. یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو جُوَیْبَاری نے ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جُوَیْبَاری) سے زیادہ برا ہے۔

۲- علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"وأحمد هذا دجال، وأبو البَخْتَرِي هو وهب بن وهب القاضي كذاب، إلا أن هذا مما وضعه أحمد الجُوَيْبَاري هذا"[2].

(سند میں موجود) یہ احمد جُوَیْبَاری دجال ہے، اور ابو البختری یہ وہب بن وہب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ روایت احمد جُوَیْبَاری کی منجملہ من گھڑت روایات میں سے ہے۔

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: ١/ ٢٩١، رقم: ١٧، ت: عادل أحمد عبدالموجود، و علي محمد معوض، دار الكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ.

[2] ذخيرة الحفاظ: ٤/ ٢٢٢٧، رقم: ٥١٧٢، ت: عبدالرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦هـ.

۳- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفى إسناده الهَرَوِي وهو الجويباري، وأبو البَخْتَرِي وهو وهب بن وهب، وهما كذابان وضاعان الحديث"[1].

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے، اور اس کی سند میں ہَرَوِی ہے یہ جُوَیْبَاری ہے، اور (ایک دوسرا راوی) ابوالبختری ہے وہ وہب بن وہب ہے، اور دونوں حدیث کو گھڑنے والے جھوٹے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة"[2] میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائدالمجموعة"[3] میں نقل فرماتے ہیں:

"وهو موضوع". یہ (روایت) من گھڑت ہے۔

آپ جان چکے ہیں کہ محدثینِ کرام نے اس روایت پر کلام کرنے میں "جُوَیْبَاری" کو مدار بنایا ہے، یہ عند المحدثین مشہور کذاب ہے، ذیل میں اس کے بارے میں ائمہ رجال میں سے حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے گا، تاکہ حدیث کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن عبد اللہ جُوَیْبَاری کا مختصر ذکر

"أحمد بن عبد الله الهَرَوِي يعرف بالجُوَيْبَارِي جُوبْار هَرَاة، ويعرف بسَتُّوق حدث عن جرير، والفضل بن موسى وغيرهما بأحاديث

---

[1] كتاب الموضوعات: باب ذم الامتشاط قائما، ٣/ ٥٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، السلفية–المدينة المنورة، الطبعة الأولى:١٣٨٦هـ.

[2] اللآلي المصنوعة:كتاب الفضائل، ٢٢٧/٢، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:١٤١٧هـ.

[3] الفوائد المجموعة: كتاب الخضاب، ١/ ٢٤٩ رقم:٥٧١، ت: رضوان جامع رضوان، نزار مصطفى الباز–الرياض.

وضعها عليهم، وكان يضع الحديث لابن كَرّام على ما يريده، وكان ابن كرّام يضعها في كتبه عنه، ويسميه أحمد بن عبد الله الشَيْبَاني ''.[1]

احمد بن عبد اللہ ہروی یہ جُویَبَاری سے معروف ہے، ''جُوبار''، ''ہَرَات'' کا علاقہ ہے، اور سَتُّوق سے (بھی) معروف ہے، یہ جریر، فضل بن موسی اور دیگر کی سند سے من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے، ابن کَرَّام کے لئے اس کی من پسند روایتیں گھڑتا ہے، ابن کَرَّام اپنی کتابوں میں اسی سے روایت گھڑتا ہے، اور اس کا نام احمد بن عبد اللہ شیبانی رکھتا ہے۔

ائمہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

پہلے طریق کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت اس سند کے ساتھ من گھڑت ہے۔

دوسرا طریق

دوسرا طریق عمران بن سوّار کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس روایت کا مصدر اصلی نہیں مل سکا، البتہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میزان الاعتدال''[2] میں اس طرح ذکر کیا ہے:

''عمران بن سَوَّار، عن أبي يوسف، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها مرفوعا: من امتشط قائما ركبه الدين''. **مذکورہ سند**

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال: ۲۹۱/۱، رقم: ۱۷/۱۷،ت: عادل أحمد عبدالموجود ، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ۱۳۹۲ھـ

[2] ميزان الاعتدال:حرف العين، عمران،۳/ ۲۳۸، رقم: ٦٢٨٩، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت.

میں ابو یوسف نے سابقہ سند میں موجود ابو البختری کی متابعت کی ہے، لیکن ابو یوسف سے نقل کرنے والا راوی "عمران بن سوّار" متہم ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

روایت پر کلام

اس پر صرف حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا ہے، جس کو انہوں نے "میزان الاعتدال"[1] میں ذکر کیا ہے: "لعل هذا وضعه عمران". شاید اس (روایت) کو "عمران" نے گھڑا ہے۔

حافظ ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعة"[2] کے مقدمہ میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

تیسرا طریق

موسی بن سندی کا ہے۔

روایت کا مصدر

اس کو حافظ ابو القاسم حمزہ بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ جرجان"[3] میں، ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"وجدت بخط عمي أبي نصر أسهم بن إبراهيم السهمي، حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل، حدثنا عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زهير الجرجاني، حدثنا أبي، قال: حدثتني امرأتي، حدثنا موسى بن السندي، حدثنا وكيع، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم:

"من امتشط قائما ركبه الدين".

---

[1] ميزان الاعتدال: حرف العين، عمران، ٣/ ٢٣٨، رقم: ٦٢٨٩، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[2] تنزيه الشريعة: ١/ ٩٢، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية ـ بيروت، ط: ١٤٠١ هـ.

[3] تاريخ جرجان: أم عبدالرحمن، ص: ٤٦٠، رقم: ١٠٢٤، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ١٣٦٩هـ.

قال أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل: قال الزهيري: فقلت لأمي: إن أبي حدثنا عنك وذكرت لها الحديث، فأخبريني بقصة هذا الحديث، فقالت: كان موسى بن السندي كثير الاختلاف إلى أبيك، فقصده يوما ليذهب معه في حاجة، فدعا أبوك بالمشط فامتشط وهو قائم، قال موسى بن السندي: حدثنا وكيع بهذا الحديث".

میں نے اپنے چچا ابو نصر اسہم بن ابراہیم بن سہمی کے خط میں پایا (وہ کہتے ہیں) ہم کو ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل نے بیان کیا ہے، (وہ کہتے ہیں) ہم کو عبد الرحمن بن محمد جرجانی نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) ہم کو میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے بیان کیا، (وہ کہتے ہیں) مجھے میری بیوی نے بیان کیا، (وہ کہتی ہیں) ہم کو موسی بن سندی نے بیان کیا کہ ہم کو وکیع نے ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھڑے ہو کر کنگی کی وہ مقروض ہو جائے گا۔

ابو بکر محمد بن احمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ زہیری (عبد الرحمن بن محمد) نے کہا میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: میرے والد (محمد بن علی بن زہیر) نے آپ کے واسطے سے ہم کو حدیث بیان کی ہے، اور میں (عبد الرحمن بن محمد) نے اپنی والدہ سے پوری حدیث بیان کر دی، لہذا مجھے آپ اس حدیث کے بارے میں بتائیں، چنانچہ میری والدہ نے فرمایا: موسی بن سندی تمہارے والد کے پاس بہت زیادہ آیا جایا کرتے تھے، ایک دن (موسی) ان کے پاس آئے تاکہ ان کو کسی ضروری کام سے اپنے ساتھ لے جائیں، تمہارے والد نے کنگی منگوائی اور کھڑے ہو کر کنگی کرنے لگے، (یہ دیکھ کر) موسی بن سندی نے کہا: ہم سے وکیع نے یہ حدیث بیان کی (یعنی پوری سند بیان کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا)۔

روایت کے رجال پر ائمہ حدیث کا کلام

۱-أبو نصر أسهم بن إبراهيم بن موسى السهمي(المتوفى ۳٦٠هـ)

یہ راوی حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں، حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ جرجان" میں موصوف کا ترجمہ مدحیہ الفاظ میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

" كان من صباه إلى وقت وفاته مشتغلا بالعلم والزهد والعبادة وكتب حديث رسول الله صلى الله عليه و سلم .... قال لي الشيخ أبو الحسن علي بن عمر الحافظ الدارَقُطني: لا أعرف من اسمه أسهم في جميع المحدثين إلا عمك أسهم بن إبراهيم هذا، وقد أثبت اسمه في كتابه الذي سماه المؤتلِف والمختلِف، روى عنه جماعة بجرجان ... "[1]

"اسہم بچپن سے انتقال تک حصولِ علم، زہد، عبادت اور کتابتِ حدیث میں مشغول رہے..."۔

۲- أبو بكر محمد بن أحمد بن إسماعيل بن خالد الصَرّام الجُرْجَاني(المتوفى ۳۵۸هـ)

حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[2] نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔

۳- أبو سعيد عبد الرحمن بن محمد بن علي بن زُهير القرشي الجُرْجَاني (المتوفى ۳۱٦هـ)

حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ[3] اور حافظ

---

[1] تاريخ جرجان: رقم: ۲۰۳، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ۱۳٦۹هـ.

[2] تاريخ جرجان: رقم: ۷۸٤، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ۱۳٦۹هـ

[3] تاريخ جرجان: ص: ۲۱۹، رقم: ٤۱۸، دائرة المعارف- حيدر آباد دكن، الطبعة: ۱۳٦۹هـ.

ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے[1]۔

٤- أبو عبد الرحمن محمد بن علي بن زُهير القرشي الجُرْجَاني

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "مستقیم الحدیث" فرمایا ہے[2]۔

اسی طرح حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "نبیل" کہہ کر ذکر کیا ہے[3]۔

٥- أم عبدالرحمن امرأة محمد بن علي

ان پر حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت کیا ہے[4]، اور ان کا ترجمہ اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے: "من عرف بالكنية، ولم أجد له اسما". جو کنیت سے معروف ہو اور نام نہیں مل سکا۔ واضح رہے کہ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت ام عبد الرحمن کے ترجمہ میں تخریج کی ہے۔

٦- أبو محمد موسى بن السندي الجُرْجَاني

انھیں حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الثقات"[5] میں ذکر کیا ہے۔

نیز حافظ حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے: "وروي عن شبابة وإسماعيل بن حكيم، قال لنا عبد الله بن عدي الحافظ: هو ثقة. وقد كان محمد بن عمر بن العلاء الصيرفي إذا حدثنا عنه يقول: حدثنا أبو محمد موسى بن السندي السكاك الثقة، المأمون.انتهى"[6].

---

[1] تاريخ الإسلام: حرف الميم، ٢٣/ ٥١٩، ت: عمر عبدالسلام، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٣٣هـ.

[2] كتاب الثقات: باب الميم، ٩/ ١٤٨، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن.

[3] تاريخ جرجان: حرف الميم، ص:٣٥٤، رقم:٦٦٥، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة:١٣٦٩هـ

[4] تاريخ جرجان: ص: ٤٦٠، رقم:١٠٢٤، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة:١٣٦٩هـ.

[5] كتاب الثقات: باب الميم، ٩/ ١٦٩، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن.

[6] تاريخ جرجان: من اسمه موسى، ص: ٤٢٦، رقم:٩٣٥، دائرة المعارف – حيدر آباد دكن، الطبعة:١٣٦٩هـ.

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

واضح رہے کہ "تاریخ جرجان" کی سند میں تین راوی (محمد بن احمد بن اسماعیل، عبد الرحمن بن محمد، ام عبد الرحمن) ایسے ہیں جن کے بارے میں ائمہ رجال نے سکوت کیا ہے، یعنی ان کے بارے میں جرح یا تعدیل منقول نہیں ہے، اور آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ روایت کے اس متن کو (دیگر سندوں سے) پانچ محدثین کرام من گھڑت کہہ چکے ہیں (یعنی حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)، مکرر ملاحظہ ہو:

"یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق من گھڑت ہے۔ (حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ من گھڑت ہے۔ (امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ)

شاید اس (روایت) کو عمران نے گھڑا ہے۔ (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ)

"احمد دجال ہے، اور ابو البختری یہ وہب بن وہب قاضی کذاب ہے، البتہ یہ اس کو گھڑنے میں احمد جویباری کی طرح ہے"۔ (علامہ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ)

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ "جویباری" کے ترجمہ میں ان کو کذاب کہلانے کے بعد یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: "یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے، اس کو ابو البختری سے روایت کیا ہے، شاید کہ ابو البختری اس (جویباری) سے زیادہ برا ہے"۔

حاصل یہ ہے کہ ایک ایسا متن جسے پانچ محدثین کرام (دیگر سندوں سے) صاف لفظوں میں من گھڑت کہہ چکے ہیں، اس کے ثبوت میں ایک ایسی سند (تاریخ جرجان) جس میں تین مسکوت عنہم راوی بھی ہوں، ہرگز کافی نہیں

ہو سکتی، چنانچہ محدثین کرام کی تصریح کے مطابق اس متن کے بارے میں سابقہ حکم برقرار رہے گا، یعنی یہ روایت شدید ضعیف ہے، اور اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوي للفتاوِي"[1] میں اس روایت کو وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں ذکر کیا ہے۔
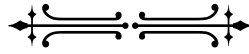
[1] الحاوي للفتاوي:۲ / ۳۹، دار الكتب العلمية ـ بيروت.

روایتِ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں: "فائدة: قال وهب رضي الله عنه من سرح لحيته بلا ماء زاد همه أو بماء نقص همه، ومن سرحها يوم الأحد زاده الله نشاطا، أو الاثنين قضى حاجته، أو الثلاثاء زاده الله رخاء، أو الأربعاء زاده الله نعمة، أو الخميس زاد الله في حسناته، أو الجمعة زاده الله سرورا، أو السبت طهر الله قلبه من المنكرات، ومن سرحها قائما ركبه الدين أو قاعدا ذهب عنه الدين بإذن الله تعالى."

روایت نمبر: ⑪

روایت: ”إذا سلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام“.

اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے، بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے:

① روایت بطریق ابو خالد قُرشی

② روایت بطریق ابو مطیع بلخی

ذیل میں ہر ایک کو تفصیل سے لکھا جائے گا، اور آخر میں خلاصہ لکھا جائے گا۔

روایت بطریق ابو خالد قُرشی

حدیث کا مصدر

یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابو خالد قُرشی کے طریق سے مروی ہے، جس کو امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“[1] میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا أبوبكر محمد بن حميد بن سهل، ثنا هارون بن علي، ثنا إبراهيم بن سعيد الجَوْهَرِي، ثنا أبوخالد القُرَشِي، عن سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ:

[1] حلية الأولياء: ٧/ ١٤٠، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

إذا سلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام. تفرد به إبراهيم عن أبي خالد القُرَشِي، ورواه يحيى بن سعيد عن الثوري".

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف (کا مہینہ اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ (کا دن اعمال کے اعتبار سے) ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

(امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) یہ روایت ابو خالد قُرَشی سے نقل کرنے میں ابراہیم متفرد ہے، اور یحیی بن سعید نے یہ روایت ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے۔

مذکورہ روایت ابو خالد قُرشی عبدالعزیز بن ابان کی سند کے ساتھ "شعب الإيمان"[1] میں بھی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- حافظ عبداللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبد اللہ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ابو خالد قُرشی عبدالعزیز بن ابان کے ترجمہ میں، اس سے پہلے ایک اور حدیث نقل کرنے کے بعد دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وهذان الحديثان عن الثوري باطلان، ليس لهما أصل، وإبراهيم بن سعيد يقول: أبوخالد القُرَشِي، ولايسميه لضعفه، وهو عبدالعزيزبن أبان، وله عن الثوري غيرماذكرت من البواطيل وعن غيره"[2].

---

[1] شعب الإيمان:٥ /٢٨٥، رقم:٣٤٣٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- رياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الكامل في ضعفاء الرجال:٥ /٢٨٨، ت: يحيى مختار غزاوي، دارالفكر- بيروت، الطبعة الثالثة: ١٤٠٩هـ.

یہ دو حدیثیں (جو موصوف نے کتاب میں ذکر کی ہیں اور ان میں ایک زیر بحث روایت ہے) امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں، یہ دونوں باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اور ابراہیم ابن سعید، ابو خالد قُرشی کہہ کر روایت نقل کرتے ہیں، ان کا نام نہیں لیتے، ان (ابو خالد) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے، اور ابو خالد قرشی کا نام عبد العزیز بن ابان ہے، مذکورہ روایت کے علاوہ ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ان کی اور (بھی) باطل روایات منقول ہیں۔

۲- علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"تفرد به عبدالعزيز، قال يحيى: هو ليس لبشيء، هو كذاب، يضع الحديث. وقال: محمد بن عبدالله بن نُمَيْر: هو كذاب"[1].

اس روایت کو نقل کرنے میں (سند میں موجود راوی) عبد العزیز (ابو خالد قرشی) متفرد ہے، جس کے بارے میں یحیی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "ليس بشيء" (جرح) ہے، جھوٹا آدمی ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ نیز محمد بن عبد اللہ بن نُمَیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ جھوٹا آدمی ہے۔

۳- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"رواه ابن عدي، و الدارقطني، و أبونعيم، و البيهقي و ضعفه عن عائشة، بل ذكره ابن الجوزي في الموضوعات"[2].

یہ روایت حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم، اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] الموضوعات: ۲ /۱۹٤،ت:عبد الرحمن محمد عثمان، ۱۹۲/۲،مكتبة السلفية- المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ۱۳۸٦هـ.

[2] كشف الخَفَا:۱ /۱۰۹، رقم: ۲٤٥، ت: يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق،ط: ۱٤۲۱هـ.

۴- علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"رواه الدارقطني عن عائشة مرفوعا، وفي إسناده عبدالعزيز بن أبان وهو كذاب، وقد أخرجه البيهقي في الشعب من طريقه ..."[1].

"یہ روایت دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس کی سند میں عبد العزیز بن ابان ہے جو کذاب (جھوٹا) ہے، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں اس (عبد العزیز بن ابان) کے طریق سے یہ روایت ذکر کی ہے ..."۔

۵- علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ "فيض القدير" میں اس روایت پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام[2] کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وهو عن الثوري باطل لا أصل له، ولما أورده ابن الجوزي في الموضوع تعقبه المؤلف بوروده من طرق، ولا تخلو كلها عن كذاب أو متهم بالوضع"[3].

اس روایت کو ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنا باطل، بے اصل ہے، اور جب ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موضوعات میں ذکر فرمایا تو مصنف (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی طرق ذکر کرکے ان (ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ) کا تعاقب کیا ہے، اور ان طرق میں (جو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بطور تعاقب لائے ہیں) کوئی بھی طریق کذاب اور متہم بالوضع سے خالی نہیں ہے۔

زیر بحث روایت میں ائمہ رجال نے ابو خالد قُرَشی کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد قُرَشی کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

---

[1] الفوائد المجموعة: ١٤٦/١، ت: رضوان جامع رضوان، مصطفى نزار- مكة المكرمة.

[2] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آگے "روایت بطریق ابو مطیع بلخی" کے عنوان کے تحت مذکور ہے۔

[3] فيض القدير: حرف الألف، ٣٧٧/١، الرقم: ٦٨٥، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ.

تفصیل سے لکھے جائیں تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان (المتوفی ۲۰۷ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال"[1] میں رقمطراز ہیں:

"قال أحمد بن حنبل: لما حدث بحديث المواقيت تركته، وقال يحيى: كذاب خبيث، حدث بأحاديث موضوعة، وقال أحمد: لايكتب حديثه، وقال البخاري: تركوه".

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب اس نے "مواقیت والی حدیث" بیان کی تو میں نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا۔ امام یحیی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ کذاب (جھوٹا)، خبیث ہے، من گھڑت روایتیں بیان کرتا ہے۔ احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی روایتیں نہیں لکھی جائیں گی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ترکوہ" (شدید جرح)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان ائمہ کے کلام کے بعد ابو خالد قُرَشی کی زیرِ بحث روایت بھی لائے ہیں۔

روایت بطریق ابو خالد قُرشی پر ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور حکم

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ ان سب حضرات نے روایت بسند ابو خالد قُرَشی کو من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے یہ روایت اس سند کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

یہاں تک روایت کی تحقیق اس خاص سند کے اعتبار سے تھی جس میں ابو خالد قرشی عبد العزیز بن ابان، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے آرہے تھے، ذیل میں ابو خالد قرشی کے تابع (ابو مطیع بلخی) پر مشتمل سند و روایت کی تحقیق کی جائے گی۔

[1] ميزان الاعتدال: ٢ /٦٢٢، رقم: ٥٠٨٢، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت.

روایت بطریق ابو مطیع بلخی

"شعب الإيمان"[۱] میں ابو مطیع حکم بن عبد اللہ بَلخی نے ابو خالد قُرشی کی متابعت کی ہے، یعنی یہی روایت ابو مطیع بَلخی نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا أبوعبدالله الحافظ، أنا أبوالطيِّب محمد بن عبدالله بن المبارك، حدثنا أحمد بن مُعاذ السُلَمِي، حدثنا سليمان بن سعد القُرَشِي، حدثنا أبو مُطِيع، حدثنا سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إذا سلِم رمضان سلِمت السنة، وإذا سلِمت الجمعة سلِمت الأيام".

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا۔

روایت ابو مُطیع حکم بن عبد اللہ بلخی (المتوفی ۱۹۹ھ) پر ائمہ کا کلام

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "شعب الإيمان" میں ابو مُطیع بَلخی کی سند سے روایت نقل کرنے بعد لکھتے ہیں:

"قال الإمام أحمد رحمه الله: هذا لايصح عن هشام، وأبو مُطيع الحَكَم بن عبدالله البَلْخِي ضعيف، وإنما يعرف هذا الحديث من حديث عبدالعزيز بن أبان البَلْخِي أبي خالد القُرَشِي عن سفيان، وهو أيضا ضعيف بمرة".

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہشام سے اس حدیث کو بیان کرنا درست

[۱] شعب الإيمان: ٥/ ٢٨٥، رقم: ٣٤٣٤، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد- رياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

نہیں، اور (اس حدیث کی سند میں) ابو مُطِیع بلخی ضعیف ہے، یہ حدیث دراصل ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان عن سفیان سے مشہور ہے، جبکہ وہ (ابو خالد قُرَشی عبد العزیز بن ابان) بھی "ضعیف بمرۃ" (جرح) ہے۔

واضح رہے کہ "روایتِ حدیث" میں ابو مُطِیع بَلخی کے بارے میں ائمہ رجال میں سے امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ، امام جوز قانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جرح کے شدید صیغے استعمال کیے ہیں [1]، [2]، [3]، اس لیے ابو مُطیع حکم بن عبد اللہ بَلخی کا ابو خالد قُرشی کی متابعت کرنا اس روایت میں مفید نہیں ہے [4]۔

---

[1] تاريخ الإسلام: ١٦٠/١٣،رقم: ٧٦، ت: عمر عبدالسلام تدمري، دار الكتاب الغربي -بيروت، الطبعة الأولى:١٤١١ هـ.

[2] تنزيه الشريعة:١/ ٥٤، رقم:٤٥، ت:عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية ـ بيروت ،ط: ١٤٠١ هـ.

[3] لسان الميزان:٣/ ٢٤٦، رقم:٢٦٩١، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ موصوف فقہ میں بڑی شان رکھتے تھے، نیز حافظ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، ابو مطیع بلخی کی دین وعلم کی وجہ سے تعظیم کرتے تھے، لیکن نقل روایت میں واہی تھے، عبارت ملاحظہ ہو: "تفقه به أهل تلك الديار، وكان بصيرا بالرأي علامة كبير الشأن، ولكنه واه في ضبط الأثر، وكان بن المبارك يعظمه ويجله لدينه وعلمه...".

[4] **اہم فائدہ:** سابقہ دونوں طریق (یعنی سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بلخی) میں "إذا سلم رمضان سلمت السنة" کے الفاظ کے ساتھ ساتھ "إذا سلمت الجمعة سلمت الايام" کے الفاظ گزرے ہیں، یہ الفاظ (إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام) ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، ذیل میں ضمناً اس سند وروایت کی تحقیق لکھی جا رہی ہے، حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء" میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن المُظَفَّر، ثنا العباس بن عمران الغَزِّي الكوفي، ثنا أحمد بن جَمْهُور القَرْقَسَانِي، ثنا علي بن المَدِينِي، عن يحيى بن سعيد، عن سفيان الثوري، عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة قالت: سمعت رسول الله يقول: إذا سلمت الجمعة سلمت الأيام كلها، ومامن سهْل، ولاجبل، ولاشيء إلا ويستعيذ بالله من يوم الجمعة".(حلية الأولياء:١٤٠/٧)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا، ہر نرم اور ہر پہاڑ جیسی سخت یعنی ہر چیز جمعہ کے دن اللہ کی پناہ مانگتی ہے۔

فائدہ: واضح رہے کہ " احمد بن جمہور" کی مذکورہ روایت میں "إذا سلم رمضان سلمت السنة" کے الفاظ نہیں، نیز سابقہ متن پر اضافہ بھی ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، یہ روایت بھی سفیان ثوری عن ہشام عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً کے طریق سے ہے، سابقہ دونوں سندیں (سند ابو خالد قرشی اور سند ابو مطیع بلخی) بھی اسی (سفیان ثوری الی عائشہ رضی اللہ عنہا) طریق سے تھی۔

تحقیق کا خلاصہ

اس روایت کو (مختلف سندوں سے) حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، باطل اور شدید ضعیف کہا ہے، اس لئے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔
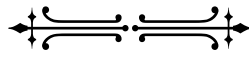
روایت پر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"غريب من حديث الثوري، لم نكتبه إلا من حديث أحمد بن جمهور". (حلية الأولياء: ۷/۱۴۰) ثوری رحمۃ اللہ کی احادیث میں سے یہ روایت غریب (اصطلاحی لفظ) ہے، یہ روایت ہم نے صرف احمد بن جمہور سے لکھی ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے "اللآلي المصنوعة" (۸۸/۲) میں صاف لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن جمہور "متهم بالكذب" ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

".....ورواه أبونعيم في الحلية بإسناد آخر من غير طريقه فيه أحمد بن جمهور، وهو متهم بالكذب". (الفوائد المجموعة: ۱/۱۴٦) "....اور ابو نعیم رحمۃ اللہ نے "حلية الأولياء" میں اس روایت کو طریق عبد العزیز بن ابان کے علاوہ ایک دوسری سند سے ذکر کیا ہے، جس میں احمد بن جمہور "متهم بالكذب" (شدید جرح) ہے"۔

زیر بحث سند میں ائمہ رجال نے احمد بن جمہور کو کلام کا مدار بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمد بن جمہور کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ذکر کیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

احمد بن جمہور کے بارے میں کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" میں فرماتے ہیں: "أحمد بن جمهور الغَسَّاني شيخ متهم بالكذب". (ميزان الاعتدال: ۱/۸۸، رقم: ۳۲۳) احمد بن جمہور شیخ متہم بالکذب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس روایت میں موجود راوی احمد بن جمہور کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے متہم بالکذب کہا ہے، اس لئے اس روایت کو مذکورہ سند سے بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:⑫

روایت: "نوم العالم عبادة". عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔

حکم: یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع روایت (یعنی آپ ﷺ کا قول) درست ہے: "علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔ ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق کا اجمالی خاکہ

روایت کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

① مصادرِ اصلیہ سے روایت کی تخریج
② روایت پر ائمہ حدیث کا کلام
③ ائمہ حدیث کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم
④ ایک دوسری ہم معنی روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

روایت کے مصادر

زیرِ بحث روایت امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۸۶ھ) نے اپنی کتاب "قوت القلوب" میں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "إحياء علوم الدين" میں بلا سند ذکر کی ہے، امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقد رُوِّينا في خبر: نوم العالم عبادة ونفَسه تسبيح"[1]. ہم سے ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال صلى الله عليه وسلم: نوم العالم

[1] قوت القلوب: الفصل الثالث عشر، كتاب جامع.....، ١/ ٦٣، ت: باسل عيون السود، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٧هـ.

عبادة، ونفَسه تسبيح"[1]. آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عالم کا سونا عبادت ہے، اور اس کا سانس لینا تسبیح ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

۱- علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات الشافعية الكبرى" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں ان کی ان روایات کو جمع کیا ہے، جن کی کوئی سند امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ مل سکی، چنانچہ فصل کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے:

"وهذا فصل جمعت فيه جميع ما وقع في كتاب الإحياء من الأحاديث التي لم أجد لها إسنادا"[2]. اس فصل میں، میں نے کتاب احیاء کی ان تمام احادیث کو جمع کیا ہے، جن کی سند مجھے نہیں ملی۔

اسی فصل کے تحت علامہ موصوف نے ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جس میں ہماری زیر بحث مذکورہ روایت بھی ہے۔

۲- حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"قلت: المعروف فيه الصائم دون العالم"[3]. میں کہتا ہوں اس روایت میں مشہور بجائے "عالم" کے "صائم" کا لفظ ہے۔

۳- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لا أصل له في المرفوع هكذا ..."[4]. مرفوعات (حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] إحياء علوم الدين: ١/ ٧٦٣، ت: محمد وهبي سليمان، دارالفكر - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٧هـ.

[2] طبقات الشافعية: ٦/ ٢٨٧، ت: عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناجي، دار إحياء الكتب العربية ـ القاهرة، الطبعة: ١٣٨٣هـ.

[3] إتحاف السادة: كتاب ترتيب الأوراد...، الباب الأول، ٥/ ٤٦٩، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٣٣هـ.

[4] الأسرارالمرفوعة: ص: ٣٥٩، رقم:٥٦٧، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلا مي ـ بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٦هـ. =

میں اس کی "اصل" اس طرح نہیں ہے ..."۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند سطر آگے زیرِ بحث روایت کے ہم معنی ایک دوسری روایت (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) نقل کی ہے، جس کا ذکر آرہا ہے۔

۴- امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"ورأيت السُّهْرَوَرْدي ساقه بلفظ: نوم العالم عبادة. فيحتمل أنها رواية، ويحتمل أن أحد اللفظين سبقُ قلم"[1].

میں نے سُہرَ ورْدِی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا انہوں نے اس روایت (نوم الصائم عبادة) کو "نوم العالم عبادة" کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، اب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دو لفظوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو۔

۵- حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"ذكره الغزالي في الإحياء حديثا في كتاب الأوراد بزيادة: "ونفَسه تسبيح". ولم يذكر له صحابيا، ولا مَخْرجا، وكذا العراقي في تخريجه وإنما قال: المعروف فيه الصائم بدل العالم..."[2].

"اس روایت کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء" کی کتاب الاوراد میں "ونفَسه تسبيح" کے اضافے کے ساتھ بطور حدیث ذکر کیا ہے، لیکن اس کو روایت کرنے والے کسی صحابی یا ماخذ کا کوئی ذکر نہیں فرمایا، اسی طرح عراقی رحمۃ اللہ علیہ

= ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں لکھتے ہیں: "ففي الجملة من كان عالما فنومه عبادة، لأنه ينوي به النَشاط على الطاعة، ومن هنا قيل: نوم الظالم عبادة، لأن تلك السِنَة عبادة بالنسبة إليه في ترك ظلمه".

[1] التيسير: حرف النون، ٢/ ٤٦٢، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، الطبعة الثالثة: ١٤٠٨هـ.

[2] كشف الخفا: ٢/ ٣٩٤، رقم: ٢٨٦٥، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث ـ دمشق، الطبعة: ١٤٢١هـ.

نے بھی اپنی تخریج میں اس کو ذکر کیا ہے، وہ (عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ "عالم" کے بجائے لفظ "صائم" مشہور ہے ..."۔

۶- حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"ورواه أبو نعيم في الحلية من طريق كُرز بن عُميرة، عن الرَبيع بن خَيثم، عن أبي مسعود مرفوعا: "نوم العالم عبادة، ونفَسه تسبيح، ودعاءه مستجاب..." [۱].

اس روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں "کرز بن عمیرۃ عن الربیع بن خیثم عن ابی مسعود" کی سند سے مرفوعاً (اس طرح) ذکر کیا ہے: "عالم کا سونا عبادت ہے، اس کا سانس لینا تسبیح ہے، اور اس کی دعاء مقبول ہے ..."۔

واضح رہے ہمیں تلاش بسیار کے باوجود اس حدیث (یعنی بالفاظ نوم العالم عبادة) کی کوئی سند نہ صرف "حلیۃ الاولیاء"، بلکہ دیگر مظان و مصادر میں بھی نہ مل سکی، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہات

① علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث: "نوم العالم عبادة، ونفَسه تسبيح". حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیۃ الاولیاء" میں بسند "کرز بن عمیرۃ عن الربیع بن خیثم عن ابی مسعود" مرفوعاً ذکر کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں ان کے کلام سے معلوم ہوا۔

"حلیۃ الاولیاء" میں اس سند کے ساتھ متن کے یہ الفاظ مذکور ہیں: "نوم الصائم عبادة، ونفَسه تسبيح، ودعاؤه مستجاب" [۲]. نہ کہ وہ الفاظ

---

[۱] إتحاف السادة المتقين: ٥/ ٤٧٠، دارالكتب العلمية ـ بيروت.
اس کے بعد حافظ مرتضی زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقد يشهد للجملة الأولى ما رواه أبو نعيم في الحلية من حديث سلمان رضي الله عنه: نوم على علم خير من صلاة على جهل". اس حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آرہا ہے۔

[۲] حلية الأولياء: ٥/ ٨٣، دارالكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

جو علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائے ہیں[۱]۔

(۲) علامہ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ نے سند "كُرز بن عُميرة عن الرَبيع بن خَيْثَم عن أبي مسعود" ذکر کی ہے، جیسا کہ ماقبل میں ان کی عبارت سے واضح ہے۔

جبکہ "حلية الأولياء" میں سند "كُرز بن وَبرة عن الرَبيع بن خَيْثَم عن ابن مسعود" مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

"حدثنا محمد بن الحسين بن محمد بن الحسين الجندي، قال: ثنا أبو زرعة أحمد بن موسى المكي، قال: ثنا علي بن حرب، قال: ثنا جعفر بن أحمد بن بَهْرَام، قال: ثنا علي بن الحسن، عن أبي ظَبْيَة، عن كُرز بن وَبرة، عن الرَبيع بن خَيْثَم، عن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله

---

[۱] چند اہم فوائد

"كشف الخفاء للعَجْلوني" میں بھی ایک مقام پر اسی طرح پیش آیا ہے، حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث: "نوم العالم عبادة، وصَمْته تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب" کو بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی "شعب الإيمان" میں یہ روایت "نوم الصائم عبادة ..." کے الفاظ سے ہے، اور یہی الفاظ (نوم الصائم عبادة ...) بحوالہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے "كنز العمال" میں نقل کیے ہیں، دیکھئے (كشف الخفاء: ۳۸۹/۲، رقم: ۲۸۳۹). قرین قیاس یہ ہے کہ حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "نوم العالم عبادة" کے علاوہ روایت میں موجود دوسرے الفاظ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کر رہے ہیں، واللہ اعلم۔

یہ بھی واضح رہے کہ "الفردوس بمأثور الخطاب" میں پہلے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت "نوم العالم عبادة، ونفسه تسبيح، وعمله مضاعف، و دعائه مستجاب، وذنبه مغفور". نقل کی گئی ہے، پھر اس سے متصل دو روایتوں بعد حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت ان الفاظ سے ذکر کی گئی ہے: "نوم الصائم عبادة ونفسه تسبيح وعمله مضاعف و دعائه مستجاب وذنبه مغفور". دیکھئے (الفردوس بمأثور الخطاب: ٢٤٧/٤، رقم: ٦٧٣١). اس کا اچھا حل وہی ہے جو امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر کلام کرتے ہوئے فرما چکے ہیں، یعنی: "اب یہ احتمال ہے کہ یہ (نوم العالم عبادة بھی مستقل) ایک روایت ہو، اور یہ احتمال بھی ہے کہ ان دو لفظوں (الصائم اور العالم) میں سے ایک سبقت قلم کا نتیجہ ہو"۔ نیز آپ جان چکے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" میں تین مختلف سندوں سے تخریج کیا ہے، اور تینوں جگہ "نوم الصائم عبادة..." کے الفاظ ہیں نہ کہ "نوم العالم عبادة". دیکھئے (شعب الإيمان: ٤٢١/٥، رقم: ٣٦٥٢).

اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول اس روایت "نوم الصائم عبادة ...". کا فنی حکم بیان کرنا اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اس سے یہاں بحث نہیں کی جا رہی، واللہ اعلم۔

عليه وسلم: نوم الصائم عبادة، ونَفَسه تسبيح، ودعاؤه مستجاب"[1].

حاصل یہ رہاکہ علامہ زَبیدی رحمۃ اللہ علیہ کی بحوالہ "حلية الأولياء" ذکرکردہ سند و متن تصحیف پر مبنی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ زَبِیدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود "حلية الأولياء" کا نسخہ سند و متن کے اسی تصحیف پر مشتمل ہو، واللہ اعلم۔

ائمہ اکرام رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

ائمہ سابقین کے کلام سے صراحۃً واشارۃً ثابت ہوا کہ یہ روایت (نوم العالم عبادة) سنداً ان الفاظ سے نہیں ملتی، حتی کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاف لفظوں میں فرمارہے ہیں کہ یہ روایت ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے ان لفظوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

ہم معنی روایت کی تحقیق اور اس کا حکم

راویت: "نوم على علم خير من صلاة على جهل". عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

روایت کا مصدر اصلی

یہ روایت امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء"[2] میں تخریج کی ہے:

" ثنا عبد الله بن محمد، قال: ثنا عبد الرحمن بن الحسن، قال: ثنا أحمد بن يحيى الصوفي، قال: ثنا محمد بن يحيى الضَرِير، قال: ثنا جعفر بن محمد عن أبيه، عن إسماعيل، عن الأعمش، عن

---

[1] حلية الأولياء: ٥/ ٨٣، دارالكتب العلمية -بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

[2] حلية الاولياء: ٤/ ٣٨٥، دار الكتب العلمية ـبيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ.

أبي البَخْتَرِي، عن سلمان أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نوم على علم خير من صلاة على جهل. كذا رواه الأعمش عن أبي البَخْتَرِي، وأرسله أبو البَخْتَرِي عن سلمان أيضا".

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے"۔ (امام ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت کو (سند میں موجود) اعمش نے ابو البختری سے نقل کیا ہے، نیز ابو البختری نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔

یہ روایت امام خلال رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۳۹ھ) نے بھی تخریج کی ہے، دونوں سندیں "احمد بن یحیی صوفی" پر مشترک ہو جاتی ہیں[1]۔

ذیل میں سند میں موجود تمام راویوں کے حالات لکھے جائیں گے:

۱- أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر المعروف بأبي الشيخ (المتوفى ۳٦۹ هـ)

ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر أعلام النبلاء" میں تعدیلی کلمات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الإمام، الحافظ، الصادق، محدث أصبهان، أبو محمد عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيان، المعروف بأبي الشيخ، صاحب التصانيف"[2].

۲- أبو محمد عبد الرحمن بن الحسن الضَرَّاب الأصبهاني (المتوفى ۳۰۹هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ثقة كبير ..."[3].

---

[1] ذكر من لم يكن عنده إلا حديث واحد: ت: أبو عبد الله الباري رضا بو شامة، دار ابن القيم ـ الرياض، الطبعة: ١٤٢٥ هـ.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٦/ ٢٧٦، رقم: ١٩٦، ت: أكرم بوشي، موسسة الرسالة ـ بيروت.

[3] تاريخ الإسلام: ٢٣/ ٢١٣، رقم: ٣٣٨، ت: عمر عبد السلام تدمري، دار الكتاب العربي ـ بيروت،

٣- أحمد بن يحيى الصوفي

تفحص کتب سے معلوم ہوا کہ سند کے اس طبقہ میں " أحمد بن يحيى الصوفي " نام کے دو راوی ہیں:

① أحمد بن يحيى بن زكريا الأوْدِي أبو جعفر الكوفي الصوفي. (المتوفى ٢٦٤ هـ)

ان کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" کہا ہے۔[1]

② ابن الجَلاَّء أبو عبد الله أحمد بن يحيى البغدادي (المتوفى ٣٠٦هـ)

ان کے بارے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: "القدوة، العارف، شيخ الشام"[2]. (کلمات تعدیل)

٤- محمد بن يحيى الضَرِير

اس نام سے ترجمہ نہیں مل سکا، البتہ امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں ان کی جگہ محمد بن یحیی بن ضریس لکھا ہے، اگر یہ ابن ضریس ہے تو ان کے بارے میں حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "صدوق" کہا ہے[3]۔

٥- جعفر بن محمد

امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق یہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (المتوفی بعد ۱۴۸ھ) ہیں ، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

الطبعة الأولى: ١٤٣٣هـ.

[1] الكاشف: ١/ ٢٠٤، رقم: ٩٧، ت: محمد عوامة،مؤسسة علوم القران – جدة.

[2] سير أعلام النبلاء: ١٤/ ٢٥١، رقم: ١٥٤، ت: أكرم البوشي، موسسة الرسالة ـ بيروت.

[3] الجرح والتعديل: باب من اسمه يحيى ٨/ ١٢٤، رقم: ٥٥٦ ، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٧٢ هـ.

٦- أبوه محمد

امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے مطابق محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (المتوفی بعد ۱۱۰ھ) ہیں، جن کا ثقہ ہونا معروف ہے۔

٧- إسماعیل

تفحص کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمش (جو کہ زیر بحث سند میں اسماعیل کے شیخ ہیں، اور جن کا ذکر آگے آرہا ہے) سے روایت لینے والے اسماعیل نامی سات[1] اشخاص ہیں، چونکہ سند میں اسماعیل کی ولدیت یا نسبت مذکور نہیں ہے (اور

---

[1] ہم امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے اسماعیل نامی سات (۷) راویوں کے بارے میں ائمہ کا کلام مختصراً ذکر کر رہے ہیں، تاکہ کسی نہ کسی درجہ میں بات واضح ہو سکے:

١- أبو زیاد إسماعیل بن زکریا الخُلْقَاني (١٩٤ هـ) : حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "صدوق اختلف قول ابن معین فیه". صدوق ہے، ان کے بارے میں یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ (الکاشف: ١/٢٤٦، الرقم: ٣٢٥)

٢- أبوإسحاق إسماعیل بن أبان الغَنَوِي الخیاط (٢١٠هـ): ان کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھے ہیں: " قال البخاري: متروك، ترکه أحمد والناس، وقال أبوزرعة وأبوحاتم: ترك حدیثه، وقال الجُوزجاني: ظهر منه الکذب، وقال النسائي: لیس بثقة". امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ متروک ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں نے ان کو ترک کیا ہے، ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان کی حدیثیں متروک ہیں، اور جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ان سے جھوٹ صادر ہوا ہے، اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تهذیب التهذیب: ١/١٣٨)

٣- إسماعیل بن إبراهیم الأحول أبو یحیی التَیْمِي الکوفي: ان کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال محمد بن عبدالله بن نمیر: ضعیف جدا". محمد بن عبد اللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شدید ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال: ١/٢١٣، رقم: ٨٢٩)

٤- إسماعیل بن عَیَّاش بن سُلیم العَنْسِي (١٨١ هـ): حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "قال یزید بن هارون: ما رأیت أحفظ منه، وقال دُحیم: هو في الشامیین غایة، و خلط عن المدنیین". میں نے ان سے بڑا ذہین کوئی نہیں دیکھا، دحیم رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ شامی راویوں سے نقل کرنے میں پائے کے آدمی ہیں، البتہ مدینہ کے راویوں سے روایت کرنے میں انہیں خلط پیش آیا ہے۔ (الکاشف: ١/٢٤٩، رقم: ٤٠٠)

٥- إسماعیل بن مسلم المکي البصري: حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "وقال النسائي وغیره: متروك"... "نسائی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسے متروک کہا ہے..."۔ (میزان الاعتدال: ١/٢٤٨، رقم: ٩٤٥)

٦- إسماعیل بن أبي خالد الکوفي البَجَلِي (١٤٦ هـ) : حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "الحافظ، الإمام الکبیر.... کان محدث الکوفة في زمانه مع الأعمش، بل هو أسند من الأعمش". یہ حافظ، جلیل القدر امام ہیں ... اپنے زمانے میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ کے محدث تھے، بلکہ یہ اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر سند والے تھے۔ (سیر أعلام النبلاء: ٦/١٧٦، رقم: ١٩٦)۔

دوسری طرف اسماعیل سے روایت لینے والے کی بھی تعیین نہیں ہو پارہی) اس لئے اب یہاں یہ تعیین کرنا مشکل ہے کہ اعمش سے روایت کرنے والے یہ اسماعیل کون سے ہیں۔

پھر بعد میں امام خلال رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے معلوم ہوا کہ یہ اسماعیل بن ابی خالد ہے، جو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق "ثقہ" ہیں [1]۔

۸- أبو محمد سليما ن بن مِهْرَان الأعمش (المتوفى ١٤٨هـ)

مشہور ثقہ راوی ہیں۔

۹- أبو البَخْتَرِي سعيد بن فِيْرُوز الطائي الكوفي (المتوفى ٨٢هـ)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "قال حبيب بن أبي ثابت: كان أعلمنا و أفقهنا" [2]. وہ ہم میں زیادہ علم و فقہ والے تھے۔

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں "سعید بن فیروز" کے ترجمہ میں یہ روایت تخریج کی ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سند میں موجود راوی ابن فیروز ہی ہے، واللہ اعلم [3]۔

٧- إسماعيل الكِنْدِي: "منكر الحديث. قاله الأزدي". ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے "منکر الحدیث" کہا ہے (لسان المیزان: ٢/ ١٨٨، رقم: ١٢٧٢)-

[1] سير أعلام النبلاء: ٦/ ١٧٦، رقم: ١٩٦، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤٠٢هـ.

[2] الكاشف: ٢/ ١١٠، رقم: ٢١٣٢، ت: محمد عوامة، موسسة علوم القران – جده.

[3] یہاں ایک اہم تنبیہ ملحوظ رہے کہ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء" کی مذکورہ سند میں موجود ابو البختری کے بارے میں لکھا ہے کہ حافظ دحیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، دیکھئے (فيض القدير: ٦/ ٢٩١، رقم: ٩٢٩٤)، امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ یہ ابو البختری سعید بن فیروز ہے جیسا کہ خود حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابو البختری سعید بن فیروز کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے، رہی بات ابو البختری کذاب کی جسے امام دحیم رحمۃ اللہ علیہ نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حافظ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب کہا ہے اس کا نام وہب بن وہب بن کثیر القرشی القاضی (المتوفي ٢٠٠ھ) ہے، دیکھئے (الجرح والتعديل: ٩/ ٢٥، رقم: ١١٦).

تحقیقِ سند کا خلاصہ

راویوں کے حالات آپ کے سامنے آچکے ہیں، اس تفصیل کے مطابق یہ روایت درست ہے، اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

پوری تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

روایت: ”نوم العالم عبادة“. **عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔** ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں۔

البتہ روایت: ”نوم على علم خير من صلاة على جهل“. (عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے) ثابت ہے، لہذا یہ روایت آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کی جاسکتی ہے، واللہ اعلم۔
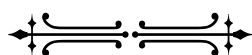
روایت نمبر:(۱۳)

روایت: "گوہ کا آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا"۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

یہ روایت دو(۲) سندوں سے مروی ہے:

(۱) طریقِ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

(۲) طریقِ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ

طریقِ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

روایت کے مصادر

حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الأوسط"[۱] اور "المعجم الصغیر"[۲] میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ"[۳] میں، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[۴] میں یہ روایت تخریج کی ہے۔ تمام سندیں ایک راوی "محمد بن علی بن ولید سلمی بصری" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

"المعجم الصغیر" کی عبارت یہ ہے:

"حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِحَدِيثِ الضَّبِّ:

[۱] المعجم الأوسط: ٦/ ١٢٧، رقم: ٥٩٩٦، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمین – قاهره، ط: ١٤١٥ هـ.

[۲] المعجم الصغیر: ٢/ ١٥٣، رقم: ٩٤٧، ت: محمد شكور محمود، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٥ هـ.

[۳] دلائل النبوة: ٦/ ٣٦، ت: عبد المعطي قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٨ هـ.

[۴] تاريخ دمشق: ٤/ ٣٨٣، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٦ هـ.

أنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَحْفِلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ قَدْ صَادَ ضَبًّا، وَجَعَلَهُ فِي كُمِّهِ يَذْهَبُ بِهِ إِلَى رِحْلَةِ فَرَأَى جَمَاعَةً، فَقَالَ: عَلَى مَنْ هَذِهِ الْجَمَاعَةُ ؟ فَقَالُوا: عَلَى هَذَا الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَشَقَّ النَّاسَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَا اشْتَمَلَتِ النِّسَاءُ عَلَى ذِي لَهْجَةٍ أَكْذَبَ مِنْكَ وَأَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْكَ، وَلَوْلا أَنْ تُسَمِّيَنِي قَوْمِي عَجُولا لَعَجِلْتُ عَلَيْكَ، فَقَتَلْتُكَ، فَسَرَرْتُ بِقَتْلِكَ النَّاسَ أَجْمَعِينَ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللهِ! دَعْنِي أَقْتُلْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْحَلِيمَ كَادَ أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: وَاللاتِ وَالْعُزَّى، لآمَنْتُ بِكَ، وَقَدْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَعْرَابِيُّ ! مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ، وَقُلْتَ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَمْ تُكْرِمْ مَجْلِسِي؟ قَالَ: وَتُكَلِّمُنِي أَيْضًا ـ اسْتِخْفَافًا بِرَسُولِ اللهِ ـ وَاللاتِ وَالْعُزَّى لآمَنْتُ بِكَ أَوْ يُؤْمِنُ بِكَ هَذَا الضَّبُّ، فَأَخْرَجَ الضَّبَّ مِنْ كُمِّهِ، وَطَرَحَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: إِنْ آمَنَ بِكَ هَذَا الضَّبُّ آمَنْتُ بِكَ.

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا ضَبُّ! فَتَكَلَّمَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ! فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَعْبُدُ ؟ قَالَ: الَّذِي فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ، وَفِي الأَرْضِ سُلْطَانُهُ، وَفِي الْبَحْرِ سَبِيلُهُ، وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ، وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ، قَالَ: فَمَنْ أَنَا يَا ضَبُّ ؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ، وَقَدْ خَابَ

مَنْ كَذَّبَكَ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّااللهُ، وَأَنْتَ رَسُولُ الله حَقًّا، وَالله لَقَدْ أَتَيْتُكَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الأَرْضِ أَحَدٌ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْكَ، وَوَالله لأَنْتَ السَّاعَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَمِنْ وَالِدِي، فَقَدْ آمَنَ بِكَ شَعْرِي وَبَشَرِي، وَدَاخِلِي وَخَارِجِي، وَسِرِّي وَعَلانِيَتِي، فَقَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ إِلَى هَذَا الدِّينِ الَّذِي يَعْلُو وَلاَ يُعْلَى عَلَيْهِ، وَلاَ يَقْبَلُهُ اللهُ إِلَّابِصَلاةٍ، وَلاَ يَقْبَلُ الصَّلاةَ إِلَّابِقُرْآنٍ، فَعَلَّمَهُ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ.

فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله ! وَالله مَا سَمِعْتُ فِي الْبَسِيطِ، وَلاَ فِي الرَّجَزِ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا كَلامُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَلَيْسَ بِشِعْرٍ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ مَرَّتَيْنِ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ ثُلُثَي الْقُرْآنِ، وَإِذَا قَرَأْتَ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ثَلاثَ مَرَّاتٍ فَكَأَنَّمَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: نِعْمَ الإِلَهُ إِلَهُنَا،يَقْبَلُ الْيَسِيرَ وَيُعْطِي الْجَزِيلَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوا الأَعْرَابِيَّ، فَأَعْطَوْهُ حَتَّى أَبْطَرُوهُ، فَقَامَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله ! إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُعْطِيَهُ نَاقَةً أَتَقَرَّبُ بِهَا إِلَى الله عَزَّ وَجَلَّ دُونَ الْبُخْتِيِّ وَفَوْقَ الأَعْرَابِيِّ وَهِيَ عُشَرَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ قَدْ وَصَفْتَ مَا تُعْطِي، وَأَصِفُ لَكَ مَا يُعْطِيكَ اللهُ جَزَاءً، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ نَاقَةٌ مِنْ دُرٍّ جَوْفَاءُ، قَوَائِمُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَخْضَرَ، وَعُنُقُهَا مِنْ زَبَرْجَدٍ أَصْفَرَ، عَلَيْهَا هَوْدَجٌ، وَعَلَى الْهَوْدَجِ السُّنْدُسُ وَالإِسْتَبْرَقُ، تَمُرُّ بِكَ عَلَى الصِّرَاطِ بِالْبَرْقِ الْخَاطِفِ، فَخَرَجَ الأَعْرَابِيُّ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ الله

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَقِيَهُ أَلْفُ أَعْرَابِيٍّ عَلَى أَلْفِ دَابَّة بِأَلْفِ رُمْحٍ وَأَلْفِ سَيْفٍ، فَقَالَ لَهُمْ: أَيْنَ تُرِيدُونَ ؟ قَالُوا: نُقَاتِلُ هَذَا الَّذِي يَكْذِبُ، وَيَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّااللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، فَقَالُوا لَهُ: صَبَوْتَ؟ فَقَالَ: مَا صَبَوْتُ، وَحَدَّثَهُمْ بِهَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالُوا بِأَجْمَعِهِمْ: لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَلَقَّاهُمْ فِي رِدَاءٍ، فَنَزَلُوا عَلَى رُكَبِهِمْ يُقَبِّلُونَ مَا وَلَّوْا مِنْهُ، وَيَقُولُونَ: لا إِلَهَ إِلَّااللهُ، مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ، فَقَالُوا: مُرْنَا بِأَمْرِكَ يَا رَسُولَ اللهِ ! فَقَالَ: تَدْخُلُوا تَحْتَ رَايَة خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ: فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ آمَنَ مِنْهُمْ أَلْفٌ جَمِيعًا إِلَّابَنُو سُلَيْم.

لَمْ يَرْوِهِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدَ بِهَذَا التَّمَامِ، إِلَّا كَهْمَسٌ، وَلاَ عَنْ كَهْمَسٍ، إِلَّا مُعْتَمِرٌ، تَفَرَّدَ بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى".

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک محفل میں تھے، اسی دوران بنو سلیم کا ایک بدو آیا، یہ بدو گوہ شکار کر کے، اسے آستین میں ڈالے جا رہا تھا، جماعت دیکھی، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ سب اس شخص کے پاس جمع ہیں جس کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہے، یہ بدو لوگوں کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اور کہا: اے محمد! میرے نزدیک تم سے بڑھ کر کوئی جھوٹا اور مبغوض شخص نہیں ہے، اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں آگے بڑھ کر تمھارا کام تمام کر دیتا، اور تمہارے قتل سے سب کو خوش کر دیتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کو قتل کر دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم جانتے نہیں کہ حلیم شخص قریب ہے کہ نبی بن جاتا؟" دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: لات وعزی کی قسم! میں آپ پر ایمان

لے آؤں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے دیہاتی! تجھے اس طرح گفتگو کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اور تم نے ناحق باتیں کہی ہیں، اور میری مجلس کا بھی لحاظ نہیں کیا“، اعرابی نے۔ رسول اللہ کا استخفاف کرتے ہوئے۔ کہا کہ اور مجھ سے بھی یہی کہہ رہے ہو، پھر بدو کہنے لگا: یہ گوہ آپ پر ایمان لے آئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا، یہ کہہ کر آستین سے گوہ نکال کر حضور ﷺ کے سامنے پھینک دی، اور کہا کہ یہ ایمان لائے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے گوہ!“، گوہ نے صاف عربی زبان میں کہا، جسے سب لوگ سمجھ رہے تھے: اے رب العالمین کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”تو کس کی بندگی کرتی ہے؟“، گوہ نے کہا: اس ذات کی جس کا عرش آسمان پر ہے، زمین پر اس کی بادشاہت ہے، سمندروں میں جس کے رستے ہیں، جنت میں جس کی رحمت ہے، جہنم میں جس کا عذاب ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ”میں کون ہوں اے گوہ؟ گوہ نے کہا: ”آپ رب العالمین کے رسول ہیں، خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کو سچا جاننے والے فلاح پا گئے اور آپ ﷺ کو جھوٹا کہنے والے نامراد ہوئے۔

دیہاتی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا تھا کہ میرے نزدیک روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہ تھا، اور اب اللہ کی قسم! یہ حال ہے کہ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان اور میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں، یقینی بات ہے کہ میرے بال وکھال، میرا ظاہر و باطن، میری خلوت و جلوت سب آپ پر ایمان لا چکے ہیں،

آپ ﷺ نے اللہ کی حمد بیان فرمائی ...“۔

اس کے بعد مزید لمبی حدیث ہے، جس کے آخر میں ہے کہ دیہاتی نے یہ قصہ بنو اسلم کے ان ایک ہزار گھڑ سواروں، نیزہ برداروں کو سنایا جو آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آ رہے تھے، یہ سن کر وہ سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

”لم يروه عن داؤد بن أبي هِنْد بهذا التمام إلا كَهْمَس، ولا عن كَهْمَس إلا معتمر، تفرد به محمد بن عبد الأعلى“.

یہ روایت (سند میں موجود راوی) داؤد سے صرف کہمس نے، کہمس سے صرف معتمر نے نقل کی ہے، اور معتمر سے صرف محمد بن عبد الاعلی یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”البداية والنهاية“[1] میں یہ عنوان قائم کیا:

”حديث الضب على ما فيه من النكارة والغرابة“. (گوہ والی روایت مع نکارت وغرابت)

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

”قال البيهقي: روي في ذلك عن عائشة وأبي هريرة: وما ذكرناه هو أمثل الأسانيد فيه، وهو أيضا ضعيف، والحمل فيه على هذا السُلَمِي، والله أعلم“.

---

[1] البداية والنهاية: ١٦٥/٦، ت:علي شيري،دار إحياء التراث العربي ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے، اور جو سند ہم نے ذکر کی ہے (یعنی سندِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ) وہ اس باب میں سب سے بہتر ہے، اس کے باوجود یہ ضعیف ہے، جس کی ذمہ داری (سند میں موجود راوی) سلمی پر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لا يصح إسنادا ولا متنا"[1]. یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے "صحیح" نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"وضعه بعض قصاص البصرة، ولفظه متبين عليه شواهد الوضع ..."[2]. "اسے بصرہ کے قصہ گو نے گھڑ رکھا ہے، اور روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر خود شاہد ہیں ..."۔

واضح رہے کہ علامہ محمد بن یوسف صالحی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد زیرِ بحث روایت کے اثبات میں بعض دلائل لائے ہیں جن کا ذکر آرہا ہے۔

حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"هذا خبر موضوع"[3]. یہ من گھڑت روایت ہیں۔

علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ

---

[1] سبل الهدى والرشاد لمحمد بن يوسف الصالحي الشامي(٩٤٢هـ):جماع أبواب معجزاته صلى الله عليه وسلم في الحيوانات، الباب العاشر في شهادة الضب له بالرسالة، ٩ /٤٢١، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: ١٤١٤هـ.

[2] المصدر السابق. واضح رہے کہ ہم نے یہ قول، مصدرِ ثانوی سے لکھا ہے، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتب میں مجھے یہ قول تاحال نہیں ملا۔

[3] كنز العمال: ١٢/ ٣٥٨، رقم:٣٥٣٦٤، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ.

دحیہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۳۳ھ) اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[1]۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"روى أبو بكر البيهقي حديث الضب من طريقه بإسناد نظيف، ثم قال البيهقي: الحمل فيه على السُلَمِي هذا. قلت: صدق ـ والله ـ البيهقيُ، فإنه خبر باطل"[2].

ایک "نظیف" سند سے ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث گوہ" نقل کی ہے، پھر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) سُلِمی پر ہے، (حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ سچ کہا ہے، بلا شبہ یہ باطل روایت ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"إسناده ضعيف جدا"[3]. اور اس کی سند "شدید ضعیف" ہے۔

ایک دوسرے موقع پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وروى عنه الإسماعيلي في معجمه، وقال: بصري منكر الحديث"[4]. اسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں [سند میں موجود راوی] سُلِمی سے روایات نقل کی ہے اور فرمایا ہے: (یہ سُلِمی) بصری "منکر الحدیث" ہے۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"رواه الطبراني في الصغير والأوسط عن شيخه محمد بن

---

[1] كنز العمال: ۱۲/ ۳۵۸، رقم: ۳۵۳٦٤، مؤسسة الرسالة - بيروت، الطبعة الخامسة: ۱٤۰۵هـ.

[2] ميزان الاعتدال: ۳/ ٦۵۱، رقم: ۷۹٦٤، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة – بيروت، ط: ۱٤۰٦ هـ.

[3] التلخيص الحبير: ٤/ ۲۳۱، رقم: ۲۳۱۵، ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة ـ القاهرة، الطبعة: ۱٤۱٦هـ.

[4] لسان الميزان: ۷/ ۳٦۰، رقم: ۷۱۸٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲۳هـ.

علي بن الوليد البصري[أي السلمي] قال البيهقي: والحمل في هذا الحديث عليه. قلت: وبقية رجاله رجال الصحيح"[1].

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "صغیر" اور "اوسط" میں یہ روایت اپنے استاد محمد بن علی بن ولید بصری (یعنی سُلمی) سے روایت کی ہے، اور فرمایا ہے کہ اس روایت میں ذمہ (سند میں موجود) محمد بن علی بصری (یعنی سُلمی) پر ہے، میں (حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ دحیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں:

"قلت: لحديث عمر طريق أخر، ليس فيه محمد بن علي بن الوليد، أخرجه أبو نعيم، وقد ورد أيضا مثله من حديث علي أخرجه ابن عساكر"[2].

میں کہتا ہوں کہ مذکورہ روایت بطریق عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس میں محمد بن علی بن ولید (بصری سُلمی) نہیں ہے، جسے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اور اسی مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

نوٹ: حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت "دلائل النبوۃ"[3] میں ہے، لیکن اس میں بھی محمد بن علی بن ولید بصری سُلمی موجود ہے، ممکن ہے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کسی

---

[1] مجمع الزوائد: ۸/ ۵۱۸، رقم: ۱٤۰۸٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ۱٤۱۲ هـ.

[2] الخصائص الكبرى: باب قصة الضب، ۲/ ۱۰۰، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۵ هـ.

[3] دلائل النبوة: ذكر الظبي والضب، ۲/۳۷۷، رقم: ۲۷۵، ت: محمد رواس قلعجي، دار الفائس – بيروت، الطبعة: ۱٤۰٦ هـ.

دوسرے مصدر کے حوالے سے یہ بات فرمارہے ہوں، البتہ میں اب تک حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ کسی ایسی سند پر مطلع نہیں ہو سکا ہو جس میں یہ سُلَمی نہ ہو، واللہ اعلم۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت آگے آرہی ہے۔

پھر بعد میں حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند مل گئی جو سُلَمی سے خالی ہے، لیکن اس میں گوہ کا زیرِ بحث قصہ ہی نہیں ہے، بلکہ گوہ کی ایک دوسری مشہور روایت ہے، واللہ اعلم [1]۔

---

[1] علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی رحمۃ اللہ علیہ نے "إمتاع الأسماع" میں حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث ذکر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"فخرج أبو نعيم من حديث أبي بكر بن أبي عاصم قال: أخبرنا يحيى بن خلف، أخبرنا معمر قال: سمعت كَهْمَس يحدث عن داود بن أبي هند، عن عامر قال: صحبت ابن عمر سنتين فما سمعته يحدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا حديث الضّب، وكان إذا حدثنا يحدثنا عن عمر، ولم يكن يحدث إلا عن فقه. قال أبو نعيم: كذا رواه يحيى بن خلف عن معتمر مختصرا، وطوّله محمد بن عبد الأعلى".

(إمتاع الأسماع:٥/ ٢٤٣،ت: محمد عبد الحميد النميسى، دار الكتب العلمية—بيروت،ط:١٤٢٠ هـ.)

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دوسال رہا، میں نے ان سے اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے صرف حدیثِ ضب ہی سنی ہے، وہ جب بھی ہمیں بیان کرتے تو عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے، اور وہ فقہ کے ساتھ ہی حدیث بیان کرتے تھے۔ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحی بن خلف نے معتمر سے اسی طرح اس روایت کو مختصراً نقل کیا ہے، اور محمد بن عبد الاعلی نے اسے معتمر سے تفصیل سے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث مطول روایت نقل کی ہے، حاصل یہ رہا کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "روایتِ ضب" دو طریق سے ذکر کی ہے، پہلا طریق سلمی سے خالی ہے، لیکن مختصر ہے، اور اس کا متن بھی ذکر نہیں کیا، دوسرا طریق سلمی پر مشتمل ہے، وہ مفصل ہے، جیسا کہ ہم ماسبق میں اسے لکھ چکے ہیں، تلاش کرنے پر حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ "روایتِ ضب" کا متن بطریق عامر شعبی جو سلمی سے خالی ہے، "صحیح بخاری" میں مل گیا، لیکن اس "روایتِ ضب" میں زیرِ بحث قصہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اسی علت کی جانب اشارہ فرمارہے ہیں کہ روایتِ شعبی بطریق محمد بن عبد الاعلی عن معتمر (جس میں سلمی نہیں ہے) جس مطول مضمون کو شامل ہے، روایتِ شعبی بطریق یحی بن خلف عن معتمر کا مختصر متن یکسر اس سے خالی ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ملاحظہ ہو:

"حدثنا محمد بن الوليد، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن توبة العنبري قال: قال لي الشعبي: أرأيتَ حديث الحسن عن النبي صلى الله عليه وسلم، وقاعدتُ ابن عمر قريبا من سنتين أو سنة ونصف، فلم أسمعه يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم غير هذا، قال: كان ناس من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيهم سعد، فذهبوا يأكلون من لحم، فنادتهم امرأة من بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم =

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"قيل: إنه موضوع، وقال المِزِّي: لا يصح إسنادا ولا متنا، لكن رواه البيهقي بسند ضعيف، وذكره القاضي عياض في الشفاء، فغايته الضعف لا الوضع"[1]۔

کہا گیا ہے کہ یہ روایت من گھڑت ہے، اور حافظ مِزّی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ روایت سند و متن دونوں حیثیتوں سے "صحیح" نہیں ہے، البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بسندِ ضعیف اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شفاء" میں ذکر کیا ہے، چنانچہ زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"وهو مطعون فيه، وقيل: إنه موضوع، لكن معجزاته -صلى الله عليه وسلم- فيها ما هو أبلغ من هذا، وليس فيه ما ينكر شرعا، خصوصا وقد رواه الأئمة، فنهايته الضعف لا الوضع، والله أعلم"[2]۔

اس روایت پر جرح کی گئی ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ من گھڑت ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اور اس میں کوئی شرعی

- إنه لحم ضب، فأمسكوا، فقال رسول الله صلى الله عليه وَسلم: كلوا أو اطعموا فإنه حلال أو قال لا بأس به، شك فيه، ولكنه ليس من طعامي". (الصحيح للبخاري:٩/ ٩٠،ت: محمد زهير بن ناصر،دار طوق النجاة،ط:١٤٢٢ هـ)

توبۃ العنبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو تو حسن رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی ہی احادیث (یعنی مرسلاً) بیان کرتے ہیں، حالانکہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو یا ڈیڑھ برس رہا ہوں، لیکن میں نے اس عرصہ میں ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے صرف یہ حدیث سنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت جن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے گوہ کا گوشت کھانے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، یہ سن کر صحابہ کھانے سے رک گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ، یا فرمایا کہ کھلاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے، یا کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں -راوی کو ان الفاظ میں شک ہے -لیکن یہ میری خوراک (غذا) نہیں ہے (یعنی میری طبیعت میں اس کی جانب میلان نہیں ہے)۔

[1] الأسرار المرفوعة: ١/ ٢٣٩،رقم: ٢٧٢،ت:محمد الصاغ،مؤسسة الرسالة ـ بيروت،الطبعة: ١٣٩١هـ.

[2] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ٢ / ٢٧٩، المكتبة التوفيقية - القاهرة ، الطبعة: ١٣٢٦ هـ.

نکارت بھی نہیں ہے، جبکہ ائمہ نے بھی اسے نقل کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت نہیں ہے۔

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکشف الحثیث"[1] میں اور حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے "البدر المنیر"[2] میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

طریق حضرت علی رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ دمشق"[3] میں یہی روایت بطریق علی رضی اللہ عنہ تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا أبو الفتح نصر بن محمد بن عبد القوي الفقيه قالا: نا أبو الفتح نصر بن إبراهيم الزاهد، أنا الفقيه أبو نصر محمد بن إبراهيم بن علي الهاروني، أنا أبو الحسن أحمد بن محمد بن عمران بن موسى بن عروة بن الجراح، نا أبي، أخبرني علي بن محمد بن حاتم، حدثني أبو عبد الله الحسين بن محمد بن يحيى العلوي بالمدينة، عن أبيه، عن جده، عن علي بن أبي طالب رضوان الله عليه قال بينما النبي صلى الله عليه وسلم في مجلسه يحدث الناس بالثواب والعقاب والجنة والنار والبعث والنشور إذ أقبل أعرابي من بني سليم....".

تخریج روایت کے بعد آپ لکھتے ہیں:

---

[1] الكشف الحثيث: ١/ ٢٤١، رقم: ٧٠٧، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية - بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

[2] البدر المنير: ٩/ ٢٠١، ت: مصطفى أبو الغيط و عبدالله بن سليمان وياسر بن كمال، دار الهجرة- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤٢٥هـ

[3] تاريخ دمشق: ٤/ ٣٨١، ت: عمر بن غرامة، دار الفكر - بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

”هذا حديث غريب، وفيه من يجهل حاله، وإسناده غير متصل....“.

یہ غریب حدیث ہے، اس میں مجہول راوی ہیں، سند متصل نہیں ہے ...“۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت لاکر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تاریخ دمشق کی سند میں موجود راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسی یعرف بابن الجندی (المتوفی ۳۹۶ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وكان يضعف في روايته، ويطعن عليه في مذهبه، سألت الأزْهَرِي عن ابن الجُنْدِي، فقال: ليس بشيء، وقال لي الأزْهَرِي أيضا: حضرت ابن الجُنْدِي وهو يقرأ عليه كتاب ”ديوان الأنواع“ الذي جمعه، فقال لي أبو عبد الله ابن الآبْنُوسِي: ليس هذا سماعه، وإنما رأى نسخة على ترجمتها اسم وافق اسمه فادعى ذلك ..... قال العَتِيْقِي كان يرمى بالتشيع، وكانت له أصول حسان“[1].

ان کی روایات میں ”تضعیف“ کی گئی ہے، اور ان کے مذہب میں بھی طعن کیا گیا ہے، میں نے اَزْہَرِی سے ابن جُنْدِی کے بارے میں پوچھا، آپ نے ابن جُنْدِی کو ”لیس بشیء“ کہا، اور اَزْہَرِی نے مجھے یہ بھی کہا کہ میں ابن جُنْدِی کے پاس گیا تو ان پر ان کا مجموعہ ”دیوان الانواع“ پڑھا جا رہا تھا، جس کے بارے میں ابو عبد اللہ ابن آبْنُوسی نے مجھے بتایا کہ یہ ان کی اپنی سماعت نہیں ہے، بلکہ ابن جُنْدِی نے اپنے نام کے موافق ایک نسخہ دیکھا تو دعوی کر دیا کہ یہ اس کا نسخہ ہے... عَتِیقِی کا کہنا ہے کہ ابن جُنْدِی تشیع سے متہم ہے، اور اس کے اچھے اصول ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: ٦/ ٢٤٤، رقم:٢٢٣٤،ت: بشّار عوّاد، دار الغرب الإسلامي ـ بيروت، الطبعة الأولي: ١٤٢٢هـ.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[1] میں ابن جُندِی کے بارے میں حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "لسان المیزان"[2] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وقال العَتِيْقِي كان يرمي بالتشيع، وأورد ابن الجوزي في الموضوعات في فضل عَلِيٍّ حديثا بسند رجاله ثقات إلا الجندي فقال: هذا موضوع ولا يتعدي الجندي [كذا في الأصل]".

عَتِیقی کا کہنا ہے کہ ابن جُندِی تشیع سے متہم ہے، نیز حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات" میں ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل کی ہے جس میں جُندِی کے علاوہ سب ثقہ راوی ہیں، چنانچہ حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (نقل روایت کے بعد) فرماتے ہیں کہ یہ روایت من گھڑت ہے (جس میں وضع کی تہمت) جُندِی سے تجاوز نہیں کرتی۔

اس کے بعد حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں۔

تحقیق کا خلاصہ اور روایت کا حکم

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت (بطریق عمر رضی اللہ عنہ) میں سُلَمِی کو "ذمہ دار" قرار دیا ہے، موصوف کے کلام پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] ميزان الاعتدال: أحمد بن محمد بن عمران، ١/ ١٤٧، رقم: ٥٧٥، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة- بيروت.

[2] لسان الميزان: ١/ ٦٣٩، رقم: ٧٨٩، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية - بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، اسی طرح حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ،حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں روایت کو من گھڑت، باطل کہا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو شدید ضعیف، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے متن وسند کو "لا یصح"، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں غرابت ونکارت پر مشتمل قرار دیا ہے، نیز علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کو ضعیف کہا ہے، اگر ضعیف سے مراد شدید ضعیف ہو (قرینِ قیاس بھی یہی ہے) تو یہ روایت بہر صورت شدید ضعیف ہے، جسے عند الجمہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، اور اگر مراد ضعفِ خفیف ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، تو اس صورت میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ائمہ سابقین (حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابو الوفاء حلبی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ) کے معارض ہے، اور ترجیح فریق اول (جمہور) کو ہے، کیونکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوران کلام فرمایا ہے کہ:

① "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں، اس لئے اس واقعہ کو من گھڑت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ یہ ضعیف ہے"، آپ جان چکے ہیں کہ ائمہ سابقین جزماً روایت کو موضوع، شدید ضعیف فرما رہے ہیں، اور کسی نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا کہ یہ قصہ معجزہ کی حیثیت سے مخدوش ہے، بلکہ بیانِ وضع وضعفِ شدید میں غرابت ونکارت، اسناد ومتن میں سقمِ شدید جیسے امور لکھے ہیں، چنانچہ ان علل کے بیان کے ساتھ بعض نے اسے جزماً باطل، من گھڑت کہا ہے، جبکہ

بعض نے شدید ضعیف کہا ہے، حاصل یہ ہے کہ ان محدثین کے نزدیک مذکورہ امور کی بناء پر روایت کو من گھڑت، شدید ضعیف کہا گیا ہے، اس لئے یہ کہنا کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اس سے بدرجہا بڑھ کر ہیں" اثباتِ روایت کی دلیل نہیں بن سکتا، واللہ اعلم۔

(۲) "اس روایت کی بعض سندیں ایسی ہیں جس میں سُلَمی نہیں ہے، اس لئے سُلَمی کو مدار بنا کر روایت کو من گھڑت کہنا درست نہیں ہے"، جواب یہ ہے جو محدثینِ کرام متنِ روایت کو جزماً من گھڑت فرما رہے ہیں، ان کا قول ان سندوں میں بھی متنِ روایت کے حکم بالوضع میں حجت ہے، خصوصاً "تاریخ دمشق" کی روایت (جس میں سُلَمی نہیں ہے) کی سند میں انقطاع سند، وجہالتِ راویان کی تصریح حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ خود فرما چکے ہیں، (اس خاص تناظر میں کہ محدثین کی ایک جماعت اسے من گھڑت کہہ چکی ہے) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دونوں سندیں لانے کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اعتماد کرنے والے ہیں، نیز "تاریخ دمشق" کی روایت (جس میں سُلَمی نہیں ہے) کی سند بذات خود ایک شدید مجروح راوی احمد بن محمد بن عمران بن موسی یعرف بابن الجُندِی پر مشتمل ہے (ان کے بارے میں کلام گذر چکا ہے) اس لئے یہ سند بذاتِ خود ایک ایسے متن کو ثابت قرار دینے سے قاصر ہے جسے محدثین کی ایک جماعت من گھڑت، شدید ضعیف کہہ چکی ہے، واللہ اعلم۔

واضح رہے کہ "تاریخ دمشق" کے علاوہ سُلَمی سے خالی سند۔ جسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے ۔ یکسر اس زیرِ بحث قصہ سے خالی ہے، جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے۔

تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ روایت بہر صورت ضعفِ شدید پر مشتمل ہے، اور محدثین کی ایک جماعت (حافظ ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے صاف من گھڑت بھی کہا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:(۱۴)

روایت: "الدنيا مزرعة الآخرة". دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

حکم: یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کا معنی درست ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو "إحياء علوم الدين"[۱] میں بلاسند نقل کیا ہے۔

روایت پر کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

موصوف نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے[۲]۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لم أجده بهذا اللفظ مرفوعا، وروى العقيلي في الضعفاء وأبو بكر ابن لال في مكارم الأخلاق من حديث طارق بن أشْيَم: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته ... [الحديث كذا في الأصل] وإسناده ضعيف"[۳].

مجھے یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) نہیں ملی، البتہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعفاء" میں اور حافظ ابن لال رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الاخلاق" میں

---

[۱] إحياء علوم الدين: ٤/ ١٩،بيان أقسام الذنوب بالإضافة إلى صفات العبد، دار االمعرفة – بيروت.

[۲] موضوعات الصغاني: ٦٤، رقم:١٠٦، دار المأمون للتراث ـ بيروت.

[۳] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ٩٩٢،،رقم:٣٦٠٩، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية ـ الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

طارق بن اَشْیَم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: "آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے..."۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"حديث: الدنيا مزرعة الآخرة، لم أقف عليه مع إيراد الغزالي له في الإحياء، وفي الفردوس بلا سند عن ابن عمر مرفوعا: الدنيا قنطرة الآخرة فاعْبُرُوها، ولا تَعْمُرُوها. وفي الضعفاء للعقيلي ومكارم الأخلاق لابن لال من حديث طارق بن أشْيَم رفعه: نعمت الدار الدنيا لمن تزود منها لآخرته، الحديث. وهو عند الحاكم في مستدركه وصححه، لكن تعقبه الذهبي بأنه منكر، قال: وعبد الجبار يعني راويه لا يعرف"[1]۔

حدیث: "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"، میں اس روایت سے واقف نہیں ہوں، جبکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "اِحیاء" میں لکھا ہے، اور "مسند فردوس" میں بلا سند حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو۔ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "ضعفاء" میں اور ابن لال رحمۃ اللہ علیہ نے "مکارم الاخلاق" میں طارق بن اَشْیَم [اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ] کی یہ حدیث نقل کی ہے: "آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے الحدیثَ۔ یہی روایت حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے، لیکن ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منکر کہا ہے، اور کہا ہے کہ سند میں موجود راوی عبدالجبار "غیر معروف" ہے[2]۔

---

[1] المقاصد الحسنة: رقم: ٤٩٧، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[2] مکمل روایت اور حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام یہ ہے:

"عبد الجبار بن وهب مجهول أيضا وحديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني قال: =

دواہم فوائد

① حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں "منکر" کا بظاہر یہ معنی ہے کہ اس روایت کو مرفوعاً بیان کرنا "محفوظ" نہیں ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[1] میں سند میں موجود راوی عبد الجبار بن وہب کے بارے میں لکھا ہے: "معلوم نہیں کہ یہ شخص کون ہے"، اس کے بعد عبد الجبار بن وہب کے بارے میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھا کہ "عبد الجبار بن وہب کی روایات محفوظ نہیں ہیں"۔ اور ذیل میں یہ روایت نقل کرکے حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: "یہ مضمون حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے"[2]، حاصل یہ رہا کہ حافظ عقیلی اور

– حدثنا يحيى بن أيوب المَقَابِري، قال: حدثنا عبد الجبار بن وهب، قال: حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: نعمة الدار الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار الدنيا لمن صرعته عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: أقبح الله أعصانا للرب. هذا يروى عن علي من قوله". كتاب الضعفاء: ٣ / ٨٩، رقم: ١٠٦٠، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: ١٤٠٨ هـ.

[1] "میزان الاعتدال" کی عبارت ملاحظہ ہو:

"عبد الجبار بن وهب شيخ ليحيى بن أيوب المَقَابِري. لا يدرى من هو، قال العقيلي: حديثه غير محفوظ، حدثنا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني، حدثنا يحيى بن أيوب، حدثنا عبد الجبار بن وهب، حدثنا سعد بن طارق، عن أبيه مرفوعا: نعمت الدنيا لمن تزود فيها لآخرته ما يرضى به ربه، وبئست الدار لمن صرعته عن آخرته وقصرت به عن رضا ربه، فإذا قال العبد: قبح الله الدنيا، قالت الدنيا: قبح الله أعصانا للرب. قال العقيلي: هذا يروى من قول علي". ميزان الاعتدال: ٢/٥٣٥، رقم: ٤٧٤٩، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة ـ بيروت.

[2] حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مکمل روایت "تاريخ بغداد" میں اس طرح ہے:

"حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عُمَرَ الْقَوَّاسُ، قَالَ: قُرِئَ عَلَى أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُول، وَأَنَا أَسْمَعُ، قِيلَ لَهُ حَدَّثَكُمْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ، بِمَكَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبَانَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ زَاذَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، قَالَ: كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ فَسَمِعَ رَجُلا يَشْتُمُ الدُّنْيَا وَيُفْحِشُ فِي شَتْمِهَا، قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ: مَا لِي أَسْمَعُكَ تَشْتُمُ الدُّنْيَا وَتُفْحِشُ فِي شَتْمِهَا؟ أَوَلَيْسَ هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، سَامِعِينَ مُطِيعِينَ، فَأَنْشَأَ عَلِيٌّ يَقُولُ: إِنَّ الدُّنْيَا لَمَنْزِلُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارٌ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَعَاقِبَةٌ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، مَنْزِلُ أَحِبَّاءِ اللَّهِ وَمَهْبَطُ وَحْيِهِ، وَمُصَلَّى مَلائِكَتِهِ، وَمَتْجَرُ أَوْلِيَائِهِ، اكْتَسَبُوا الْجَنَّةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْمَغْفِرَةَ، فَذَمَّهَا أَقْوَامٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ، ذَكَّرَتْهُمْ فَذَكَرُوا وَحَدَّثَتْهُمْ –

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت (آخرت کا توشہ حاصل کرنے والے کے لئے، دنیا بہترین ٹھکانہ ہے...) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی حیثیت سے ''محفوظ'' نہیں ہے، بلکہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

(۲) حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے روایتِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ''مسند فردوس'' میں بلاسند مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) موجود ہے، بندہ کو بھی اس کی سند نہیں مل سکی، بلکہ اس قول کو (یعنی: دنیا آخرت کا پل ہے، اسے عبور کرو، آباد مت کرو) حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلية الأولياء''[1] میں یحیی بن معاذ رازی (المتوفی: ۲۵۸ھ) کے اقوال میں ذکر کیا ہے، نیز حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاريخ دمشق''[2] میں اسے حضرت عیسی علیہ السلام کے اقوال میں لکھا ہے، واللہ اعلم۔

اہم نوٹ: عنوان دو اہم فوائد کے تحت مذکور دونوں روایتیں فی الحال اس مقام پر ہمارا موضوع نہیں ہے، اس لئے اجمالی طرز اختیار کیا ہے۔

– فَصَدَقُوا، فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَنَادَتْ بِانْقِطَاعِهَا؟ رَاحَتْ بِفَجِيعَةٍ، وَأَسْكَرَتْ بِعَاقِبَةِ تَخْوِيفٍ وَتَرْهِيبٍ، يَأَيُّهَا الذَّامُّ الدُّنْيَا، الْمُقْبِلُ بِتَغْرِيرِهَا مَتَى اسْتَدْنَتْ إِلَيْكَ، أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ.
أَبِمَضَاجِعِ آبَائِكَ مِنَ الثَّرَى؟ أَوْ بِمَنَازِلِ أُمَّهَاتِكَ مِنَ الْبِلَى، أَمْ بِبَوَاكِرِ الصَّرِيخِ مِنْ إِخْوَانِكَ، أَمْ بِطَوَارِقِ النَّعْيِ مِنْ أَحْبَابِكَ؟ هَلْ رَأَيْتَ إِلا نَاعِيًا مَنْعِيًّا، أَوْ رَأَيْتَ إِلا وَارِثًا مَوْرُوثًا، كَمْ عَلَّلْتَ بِيَدَيْكَ؟ أَمْ كَمْ مَرِضْتَ بِكَفَّيْكَ؟ تَبْتَغِي لَهُ الشِّفَاءَ وَتَسْتَوْصِفُ الأَطِبَّاءَ، لَمْ تَنْفَعْهُ بِشَفَاعَتِكَ، وَلَمْ تَنْجَحْ لَهُ بِطَلَبَتِكَ.
بَلْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَبِمَضْجَعِهِ مَضْجَعَكَ غَدَاةَ لا يُغْنِي عَنْكَ بُكَاؤُكَ، وَلا يَنْفَعُكَ أَحِبَّاؤُكَ، فَهَيْهَاتَ، أَيُّ مَوَاعِظِ الدُّنْيَا لَوْ نَصَتَّ لَهَا؟ وَأَيُّ دَارٍ لَوْ فَهِمَتْ عَنْهَا، وَأَيُّ عَاقِبَةٍ لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا! انْصَرِفْ إِذَا شِئْتَ''. تاريخ بغداد:ت:ترجمة:الْحَسَن بن أبان أَبُو مُحَمَّد البغدادي،۸/۲۳۵، الدكتور بشار عواد معروف،دار الغرب الإسلامي – بيروت،الطبعةالأولى: ۱٤۲۲هـ.

[1] حلية الأولياء: ۱۰/ ۵۳، دارالكتب العلمية – بيروت،الطبعة الأولى: ۱٤۰۹ هـ.

[2] تاريخ دِمشق: ٤۷/ ٤۳۰،ت: عمربن غرامة، دارالفكر ـ بيروت، ط: ۱٤۱۵هـ

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے اس روایت کو ان احادیث میں شمار کیا ہے جن کی ان کو سند نہیں ملی[1]۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد بن عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاؤقجی رحمۃ اللہ علیہ علامہ محمد بن محمد درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ان حضرات محدثین کرام نے حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[2]، [3]، [4]، [5]۔

روایت کا حکم

ان تمام محدثین کرام کی تصریح کے مطابق یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---
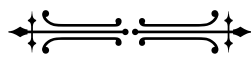
[1] طبقات الشافعية الكبرى: ٦/ ٣٥٦، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دارإحياء الكتب العربية —القاهرة، الطبعة الثانية: ١٤١٣هـ.

[2] المصنوع:١/ ١٠١، رقم: ١٣٥، ت: شيخ أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية ـ حلب.

[3] الجد الحثيث في بيان ليس بحديث: رقم: ١٦٩، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم ـ بيروت.

[4] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١ /٨٢، رقم:٢٠٤، ت: فواز أحمد زمرلي،دار البشائر الإسلامية — بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٥ هـ.

[5] أسنى المطالب:رقم: ٦٨٠، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤١٨ هـ.

روایت نمبر:⑮

روایت: ”تخلّقوا بأخلاق الله“. اللہ کے اخلاق اپناؤ۔

حکم: باطل ہے، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت کے بعض مصادر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ[1]، حافظ ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے یہ روایت بلاسند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”...ورَوَوْا في ذلك أثرا باطلا: ”تخلّقوا بأخلاق الله““[4].

”... اور ان لوگوں میں سے بعض افراد نے اس بارے میں (پہلے سے ایک بات چل رہی ہے) ایک باطل روایت گھڑ رکھی ہے کہ ”اللہ کے اخلاق اپناؤ“۔

روایت کا حکم

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت ”باطل“ ہے، اس لئے یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] تفسير الفخر الرازي: سورة آل عمران، ۳۹۷/۹، دار إحياء التراث العربي ـ بيروت.

[2] الفتاوى الحديثية: ص: ۲۰۸، دار الفكر ـ بيروت.

[3] إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري: باب قَولِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلا} [النساء:١٦٥]، ٢٤١/٥، المطبعة الكبرى الأميرية – مصر.

[4] مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين: ۱۸۰/۳، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیۃ الأولیاء“[1] میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول تخریج کیا ہے جو زیرِ بحث روایت کے مشابہ ہے، اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ حضرات اکابر میں سے کسی کا قول ہے، قول ملاحظہ ہو:

”معاشرة العارف كمعاشرة الله، يتحَمَّلُك ويَحلُمُ عنك، تخلقا بأخلاق الله الجميلة“. اللہ کے خوبصورت اخلاق اپناتے ہوئے، عارف کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ، اللہ کا بندوں کے ساتھ برتاؤ کی مانند ہوتا ہے، وہ آپ کی جانب سے پیش آمدہ تکالیف برداشت کرتا ہے، اور درگذر سے کام لیتا ہے۔
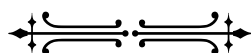
[1] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۳۵۱/۹، دارالكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۹هـ.

روایت نمبر:(۱۶)

روایت: کھانے کے بعد کی دعا: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين".

یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظِ ""من"" کی زیادتی مصادر اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: "... وجعلنا مسلمين ". ہے، ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مصادر

واضح رہے کہ یہ دعا لفظِ ""من ""کی زیادتی کے ساتھ علامہ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے" کنز العمال "[1] میں لکھی ہے، اور ذیل میں "مسند احمد"، "سنن اربعہ" اور "ضیاء " کا حوالہ دیا ہے، البتہ ان تمام کتابوں میں یہ دعا لفظِ ""من " کی زیادتی کے بغیر یعنی: "... وَجَعَلَنَا مُسلمين ". کے الفاظ سے ہے، دیکھئے:

مسند أحمد: رقم: مسند أبي سعيد الخدري،٣٧٥/١٧، رقم: ١١٢٧٦، مؤسسة الرسالة ـ بيروت.

سنن الترمذي:كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ٥٠٨/٥، رقم:٣٤٥٧، دار إحياء التراث العربي ـ بيروت.

سنن أبي داود: كتاب الأطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، ٤/ ١٢٠، رقم: ٣٨٥٠، دار ابن حزم ـ بيروت.

سنن النسائي: ١١٦/٧،رقم: ١٠٠٤٧، مؤسسة الرسالة ـ بيروت.

سنن ابن ماجه: كتاب الأطعمة، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ١٠٩٢/٢، رقم:٣٢٨٣،دار الفكر ـ بيروت.

---

[1] كنز العمال:١٠٤/٧،رقم:١٨١٧٩، مؤسسة الرسالة – بيروت، الطبعة الخامسة: ١٤٠٥هـ .

حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''احادیث مختارہ ''میں مجھے یہ روایت نہیں مل سکی۔

یہ بھی واضح رہے کہ حافظ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف ''کنز العمال ''میں یہ روایت ''الجامع الصغیر للسیوطي ''[1] سے لی ہے (تفصیل جاننے کے لئے ''کنزالعمال '' کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں)،اور اس ''جامع صغیر''میں بھی یہ دعا لفظِ ''من''کی زیادتی کے بغیر یعنی: ''... وجَعَلَنا مُسلمین ''. کے الفاظ سے ہے،نیز ''جامع صغیر '' کی دو شروح ''فیض القدیر''[2] اور ''التیسیر''[3] میں یہ دعا لفظِ ''من ''کی زیادتی کے بغیر ہے۔

سابقہ ذکر کردہ مصادر اصلیہ (یعنی وہ محدثین جو اپنی سند متصل سے روایت نقل کرتے ہیں) کے علاوہ بہت سے محدثین نے یہ روایت اپنی اپنی سندوں سے تخریج کی ہے،اور کہیں بھی یہ دعا لفظِ ''من''کی زیادتی کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ لفظِ ''من '' کے بغیر ہی ہے،چند کے نام ملاحظہ ہوں:

''مسند عبد بن حمید''،''المصنف لابن أبي شیبة''،''شعب الإیمان''، ''کتاب الدعاء للطبراني''۔

تحقیق کا حاصل

حاصل یہ ہے کہ سابقہ تفصیلات کی روشنی میں یہی قرین قیاس ہے کہ یہ دعا لفظِ ''من''کی زیادتی کے بغیر ہے،یعنی ''الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین''.

نوٹ: ''کنز العمال''کے علاوہ حافظ محمد بن سلیمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۰۹۴ھ)

---

[1] الجامع الصغیر: ص: ٤١٩، رقم: ٦٧٥٦، دار الکتب العلمیة —بیروت، ط: ١٤٢٥ھـ.

[2] فیض القدیر: ١٥١/٥، رقم: ٦٧٥٦، دارالمعرفة - بیروت، الطبعة الثانیة: ١٣٩١ھـ.

[3] التیسیر: حرف الکاف، ٤٩٧/٢، مکتبة الإمام الشافعي - الریاض، ط: ١٤٠٨ھـ.

کی کتاب ”جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد“ کا ایک نسخہ جو مولانا محمد طارق سہارنپوری صاحب کی تحقیق کے ساتھ سہارنپور سے شائع ہوا ہے اس میں لفظِ ”من“ کی زیادتی کے ساتھ یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“ موجود ہے[1]، جبکہ ”جمع الفوائد“ کا ایک دوسرا نسخہ جو ابو علی سلیمان بن دریع کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں یہ دعا لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر بحوالہ ”سنن ترمذی“ منقول ہے[2]، حالانکہ آپ جان چکے ہیں کہ ”سنن ترمذی“ اور ”سنن ابوداؤد“ میں یہ لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔ نیز ”جمع الفوائد“ کے ماخوذ منہ مصدر ”جامع الأصول لابن الأثیر“[3] میں بھی یہ دعا بحوالہ ”سنن ترمذی“، ”سنن ابوداؤد“، لفظِ ”من“ کی زیادتی کے بغیر ہے۔
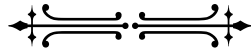
[1] جمع الفوائد: ۷/ ۳۸۲، رقم: ۷۸۸۱، ت: طارق السهارنفوري، طبع في سهارنفور.
[2] جمع الفوائد: كتاب الأذكار، ٤/ ٨٩،ت: أبو علي سليمان بن دريع، دار ابن حزم- بيروت،ط:١٤١٨هـ
[3] جامع الأصول: ٤/ ٣٠٦، ت: عبد القادر الأرنؤوط، مكتبة دار البيان- بيروت، ط:١٣٩٢ هـ.

روایت نمبر: (۱۷)

وضوء کے بعد: "إنا أنزلناه فی لیلة القدر" پڑھنے کے مختلف فضائل

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت: "من قرأ في إثر وضوئه: إنا أنزلناه في ليلة القدر. مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كان في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء".

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: "إنا أنزلناه في ليلة القدر" ایک مرتبہ پڑھے گا، وہ صدیقین میں شمار ہو گا، اور جو دو مرتبہ پڑھ لے، اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھ لے، اللہ تعالی نبیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔

اس حدیث کی تحقیق چار (۴) اجزاء پر مشتمل ہے:

1. روایت کا مصدرِ اصلی
2. روایت کے بارے میں ائمہ حدیث کا کلام
3. ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم
4. اہم نوٹ

روایت کا مصدر

یہ روایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کی "مسند الفردوس" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (آپ ﷺ کا قول) مروی ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الحاوي للفتاوي"[1] میں لکھتے ہیں:

[1] الحاوي للفتاوى: كتاب الطهارة، ۱/ ۳۳۹، دارالكتب العلمية – بيروت، ط:۱٤۰۷ هـ.

”روى الديلمي في مسند الفردوس من طريق أبي عبيدة، عن الحسن، عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قرأ في أثر[1] وضوئه إنا أنزلناه في ليلة القدر مرة واحدة كان من الصديقين، ومن قرأها مرتين كتب في ديوان الشهداء، ومن قرأها ثلاثا حشره الله محشر الأنبياء. وأبو عبيدة مجهول“.

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ” إنا أنزلناه في ليلة القدر “ ایک مرتبہ پڑھے گا، وہ صدیقین میں شمار ہوگا، اور جو دو مرتبہ پڑھ لے، اسے شہداء کی فہرست میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھ لے، اللہ تعالیٰ نبیوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے۔ اس سند میں ابو عبید مجہول راوی ہے۔

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”الفتاوى الفقهية الكبرى“[2] میں مذکورہ روایت نقل کر کے لکھا ہے: ”رواه الديلمي وفي سنده مجهول“. یہ روایت دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے، اور اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

فائدہ:

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۸۹۴ھ) نے ”نزهة المجالس“[3] میں یہ حدیث نقل کی ہے، لیکن فضیلت مختلف ہے، موصوف رقمطراز ہیں:

” وأن يقرأ أيضا إنا أنزلناه في ليلة القدر“ لما ورد في الحديث: من قرأ إنا أنزلناه في ليلة القدر عقب وضوئه غفر له ذنوب أربعين سنة “.

ترجمہ: وضوء کرنے والا ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھے، کیونکہ حدیث

---

[1] أثَر و إثْر كلاهما يستعمل.

[2] الفتاوى الفقهية الكبرى: باب الوضوء، ۱/ ۵۹، دار الفكر – بيروت.

[3] نزهة المجالس: باب فضل الصلوات ليلا ونها را ومتعلقاتها، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية – الهند، ط: ۱۲۸۳ھـ.

میں ہے: جو شخص وضوء کے بعد: ”إنا أنزلناه في ليلة القدر“ پڑھ لے تو اس کے چالیس (۴۰) برس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ”كنز العمال“[1] میں بھی بحوالہ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ یہ روایت نقل کی ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

۱- امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ”المقاصد الحسنة“[2] میں لکھتے ہیں:

”وكذا قراءة سورة ”إنا أنزلناه“ عقب الوضوء لا أصل له، وإن رأيت في المقدمة المنسوبة للإمام أبي الليث من الحنفية إيراده مما الظاهر إدخاله فيها من غيره، وهو أيضا مفوت سننه[كذا في الأصل]“.

اسی طرح وضوء کے بعد سورۂ ”إنا أنزلناه“ کی بھی کوئی اصل نہیں، اگرچہ وضوء کے بعد کا یہ عمل میں نے امام ابو اللیث حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب مقدمہ میں بھی پایا ہے[3]، بظاہر مقدمہ میں یہ کسی دوسرے نے داخل کر دی ہے، نیز اس کا پڑھنا سننِ وضوء کو فوت کرنے والا ہے[4]۔

---

[1] كنز العمال: كتاب الطهارة، ۹/ ۲۹۹، رقم: ۲۶۰۹، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ۱٤۰۱هـ.

[2] المقاصد الحسنة: رقم: ۱۱٦۲، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، ط: ۱٤۰٥هـ.

[3] علامہ محمد بن عمر سفیری (المتوفی ۹۵۶ھ) نے ”المجالس الوعظية في شرح أحاديث خير البرية“ میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ روایت بلا سند ان الفاظ سے بھی نقل کی ہے: ”روي عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: من قرأ سورة إنا أنزلناه في ليلة القدر على أثر الوضوء مرة واحدة، أعطاه الله تعالى ثواب خمسين سنه، صيام نهارها وقيام ليلها، ومن قرأها مرتين أعطاه الله تعالى ما أعطاه الخليل والكليم والحبيب والرفيع، ومن قرأها ثلاث مرات يفتح الله تعالى له ثمانية أبواب الجنة فيدخلها من أي باب شاء بلا حساب ولا عذاب“.(۲/ ۳۹۰، ت: أحمد فتحي عبد الرحمن، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۲٥هـ).

[4] ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ”تفویتِ سنت“ پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”وأما قوله: وهو مفوت سنته، أي: سنة الوضوء، ففيه أن الوضوء ليس له سنة مستقلة كما حققه الغزالي، وإنما يستحب أن يصلي بعد كل وضوء،

فائدہ: امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ وضوء کے بعد ”إنا أنزلناه“ میں مشغول ہونا مسنون عمل کو فوت کرتا ہے، بظاہر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں وضوء کے بعد کے اس مسنون عمل کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جو شخص اچھی طرح وضوء کرے، پھر یہ دعا پڑھے: ”أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، اللهم اجعلني من التوّابين واجعلني من المتطهّرين“. اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے [1]۔

۲- اسماعیل بن محمد عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے ”کشف الخفاء“ [2] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

(۳) علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

آپ نے ”النُخْبَة البَهِيَّة“ [3] میں اسے ”لا أصل“ کہا ہے۔

۴- علامہ ابو المحاسن قاوقجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

موصوف نے ”اللؤلؤ المرصوع“ [4] میں پہلے کسی کی جانب سے

ولم يشرط أحد فوريتها بعده فلا ينافي قراءة سورة وغيرها عقيب الوضوء قبل الصلاة، نعم قيل: الأولى أن يصلي قبل أن تنشف أعضاء وضوئه والله أعلم“.

الأسرار المرفوعة: ص: ٣٤٠، رقم: ٥١٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي — بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[1] سنن الترمذي: باب فيما يقال بعد الوضوء، ١/ ٧٨، رقم: ٥٥، ت: أحمد شاكر، دار إحياء التراث العربي — بيروت.

[2] كشف الخفاء: ٢/ ٣١٩، رقم: ٢٥٦٦، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث — بيروت، ط: ١٤٢١ هـ

[3] النخبة البهية: ص: ١١٩، رقم: ٣٦١، ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي — بيروت، ط: ١٤٠٩ هـ.

[4] اللؤلؤ المرصوع: ص: ١٩٦، رقم: ٦١١، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية — بيروت، ط: ١٤١٥ هـ.

تفویتِ سنت کا قول نقل کیا، پھر لکھتے ہیں:

"... لكن حديث قراءة إنا أنزلناه ذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي، وهو إمام جليل، وكذا ذكره غيره من علمائنا".

"... لیکن وضوء کے بعد "اناانزلناہ" پڑھنے کی روایت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، ان کے علاوہ بھی ہمارے علماء نے اس کو ذکر کیا ہے"۔

۵- ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

آپ "الأسرار المرفوعة"[1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وأراد أنه لا أصل له في المرفوع، وإلا فقدذكره الفقيه أبو الليث السمرقندي وهو إمام جليل ...".

"امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول: "لا أصل له" سے مراد یہ ہے کہ اس روایت کی مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایتوں میں کوئی اصل نہیں، اگر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا یہ معنی نہ لیا جائے تو [امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام درست نہیں ہو گا، کیونکہ] فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ذکر کیا ہے، اور وہ ایک بڑے امام ہیں، [چنانچہ اسے مطلقاً بے اصل کہنا مراد نہیں ہے، بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے] ..."۔

۶- علامہ غزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ غَزّی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[2] میں لکھتے ہیں: "لا أصل لها وإن أورد ذلك في المقدمة المنسوبة لأبي الليث". یہ بے اصل روایت

---

[1] الأسرار المرفوعة: ص: ٣٤٠، رقم: ٥١٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.
[2] الجد الحثيث: ١/ ٢٣٤، رقم: ٥٣٠، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم – بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

ہے، اگرچہ ابو اللیث کی جانب منسوب مقدمہ میں موجود ہے۔

۷- علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۲۳۱ھ)، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرکے لکھتے ہیں: " ولفظه يدل على وضعه"[1]. روایت کے الفاظ اس کے من گھڑت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ابتداء میں گذر چکے ہیں، یعنی آپ دونوں نے سند میں ایک راوی کو مجہول قرار دیا ہے، اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق وہ راوی ابو عبید ہے۔

ائمہ حدیث کے اقوال کا خلاصہ اور روایت کا حکم

آپ دیکھ چکے ہیں کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت میں علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ غزِّی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان سب علماء نے اس حدیث کو بے اصل کہا ہے، اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقع پر بے اصل کہنے سے یہ مراد ہے کہ یہ روایت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً ثابت نہیں ہے، جیساکہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے، بلکہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے من گھڑت ہونے کی بھی تصریح کر دی ہے۔

ان تمام ائمہ کی تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مذکورہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس روایت کا انتساب درست نہیں ہے[2]۔

---

[1] حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: كتاب الطهارة، ص:۷۹، ت: محمد عبد العزيز الخالدي، دار الكتب العلمية –بيروت، ط:۱٤۱۷ هـ.

[2] **اہم فائدہ:** بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے، سورۂ انا انزلناہ کے فضائل پر مشتمل، ایک دوسرا طریق ملا، جسے حافظ

نوٹ: واضح رہے کہ یہ تفصیل صرف اس حیثیت سے تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اس روایت کو بیان کرنا شرعاً کیا مقام رکھتا ہے؟ آپ جان چکے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے، لیکن بعض فقہاء خصوصاً شوافع علیہم الرحمہ نے اپنی فقہی کتب میں وضوء کے بعد اس عمل کو مستحب کہا ہے، احناف میں بھی بعض نے اسے مستحب لکھا ہے، جیسے فقیہ ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب سے قطع نظر فقہی حیثیت سے وضوء کے بعد اس دعا کے پڑھنے کی کیا حیثیت ہے؟ یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے، کیونکہ ہم نے یہاں صرف انتساب بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے کلام کیا ہے، حاصل یہ ہے کہ اس دعا کی فقہی حیثیت کے بارے میں فقہاء کرام سے رجوع فرمالیں۔
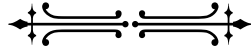
ابن عرّاق رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزيه الشريعه" میں ذکر کیا ہے، اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں حسن بن علی ابو سعید عَدَوِی ہے، اور یہ کذاب ہے، واضح رہے کہ اس طریق کا متن بہت مفصل ہے، البتہ ہماری خاص اس روایت سے متعلق جزء یہ ہے: "... فإن من قرأها إذا توضأ للصلاة كتب له عبادة ألف ألف سنة صيام نهارها وقيام ليلها...". ...جو شخص اس سورت کو نماز کے لئے کیے جانے والے وضوء کے بعد پڑھے گا، اس کے لئے دس لاکھ سال دن میں روزے اور رات میں نماز کی عبادت کا اجر لکھا جائے گا..."۔ (۱/ ۳۰۳، دار الكتب العلمية — بيروت)

روایت نمبر:(۱۸)

"سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے:
اے اللہ! امت محمدیہ پر رحمت عامہ فرما"۔

حکم: من گھڑت

روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:" أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة." ترجمہ: سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: "اے اللہ! امتِ محمدیہ پر رحمت عامہ فرما"۔

روایت کا مصدر

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "الضعفاء الكبير"[1] میں "عبد الرحمن بن یحیی بن سعید" کے ترجمہ میں مذکورہ روایت تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدثناه عبد الله بن أحمد بن موسى الأهْوَازِي، قال: حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب الخوارزمي، قال: حدثنا عمرو بن محمد من ولد الحسن بن أبي الحسن وأثنى عليه خيرا، قال: حدثنا عبد الر حمن بن يحيى، عن سعيد الأنصاري[كذا في الأصل]، عن أبيه[كذا في الأصل]، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من دعاء أحب إلى الله من قول العبد: اللهم اغفر لأمة محمد رحمة عامة ...".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] الضعفاء الكبير: ۲/ ۳۵۰، رقم: ۹۵۳، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۸هـ.

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ روایت کے بعد اس کی ایک دوسری سند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حدثنا محمد بن هارون الأنصاري، قال: حدثنا علي بن الحسين بن إشْكَاب، قال: حدثنا عمرو بن محمد البصري، قال: حدثنا عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله، وفي هذا رواية من غير هذا الوجه أيضا تقارب هذه الرواية في الضعف".

اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ دعاء یہ ہے کہ بندہ کہے: اے اللہ! امت محمدیہ ﷺ پر رحمتِ عام فرما۔

روایت کے دیگر مصادر

یہ روایت حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد"[1] میں، حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے "الكامل في الضعفاء"[2] میں، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ"[3] میں تخریج کی ہے، چاروں سندیں "عمرو بن محمد اعسم بصری" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

اہم نوٹ

واضح رہے کہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند کی طرح، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں، البتہ حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک دوسری سند، نیز خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کی سندوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا راوی ابو سلمہ ہے۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے متن میں روایت کے ابتدائی الفاظ "اللّٰهم اغفر" ہیں، جبکہ ذکر کردہ دیگر تمام کتابوں میں "اللّٰهم ارحم" کے الفاظ ہیں۔

---

[1] تاريخ بغداد: إبراهيم بن محمد أبو القاسم الصائغ، ٧/ ٩٠،رقم:٣١٥٥، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] الكامل في الضعفاء: عبدالرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، ٥/ ٥٠٦، رقم: ١١٤٢، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: ١٣٩٢هـ .

[3] انظر ذيل اللالي:ص:٤١٣، رقم: ٧٨٣، ت: زياد النقشبندي، دار ابن حزم – بيروت، ط: ١٤٣٢ هـ .
حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة".

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "المجروحین"[1] میں "عمرو بن محمد" کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ محدثین کے نام گھڑتا ہے، اس کے بعد مذکورہ روایت اور عمرو بن محمد سے مروی دوسری روایات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وهذه الأحاديث كلها موضوعة، لا أصول لها من حديث الثقات، وما أعلم أني سمعت بذكر عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد إلا في هذا الحديث، وكأنه وضعه...".

"یہ تمام کی تمام روایات من گھڑت ہیں، ثقہ راویوں کی احادیث میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، میں نے عبد الرحمن بن یحیی بن سعید کا ذکر اسی حدیث (یعنی اے اللہ! امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتِ عام فرما) میں سنا ہے، گویا کہ عمرو بن محمد نے اس عبد الرحمن بن یحیی بن سعید (کے نام) کو ایجاد کیا ہے ...".

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "أطراف الغرائب والأفراد"[2] میں عمرو بن محمد الاعسم کو عبد الرحمن سے، اس روایت کے نقل کرنے میں متفرد قرار دیا ہے۔

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "فيه عمرو بن محمد بن الأعشم كذاب"[3]. اس روایت کی سند میں عمرو بن محمد بن اعشم کذاب ہے۔

---

[1] المجروحين: ٣/ ٧٥، ت: محمود ابراهيم زايد، دار المعرفة - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.
[2] أطراف الغرائب والأفراد: ٢/ ٢٨٠، رقم: ٥١٣٥، ت: جابر بن عبدالله السريع، ط: ١٤٢٨هـ.
[3] تذكرة الموضوعات: ص: ٧٤، كتب خانة مجيدية - ملتان.

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ ہی" ذخیرة الحفاظ "[1] میں مذکورہ روایت لکھنے بعد فرماتے ہیں:

"وهذا منكر، ويرويه عنه عمرو بن محمد بن الحسن البصري، وهو يعرف بالوضع ". یہ روایت منکر ہے، اور اسے عبد الرحمن بن سعید سے عمرو بن محمد نقل کرتا ہے، جو وضعِ حدیث میں معروف ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ميزان الاعتدال "[2] میں عبد الرحمن کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیرِ بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: "كأنه موضوع...". گویا کہ یہ روایت من گھڑت ہے..."۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[3]۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو بسند حاکم رحمۃ اللہ علیہ "ذيل اللآلي "[4] میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قال الحاكم: عمرو الأعسم روى عن عبدالرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري، عن أبيه أحاديث موضوعة، قال: لا أعلم لعبد الرحمن هذا

---

[1] ذخيرة الحفاظ: ٢١٠٦/٤، رقم: ٤٨٧٤، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف-الرياض، ط: ١٤١٦هـ.

[2] ميزان الاعتدال: ٥٩٧/٢، رقم: ٥٠٠١، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة-بيروت.

[3] لسان الميزان: ٥/ ١٤٦، رقم: ٤٧١٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دار البشائر الإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "أخرجه العقيلي عن عبدان، عن عبد الوهاب وعن محمد بن هارون، عن ابن إشكاب مثله، لكن قال أحدهما: عن سعيد والآخر: عن أبي سلمة، بدل سعيد، فالله أعلم. قال العقيلي: وفي الباب رواية من غير هذا الوجه تقاربه في الضعف، وأخرجه ابن عدي من رواية ابن إشكاب وقال: لعبد الرحمن غير ما ذكرت يرويه عنه عمرو بن محمد – وكان يعرف بالزمن – وهي أحاديث مناكير".

[4] ذيل اللالي: ص: ٤١٣، رقم: ٧٨٣، ت: زياد النقشبندي، دار ابن حزم – بيروت، ط: ١٤٣٢هـ.

راويا غيره، وكذا قال أبو نعيم".

حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو اعسم، عبدالرحمن عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، (حاکم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں) میں عبد الرحمن سے نقل کرنے والوں میں عمرو اعسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"من حديث أبي هريرة، وفيه عمر بن الأعسم [كذا في الأصل]".

یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس روایت میں عمر بن الاعسم ہے۔

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فيه راوي الموضوعات"[2]. اس میں ایک راوی ہے جو من گھڑت روایت نقل کرتا ہے۔

ذیل میں سند میں موجود دو راویوں عمرو بن محمد بن اعسم اور عبد الرحمن بن یحیی کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کا کلام ملاحظہ کر لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

---

[1] تنزيه الشريعة: الفصل الثالث، ٢/ ٣٣٦،رقم:٦٥ ،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت،ط:١٩٨١هـ.

[2] تذكرة الموضوعات: ص: ٥٨ ، كتب خانة مجيدية– ملتان.

راویوں پر ائمہ کا کلام

عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”يحدث عن أبيه بالمناكير“[1].
عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری اپنے والد سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کی ہے۔

حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”مجهول بالنقل، لا يقيم الحديث“.
عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری ”مجہول بالنقل“ اور ”لا یقیم الحدیث“ ہے۔ اس کے بعد حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے زیرِ بحث روایت تخریج کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ”ميزان الاعتدال“[2] میں لکھتے ہیں: ”لا يعرف، وله رواية عن أبيه“. عبد الرحمن معروف نہیں ہے، اور اس کی اپنے والد سے روایت ہے۔

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس عبد الرحمن کے بارے میں حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اور زیرِ بحث روایت لا کر فرماتے ہیں: ”كأنه موضوع...“. گویا کہ یہ روایت من گھڑت ہے...“۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[3]۔

عمرو بن محمد بن حسن الزَمِن البصری المعروف بالاَعْسَم

حافظ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: ”منكر الحديث“[4].

---

[1] الكامل في ضعفاء الرجال:٥/٥٠٦، رقم: ١١٤٢،ت: عادل أحمد عبدالموجود، دار الكتب العلمية– بيروت، الطبعة الأولى: ١٣٩٢هـ .

[2] ميزان الاعتدال:٢/٥٩٧، رقم: ٥٠٠١،ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت .

[3] لسان الميزان:٥/ ١٤٦، رقم:٤٧١٤ ، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[4] الضعفاء والمتروكين:٢/ ٢٣١، رقم: ٢٥٨٩، ت: عبدالله قاضي، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شیخ یروي عن الثقات المناکیر، وعن الضعفاء الأشیاء التي لا تعرف من حدیثھم، ویضع أسامي للمحدثین، لا یجوز الاحتجاج به بحال..."[۱]۔

"یہ شیخ، ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور ضعفاء سے ایسی چیزیں نقل کرتا ہے جو ان کی روایات میں معروف نہیں ہوتیں، محدثین کے نام وضع کرتا ہے، اس سے کسی صورت احتجاج درست نہیں ہے ..."۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ساقط الحدیث روی أحادیث موضوعة عن قوم لا یوجد في حدیثھم منھا شيء، وروی عن عبد الرحمن بن یحیی بن سعید الأنصاري، عن أبیه أحادیث موضوعة، قال: ولا أعلم لعبد الرحمن ھذا راویا غیره، وکذا قال أبو نعیم"[۲]۔

یہ ساقط الحدیث ہے، اور ایسے لوگوں سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے جن کی حدیثوں میں اس کی نقل کردہ روایات موجود ہی نہیں، نیز عبد الرحمن بن یحیی عن ابیہ کی سند سے من گھڑت روایت نقل کرتا ہے، میں عبد الرحمن سے نقل

[۱] المجروحین: ۳/ ۷۵، ت: محمود ابراھیم زاید، دار المعرفة- بیروت، ط:۱٤۱۲ھـ.

[۲] لسان المیزان: عمرو بن محمد الأعسم، ٦/ ۲۲٦، رقم: ۵۸۳۷، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامیة-بیروت، الطبعة الأولی: ۱٤۲۳ھـ.

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں کہ اس کلام سے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس عبد الرحمن نامی راوی کا وجود نہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"قلت: ھذا یوھم أن عبد الرحمن لا وجود له، اختلق اسمه الأعسم ولیس کذلك، فقد تقدم في ترجمته [٤۷۱٤] أن غیر الأعسم روی عنه".

بندہ نے "لسان المیزان "(رقم:٤۷۱٤) میں موجود عبد الرحمن بن یحیی بن سعید انصاری کے ترجمہ کو دیکھا، لیکن اس اعسم کے علاوہ کسی دوسرے راوی کا نام نہیں ملا جس نے عبد الرحمن سے کوئی روایت نقل کی ہو، واللہ اعلم۔

کرنے والوں میں عمرو اعسم کے علاوہ کسی اور کو نہیں جانتا، اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے۔

حافظ نَقّاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "روى أحاديث موضوعة"[1]. یہ من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔

عمرو بن محمد کے بارے میں حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ[2]، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ[3]، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ[4] اور علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ[5] نے مذکورہ بالا ائمہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت، شدید ضعیف کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] لسان الميزان:٦/ ٢٢٦، رقم: ٥٨٣٧،ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[2] الضعفاء والمتروكين: ٢/ ٢٣١،رقم: ٢٥٨٩، ت: عبد الله القاضي، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٤٠٦هـ.

[3] ميزان الاعتدال: ٣/ ٢٨٦، رقم: ٦٤٤١، ت: علي محمد البجاوي، دار المعرفة– بيروت.

[4] لسان الميزان: ٦/ ٢٢٦، رقم: ٥١٣٧، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[5] تنزيه الشريعة: حرف العين، ١/ ٩٤، رقم: ٣٦٢ ،ت: عبد الله الصديق الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت،ط: ١٩٨١هـ.

روایت نمبر:(۱۹)

روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

حکم: من گھڑت

روایت کا مصدر

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "ذیل اللآلي"[۱] میں حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"أنبانا أبوالعلابن عمان، عن أبي محمد جعفر بن أبي محمد الأبْهَرِي، عن محمد بن عبدالله النساوي، عن أبي عبدالله بن منان بن محمد المعروف بالأخوين، عن عبد الله بن محمد بن أحمد بن نوح، عن علي بن يونس الزاهد، عن علي بن عثمان بن الخطاب المغربي، عن علي بن أبي طالب مرفوعا: ما من مؤمن ولا مؤمنة يقرأ آية الكرسى ويجعل ثوابها لأهل القبور، إلا لم يبق على وجه الأرض قبر إلا أدخل الله فيه نورا، و وسع قبره إلى المغرب، وكتب للقبر ثواب سبعين شهيدا الحديث بطوله".

ترجمہ: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا، اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰)

[۱] ذيل اللآلي: كتاب الجامع، ص: ۱۹۹، المكتبة الأثرية- شيخوپوره، ط: ۱۳۰۳هـ.

شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔

مذکورہ روایت کو حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفردوس بمأثور الخطاب“[1] میں حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ سے بلاسند اس اضافی عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے: ”وأعطاه الله بكل ملك في السموات عشر حسنات“. اور اللہ اس پڑھنے والے کو آسمان کے ہر فرشتے کے بدلے دس نیکیاں دے گا۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذيل اللآلي“[2] میں مذکورہ روایت کو من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے۔

علامہ ابن عراق

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ ”تنزيه الشريعة المرفوعة“[3] میں فرماتے ہیں: ”... (مي) من حديث علي من طريق علي بن عثمان الأشج“.

مذکورہ روایت میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق ”علی بن عثمان اشج“ نامی راوی موجود ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر ”مشہور کذاب“ کہا ہے، ملاحظہ ہو:

”والبلاء فيه من علي بن عثمان المغربي الأشج المكنى بأبي الدنيا الكذاب المشهور، والله أعلم“[4].

[1] الفردوس بمأثور الخطاب: ٢٨/٤، رقم: ٦٠٨٦، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية–بيروت،ط:١٤٠٦

[2] ذيل اللآلي: كتاب الجامع، ص: ١٩٩، المكتبة الأثرية– شيخوپوره، ط: ١٣٠٣هـ.

[3] تنزيه الشريعة: كتاب فضائل قران، الفصل الثالث، ٣٠١/١، رقم: ٦٤، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[4] تنزيه الشريعة: كتاب العلم، الفصل الثالث، ٢٧٥/١، رقم: ٧٧، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب =

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ رجال کے کلام کی روشنی میں علی بن عثمان کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

ابو الدنیا علی بن عثمان بن خطاب اشج مغربی (المتوفی:۳۲۷ھ)

واضح رہے کہ اکثر کتابوں میں موصوف کا نام عثمان بن خطاب لکھا ہے، لیکن زیرِ بحث سند کی موافقت میں یہاں نام علی بن عثمان لکھا گیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أبو الدنيا الأشج المغربي الذي حدث بعد الثلاثمائة عن عليّ كذاب دجال"[1]. ابو دنیا اشج مغربی جو تین سو سال بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کا دعوی کرتا تھا، جھوٹا، دجال ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "البداية والنهاية"[2] میں ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"... وأما جمهور المحدثين قديما وحديثا فكذبوه في ذلك، وردوا عليه كذبه، ونصوا على أن النسخة التي رواها موضوعة، ومنهم أبو طاهر أحمد بن محمد السِلَفِي، وأشياخنا الذين أدركناهم: جِهْبِذ الوقت شيخ الإسلام أبو العباس ابن تيمية، والجِهْبِذ أبو الحجاج المزي، الحافظ مؤرح الاسلام أبو عبد الله الذهبي ...".

"... قدیم اور موجودہ جمہور محدثین اس کی تکذیب کرتے رہے ہیں اور اس کے جھوٹ کو اسی پر لوٹاتے رہے ہیں، انہوں نے یہ صراحت کی ہے کہ جو نسخہ

= العلمية– بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

[1] المغني في الضعفاء:باب الكنى، ٢/ ٧٨٣، رقم: ٧٤٥١، ت: نور الدين عتر، دار احياءالتراث العربي– بيروت، ط: ١٩٨٧م.

[2] البداية والنهاية:١٥/ ١١١، ت: عبد الله بن عبد المحسن التركي، دار هجر– مصر،ط: ١٤١٧هـ.

یہ روایت کرتا ہے وہ من گھڑت ہے،(جو اس کی تکذیب کرتے ہیں) ان میں ابو طاہر احمد بن محمد سِلَفی اور ہمارے وہ مشائخ جن کا زمانہ ہم نے پایا ہے، جیسے نقّاد شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، نقّاد ابو الحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مؤرخ الاسلام حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ...”۔

حافظ عبد الرحیم عراقی رحمۃ اللہ علیہ ”ذیل میزان الاعتدال“[1] میں فرماتے ہیں:

”كذاب دجال قدم مصر وحدث عن عَليّ، ذكره أبو القاسم ابن الطحان في ذيله على ابن يونس، فقال: قدم من المغرب إلى مصر سنة عشر وثلث مائة، وذكر أنه رأى عَليّ بن أبي طالب ومعاوية وغيرهما، وأنه أتي له من العمر ثلث مائة ونيف“.

یہ کذاب دجال ہے، مصر آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتساب سے روایت بیان کی، ابو القاسم بن طحان نے ابن یونس کی تالیف[2] کے ذیل میں اس کا ذکر کیا ہے، ابو القاسم کہتے ہیں: یہ تین سو دس ہجری میں مغرب سے مصر آیا، اور اس علی بن عثمان کا کہنا ہے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کی عمر تین سو (۳۰۰) سال سے کچھ زائد ہے۔

حافظ ابراہیم بن سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ ”الكشف الحثيث“[3] میں فرماتے ہیں: ”أحد الكذابين“. جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

---

[1] ذيل ميزان الاعتدال: حرف العين، ص: ٣٦١، رقم: ٥٨٩ ت: عبدالقيوم عبدرب النبي، إحياء التراث الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] علامہ ابن یونس کی تالیف جس پر علامہ ابو القاسم نے ذیل لکھی ہے ”تاريخ الغرباء“ کے نام سے موسوم ہے۔

[3] الكشف الحثيث: حرف الراء، ص: ١١٦، رقم: ٢٨٨، ت: صبحي السامرائي، مكتبة النهضة العربية – بيروت، ط: ١٤٠٧هـ.

آگے علی بن عثمان کی ایک دوسری روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:
"أكثر الأحاديث متون معروفة ملصوقة بعليٍّ، ولا شك أن هذا كذاب ...".
"اس کی اکثر روایات کے متون معروف ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے چسپاں کر دیئے گئے ہیں، اور بلاشبہ یہ کذاب ہے ..."۔

علامہ صلاح الدین صفدی رحمۃ اللہ علیہ "الوافي بالوفيات"[1] میں فرماتے ہیں: "ليس بثقة ولا صدوق".

روایت کا حکم

مذکورہ بالا سطور سے آپ جان چکے ہیں کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے من گھڑت روایت میں شمار کیا ہے، اور حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی سند میں موجود راوی علی بن عثمان اشج کو مدار علت بنایا ہے، علی بن عثمان کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ سمیت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سبط ابن العجمی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب، دجال جیسے جرح کے سخت صیغے استعمال کیے ہیں، چنانچہ بے غبار بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
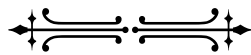
[1] الوافي بالوفيات: ۳۱٦/۱۹، رقم: ۷٦۱٦، ت: أحمد الأرناؤوط، دار إحياء التراث —بيروت، ط: ۱٤۲۰هـ.

روایت نمبر: (۲۰)

روایت:"المعدة بيت الداء والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔

حکم: اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے اصل و من گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طبیبِ عرب، حارث بن کَلَدَہ ثقفی کا قول ہے۔

تتمہ میں اس روایت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہٰذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔

حکم: یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن اَبجَر ہمدانی کا قول ہے۔

تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "الكشف والبيان" **میں اپنی بلاغات میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:**

"بلغني أن الرشيد كان له طبيب نصراني حاذق، فقال لعلي بن الحسين بن واقد: ليس في كتابكم من علم الطب شيء، والعلم علمان: علم الأديان وعلم الأبدان، قال علي: قد جمع الله الطب كله في نصف آية من كتابنا، قال: وما هي؟ قال: قوله تعالى: ﴿وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ وَلَا

تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ﴿٣١﴾ [الاعراف: ٣١]. فقال النصراني: ولا يُؤثَرُ عن رسولكم شيء في الطب؟فقال علي: جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الطب في ألفاظ يسيرة، قال: وما هي؟ قال: قوله: المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه. فقال النصراني: ما ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا"[1].

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بادشاہ ہارون الرشید کا ایک ماہر عیسائی طبیب تھا، اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد سے کہا: تم لوگوں (مسلمانوں) کی کتاب (قرآن پاک) میں علم طب کے بارے میں کچھ نہیں ہے، اور علم تو دو قسم کے ہیں: مذاہب کا علم، اور اجسام کا علم۔ علی بن حسین نے جواب میں کہا: بلاشبہ اللہ نے پورے علم طب کو ہماری کتاب کی آدھی آیت میں جمع فرمادیا ہے۔ عیسائی نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ علی بن حسین نے کہا: وہ اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ وَلَا تُسۡرِفُوٓاْۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ﴿٣١﴾﴾ [الاعراف: ٣١]. (کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو، یقیناً اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا)۔

عیسائی کہنے لگا: تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تو طب کے بارے میں کچھ منقول نہیں ہے؟ اس پر علی بن حسین نے جواب دیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علم طب کو بہت تھوڑے سے الفاظ میں جمع فرمادیا ہے۔ اس نے کہا وہ کون سے الفاظ ہیں؟ علی بن حسین نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو"۔ عیسائی نے کہا: تمہاری کتاب اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جالینوس کے لئے طب کا ذرہ بھی نہ چھوڑا۔

---

[1] الكشف والبيان عن تفسير القرآن: الأعراف الآية ٣١، ٤/٢٣٠، ت: أبو محمد بن عاشور، دارإحياء التراث العربي-بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ.

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"هذا من كلام الأطباء، إما الحارث بن كَلَدَة أو غيره، ولا أصل له عن النبي صلى الله عليه وسلم"[۱].

یہ کلام اطباء کا ہے، یا حارث بن کَلَدَہ (طبیب) کا یا کسی اور کا، اور اسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا "بے اصل" بات ہے۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"البطنة أصل الداء، والحِمْيَة أصل الدواء، وعَوِّدُوْا كل بدن بما اعتَادَ. لم أجد له أصلا"[۲].

معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، ہر بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے اس کی کوئی "اصل" نہیں پائی۔

حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"فهذا الحديث إنما هو من كلام الحارث ابن كَلَدَة طبيب العرب، لا يصح رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، قاله غير واحد من أئمة الحديث"[۳].

---

[۱] اللآليء المنثورة: الباب الرابع في الطب والمنافع، رقم: ١٢٦، ص: ٩٧، ت: محمد بن لطيفي الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[۲] المغني عن حمل الأسفار: كتاب كسر الشهوتين، رقم: ٢٧٧٠، ٧٥٤/١، ت: أبومحمد أشرف بن عبدالمقصود، دارالطبرية - رياض، ط: ١٤١٥هـ.

[۳] زاد المعاد في هدي خير العباد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ٤/١٠٤، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

یہ حدیث در حقیقت عربی طبیب حارث بن کَلَدہ کا کلام ہے، اس کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا "صحیح" نہیں، اس بات کی تصریح بہت سے محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

"لا يصح رفعه إلى النبي صلى الله عليه وسلم، بل هو من كلام الحارث بن كَلَدَة طبيب العرب أو غيره"[1].

اس روایت کو آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا "صحیح" نہیں، بلکہ یہ عربی طبیب حارث بن کَلَدہ کا یا کسی اور کا کلام ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

"لا أصل له، إنما هو من كلام بعض الأطباء"[2]. اس کی کوئی "اصل" نہیں، دراصل یہ کسی طبیب کا کلام ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"يكون معروفا بعزوه إلى غير النبي صلى الله عليه وسلم، فيلتبس على المخلط فيرفعه إليه وَهْما منه، فيعده الحفاظ موضوعا"[3].

اس روایت کا نبی ﷺ کے علاوہ کی جانب منسوب ہونا معروف تھا، پھر کسی مختلط کو وہم ہوا ہو گا اس نے یہ روایت خلط کرتے ہوئے حضور ﷺ کی جانب منسوب کر دی، یہی وجہ ہے کہ حفاظ حدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو من گھڑت روایات میں شمار کیا ہے۔

---

[1] المقاصد الحسنة: حرف الميم، ص:٤٤٦، رقم: ١٠٣٣، ت: عبدالله محمد الصديق، دارالكتب العلمية-بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢٧هـ.

[2] الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ص:٢٢١، رقم:٣٧٠، ت:محمد عبدالقادرعطا،دارالكتب العلمية- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] الحاوي للفتاوي: أعذب المناهل في حديث من قال أنا عالم فهو جاهل،ص: ٤١٦،ت: خالد طرطوسي، دارالكتب العربي- بيروت، ط: ١٤٢٥هـ.

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بے اصل اور من گھڑت کہا ہے، لہٰذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے[1]۔

---

[1] ذیل میں دو فوائد ضمناً اجمالاً لکھے جائیں گے:

① زیرِ بحث روایت کے ہم معنی یہ روایت بھی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! پرہیز دوا ہے، اور معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو"۔ اس روایت کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابو محمد خلال رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے، میں تاحال اس کی سند پر مطلع نہیں ہوا، البتہ علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ روایت کا پہلا ٹکڑا (پرہیز دوا ہے) حارث بن کَلَدَہ سے منقول ہے، واللہ اعلم، ملاحظہ فرمائیں:

"وفي الدر المنثور أخرج محمد [كذا في الأصل والصحيح أبو محمد] الخلال عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وهي تشتكي، فقال لها: يا عائشة ! الأزْم دواء، والمعدة بيت الأدواء، وعَوِّدُوْا البدن ما اعتاد. ولم أر من تعقبه، نعم رأيت في النهاية لابن الأثير: سأل عمرو [كذا في الأصل والصحيح عمر وهو أمير المؤمنين] الحارثَ بن كَلَدَة ما الدواء؟ قال: الأزم يعني الحِمْيَة وإمساك الأسنان بعضها على بعض. نعم الأحاديث الصحيحة متظافرة في ذم الشبع وكثرة الأكل ....". (روح المعاني: الأعراف، الآية: ٣٢، إنه لا يحب المسرفين، ٨/ ١١١، دار إحياء الثراث العربي – بيروت).

پھر بعد میں حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ملا، جس میں موصوف نے خاص ان الفاظ کو بھی حارث بن کلدہ کا قول کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں: "فهذا أصل عظيم من أصول العلاج يجب الاعتناء به، وقد صرح به أفاضل أهل الطب حتى قال طبيب العرب بل أطبهم الحارث ابن كلدة، وكان فيهم كأبقراط في قومه: الحمية رأس الدواء، والمعدة بيت الداء، وعودوا كل بدن ما اعتاد. وفي لفظ عنه: الأزْم دواء. والأزْم: الإمساك عن الأكل يعني به الجوع، وهو من أكبر الأدوية في شفاء الأمراض الامتلائية كلها بحيث إنه أفضل في علاجها من المستفرغات إذا لم يخف من كثرة الامتلاء، وهَيَجَان الأخلاط، وحِدَّتِها وغَلَيَانِها". (زاد المعاد: فصل في هديه صلى الله عليه وسلم، ٤/١١٧، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة – بيروت، ط: ١٤١٢هـ)

② اسی طرح زیرِ بحث روایت کے ٹکڑے "المعدة بيت الداء" کے ہم معنی یہ الفاظ بھی مشہور ہیں: "أصل كل داء البَرَدَة". ہر بیماری کی جڑ، بدہضمی ہے۔

اس کے بارے بھی امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشبہ بالصواب اور قرین قیاس یہ ہے کہ یہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، نیز علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے، روایت ہذا (ہر بیماری کی جڑ بدہضمی ہے) کی جامع تفصیل علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں ملاحظہ فرمائیں: "(قط) في العلل من حديث محمد ابن جابر عن تَمَّام بن نَجيح عن الحسن البصري (عن أنس) بن مالك. وظاهر صنيع المصنف [أي الإمام السيوطي] أن مُخَرِّجُه الدارقطني خرَّجه ساكتا عليه، والأمر بخلافه، بل تعقبه بتضعيفه كما حكاه المصنف [أي الإمام السيوطي] نفسه عنه في الدرر تبعا للزركشي وقال: روي عن الحسن من قوله، وهو أشبه بالصواب أهـ.
وقال ابن الجوزي: قال ابن حبان: تَمَّام منكر الحديث يروي أشياء موضوعة عن الثقات كان يتعمدها أهـ =

چونکہ اس روایت کو محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طبیبِ عرب حارث بن کلدہ کی جانب منسوب کیا ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی مختصر تعارف ذکر کر دیا جائے، ملاحظہ ہو:

طبیبِ عرب حارث بن کلدہ ثقفی کا مختصر تعارف

یہ طائف کے قبیلے بنی ثقیف میں پیدا ہوئے، انہوں نے نبوت کا زمانہ پایا، البتہ ان کے اسلام لانے کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہے، حارث نے علمِ طب بلادِ فارس سے بھی حاصل کیا، عرب ان کی حذاقت کے قائل تھے، چنانچہ حجِ وداع کے موقع پر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسی سنگین بیماری میں مبتلاء ہوگئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، اور فرمایا: ''تم تو دل کے مریض ہو، بنو ثقیف کے حارث بن کلدہ کو بلاؤ، وہ ایک طبیب ہے، وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں لے، اور گھٹلیوں سمیت پیس کر تمھیں پلائے''[1]۔

ان کی بہت سی قیمتی نصیحتیں (طبی وغیرہ) مؤرخین نے ذکر کیں ہیں، جو کہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی ''الطب النبوي'' اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ''الإصابة'' وغیرہ میں اہلِ ذوق کے لئے موجود ہیں، خصوصاً امام ابن ابی اصیبعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ''عيون الأنباء في طبقات الأطباء''[2] میں ایک دلچسپ حکایت حارث بن

= وقال ابن عدي والعقيلي: حديثه منكر، وعامة ما يرويه لا يتابع عليه. وفي الميزان: محمد[أي بن جابر الراوي عن تَمَّام] هذا حلبي ولعل البلاء منه. (ابن السني وأبو نعيم) وكذا المستغفري كلهم (في الطب) النبوي (عن علي) أمير المؤمنين، وفيه إسحاق بن نَجِيْح المَلَطِي كان يضع الحديث. (وعن أبي سعيد) الخدري (وعن الزهري مرسلا) رمز المصنف لضعفه، قال بعضهم: ولا يصح شيء من طرقه، وقال ابن عدي باطل بهذا الإسناد. وجعله[أي الزمخشري] في الفائق من كلام ابن مسعود". (فيض القدير:١/ ٥٣٢،رقم:١٠٨٧، دارالمعرفة - بيروت، الطبعة الثانية: ١٣٩١هـ)

[1] سنن أبي داود: كتاب الطب، باب في تمرة العجوة، ٤/ ١٣٤، الرقم: ٣٨٧٥، ت: عزت الدعاس وعادل السيد، دارابن حزم- بيروت، ط: ١٤١٨هـ.

[2] عيون الأ نباء في طبقات الأطباء: الباب السابع، طبقات الأطباء....، كلام الحارث مع كسرى، ص: ١٦٢، ت: نزار رضاء، دار مكتبة الحياة - بيروت.

کلدہ اور کسرہ کے درمیان مکالمہ کی صورت میں محفوظ ہے، جس میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے، یعنی: "المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عَوَّدْتَه". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔

موصوف نے سن ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔

تتمہ: زیرِ بحث روایت کی طرح یہ روایت بھی مشہور ہے:

"عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المعدة حوض البدن، والعروق إليها واردة، فإذا صحَّت المعدة صدرت العروق بالصحة، وإذا أسقمت المعدة صدرت العروق بالسُقْم".

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہٰذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں۔

یہ روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الأوسط"[1] میں، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الضعفاء"[2] میں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان"[3] میں، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عقیلی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[4] میں تخریج کی ہے، تمام سندیں سند میں موجود راوی یحیی بن عبد اللہ بابلُتّی پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

---

[1] المعجم الأوسط: ٤/ ٣٢٩، رقم:٤٣٤٣، ت: طارق بن عوض الله، دار الحرمين - قاهره، ط: ١٤١٥هـ.

[2] كتاب الضعفاء: باب الطاء، ١/ ٥١، رقم:٣٨، ت: عبد المعطي أمين قلعجي، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] شعب الإيمان: ٧/ ٥٢٢، رقم:٥٤١٣، ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد - سوريا، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ

[4] كتاب الموضوعات: كتاب الأطعمة، ٢ / ٢٨٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبدالمحسن – مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦هـ.

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے بلکہ ابن اَبْجَر ہمدانی کا کلام ہے، اور سند میں موجود "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کو علت قرار دیا ہے، نیز حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت "ابراہیم بن جریج رُہاوی" کے ترجمہ میں ذکر کرکے اسے باطل، بے اصل کہا ہے، اور اسے ابن اَبْجَر کا قول قرار دیا ہے[1]۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "أطراف الغرائب والأفراد"[2] میں مذکورہ حدیث لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"تفرد به إبراهيم بن جريج الرُهَاوي وكان طبيبا عن زيد بن أبي أُنَيْسَة، عن الزهري ...". "اس حدیث کو نقل کرنے میں ابراہیم بن جریج رُہاوِی، جو ایک طبیب تھا، متفرد ہے، وہ زید بن ابی اُنَیسَہ سے اور وہ زہری سے نقل کرتے ہیں ..."۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلئ المنثورة"[3] میں، امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] روایت پر تفصیلی کلام ملاحظہ ہو: "إبراهيم بن جريج الرُهَاوِي عن زيد بن أبي أُنَيْسَة عن الزهري، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا: المعدة حوض البدن والعروق إليها واردة. رواه عنه يحيى البالُتّي، وهذا منكر، وإبراهيم ليس بعمدة، انتهى. وقال أبو الفتح الأزدي: متروك الحديث، لا يحتج به، وذكره بن حبان في الثقات، وقال: روى عنه البابُلّتي خبرا منكرا. قلت: بل جزم الدارقطني أن إبراهيم هو المتفرد به، وقال: تفرد به ولم يسنده غيره، وقد اضطرب متنا وإسنادا، ولا يعرف هذا من كلام النبي صلى الله عليه و سلم، وإنما هو من كلام ابن أبْجَر. قال في العلل: لم يروه غير إبراهيم بن جريج هذا كلام ابن أبْجَر، كان طبيبا فجعل له إسنادا، ولم يروه غير إبراهيم بن جريج. وقال العقيلي: باطل لا أصل له. وبين أمره بيانا شافيا، فقال: باطل لا أصل له. ثم أخرج من طريق أبي داود الحرَّاني أن هذا الشيخ لم يكن له بهذا الحديث أصل، وكان يقول: كتبت عن زيد بن أبي أُنَيْسَة، وضَاعَ كتابي، فقيل له: من كنت تجالس؟ فقال: فلان الطبيب، كان بقرب منزلي فكنت أجلس. ثم أخرج العقيلي من طريق الحميدي عن سفيان، عن عبد الملك بن سعيد بن أبْجَر عن أبيه قال: المعدة حوض البدن الحديث مقطوع، قال العقيلي: هذا أولى. وقد تقدم أن بن أبْجَر كان يَتَعانى الطب". (لسان الميزان: ١/ ٢٥٨، رقم: ٨٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائر الإسلامية ـ بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣ هـ.)

[2] أطراف الغرائب والأفراد للإمام الدارقطني: ٢/٤٥٦، رقم: ٦٢٠٦، ت: جابر بن عبد الله السريع، ط: ١٤٢٨ هـ۔

[3] اللآلئ المنثورة: ص: ٩٧، رقم: ١٢٦، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤١٧ هـ.

"المقاصد الحسنة"[1] میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "الأسرار المرفوعة"[2] میں امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، اسی طرح حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے "المغني "[3] میں علامہ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

البتہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہی نے "مرقاة المفاتيح "[4] میں حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد لکھا ہے: "شاید روایت کا باطل ہونا عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سند کی حیثیث سے ہو، ورنہ یہ روایت متعدد طرق اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، نیز ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ سندوں کی وجہ سے، تقویت پاکر "حسن" یا "ضعیف" بن جاتی ہے، البتہ اسے باطل، بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام محل نظر ہے، کیونکہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی سند ایک ہی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ان تمام ائمہ کی سندیں، سند میں موجود راوی یحیی بن عبد اللہ بابلُتّی پر مشترک ہو جاتی ہیں، اس لئے روایت ہذا کے طرق متعدد کا قائل ہو کر اسے "حسن" یا "ضعیف" کہنا محل نظر ہے، واللہ اعلم۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "الموضوعات"[5] میں ذکر کیا

---

[1] المقاصد الحسنة:ص: ٤٤٦، رقم:١٠٣٣،ت:عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية– بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

[2] الأسرارالمرفوعة:ص:٣٠٩،رقم:٤٤٢،ت:محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[3] المغني عن حمل الأسفار:١ /٣٣٨، رقم:١٦٦٥، ت:أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية –الرياض،الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

[4] مرقاة المفاتيح:كتاب الطب والرقى،٢٨٨٦/٧ ،ت:جمال عيتاني،دار الفكر–بيروت، ط:١٤٢٢هـ.

[5] كتاب الموضوعات:كتاب الأطعمة،٢ / ٢٨٤، ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبدالمحسن – مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦هـ.

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو: "هذا الحديث ليس من كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم،وفيه جماعة ضعفاء، المتهم برفعه إبراهيم بن جريج. قال الدارقطني: تفرد به، لم ير بسنده[كذا في الأصل] غيره، وقد اضطرب فيه وكان طبيبا فجعل له إسنادا. ولا يعرف هذا من كلام رسول الله صلى الله عليه

ہے، اور سند میں موجود راوی ''ابراہیم بن جریج رُہاوی'' کو اس حدیث کے گھڑنے میں متہم قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء بتعریف حقوق مصطفی ''[1] میں اس روایت کو موضوع کہا ہے، اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناهل الصفاء''[2] میں یہی فرمایا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المغني في الضعفاء''[3] میں اس روایت کی سند میں موجود راوی ''ابراہیم بن جریج رُہاوی'' کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''عن زيد بن أبي أنَيسة وعنه يحيى البابلُتّي، متروك، روى خبرا موضوعا''. یہ زید بن ابو اُنَیسَہ سے روایت نقل کرتا ہے، اور یحیی بابلُتّی اس سے روایت نقل کرتا ہے، یہ متروک ہے، اس نے ایک موضوع روایت نقل کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس روایت کو ''منکر'' بھی کہا ہے[4]۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجمع الزوائد''[5] میں لکھا ہے: اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں تخریج کیا ہے، اور اس میں ''یحیی بن عبد اللہ بابلُتّی'' ضعیف راوی ہے۔

وسلم، إنما هو من كلام ابن الحسن.وقال العقيلي: هذا الحديث باطل لا أصل له، إنما يروي عن ابن الحسن. وقال أبو الفتح الازدي: إبراهيم ابن جريج متروك الحديث لا يحتج به''.

[1] الشفاء: ١/ ٢٥٨،ت:حسين عبد الحميد، شركة دار الأرقم -بيروت، الطبعة: ٢٠٠٣ء.

[2] مناهل الصفا: ص:١٦٦، رقم:٨٣٨، ت: سمير القاضي، مؤسسة الكتب الثقافية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٨هـ.

[3] المغني في الضعفاء: ٤٤/١، رقم:٥٤، ت:نورالدين عتر، دار إحياءالتراث العربي—بيروت،ط:١٩٨٧م.

[4] انظر لسان الميزان: ١/ ٢٥٨، رقم:٨٤، ت: عبدالفتاح أبو غدة، دارالبشائرالإسلامية – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٣هـ.

[5] مجمع الزوائد: ٥/ ١٤٢، رقم: ٨٢٩١، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے میں "شعب الإیمان"[1] میں پہلے یہ قول ابن اَبْجَرَ عن ابیہ کے انتساب سے تخریج کیا، پھر فرمایا کہ اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بسندِ ضعیف مروی ہے، اور اس حدیث کو یحیی بن عبد اللہ بابلُتّی عن ابراہیم بن جریج والی سند کے ساتھ تخریج کیا۔

حاصل یہ کہ یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کا انتساب درست نہیں ہے۔

اہم نوٹ: چونکہ تنبیہ کے تحت یہ روایت ضمنی حیثیت سے تحقیق کا حصہ بنی ہے، اس لئے اسلوب میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔
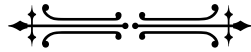
[1] شعب الإیمان: ٥٢٢/٧، رقم: ٥٤١٣، ت: عبد العلي عبدالحمید حامد، مکتبة الرشد– سوریا، الطبعة الأولی: ١٤٢٣هـ.

روایت نمبر:(۲۱)

روایت: ”العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان“.

علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔

حکم: اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے،

نیز ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”موضوعات“[1] میں ذکر کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الأسرار المرفوعة“[2] میں، علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذكرة الموضوعات“[3] میں، اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الفوائد المجموعة“[4] میں اس روایت کو من گھڑت کہنے میں علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] موضوعات الصغاني: ص: ۳۸: الرقم: ۳۸، ت: نجم عبدالرحمن خلف، دار المأمون- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٩هـ.

[2] الأسرار المرفوعة: ص: ٢٤٧، الرقم: ٣٠١، ت: محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٦هـ.

[3] تذكرة الموضوعات: ص: ١٨، كتب خانه مجيديه- باكستان .

[4] الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: كتاب الفضا ئل، الرقم: ٣١ ، ت: عبدالرحمن بن يحيى، دارالكتب العلمية- بيروت، ط: ١٤١٦هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلية الأولياء"[1] میں اپنی سند سے اسے تخریج کیا ہے، جس میں ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے: "علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم"۔

یعنی ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔

روایت کا حکم

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو من گھڑت کہا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا جائز نہیں ہے، البتہ بعض نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔
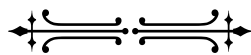
[1] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ۹/ ۱٤۲، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۹هـ.

روایت نمبر:(۲۲)

روایت: "خیر البر عاجله". بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔

حکم: یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت پر ائمہ حدیث کا کلام ملاحظہ ہو:

روایت پر ائمہ کرام کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لا يصح مَبْنَاه، وقد ورد عن العباس في معناه: لا يتم المعروف إلا بتعجيله فإنه إذا عجَّله هَنَّأه...."[1]. یہ روایت ان الفاظ سے صحیح نہیں، البتہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے ہم معنی یہ قول منقول ہے: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے ..."۔

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس بحديث لكن روي بمعناه عن العباس ...."[2]. یہ حدیث نہیں ہے، لیکن اس کے ہم معنی ایک قول حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے ..."۔

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يرد بهذا اللفظ"[3]. ان الفاظ کے ساتھ منقول نہیں۔

---

[1] الأسرار المرفوعة: حرف الخاء المعجمة، ص: ٢٠٠، رقم: ١٩١، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٠٦هـ.

[2] كشف الخفاء ومزيل الإلباس: حرف الخاء، ١/ ٤٣٤، الرقم: ١٢٢٩، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – دمشق، ط: ١٤٢١هـ.

[3] اللؤ لؤ المرصوع: حرف الخاء، ص: ٧٧، رقم: ١٨٨، ت: فواز أحمد زمرلي، دارالبشائر الإسلامية – بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

ائمہ کرام کے کلام کا خلاصہ اور اس کا حکم

مذکورہ الفاظ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں، البتہ اس کے ہم معنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے: ”نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے“۔

نوٹ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب مذکورہ اثر، ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ (یعنی: نیکی جلدی کرنے سے ہی پوری ہوتی ہے، کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو وہ اللہ اسے آسان کر دیں گے) مسنداً (یعنی سند کے ساتھ) تلاش کے باوجود نہیں مل سکا، البتہ درج ذیل الفاظ کے ساتھ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ سنداً منقول ہے، ملاحظہ ہو:

اثرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مصدر

اس اثر کو علامہ احمد بن مروان دینوری نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

”حدثنا أحمد، نا أحمد بن يحيى الحُلْوَاني، نا الحسن بن علي الحُلْوَاني، نا المعتمر قال: قال ابن عباس: لا يتم المعروف إلا بثلاثة: تعجيله، وتصغيره عنده، وسَتْره، فإنه إذا عجَّله هَنَّأه، وإذا صغَّره عظَّمه، وإذا ستَره تمَّمه“[1].

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نیکی تین چیزوں سے پوری ہوتی ہے: جلدی کرنے سے، اس کو چھوٹا سمجھنے سے، اور اس کو چھپا کر کرنے سے،

[1] المجالسة وجواهر العلم: ۳/ ۷۱، الرقم: ٦٨٥، ت: مشهور بن حسن، دار ابن حزم – بيروت، الطبعة: ١٤١٩هـ.

کیونکہ جب اس کو جلدی کرے گا تو اللہ اسے آسان کر دیں گے، جب اس کو چھوٹا جانے گا تو اللہ اسے عظمت عطا فرمائیں گے، اور جب اس کو چھپا کر کرے گا تو اللہ اسے تکمیل تک پہنچا دیں گے۔
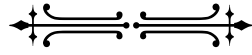
روایت نمبر:(۲۳)

روایت: "الدنیا ضَرَّۃ الآخرۃ". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔

حکم: یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت ہمیں انہی الفاظ کے ساتھ سنداً مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "کشف الخَفَاء"[1] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں: "قال النجم: لیس في المرفوع". نجم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں: "ذکرہ في الإحیاء من کلام عیسی علیہ الصلاۃ والسلام". امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو "احیاء" میں حضرت عیسی علیہ السلام کے کلام میں ذکر کیا ہے۔

تنبیہ: "احیاء علوم الدین" میں مذکورہ روایت نہیں مل سکی۔

روایت کا حکم

علامہ نجم الدین غَزّی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اسے حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] کشف الخفاء: ۱/ ٤٦٣، ت: یوسف بن محمود، مکتبۃ العلم الحدیث – دمشق، ط: ١٤٢١ھـ.

فائدہ: مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک مرفوع روایت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند أحمد" میں تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو:

روایت: "حدثنا سليمان بن داود الهاشمي، قال: ثنا إسماعيل يعني ابن جعفر، قال: أخبرني عمرو، عن المطلب بن عبد الله، عن أبي موسى الأشعري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحب دنياه أضر بآخرته، ومن أحب آخرته أضر بدنياه، فآثروا ما يبقى على ما يفنى"[1].

ترجمہ: حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے دنیا سے محبت کی تو وہ (انجام کار) اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے، جس نے آخرت سے محبت کی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے، تم باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی چیز پر ترجیح دو"۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "رواه أحمد والبزار والطبراني، ورجالهم ثقات"[2]. اسے احمد رحمۃ اللہ علیہ بزار رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے سند کو منقطع قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں: "أحمد والبزار والطبراني وابن حبان والحاكم وصححه على شرط الشيخين، قلت: وهو منقطع بين المطلب بن عبد الله وبين أبي موسى"[3].

احمد رحمۃ اللہ علیہ، بزار رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج کی ہے، اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شیخین کی شرط پر "صحیح" قرار دیا

---

[1] مسند أحمد: ۳۲/ ٤٧٠، رقم: ١٩٦٩٧، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة—بيروت، ط: ١٤٢١ھـ.

[2] مجمع الزوائد: ١٠/ ٤٣٥، رقم: ١٧٨٢٥، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢ھـ.

[3] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ٨٧٣، رقم: ٣١٩٣، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية — الرياض، ط: ١٤١٥ھـ.

ہے، میں (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: سند میں مطلب بن عبد اللہ اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

بہر صورت ''مسند احمد'' کی مذکورہ سند سے اس روایت کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔
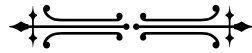
روایت نمبر:(۲۴)

روایت: "حسنات الأبرار سيئات المقربين". نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔

حکم: یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد"[1] میں "احمد بن عیسی ابو سعید خرّاز" (المتوفی:۲۸٦ھ) کے ترجمہ میں اسے خرّاز رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہہ کر ذکر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

" أخبرنا الحسن بن الحسين النِعَالي، أخبرنا أحمد بن نصر الذَرَّاع، قال: سمعت أبا محمد الحسن بن ياسين يقول: سمعت علي بن حفْص الرازي يقول: سمعت أبا سعيد الخَرّاز يقول: ذُنوب المقربين حسنات الأبرار".

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مقربین کے گناہ نیک لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول "تاریخ دمشق"[2] میں ان کے ترجمہ میں تخریج کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں سنداً مرفوعاً نہیں مل سکی۔

---

[1] تاريخ بغداد:٥/٤٥٦، رقم:٢٢٩٤، ت:بشار عواد معروف، دار الغرب الإسلامي—بيروت، ط:١٤٢٢هـ.
[2] تاريخ دمشق:٥/١٣٧، ت: عمربن غرامة، دارالفكر —بيروت، ط: ١٤١٥ هـ.

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ "أحادیث القصاص"[1] میں مذکورہ کلام کے متعلق فرماتے ہیں: "هذا من كلام بعض الناس، ليس من كلام النبي". یہ بعض لوگوں کا کلام ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[2] میں فرماتے ہیں:

"هو من كلام أبي سعيد الخزار [كذا في الأصل والصحيح الخرّاز] رواه ابن عساكر في ترجمته". یہ ابو سعید خزار رحمۃ اللہ علیہ [یہ تصحیف ہے، صحیح خرّاز ہے] کا کلام ہے، اسے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

حافظ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے "كشف الخفاء"[3] میں لکھا ہے کہ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے نقل کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "المصنوع"[4] میں فرماتے ہیں: "من كلام أبي سعيد الخراز". ابو سعید خراز کا کلام ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[5] میں لکھتے ہیں: "من كلام أبي سعيد الخراز وحكي عن ذي النون". یہ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، یہ بھی منقول ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ[6] کا کلام ہے۔

---

[1] أحاديث القصاص:ص:٨٤، رقم:٥٨، ت:محمد بن لطفي الصباغ،المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٥هـ.

[2] المقاصد الحسنة: ص:٢٢٠، رقم:٤٠٣، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٥هـ.

[3] كشف الخفاء: ص: ٤٠٦/١، رقم:١١٣٧، ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[4] المصنوع:ص:٩٤،رقم:١١١، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب ،ط:١٤١٤هـ.

[5] الجد الحثيث:ص:٨٦، رقم:١٢٨، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم – بيروت، ط:١٤١٨هـ .

[6] ان کا پورا نام ثوبان بن ابراہیم ابو الفیض ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہے، بڑے درجے کے عابد وزاہد تھے، ۲۴۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع"[1] میں فرماتے ہیں: "من کلام الصوفیۃ". یہ صوفیہ کا کلام ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہے، بلکہ ابو سعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذو النون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے، چنانچہ مذکورہ قول کو ان حضرات صوفیائے کرام کی جانب منسوب کر کے بیان کیا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
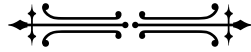
[1] اللؤلؤ المرصوع:ص:۷۳، رقم:۱۷۳، ت: فواز أحمد زمرلي،دار البشائر الإسلامية – بيروت،ط:١٤١٥هـ .

روایت نمبر:(۲۵)

روایت: "الناس نیام، فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سورہے ہیں مرجائیں گے تو بیدار ہوجائیں گے۔

حکم: یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

مذکورہ روایت کو علامہ عبدالحق بن عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (۴۸۱ھ - ۵۴۲ھ) نے "المُحَرَّرُ الوَجِيز في تفسير الكتاب العزيز"[1] میں بلاسند اس طرح ذکر کیا ہے: "قول النبي صلى الله عليه وسلم: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا". آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگ سورہے ہیں جب مرجائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "إحياء علوم الدين"[2] میں اسے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم أجده مرفوعا، وإنما يُعزى إلى علي بن أبي طالب"[3]. یہ مجھے مرفوعاً نہیں ملی، اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

---

[1] المحرر الوجيز: ٥/ ١٦٣، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية — لبنان، ط: ١٤٢٢ هـ.

[2] إحياء علوم الدين: ١١/ ٢١٠٥، دار الشعب — قاهرة.

[3] المغني عن حمل الأسفار: ١/ ٩٩٣، رقم: ٣٦١١، ت: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود، مكتبة دار طبرية - الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٥هـ.

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ان روایات میں شامل کیا ہے جن کی سند اُنھیں نہیں ملی[۱]۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو من قول علي بن أبي طالب"[۲].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "هو من كلام علي رضي الله عنه"[۳].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "من كلام علي رضي الله عنه"[۴].

یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ "الجد الحثيث"[۵] میں لکھتے ہیں: "أخرجه ابن عساكر عن علي موقوفًا". یہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے۔

فَائِدَہ: حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی "تاريخ دمشق" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت نہیں مل سکی۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس في المرفوع"[۶].

یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں سے نہیں ہے۔

---

[۱] طبقات الشافعية الكبرى: ٦ / ٣٥٧، ت: محمود محمد الطناحي وعبد الفتاح محمد الحلو، دار إحياء الكتب العربية –القاهرة، الطبعة الثانية: ١٤١٣هـ.

[۲] المقاصد الحسنة: ص:٥٠٧، رقم:١٢٣٨، ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب الغربي –بيروت.

[۳] الدرر المنتثرة:ص:١٩٧،رقم:٤٢٧،ت:محمد عبدالقادر عطاء،دار الكتب العلمية–بيروت،ط:١٤٠٨هـ.

[۴] المصنوع:ص:١٩٩، رقم:٣٧٧، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية– حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[۵] الجد الحثيث:ص:٢٤٦، رقم:٥٧٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم– بيروت، ط:١٤١٨هـ.

[۶] اللؤلؤ المرصوع:ص:٢٠٨، رقم:٦٥٦، فؤاد أحمد، دار البشائر الإسلامية –بيروت، الطبعة: ١٤١٥هـ.

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے متعلق ائمہ حدیث تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ روایت حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے نہیں ملتی، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اس لئے اس روایت کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

فائدہ: بعض محدثین نے مذکورہ قول کو سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بھی تخریج کیا ہے، ملاحظہ ہو:

حضرت سہل بن عبد اللہ تُستَری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ "الزهد الكبير"[1] میں نقل کرتے ہیں:

"سمعت أبا عبد الرحمن محمد بن الحسين، يقول: سمعت أبا بكر محمد بن عبد الله بن شاذان، يقول: سمعت أبا صالح البصري يقول: سمعت سهل بن عبد الله، يقول: الناس نيام، فإذا انتبهوا ندموا، وإذا ندموا لم تنفعهم ندامتهم".

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے، متنبہ ہوں گے تو نادم ہوں گے اور جب نادم ہوں گے تو انہیں ندامت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

حضرت بِشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ

عبید اللہ بن عبد الرحمن زہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۳۸۱ھ) "حديث الزهري"[2] میں بیان کرتے ہیں:

---

[1] الزهد الكبير: ص:۲۰۷، رقم:۵۱۵، عامر أحمد حيدر، دار الجنان – بيروت، ط:۱٤۰۸ھـ.

[2] حديث الزهري: ص:٦۷۰، رقم:۷٤۲، ت: حسن بن محمد البلوط، أضواء السلف – الرياض، ط:۱٤۱۸ھـ.

"أخبركم أبو الفضل الزهري، قال: سمعت محمد بن جعفر السِمْسَار، يقول: قال بِشْر بن الحارث: الناس نيام، فإذا ماتوا انتبهوا".

حضرت بشر بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء"[1] میں فرماتے ہیں:

"حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا عباس الأسْقَاطِي ومحمد بن عثمان بن سعيد الضرير، قالا: ثنا أحمد بن يونس، ثنا المُعَافَى بن عمران، قال: سمعت سفيان الثوري، يقول: الناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا".

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ سو رہے ہیں جب مر جائیں گے تو متنبہ ہوں گے۔
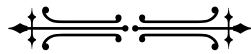
[1] حلية الأولياء: ۷/ ۵۲، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الأولى: ۱٤۰۹ھـ.

روایت نمبر: (۲۶)

روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سينًا". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔

حکم: یہ بے اصل ہے۔

روایت کا مصدر

حافظ موفق الدین ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ "المغني"[1] میں "فصل اللحْن في الأذان" کے تحت لکھتے ہیں:

"فأما إن كان ألثغ لُثْغَةً لا تتفاحش، جاز أذانه، فقد روي أن بلالا كان يقول: "أسهد "يجعل الشين سينا، وإن سلم من ذلك كان أكمل وأحسن".

اگر کسی شخص کی اذان میں زیادہ ہکلاہٹ نہ ہو تو اس کی اذان جائز ہے، کیونکہ نقل کیا گیا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "أسهد" کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے، البتہ اگر اذان دینے والا اس ہکلاہٹ سے محفوظ ہو تو یہ زیادہ کمال اور اچھائی پر مشتمل ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ "المقاصد الحسنة"[2] میں لکھتے ہیں:

---

[1] المغني: ۲/ ۹۰، ت: عبد الله التركي و عبد الفتاح الحلو، دار عالم الكتب - الرياض، الطبعة: ۱٤۱۷ هـ.

[2] المقاصد الحسنة: ص: ۲۸۸، رقم: ۵۸۰، ت: عبداللطيف حسن، دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ۱٤۲۷ هـ.

"قال ابن كثير: إنه ليس له أصل ولا يصح، وكذا سلف عن المزي في: إن بلالا ـ من الهمزة ـ ولكن قد أورده الموفّق بن قدامة في المغني بقوله: روي أن بلالا كان يقول: أسهد يجعل الشين سينا، والمعتمد الأول، وقد ترجمه غير واحد بأنه كان لدى الصوت حسنه فصيحه، وقال النبي لعبد الله بن زيد صاحب الرؤيا: ألق عليه ـ أي على بلال ـ الأذان فإنه أندى صوتا منك . ولو كانت فيه لُثْغَة لَتَوَفَّرَتْ الدواعي على نقلها ولَعَابَها أهل النفاق والضلال المجتهدين في التنقص لأهل الإسلام نسأل الله التوفيق".

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ "بے اصل" بات ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "صحیح" نہیں ہے، یہی تفصیل حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے باب ہمزہ "إن بلالا ....."۔ کے تحت گذر چکی ہے، البتہ موفق الدین بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المغنی" میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے: منقول ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان میں "أسهد" کہتے تھے، یعنی شین کو سین سے بدل دیتے۔

پہلا قول قابلِ اعتماد ہے، کئی محدثین نے بلال رضی اللہ عنہ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز حسین و فصیح تھی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب والے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: "بلال کو اذان سکھا دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں"۔ اگر بلال رضی اللہ عنہ کی زبان ہکلاتی تو اس ہکلاہٹ کے نقل کرنے کے اسباب زیادہ ہوتے، نیز منافقین اور گمراہ لوگ جو اہل اسلام کے نقائص نکالنے کی جستجو میں رہتے ہیں، اس ہکلاہٹ کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے، ہم اللہ سے حسن توفیق کے خواستگار ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے "تذكرة الموضوعات"[1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

---

[1] تذكرة الموضوعات: ص:۱۰۱،كتب خانة مجيدية — ملتان.

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "كشف الخَفَاء"[1] میں حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بعد لکھتے ہیں:

"وقال العلامة إبراهيم الناجي في مولده: وأشهد بالله ولله أن سيدي بلالا ما قال أسهد بالسين المهملة قط، كما وقع لمُوَّفق الدين ابن قدامة في مغنيه، وقلده ابن أخيه الشيخ أبو عمر شمس الدين في شرح كتابه المقنع، ورد عليه الحفاظ كما بسطته في ذكر مؤذنيه، بل كان بلال من أفصح الناس وأنداهم صوتا".

علامہ ابراہیم ناجی رحمۃ اللہ علیہ (۸۱۰ھ - ۹۰۰ھ) "مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں فرماتے ہیں: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ واللہ میرے سردار بلال رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی لفظ "أسهد" یعنی سین کے ساتھ نہیں کہا، جیسا کہ موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی "المغنی" میں ہے، اور ان کے بھتیجے شیخ ابن عمر شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المقنع" کی شرح میں ان کی تقلید کی ہے، البتہ حفاظِ حدیث نے ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کی تردید کی ہے جیسا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذنین کے ذکر میں اسے تفصیل سے لکھا ہے، بلکہ بلال رضی اللہ عنہ تو لوگوں میں فصیح تر اور بلند تر آواز والے تھے۔

فائدہ: ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ناجی رحمۃ اللہ علیہ کی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ کتاب اس نام سے ہے: "كنز الراغبين العفاة في الرمز إلى المولد المحمدي والوفاة"، دیکھیے: الأعلام لزركلي: ١/ ٦٥.

---

[1] كشف الخفاء:ص: ٥٣٠،رقم: ١٥٢٠، ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث – جدة، ط: ١٤٢١هـ.

علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ "کشف الخفاء"[1] میں ایک دوسرے مقام پر "إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سينًا" کے تحت لکھتے ہیں:

"قال في الدرر: لم يرد في شيء من الكتب، وقال القاري: ليس له أصل، وقال البرهان السَفَاقُسِي نقلا عن الإمام المِزِّي: أنه اشتهر على ألسنة العوام ولم يرد في شيء من الكتب ....".

"امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "درر" میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ہے، اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے یہ "بے اصل" ہے، برہان سَفَاقُسی رحمۃ اللہ علیہ نے مزی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے، لیکن کسی کتاب میں نہیں ہے ..."۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ "اللؤلؤ المرصوع"[2] فرماتے ہیں: "ليس له أصل". یہ "بے اصل" ہے۔

روایت کا حکم

حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابراہیم ناجی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق یہ روایت "بے اصل" ہے، اور اسی پر حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتماد کیا ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ: مشہور قصہ کہ حضرت بلال نے اذان نہ دی تو صبح ہی نہیں ہو رہی تھی، فصل ثانی کے تحت آرہا ہے۔

---

[1] كشف الخفاء:ص: ٢٦٠،رقم:٦٩٥، ت:يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث - جدة، ط: ١٤٢١هـ.

[2] اللؤلؤ الموصوع:ص:١٠٠، رقم:٢٦٢، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية-بيروت، ط: ١٤١٥هـ.

روایت نمبر: (۲۷)

روایت: "ایک خاص دعا پڑھنے سے والدین کا حق ادا ہو جائے گا"۔

حکم: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" میں شمار کیا ہے۔

روایت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: "الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظَمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم".

پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔

روایت کے مصادر

مذکورہ روایت کو حافظ ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے "الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك"[1] میں اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا الحسين بن محمد بن عُفَيْر الأنصاري، ثنا الحجاج بن يوسف بن قُتَيْبَة، ثنا بِشْر بن الحسين، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من قال: الحمد لله رب السموات والأرض ......".

---

[1] الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك: ص:٢٨٣، رقم:٣٠١، ت:صالح أحمد مصلح الوعيل، دار ابن جوزي- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤٣٠هـ.

اہم فائدہ

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس روایت کو "مسند الفردوس للديلمي" کے حوالے سے نقل کیا ہے، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

"حديث: من قال: الحمد لله رب السموات السبع ورب الأرضين إلى آخر السورة ومثله ولكن وله العظَمة ومثله ولكن وله النور، ثم قال: اللهم اجعل ثوابها لوالدي لم يبق عليه حق إلا أداه إليهما، وفي رواية: اجعل ثوابها للمؤمنين والمؤمنات الأحياء منهم والأموات، لم يبق أحد من أهل القبور إلا أدخل الله عليه في قبره الضياء والفُسْحَة والنور (مي) من حديث أنس وفيه بشر بن الحسين"[1].

زائد الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

"... اور ایک روایت میں ہے کہ اس دعا کو پڑھ کر کہے: اس کا ثواب زندہ اور فوت شدہ مومن مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیجیے، تو اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد اور عورت کی قبر میں روشنی، وسعت اور نور داخل کر دیں گے ..."۔

روایت پر کلام

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کر کے ان الفاظ کے ساتھ اس پر کلام کیا ہے: "من حديث أنس وفيه بشْر بن الحسين". یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اور اس کی سند میں بِشُر بن حسین ہے۔

بِشُر بن حسین کے بارے میں حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "له عن الزبير بن عدي عن أنس نسخة باطلة نحو من مائة وخمسين حديثا". بشر بن حسین اصبہانی کا زبیر بن عدی عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے تقریبا

[1] تنزيه الشريعة: ۲/ ۳۲۹، دارالكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ۱۴۰۱ھ۔

ایک سو پچاس (۱۵۰) احادیث پر مشتمل باطل نسخہ ہے [۱]۔

واضح رہے یہ روایت بھی بشر بن حسین اصبہانی، زبیر بن عدی سے نقل کر رہے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" [۲] میں شمار کیا ہے۔

ابو محمد بشر بن حسین ہلالی اصبہانی (توفی بعد ۲۰۰ھ) کے بارے میں ائمہ رجال کا کلام

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "میزان الاعتدال" [۳] میں لکھتے ہیں:

"صاحب الزبير بن عدي، قال البخاري: فيه نظر، وقال الدارقطني: متروك، وقال ابن عدي: عامة حديثه ليس بمحفوظ، وقال أبو حاتم: يكذب على الزبير..."۔

---

[۱] تنزيه الشريعة: ۱/ ۳۲۹، دار الكتب العلمة - بيروت، الطبعة الثانية: ۱٤۰۱هـ.

[۲] ذيل اللآلي: ص: ٤۰۰، دار ابن حزم — بيروت.

[۳] ميزان الاعتدال: ۱/ ۳۱٥، رقم: ۱۱۹۲، ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة—بيروت، ط: ۱٤۰٦هـ.

اس کے بعد حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارت، پھر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل کلام ملاحظہ ہو:

حجاج بن يوسف بن قتيبة، حدثنا بشر، حدثني الزبير بن عدي، عن أنس رفعه: من حول خاتمه، أو عمامته، أو علق خيطا ليذكره فقد أشرك بالله إن الله هو يذكر الحاجات. ثم ساق بهذا السند مئة حديث لا يصح منها شيء.

... قال ابن حبان: يروي بشر بن الحسين، عن الزبير نسخة موضوعة شبيها بمئة وخمسين حديثا، انتهى.

[قال ابن حجر] وقال ابن حبان في الثقات في ترجمة الزبير بن عدي: بشر بن الحسين كأن الأرض أخرجت له أفلاذ كبدها في حديثه لا ينظر في شيء رواه عن الزبير إلا على جهة التعجب. وقال أبو نعيم: جاء إلى أبي داود ، يعني الطيالسي فقال: حدثني الزبير بن عدي فكذبه أبو داود وقال: ما نعرف للزبير بن عدي، عن أنس إلا حديثا واحدا. قال أبو نعيم: روى بعد المئتين. وقال أبو حاتم: لما قيل له إن ببغداد قوما يحدثون، عن محمد بن زياد، عن بشر بن الحسين، عن الزبير بن عدي، عن أنس نحو عشرين حديثا فقال: هي أحاديث موضوعة ليس للزبير، عن أنس إلا أربعة أحاديث أو خمسة أحاديث. وقال العقيلي: روى حجاج بن يوسف عنه، عن الزبير، عن أنس فذكر حديث الحدة وحديث: لولا أن السوال وحديث: ويل للتاجر ثم قال: وله غير حديث من هذا النحو مناكير. وقال الدارقطني: يروي عن الزبير بواطيل والزبير ثقة والنسخة موضوعة. وقال أبو أحمد الحاكم: ليس حديثه بالقائم. وقال ابن الجارود: ضعيف.

”بِشُر، زبیر بن عدی سے نقل کرنے والا راوی ہے، اس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”فيه نظر “(شدید جرح) اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”متروك“ (شدید جرح) کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس کی روایتیں عام طور پر محفوظ نہیں ہیں، ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ بِشُر، زبیر بن عدی پر جھوٹ بولتا تھا...“۔

روایت کا حکم

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، نیز حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ روایت کی سند میں ”بِشُر بن حسین اصبہانی“ موجود ہے، اور خود حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ رجال کی تصریحات کے مطابق بِشُر بن حسین شدید مجروح راوی ہے، تفصیل گذر چکی ہے، لہذا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا درست نہیں ہے۔
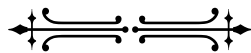
روایت نمبر:(۲۸)

روایت:" حب الوطن من الإيمان". نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔

حکم: من گھڑت و بے اصل

یہ روایت ہمیں مرفوعاً سنداً نہیں مل سکی۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " موضوع "[1]. یہ من گھڑت ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لم أقف عليه"[2]. میں اس روایت پر واقف نہیں ہو سکا۔

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"لم أقف عليه"[3]. میں اس روایت پر واقف نہیں ہو سکا۔

علامہ معین الدین صَفَوِی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۶ھ) فرماتے ہیں: "ليس بثابت"[4]. یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أصل له عند الحفاظ"[5]. حفاظ حدیث کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

[1] كشف الخفاء: ١/ ٣٩٣، رقم: ١١٠٢، ت: يوسف بن محمود، مكتبة العلم الحديث –دمشق، ط: ١٤٢١هـ.

[2] الدرر المنتثرة: ص: ١٢٨، رقم: ١٨٩، ت: محمد عبدالقادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٨هـ.

[3] الأسرار المرفوعة: ص: ١٨٩، رقم: ١٦٤، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ١٤٠٦هـ

[4] الأسرار المرفوعة: ص: ١٨٩، رقم: ١٦٤، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي –بيروت، ط: ١٤٠٦هـ

[5] المصنوع: ص: ٩١، رقم: ١٠٦، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مؤسسة الرسالة –بيروت، ط: ١٣٩٨هـ.

علامہ محمد بن درویش الحوت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حديث موضوع"[1]. یہ من گھڑت ہے۔

علامہ احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بحديث"[2]. یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔

علامہ امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لم يعرف"[3]. یہ نہیں پہچانی گئی۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن درویش رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن عبد الکریم غزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ معین الدین صَفَوِی رحمۃ اللہ علیہ "موضوع" اور "بے اصل" کہہ چکے ہیں، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ: سابقہ نصوص سے مذکورہ روایت کا حدیث کی حیثیت سے "موضوع" و "بے اصل" ہونا ثابت ہو چکا ہے، البتہ اس کے معنی کے صحت وعدم صحت میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے، تفصیل کے لئے دیکھیے: کشف الخفاء: رقم الحديث: ۱۱۰۲۔
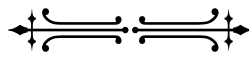
[1] أسنى المطالب:ص:١٢٣،رقم:٥٥١،ت:مصطفى عبدالقادرعطا،دارالكتب العلمية –بيروت، ط:١٤١٨ هـ.

[2] الجد الحثيث:ص:٨٥، رقم:١٢٥، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم –بيروت، ط:١٤١٨هـ.

[3] النخبة البهية:ص:٥٢،رقم:١٠٣،ت: زهير الشاويش، المكتب الإسلامي –بيروت، ط:١٤٠٩هـ.

روایت نمبر:(۲۹)

روایت:"من استوى يوماه فهو مغبون". جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔

حکم: آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا مصدر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "إحياء علوم الدين"[1] میں لکھتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان يومه شرا من أمسه فهو ملعون".

ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے"۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ عبد الرحیم عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما أعلم هذا إلا في منام لعبد العزيز بن أبي رَوَّاد ..."[2]. میں اس کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کا خواب ہے ..."۔

اہم نوٹ: عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق یہی کہا ہے کہ اسے عبد العزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب کی حیثیت سے پہچانا گیا ہے[3]۔

---

[1] إحياء علوم الدين: ١٤/ ٢٦٤٠، دار الشعب — قاهرة.

[2] المغني عن حمل الأسفار: ١/١١٥٥، رقم: ٤١٨٧، ت: أشرف عبد المقصود، مكتبة طبرية — الرياض، ط: ١٤١٥هـ.

[3] المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ص: ١٧٤، رقم: ٣١١، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية — حلب، ط: ١٤١٤هـ.

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں: "لا يعرف إلا في المنام لبعضهم"[1]. یہ روایت ایک شخص کے خواب سے پہچانی جاتی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا يعرف إلا في منام لعبد العزيز بن رَوَّاد ..."[2]. یہ روایت عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد کے خواب سے جانی جاتی ہے ..."۔

فائدہ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کا ذکر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "الزهدالكبير"[3] میں کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"عن عبد العزيز بن أبي رَوَّاد [كذا في الأصل]، قال: رأيت النبي ﷺ في النوم، فقلت: يا رسول الله! أوصني قال: من استوى يوماه، فهو مغبون، ومن كان يومه شرا من أمسه فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في النقصان، فالموت خير له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات".

ترجمہ: عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے (اور جو نقصان میں ہے) اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے"۔

---

[1] اللؤلؤ المرصوع: ص:١٧٤، رقم:٥٣٠، فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية— بيروت، ط:١٤١٥هـ.

[2] تذكرة الموضوعات: ص:٢٢، كتب خانة مجيدية — ملتان .

[3] الزهد الكبير: ص:٣٦٧، رقم:٩٨٧، ت: عامر أحمد حيدر، دار الجنان — بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

واضح رہے کہ حافظ ابن ابی الدنیا[1] سے منقول ہے کہ یہ "شیخ من بنی سلیم" کا خواب ہے، حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ[2] نے اسے ایک "رجل مبہم" کا خواب ہونا نقل کیا ہے، اسی طرح حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے اسے "حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ" کا خواب قرار دیا ہے، بہر حال یہ سب متفق ہیں کہ یہ روایت کسی کے خواب سے جانی گئی ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کے بارے میں حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ،

---

[1] حافظ عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ "المنامات" میں فرماتے ہیں: "حدثنا أبو بكر، حدثني سلمة بن شَبِيْب، حدثني سهل بن عاصم، عن الحسين بن موسى الخراساني، عن شيخ من بني سليم قال: رأيت النبي في منامي فقلت: يا رسول الله! ما حالك، قال: أحدثك؟ قلت: حدثني، قال: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يكن في زيادة فهو في نقصان، ومن كان في نقصان كان الموت خيرا له". (المنامات:ص: ١١٦، رقم: ٢٤٣) ترجمہ: بنی سلیم کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا تجھے حدیث بیان کروں ؟ میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو ترقی نہیں پا رہا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے"۔

[2] حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ " اقتضاء العلم العمل " میں فرماتے ہیں: "أخبرنا ابن رزْق، قال: أنبأ عثمان بن أحمد،ثنا محمدبن أحمدبن البراء، ثنا داودبن رُشَيْد، ثنا الوليدبن صالح،عن رجل، رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم، فقال لي: "من استوى يوماه فهو مغبون،ومن كان غده شريومیه فهوملعون ،ومن لم يعرف النقصان من نفسه فهو إلى نقصان، ومن كان إلى نقصان فالموت خير له". (اقتضاء العلم العمل: ص:١١٢، رقم:١٩٦) ترجمہ: ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا حال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، کیا تجھے حدیث بیان کروں، میں نے کہا: جی کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جو اپنے ذاتی نقصان کو نہیں پہچانتا تو وہ نقصان کی جانب گامزن ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

[3] حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "حلية الأولياء" میں فرماتے ہیں: "أخبرني جعفر بن محمد بن نُصَيْر، وحدثني عنه عمر بن أحمد بن شاهين، حدثنا إبراهيم بن نَصَّار، حدثني إبراهيم بن بَشَّار، قال: سمعت إبراهيم بن أدهم، يقول: بلغني أن الحسن البصري رأى النبي صلى الله عليه وسلم في منامه، فقال: يا رسول الله! عظني، قال: من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان غده شرا من يومه فهو ملعون، ومن لم يتعاهد النقصان من نفسه فهو في نقصان، ومن كان في نقصان فالموت خير له". (حلية الأولياء:٨/ ٣٥) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ نقصان میں ہے اور جس کا آنے والا دن پہلے والے سے برا ہے وہ ملعون ہے، اور جس نے اپنے نفس کو نقصان سے بچانے کے لئے نفس کی اصلاح نہ کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

علامہ پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کر دی ہے کہ اسے کسی کے خواب سے جانا گیا ہے، اور اتفاقی اصول ہے کہ انتساب بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت وجواز، سند پر موقوف ہوتا ہے، محض خواب ومکاشفات کی بنیاد پر کسی قول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ اسی روایت کے ضمن میں شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"هذا، ومن المقرر عند العلماء أن الرؤيا للنبي صلى الله عليه وسلم لا يثبت بها حكم شرعي، أيا كان الرائي من الناس، فبالأولى أن لا يثبت بها حديث نبوي"[1].

علماء کے نزدیک مقررہ اصول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا، خواہ خواب دیکھنے والا لوگوں میں سے کوئی بھی ہو، چنانچہ خواب سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تو بطریق اولی ثابت نہیں ہوگی۔

حاصل یہ کہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

تتمہ: اس کے تحت دو فائدے لکھے جائیں گے۔

پہلا فائدہ

حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار رحمۃ اللہ علیہ "الفردوس بمأثور الخطاب"[2] میں مذکورہ روایت کو بحوالہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بلاسند اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

"من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فكان على النقصان، ومن كان على

[1] المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:ص:١٧٤، رقم:٣١١، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية — حلب، ط:١٤١٤هـ.

[2] الفردوس بمأثور الخطاب:٣/ ٦١١، رقم:٥٩١٠، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية — بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

النقصان فالموت خير له".

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے۔

"الفردوس بمأثور الخطاب" کی سند تاحال نہیں مل سکی، البتہ ائمہ حدیث کے اقوال سے، روایت کا حدیثِ رسول ﷺ نہ ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

دوسرا فائدہ

حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ[1]، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ[2] اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[3] نے "مسند دیلمی" کی روایت اس طرح سے ذکر کی ہے:

"من استوى يوماه فهو مغبون، ومن كان آخر يومه شرا فهو ملعون، ومن لم يكن على الزيادة فهو في النقصان، ومن كان على النقصان فالموت خير له، ومن اشتاق إلى الجنة سارع إلى الخيرات، ومن أشفق من النار لها عن الشهوات، ومن ترقب الموت هانت عليه اللذات، ومن زهد في الدنيا هانت عليه المصيبات.

أسنده صاحب مسند الفردوس من حديث محمد بن سُوْقَة عن الحارث عن علي مرفوعا وهو إسناد ضعيف". [والفظ للآلي المنثورة[3]]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں ہے، اور جس کا آخری دن شر

---

[1] المقاصد الحسنة:ص:٤٦١، رقم:١٠٧٨، ت:محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي ـ بيروت.

[2] اللآلئ المنثورة:ص:٩١، رقم:١١٧، ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي – بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

[3] الدرر المنتثرة:حرف الميم، ص: ٢٢٣، ت:محمد عبدالقادر عطاء، دار الكتب العلمية– بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

میں گذرا وہ ملعون ہے، اور جس نے خیر میں ترقی کی کوشش نہیں کی وہ نقصان میں ہے، اور جو نقصان میں ہے اس کے لئے موت بہتر ہے، جو شخص جنت کا مشتاق ہو وہ بھلائیوں میں جلدی کرے، جو شخص آگ سے بچنا چاہے وہ شہوتیں چھوڑ دے، جو شخص موت کا منتظر رہے اس کے لئے لذاتِ دنیا ہلکی ہو جاتی ہیں، جو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرے اس پر مصائب آسان ہو جاتے ہیں"۔ (حافظ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) صاحب "مسند فردوس" نے اسے مسنداً محمد بن سُوقَۃ عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ ضعیف سند ہے۔

واضح رہے کہ تاحال "مسند فردوس" تو میسر نہیں ہے، البتہ حافظ ابو شجاع شِیرَوَیہ بن شہر دار رحمۃ اللہ علیہ کی "الفردوس بمأثور الخطاب" جو سندوں سے خالی ہے، اس میں مذکورہ پورا متن دو مختلف الگ الگ روایتوں میں ذکر کیا ہے، پہلا حصہ "من استوى يوماه" سے "فالموت خير له"[1] تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، اور دوسرا حصہ "ومن اشتاق إلى الجنة" سے "هانت عليه المصيبات"[2] تک مستقل روایت کے طور پر ذکر کیا ہے، مذکورہ حفاظ کرام (حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نے جو سند ذکر کی ہے وہ دوسرے حصہ کی سند ہے، جیسے حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی الفاظ وسند کے ساتھ روایت کو "حلية الأولياء"[3] میں ذکر کیا

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ٦١١، رقم: ٥٩١٠، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

[2] الفردوس بمأثور الخطاب: ۳/ ٦٠٢، رقم: ٥٨٨٦، ت: السعيد بن بسيوني زغلول، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.

اس دوسرے حصے کے فنی مقام پر یہاں بحث نہیں کر رہے ہیں، کیونکہ یہ روایت ضمناً آگئی ہے۔

[3] حلية الأولياء: ٥/ ١٠، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولي: ١٤٠٩ هـ.

صرف دوسرے حصہ (ومن اشتاق إلى الجنة سے هانت عليه المصيبات تك) کو مذکورہ سند سے حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے "تاريخ دمشق" (١٤/ ٣٠) میں مرفوعاً، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الإيمان" (١٣/ ١٧٨، رقم: ١٠١٣٩) میں موقوفاً، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "كتاب الموضوعات" (٢/ ١٨٠) میں مرفوعاً، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلي المصنوعة" (٢/ ٣٠١) میں مرفوعاً تخریج کیا ہے۔

ہے، اور پہلے حصہ کی مذکورہ سند کسی نے بھی ذکر نہیں کی، معلوم ہوا مذکورہ سند کا تعلق صرف دوسرے حصہ سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ روایت: "من استوی یوماہ". کی مرفوعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند موجود ہے۔
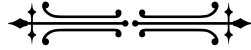
روایت نمبر: (۳۰)

روایت: "طلاق دینے سے باری تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے"۔

حکم: شدید ضعیف، بیان نہیں کرسکتے۔

روایت کا مصدر

حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد"[1] میں "عمرو بن جمیع" کا ترجمہ قائم کیا، پھر اس عمرو کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وكان يروي المناكير عن المشاهير والموضوعات عن الأثبات". عمرو بن جمیع مشہور راویوں کے انتساب سے منکر اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

اس کے بعد حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن جمیع کی زیر بحث روایت تخریج کی، ملاحظہ ہو:

"أخبرنا علي بن أحمد بن عمر المُقْرِئ، قال:حدثنا الحسن بن سعيد الآدمي بالمَوْصِلِ، قال: حدثنا محمد بن محمود الصَيْدَلاَنِي، قال: حدثنا أبو إبراهيم الترجماني، قال: حدثنا عمرو بن جُميع، عن جويبر عن الضحاك، عن النَزَال بن سَبْرَة عن علي بن أبي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: تزوجوا ولا تطلقوا فان الطلاق يَهْتَزُّ له العرش".

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے"۔

یہ روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "أخبار أصبهان"[2] میں تخریج کی ہے، دونوں سندیں "عمرو بن جُمیع" پر مشترک ہو جاتی ہیں۔

[1] تاريخ بغداد: ١٤ / ٩٣، رقم: ٦٦٠٧، ت: بشار عوّاد، دار الغرب الإسلامي - بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] كتاب ذكر أخبار أصبهان: ١٥٧/١، ت:سيد كسروي حسين، دار الكتاب الإسلامي - بيروت، الطبعة الاولى: ١٤١٠هـ.

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات"[1] میں شمار کیا ہے۔

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل روایت کے بعد عمرو بن جُمیع کو "متروك الحديث"[2] کہا ہے۔

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[3] میں لکھتے ہیں:

"هذا حديث لا يصح، وفيه آفات: الضحاك مجروح، وجويبر ليس بشيء، قال النسائي والدار قطني: جويبر وعمرو متروكان، وقال ابن عدي: كان عمرو بن جُميع يتهم بالوضع".

یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے، اور اس میں کئی آفتیں ہیں: ضحاک مجروح راوی ہے، جویبر "لیس بشئ" ہے۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ جویبر اور عمرو دونوں متروک راوی ہیں، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ عمرو بن جُمیع متہم بالوضع ہے۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تلخيص كتاب الموضوعات"[4] میں لکھتے ہیں:

---

[1] موضوعات الصغاني: ص: ٦٠، رقم: ٩٧، دار المأمون للتراث ـ بيروت.

[2] ذخيرة الحفاظ: ٢/ ١١٤٧، رقم: ٢٤٣٤، ت: عبد الرحمن الفريوائي، دار السلف- الرياض، ط: ١٤١٦هـ

[3] كتاب الموضوعات: ٢/ ٢٧٧، عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى: ١٣٨٦هـ.

[4] تلخيص الموضوعات: باب العلم، ٢٣٥، ت: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، مكتبة الرشد- الرياض، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ.

"فيه عمرو بن جُميع - متهم- عن جويبر عن الضحاك عن النزّال بن سَبْرَة عن علي". "اس سند میں عمرو بن جُمیع متہم راوی ہے..."۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "اللآلي المصنوعة"[1] میں لکھتے ہیں:

"لا يصح، قال الخطيب: عمرو بن جُميع كذاب يروي المناكير عن المشاهير، والموضوعات عن الأثبات". یہ حدیث "صحیح" نہیں ہے، خطیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمرو بن جُمیع کذاب ہے، یہ مشہور راویوں کے انتساب سے منکر، اور ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[2] میں لکھتے ہیں:

"(خط) من حديث علي ولا يصح، فيه عمرو بن جُميع". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے، اور یہ روایت "صحیح" نہیں ہے، اس کی سند میں عمرو بن جُمیع ہے۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن جُمیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

"كذبه ابن معين، وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع"[3]. ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے، اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متہم بالوضع قرار دیا ہے۔

---

[1] اللآلي المصنوعة: كتاب الفضائل، ۲/ ۱۵۱، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۱۷ھـ.

[2] تنزيه الشريعة المرفوعة: حرف الحاء، ۲/ ۲۰۲، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۰۱ھـ.

[3] تنزيه الشريعة المرفوعة: حرف الحاء، ۱/ ۹۳، ت: عبدالله الغماري، دار الكتب العلمية- بيروت، ط: ۱٤۰۱ھـ.

حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ "الفوائد المجموعة"[1] میں لکھتے ہیں:

"رواه الخطيب عن علي رضي الله عنه مرفوعا، وفي إسناده: عمرو بن جُميع، يروي الموضوعات عن الأثبات". خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کی ہے، اور روایت کی سند میں عمرو بن جمیع ہے، جو ثقہ راویوں کے انتساب سے من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

ان حضرات محدثین نے روایت میں خاص طور پر عمرو بن جُمیع کو مدار کلام بنایا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن جُمیع کے بارے میں بعض دیگر ائمہ رجال کے اقوال معلوم ہو جائیں، تاکہ روایت کا حکم سمجھنے میں آسانی ہو۔

عمرو بن جُمیع ابو عثمان کے بارے میں دیگر ائمہ رجال کے اقوال

حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "كتاب الموضوعات"[2] فرماتے ہیں:

"قال يحيى:هو كذاب خبيث، وقال النسائي و الدارقطني: متروك، وقال ابن عدي: كان يتهم بالوضع، وقال ابن حبان: لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل الاعتبار".

یحیی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ کذاب، خبیث ہے، نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے متروک کہا ہے، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ متہم بالوضع ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں صرف "اعتبار" کے طور پر ہی لکھنا جائز ہے۔

---

[1] الفوائد المجموعة:ص:١٨١، ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار مصطفى الباز–الرياض، ط: ١٤١٥ هـ.

[2] كتاب الموضوعات: ٢/ ٩١،عبد الرحمن محمد عثمان، المكتبة السلفية – المدينة المنورة، الطبعةالأولى: ١٣٨٦هـ.

روایت کا حکم

علامہ صغانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوع کہا ہے، نیز حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ، حافظ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام محدثینِ کرام نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے سند میں موجود راوی عمرو بن جمیع کو وضعِ حدیث میں متہم قرار دیا ہے، ثابت ہوا کہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لئے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

اہم فائدہ:

واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت کے پہلے جزء (تزوجوا، ولا تطلقوا) کا معنی دیگر روایات سے ثابت ہے، ہماری بحث و حکم کا تعلق صرف جزء ثانی (طلاق دینے سے عرش ہل جاتا ہے) سے ہے۔
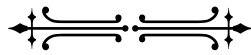
روایت نمبر: (۳۱)

حدیث: "من عرف نفسه فقد عرف ربه". "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

حکم: من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

روایت کا مصدر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ "التفسیر الکبیر"[1] میں لکھتے ہیں: "وقوله عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه عرف ربه ....". نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا ..."۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "التيسير"[2] میں بلا سند مذکورہ روایت نقل کی ہے، ملاحظہ ہو: "قال عليه الصلاة والسلام: من عرف نفسه فقد عرف ربه". نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو موضوعات میں شمار فرمایا ہے[3]۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "موضوع"[4]. یہ من گھڑت ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إنه ليس بثابت"[5]. یہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

---

[1] التفسير الكبير: ٩/ ٤٥٦، دار إحياء التراث العربي - بيروت .

[2] التيسير: حرف الحاء، ١/ ٤٩٣، مكتبة الإمام الشافعي - الرياض، ط:١٤٠٨هـ.

[3] موضوعات الصغاني: ص:٣٥، رقم:٢٨، ت:نجم عبدالرحمن خلف، دار المامون للتراث - بيروت، ط: ١٤٢٩هـ.

[4] المصنوع: ص:١٨٩، رقم:٣٤٩، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، ط:١٤١٤هـ.

[5] الأسرار المرفوعة: ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

علامہ ابو المظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”إنه لا يعرف مرفوعا، وإنما يحكى عن يحيى بن معاذ الرازي من قوله“[1]۔ اسے مرفوعاً نہیں پہچانا گیا، البتہ اسے یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی حیثیت سے نقل کیا جاتا ہے۔
حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ[2]، حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ[3]، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ[4]، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ[5]، علامہ محمد بن محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ[6]، علامہ احمد بن عبد الکریم غزنی[7]، محمد امیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ[8]، حافظ ابن عراق[9]، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ[10] نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] الأسرار المرفوعة:ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦،ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت،ط:١٤٠٦هـ.
[2] المقاصد الحسنة:ص٦٥٧، رقم:١١٤٩،ت: محمد عثمان الخشت، دار الكتاب العربي — بيروت، ط:١٤٠٥هـ.
[3] الدرر المنتثرة:حرف الميم، ص:١٨٥، رقم:٣٩٣، ت: محمد بن لطفي الصباغ، جامعة الملك سعود - الرياض.
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ”القول الأشبه“ نامی رسالہ لکھا ہے، یہ رسالہ ”الحاوي للفتاوي“ میں موجود ہے(٢/ ٢٣٩)، اس رسالہ میں بھی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر اکتفاء کیا ہے۔
[4] اللآلئ المنثورة:ص:١٢٩، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية— بيروت، ط:١٤٠٦هـ.
[5] الأسرار المرفوعة:ص:٢٣٧، رقم:٥٠٦، ت: محمد الصباغ، المكتب الإسلامي - بيروت،ط:١٤٠٦هـ.
[6] أسنى المطالب:ص:٢٧٧، رقم:١٤٣٦، ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية —بيروت، ط:١٤١٨هـ.
[7] الجد الحثيث:ص:٢٣٢، رقم:٥٢٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم—بيروت،ط:١٤١٨هـ.
[8] النخبة البهية:ص:١٢١، حرف الميم،رقم:٣٦٤،ت: زهير الشاويش،المكتب الإسلامي —بيروت، ط:١٤٠٩هـ.
[9] تنزيه الشريعة:٢ / ٤٠٢، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:١٤٠١هـ.
[10] اللؤلؤ المرصوع:حرف الميم،ص:١٩١، رقم:٥٩٤، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية — بيروت، ط:١٤١٥هـ.

اور حافظ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لفظوں میں ''من گھڑت'' کہا ہے، چنانچہ مذکورہ روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، نیز سابقہ تصریحات کے مطابق یہ یحیی بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اہم وضاحت

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''معالم التنزیل''[1] میں مذکورہ روایت کو حضرت داوٗد علیہ السلام کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے:

''وفي الأخبار: إن الله تعالى أوحى إلى داود: اعرف نفسك واعرفني، فقال: يا رب! كيف أعرف نفسي؟ وكيف أعرفك؟ فأوحى الله إليه: اعرف نفسك بالضعف والعجز والفناء، واعرفني بالقوة والقدرة والبقاء''.

ترجمہ: اور روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام پر وحی نازل کی: اپنے نفس کو پہچان اور [اس کے ذریعے سے] مجھے پہچان لے، داوٗد علیہ السلام نے کہا: میں کیسے اپنے نفس کو پہچانو؟ اور کیسے آپ کو پہچانو؟ اللہ نے وحی بھیجی: اپنے نفس کو ضعف، عجز اور فنا کے ذریعے سے پہچان، اور مجھے قوت، قدرت اور بقا کے ذریعے پہچان۔

اسی علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ''روح البیان''[2] میں ایک مقام پر مذکورہ روایت کو اس طرح لکھتے ہیں: ''قال الله تعالى في بعض كتبه المنزلة: اعرف نفسك يا إنسان! تعرف ربك''. بعض آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے انسان! اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا۔

حاصل یہ کہ روایت: ''من عرف نفسه فقد عرف ربه'' کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کرسکتے، البتہ امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور

---

[1] معالم التنزيل: سورة البقرة، ١/ ١٥٣، ت: محمد عبد الله النمر، دار طيبة – الرياض، ط:١٤٠٩هـ.

[2] روح البيان: ٤/ ٤٦١، مطبعة عثمانيه – إستانبول، ط: ١٣٣١ هـ.

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے مطابق اس جیسے الفاظ اسرائیلی روایت سے ثابت ہیں، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تنبیہ: علامہ عبد الحق ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو "المُحَرَّر الوَجِيْز في تفسير الكتاب العزيز"[1] میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے انتساب سے موقوفاً بلا سند اس طرح لکھا ہے:

"قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه: اعرف نفسك تعرف ربك. وروي عنه أنه قال أيضا: من لم يعرف نفسه لم يعرف ربه".

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفس کو پہچان، اپنے رب کو پہچان جائے گا، اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے: جس نے اپنے نفس کو نہیں پہچانا اس نے اپنے رب کو نہیں پہچانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مقولہ ہمیں باوجود تلاش کے سنداً کسی کتاب میں نہیں مل سکا، واللہ اعلم۔
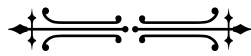
[1] المحرر الوجيز: سورة الحشر، ٥/ ٢٩١، ت: عبد السلام عبد الشافي محمد، دار الكتب العلمية – لبنان، ط:١٤٢٢هـ.

فصل ثانی

(مختصر نوع)

روایت نمبر: ①

ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو دفعہ جانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ ابو جہل کے دروازے پر کلمے کی دعوت کے لئے سو(۱۰۰)سے زیادہ مرتبہ گئے، ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ نے طوفانی رات میں ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ابو جہل نے اپنی بیوی سے کہا: اتنی رات میں یقیناً کوئی ضرورت مند ہی آیا ہو گا، میں اس کی ضرورت ضرور پوری کروں گا، اس نے جب دروازہ کھولا تو آپ ﷺ کھڑے تھے اور آپ ﷺ نے اس سے کہا: کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاؤ گے، ابو جہل نے غصہ سے دروازہ بند کر لیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

تتمہ: ذیل میں زیرِ بحث واقعہ سے ملتی جلتی دو(۲)روایات لکھی جائیں گی، پہلی روایت من گھڑت ہے، جبکہ دوسری روایت فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

پہلی روایت

اس روایت کا ذکر علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنزيه الشريعة“[1] میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رَتَن ہندی کذاب کی سند سے کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

---

[1] تنزيه الشريعة: ۳۸/۲، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية–بيروت، ط:۱٤۰۱هـ.

"قال صلى الله عليه وسلم: لو أن لليهودي حاجة إلى أبي جهل وطلب مني قضاءها، لترددت إلى باب أبي جهل مائة مرة".

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی یہودی کا بھی حق ابو جہل پر ہو اور وہ میرے ذریعے سے طلب کرے، تو میں ابو جہل کے دروازے پر حصولِ حق کے لئے سو مرتبہ بھی جاؤں گا۔

آگے علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت اور اس جیسی دوسری روایت کے متعلق حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

"قال الذهبي: فأظن أن هذه الخُرَافات من وضع موسى هذا الجاهل، أو وضعها له من اختلق ذكرَ رَتَن، وهو شيء لم يخلق، ولئن صححنا وجوده وظهوره بعد سنة ستمائة، فهو إما شيطان تَبَدّي في صورة بشر، فادعى الصحبة وطول العمر المفرط، وافترى هذه الطامات، أو شيخ ضال أسس لنفسه بيتا في جهنم بكذبه على النبي صلى الله عليه وسلم".

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا گمان یہ ہے کہ یہ خرافات اس جاہل موسی [سند میں موجود راوی] نے گھڑی ہیں، یا اس شخص نے گھڑی ہے جس نے رَتَن کا نام ایجاد کیا ہے، اور رَتَن ایسی چیز ہے جو پیدا ہی نہیں ہوئی [یعنی اس نام کے شخص کی طرف منسوب روایات خود ساختہ ہونے کے ساتھ ساتھ، یہ رَتَن بھی خود ساختہ فرد ہے جس کا کوئی وجود حقیقت میں نہیں ہے]، اگر اس کا وجود اور چھ سو سال کے بعد اس کا ظاہر ہونا صحیح مان لیا جائے، پھر یا تو وہ شیطان تھا جو انسانی صورت میں ظاہر ہوا، اور صحابیت، طویل عمر کا دعوی کیا اور ان بے اصل باتوں کو گھڑا، یا وہ گمراہ سٹھیایا ہوا شخص تھا جس نے نبی ﷺ پر جھوٹ بول کر اپنے لیے جہنم میں گھر بنایا۔

دوسری روایت

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے "السيرة النبوية"[1] میں محمد بن اسحاق عن عبد الملک بن عبد اللہ ثقفی کی سند سے ایک واقعہ نقل کیا ہے:

"ایک اِرَاشی شخص نے ابو جہل کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا، ابو جہل اس کا حق دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا، وہ شخص قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور ابو جہل کی شکایت کی، انہوں نے استہزاءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ تمہارا حق دلوائے گا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حق دلوانے کا کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر ابو جہل کے دروازے پر گئے، ابو جہل باہر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اِرَاشی کا حق دینے کے لئے کہا، وہ فوراً اندر گیا اور اِرَاشی کا حق دے دیا، سردارانِ قریش نے ابو جہل کو اس پر ملامت کیا، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک رعب دار آواز آئی، جب میں باہر آیا تو سامنے ایک بڑا اونٹ کھڑا تھا، اگر میں حق دینے سے انکار کر دیتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا"۔

علامہ ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند میں موجود راوی محمد بن اسحاق کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "ديوان الضعفاء"[2] میں لکھتے ہیں: "ثقة ـ إن شاء الله ـ صدوق، احتج به خلف من الأئمة، ولاسيما في المغازي...".

ان شاء اللہ ثقہ ہیں، صدوق ہیں، متقدمین ائمہ نے ان کی روایات سے استدلال کیا ہے، خاص طور پر مغازی کے باب میں ..."۔

البتہ واضح رہے کہ بعض محدثین نے محمد بن اسحاق پر خاص جہت سے جرح بھی کی ہے۔

---

[1] السيرة النبوية لابن هشام: ١/ ٣٨٩، ت: مصطفى السقا وغيره، دار الكتب العلمية – بيروت .

[2] ديوان الضعفاء: ص: ٣٤١، رقم: ٣٥٨٩، ت: حماد بن محمد الأنصاري، مكتبة النهضية الحديثة –مكة المكرمة، ط: ١٣٨٧ هـ.

سند میں مذکور عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان ثقفی کو حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقات"[1] میں لکھا ہے، البتہ سند منقطع ہے، خلاصہ یہ کہ اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم۔
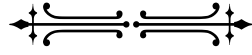
[1] الثقات:١١٦/٥،رقم:٤١٢١، دائرة المعارف– بحيدر آباد دكن .

روایت نمبر:(۲)

طوفانی رات میں آپ ﷺ کا دعوت دینا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک طوفانی رات میں صحابہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی شخص چلتا ہوا آرہا ہے، جب وہ قریب آیا تو دیکھا کہ وہ حضور اقدس ﷺ ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی رات میں کہاں سے آرہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پہاڑ کے دوسری جانب ایک قافلہ آکر ٹھہرا تھا جو کل صبح سے پہلے کوچ کر جائے گا، مجھے یہ ڈر ہوا کہ اس قافلے والوں تک کلمہ کی دعوت پہنچنے سے نہ رہ جائے، سو میں انہیں دعوت دینے گیا تھا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
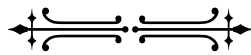
روایت نمبر: ④

ایک آدمی کا راہ راست پر آجانا، داعی کی نجات کے لئے کافی ہے

روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: ذیل میں مذکورہ روایت سے ملتی جلتی روایات ذکر کی جائیں گی جنہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، ان روایات کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پہلی روایت

”عن مُعَاذ بن جبل أن النبي صلى الله عليه وسلم قال له: يا مُعَاذ ! أن يهدي الله على يديك رجلًا من أهل الشرك خير لك من أن يكون لك حُمْرُ النَّعَمِ“[1]۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کسی مشرک کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دے دی تو تیرے لئے یہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

---

[1] مسند أحمد: ٣٦/ ٣٩٢، رقم: ٢٢٠٧٤، ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة– بيروت، ط: ١٤٢١ هـ.

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن دُوَيد بن نافع لم يدرك معاذا"[1]. اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، البتہ یہ بات ہے کہ (راوی) دُوَید بن نافع نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

دوسری روایت

"عن أبي رافع، قال: بعث النبي صلى الله عليه وسلم عليّا إلى اليمن، فعقد له لواء، فلما مضى، قال: يا أبا رافع! الحقْه ولا تدعه من خلفه، وليقفْ ولا يلتفتْ حتى أجيئه، وأتاه فأوصاه بأشياء، فقال: يا عليُّ! لأن يهدي الله على يدك رجلا خير لك مما طلعت عليه الشمس"[2].

ترجمہ: ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کے لیے جھنڈا تیار کیا، جب وہ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو رافع! ان سے جا کر ملو، اور انہیں پیچھے سے نہ پکارو، وہ وہیں کھڑے رہیں، ادھر اُدھر نہ جائیں یہاں تک کہ میں آجاؤں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور انہیں کچھ باتوں کی وصیت کی اور کہا: اے علی! اگر ایک شخص کو اللہ نے تیرے ذریعے سے ہدایت دی تو یہ تیرے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني عن يزيد بن أبي زياد، وهو يزيد بن يزيد بن أبي زياد مولى ابن عباس، ذكره المزي في الرواة عن أبي رافع، وذكره

---

[1] مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد، ٥/ ٦٠٢، رقم: ٩٧١٤، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر — بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] المعجم الكبير: ١/ ٣٣٢، رقم: ٩٩٤، مكتبة ابن تيمية – مصر، ط: ١٤٠٤هـ.

ابن حبان في الثقات، وبقية رجال الطريق الأولى ثقات"[1].

اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے، جو کہ یزید بن یزید بن ابی زیاد مولی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے، مِزّی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو ابو رافع سے نقل کرنے والے راویوں میں ذکر کیا ہے، اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے، پہلی سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔
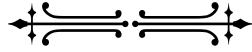
[1] مجمع الزوائد: باب فيمن يسلم على يديه أحد،٥/ ٦٠٢،رقم:٩٧١٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت نمبر:④

حضرت ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: اللہ کے رزق میں سے کھا

حکم: مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

روایت: ”حضرت ایوب علیہ السلام پر جب آزمائش آئی تو ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے، جب کوئی کیڑا کاٹتا تو انہیں بہت تکلیف ہوتی، اور جب کوئی کیڑا ان کے جسم سے گر جاتا وہ اسے اٹھا کر دوبارہ اپنے جسم پر رکھ دیتے، اور کہتے کہ اللہ نے جو تجھے رزق دیا ہے اس میں سے کھا“۔

مذکورہ روایت ہمیں مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، البتہ اسے حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“[1] میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”حدثنا أبي، ثنا أحمد بن محمد بن عمر، ثنا أبو بكر بن عبيد، حدثني محمد ابن قُدامة، ثنا موسى بن داود، ثنا رِياح، عن الحسن أنه كانت الدودة تقع من جسد أيوب، فيأخذها فيعيدها إلى مكانها، ويقول:كلي من رزق الله“.

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب کوئی کیڑا حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھاتے اور دوبارہ اس کی جگہ پر رکھتے اور کہتے کہ اللہ کے رزق میں سے کھا۔

---

[1] حلية الأولياء: ٦/ ١٩٥، دارالكتب العلمية –بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ.

روایت کے متعلق ائمہ کا کلام

قاضی ابو بکر ابن العربی کا قول

حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "الجامع لأحکام القرآن"[1] میں ایوب علیہ السلام کی ابتلاء کی تفصیل لکھنے کے بعد علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھتے ہیں:

"ولم يصح عن أيوب في أمره إلا ما أخبرنا الله عنه في كتابه في آيتين: الأولى قوله تعالى: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ﴾ [الأنبياء:٨٣] والثانية: في (ص): ﴿أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾ [ص:٤١]. وأما النبي صلى الله عليه وسلم فلم يصح عنه أنه ذكره بحرف واحد إلا قوله: بينا أيوب يغتسل إذ خَرَّ عليه رِجْل[2] من جراد من ذهب... الحديث [كذا في الأصل]".

حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں کوئی بات صحیح نہیں ہے، سوائے اس مضمون کے، جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دی ہے: پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "اور ایوب جب پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھے پہنچی ہے تکلیف" [الأنبياء:٨٣] اور دوسری آیت سورہ (ص) کی: "مجھ کو لگادی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف[ص:٤١]۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کوئی ایک لفظ بھی صحت کے ساتھ منقول نہیں سوائے اس حدیث کے: "حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ ان کے قدموں میں سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں ..."۔

---

[1] الجامع لأحكام القرآن:سورة ص، ٢١٥/١٨، ت:عبدالله بن عبدالمحسن، مؤسسةالرسالة – بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

[2] قوله: الرجل: الرجل بالكسر: الجراد الكثير .(النهاية في غريب الحديث الأثر: باب الراء، ٢/ ٢٠٣،ت: طاهر أحمد الزاوي،دارإحياء التراث العربي –بيروت، ط:١٣٠٠هـ .)

علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا کلام

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ "روح المعاني"[1] میں ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے متعلق واقعات ذکر کرنے کے بعد علامہ ابراہیم بن ابراہیم بن حسن لَقَّانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:۱۰۴۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفي "هداية المريد" للَقَّاني أنه يجوز على الأنبياء عليهم السلام كل عرض بشري ليس محرما ولا مكروها ولا مباحا مزريا ولا مزمنا، ولا مما تعافه الأنفس ولا مما يؤدي إلى النفرة، ثم قال بعد ورقتين: واحترزنا بقولنا ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس عما كان كذلك كالاقعاد والبرص والجذام والعمى والجنون.

وأما الإغماء فقال النووي: لا شك في جوازه عليهم، لأنه مرض بخلاف الجنون، فإنه نقص، وقيد أبو حامد الإغماء بغير الطويل، وجزم به البلقيني".

لَقَّانی رحمۃ اللہ علیہ نے "هداية المريد" میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر تمام عوارض بشری آسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہوں نہ مکروہ ہوں، نہ غیر پسندیدہ عیب لگانے والے ہوں، نہ دائمی مرض ہو، نہ ایسی بیماری ہو کہ لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہوں، اور نہ ایسی بیماری ہو جس سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہو۔

(علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) لَقَّانی رحمۃ اللہ علیہ دواَوراق کے بعد مزید فرماتے ہیں: ہم نے اپنے اس قول (یعنی: ولا مزمنا ولا مما تعافه الأنفس) سے اس نوع کے امراض سے احتراز کیا ہے: (جیسے) وہ بیماری جس میں ہاتھ پاؤں سوکھ جاتے ہیں، (نیز) برص، جذام، اندھاپن، جنون۔

---

[1] روح المعاني: سورة ص، ۲۰۸/۲۳، دار إحياء التراث العربي – بيروت.

البتہ بے ہوشی کے بارے میں نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام پر بے ہوشی طاری ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہ مرض ہے بخلاف جنون کہ یہ عیب ہے، اور ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے بے ہوشی کے بارے میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ طویل نہ ہو، اور اسی پر علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کا جزم ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ درست نہیں ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا مزید کلام آگے آرہا ہے۔

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام

علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام پر مذکورہ عوارض کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ویمتنع علیهم الجنون وإن قل لأنه نقص، ویلحق به العمی، ولم یعم نبي قط، وما ذکر عن شعیب من کونه کان ضریرا لم یثبت، وأما یعقوب فحصلت له غشاوة وزالت"[1].

ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی نبی مجنون ہوا ہو، اگرچہ جنون مختصر وقت کے لئے ہو، نابینا ہونا بھی جنون کے ساتھ ملحق ہے (یعنی نبی نابینا نہیں ہو سکتا)، اور کوئی نبی کبھی بھی نابینا نہیں ہوا، اور جہاں تک حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا تعلق ہے، سو وہ ثابت نہیں، اور حضرت یعقوب علیہ السلام بھی نابینا نہ تھے، البتہ آنکھوں پر عارضی پردہ پڑ گیا تھا، بعد میں وہ زائل ہو گیا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تفصیل کے بعد لکھتے ہیں:

"ولعلك تختار القول بحفظهم مما تعافه النفوس ویؤدي إلی الاستقذار والنفر مطلقا، وحینئذ فلا بد من القول بأن ما ابتلي به أیوب

[1] روح المعاني: سورة ص، ۲۰۸/۲۳، دار إحیاء التراث العربي – بیروت .

عليه السلام لم يصل إلى حد الاستقذار والنفرة كما يشعر به ما روي عن قتادة ونقله القصاص في كتبهم، وذكر بعضهم أن داءه كان الجدري ولا أعتقد صحة ذلك، والله تعالى أعلم"[1].

شاید آپ یہ قول اختیار کریں کہ انبیاء علیہم السلام ایسے امراض سے مطلقاً محفوظ رہے ہیں جن سے لوگ کراہت محسوس کرتے ہوں، اور جو لوگوں کی دوری اور نفرت کا باعث ہوں، اس صورت میں اس کا قائل ہونا بھی ضروری ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض لوگوں میں دوری اور نفرت کی حد تک نہیں پہنچا تھا، جیسا کہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت [حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں] سے یہ سمجھ میں آتا ہے [یعنی حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت درست نہیں ہے] اور ان سے بعض قصہ گو نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کی بیماری چیچک تھی، میرے اعتقاد کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے، واللہ اعلم۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے "لایصح" کہا ہے نیز علامہ لقانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
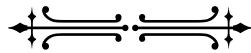
[1] روح المعاني: سورة ص، ۲۰۸/۲۳، دار إحياء التراث العربي — بيروت .

روایت نمبر:⑤

آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا

روایت: ”ایک مشرک آپ ﷺ کا مہمان ہوا، رات کو وہ آپ ﷺ کے پاس ٹھہر گیا، رات کو اس کا پیٹ خراب ہوا جس کی وجہ سے بستر پاخانے سے خراب ہو گیا، آپ ﷺ نے اس کا بستر اپنے ہاتھ سے صاف کیا، اس مشرک شخص نے جب آپ ﷺ کا یہ رویہ دیکھا تو وہ مسلمان ہو گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: آپ ﷺ کے اخلاق و فیاضی سے متعلق ایک روایت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کی ہے:

روایت

”حدثني محمد بن رافع، حدثنا إسحاق بن عيسى، أخبرنا مالك، عن سهيل بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر، فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة، فحلبت فشرب حِلاَبَها، ثم أخرى فشربه، ثم أخرى فشربه، حتى شرب حِلاَب سبع شِيَاهٍ، ثم إنه أصبح فأسلم،

فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فشرب حلابها، ثم أمر بأخرى فلم يستتمَّها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن يشرب في مِعًي واحد والكافر يشرب في سبعة أمعاء"[1].

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ضیافت فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دَوہنے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دَوہا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دَوہنے کا حکم دیا، اس کا دودھ بھی پی گیا، پھر تیسری کا حکم دیا، وہ پی گیا، حتی کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، اگلے دن وہ مسلمان ہو گیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ لانے کا حکم دیا، چنانچہ دودھ دَوہا گیا اور وہ سب دودھ پی گیا، پھر دوسری کا حکم دیا وہ اس کا دودھ پورا نہ پی سکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن ایک آنت سے پیتا ہے اور کافر سات آنتوں سے پیتا ہے"۔
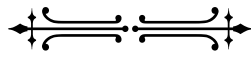
[1] الصحيح لمسلم:ص:٨٥٤،رقم:٢٠٦٣،ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر:⑥

آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا

روایت: ”جب حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اللہ رب العزت سے ان کی صحت یابی اور زندگی کی دعا فرمالیتے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے مقبول دعا اپنی امت کے لئے محفوظ کر رکھی ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اورجب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے ہم معنی یہ روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“میں ذکر کیا ہے۔

روایت

”حدثنا عبيد الله بن معاذ العَنْبَرِي، حدثنا أبي، حدثنا شعبة، عن محمد (وهو بن زياد) قال سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لكل نبي دعوة دعا بها في أمته فاستجيب له، وإني أريد إن شاء الله أن أؤخر دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة“[1].

---

[1] الصحيح المسلم:كتاب الايمان، ص: ١١٢، رقم:١٩٩، ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية —الرياض، ط:١٤١٩هـ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے جو اسے اپنی امت کے لئے مانگتا ہے اور وہ دعا اس کی قبول بھی کی جاتی ہے، اور انشاء اللہ تعالی میرا ارادہ ہے کہ اپنی دعا کو روزِ قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کرلوں۔

نوٹ: اس روایت میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔
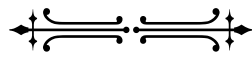
روایت نمبر:⑦

آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا

روایت: ”جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت قریب ہوا اور آپ ﷺ پر سکرات کی تکلیف بڑھنے لگی تو آپ ﷺ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: اے عزرائیل! کیا میری امت کو بھی موت کی اتنی ہی تکلیف ہو گی؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا: اس سے بھی زیادہ تکلیف ہو گی، آپ ﷺ نے فرمایا: تم میری امت کی موت کی تمام تکلیف مجھے دے دو اور انہیں موت کی تکلیف نہیں دینا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کی امت کی فکر سے متعلق روایات ذخیرہ احادیث میں کثیر تعداد میں ہیں، ذیل میں ایک روایت لکھی جاتی ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں تخریج کیا ہے۔

روایت

”حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدَفِي، أخبرنا ابن وهب، قال: أخبرني عمرو بن الحارث أن بكر ابن سَوَادة حدثه، عن عبد الرحمن بن جُبير، عن عبد الله بن عمرو بن العاص: أن النبي صلى الله عليه وسلم تلا قول الله عز وجل في إبراهيم: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ

ٱلنَّاسِۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّيۖ﴾[إبراهيم: ٣٦]. وقـال عيسى عليه السلام: ﴿إِن تُعَذِّبۡهُمۡ فَإِنَّهُمۡ عِبَادُكَۖ وَإِن تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ١١٨﴾ [المائدة:١١٨].

فرفع يديه وقال: اللهم أمتي أمتي وبكى، فقال الله عز وجل: يا جبريل! اذهب إلى محمد وربك أعلم فسله ما يبكيك، فأتاه جبريل عليه السلام فسأله، فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قال وهو أعلم، فقال الله: يا جبريل! اذهب إلى محمد، فقل: إنا سنرضيك في أمتك ولا نسوءك"[1].

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالی کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضۡلَلۡنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُۥ مِنِّيۖ﴾ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔ لہٰذا جو کوئی میری راہ پر چلے، وہ تو میرا ہے (سورۃ ابراہیم:۳۶)۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باری تعالی کے اس ارشاد کی تلاوت کی: ﴿إِن تُعَذِّبۡهُمۡ فَإِنَّهُمۡ عِبَادُكَۖ وَإِن تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ١١٨﴾ اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ انہیں معاف فرمادیں، تو یقینا آپ کا اقتدار بھی کامل، حکمت بھی کامل (سورۂ مائدہ:۱۱۸)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! میری امت، میری امت، اور رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ، اور تیرا

---

[1] الصحيح لمسلم:ص:١١٢،رقم:٢٠٢،ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

رب جاننے والا ہے، اور پوچھو کہ آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام آئے اور پوچھا، آپ ﷺ نے انہیں ساری بات بتادی جو آپ ﷺ نے کہی تھی، حالانکہ باری تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور کہو: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے، اور آپ کو غمگین نہیں کریں گے۔
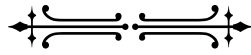
روایت نمبر:⑧

روزِ قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا

روایت: ''آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک شخص کو جنت میں جانے کے لئے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہو گی، وہ چاہے گا کہ کوئی اس کو ایک نیکی دے تا کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے، وہ شخص اپنے عزیز و اقارب کے پاس جائے گا، کوئی بھی اس کو ایک نیکی دینے کے لئے تیار نہ ہو گا، اس کی نظر ایک شخص پر پڑے گی جو اپنے فیصلے کا انتظار کر رہا ہو گا، یہ اس کے پاس جائے گا، اس دوسرے شخص کے نامہ اعمال میں صرف ایک ہی نیکی ہو گی، یہ شخص اس سے ایک نیکی کا سوال کرے گا، وہ اس کو اپنی ایک نیکی دے دیگا، اللہ تعالی اس ایثار کو دیکھ خوش ہوں گے اور دونوں کو جنت میں داخل کر دیں گے''۔

امام ابو حامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الدرة الفاخرة في كشف علم الآخرة''[1] میں یہ روایت بلاسند نقل کی ہے:

''يؤتى برجل يوم القيامة، فما يجد له حسنة ترجح ميزانه، وقد اعتدلت بالسوية، فيقول الله تعالى رحمة منه: اذهب في الناس فالتمس من يعطيك حسنة أدخلك بها الجنة، فيصير يجوس خلال العالمين فما يجد أحدا يكلمه في ذلك الأمر إلا يقول له خفت أن يخف ميزاني، فأنا أحوج منك إليها، فييأس.

فيقول له رجل: ما الذي تطلب؟ فيقول: حسنة واحدة، فلقد مررت بقوم لهم منها الألف فبخلوا علي، فيقول له الرجل: لقد لقيت

---

[1] الدرة الفاخرة: ۳۵/ ب، مخطوط في جامعة الملك سعود. یہی روایت حافظ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بلاسند امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے (التذکرۃ فی احوال الموتی: ۲/ ۷۳۳) میں ذکر کی ہے۔

الله تعالى، فما وجدت في صحيفتي إلا حسنة واحدة، و ما أظنها تغني عني شيئا، خذها هبة مني إليك، فينطلق فرحا مسرورا، فيقول الله له: ما بالك و هو أعلم؟ فيقول: رب اتفق من أمري كيت و كيت، ثم ينادي سبحانه بصاحبه الذي وهبه الحسنة، فيقول له سبحانه: كرمي أوسع من كرمك، خذ بيد أخيك و انطلقا إلى الجنة".

روز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا، صورتِ حال یہ ہو گی کہ اس کے میزان کے پلڑے برابر ہوں گے اور اسے صرف ایک نیکی کی ضرورت ہو گی، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جاؤ اور تلاش کرو کہ کوئی تمہیں ایک نیکی دے دے تو میں تمہیں جنت میں داخل کر دوں گا، وہ شخص لوگوں کے درمیان پھرے گا، اور اس بارے میں جس سے بھی بات کرے گا وہ یہی کہے گا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرا ترازوں ہلکا نہ ہو جائے، میں تجھ سے زیادہ اس چیز کا محتاج ہوں، وہ شخص مایوس ہو جائے گا۔

اچانک ایک شخص اس سے پوچھے گا کہ تم کیا تلاش کرتے پھر رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ ایک نیکی درکار ہے جس کی تلاش میں، میں لوگوں کے پاس گیا ان کی ہزاروں نیکیوں میں سے ایک نیکی مانگی لیکن انہوں نے بخل کیا، یہ شخص اسے کہے گا کہ میں اللہ سے اس حال میں ملا کہ میرے صحیفے میں ایک ہی نیکی ہے میرا گمان نہیں ہے کہ وہ مجھے کچھ فائدہ نہ دے گی، یہ تجھے میری طرف سے ہبہ ہے، وہ شخص خوشی خوشی چلا جائے گا، اللہ اس سے پوچھے گا کہ تیرا کیا حال ہے جبکہ وہ سب جانتا ہے، وہ شخص کہے گا کہ اے میرے رب! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو بلائیں گے جس نے نیکی ہبہ کی اور کہیں گے کہ میرا کرم تیرے کرم سے وسیع ہے، اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
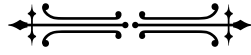
روایت نمبر:⑨

ایک عورت کا چار آدمی کو جہنم میں لے جانا

روایت: ”ایک عورت اپنے ساتھ چار افراد کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔ کیونکہ ان رشتہ داروں نے اس عورت کی اصلاحی ذمہ داری میں کوتاہی کی تھی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کی بجائے چند دیگر روایات ذخیرۂ احادیث میں ملتی ہیں، جن میں اہل وعیال سے متعلق ذمہ داری کو بیان کیا گیا ہے، یہ روایات علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجمع الزوائد“ میں ذکر کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، ملاحظہ ہو:

روایت①

”عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: كلكم راع وكل مسؤول عن رعيته، فالأمير راع على الناس ومسؤول عن رعيته، والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عن زوجته وما ملكت يمينه، والمرأة راعية لزوجها ومسؤولة عن بيتها وولدها، والمملوك راع على مولاه ومسؤول عن ماله، وكلكم راع وكلكم

مسؤول عن رعيته، فأعدوا للمسائل جوابا، قالوا: يا رسول الله ! وما جوابها ؟ قال: أعمال البر"[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی: حاکم لوگوں پر نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے اس سے اس کی بیوی اور جو اس کی ملکیت میں ہے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور عورت اپنے شوہر کے لئے نگہبان ہے اس سے گھر اور بچوں کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور غلام اپنے مولا کے لئے نگہبان ہے اس سے مولا کے مال کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، تم ان سوالات کے لئے جواب تیار کرلو، صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کے جوابات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اعمال"۔

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الصغير والأوسط بإسنادين، وأحد إسنادي الأوسط رجاله رجال الصحيح". اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الصغیر" اور "معجم الاوسط" میں دوسندوں سے ذکر کیا ہے، اور "معجم الاوسط" کی ایک سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

---

[1] مجمع الزوائد: باب كلكم راع، ٥/ ٣٧٣، رقم: ٩٠٤٧، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت:(۲)

”عن قتادة أن ابن مسعود قال: إن الله ـ تبارك وتعالى ـ سائل كل ذي رعية فيما استرعاه، أقام أمر الله ـ تعالى ـ فيهم أم أضاعه ؟ حتى إن الرجل ليسأل عن أهل بيته“ [۱]۔

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: بے شک اللہ تعالیٰ ہر رعیت والے سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھیں گے کہ اس نے ان میں اللہ کا امر نافذ کیا یا ضائع کیا؟ حتیٰ کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں پوچھ ہو گی۔

روایت ذکر کرنے کے بعد علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”رواه الطبراني، وقتادة لم يسمع من ابن مسعود، ورجاله رجال الصحيح“. اسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، اور سند کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔
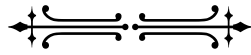
[۱] مجمع الزوائد:باب كلكم راع،٥/ ٣٧٥، رقم:٩٠٥٣، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

روایت نمبر:⑩

میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہوگئے

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہوگئے“۔

مذکورہ روایت درج ذیل الفاظ سے بھی بیان کی جاتی ہے۔

”مضى عهد النوم“. میری نیند کے دن ختم ہوگئے۔

”لا راحة بعد اليوم يا خديجة! أجل مضى عهد النوم والدَعَة، وما عاد منذ اليوم إلا السَهَر والتعب“. اے خدیجہ! آج کے بعد آرام کے دن ختم ہوگئے، نیند اور راحت کے دن گزر گئے، آج سے مسلسل بیداری اور مشقت ہوگی۔

مذکورہ روایت کو سید قطب ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”في ظلال القرآن“[1] میں بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”مضى عهد النوم يا خديجة!“. میری نیند کے دن ختم ہوگئے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ:

ذیل میں مذکورہ روایت سے قدرے مشترک، دوروایات لکھی جائیں گی، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] في ظلال القرآن: سورة البقرة،١/ ٧٦، صنفه: سيد قطب إبراهيم حسين الشاربي، دار الشروق – بيروت، ط:١٤٢٣هـ.

❶ اسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے:

”حدثنا نَصْر بن علي، حدثنا عبد الله بن الزبير أبو الزبير، حدثنا ثابت البناني، عن أنس بن مالك قال: لما وجد رسول الله صلى الله عليه و سلم من كُرَب الموت ما وجد، قالت فاطمة: واكرب أبتاه، فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لا كَرْب على أبيك بعد اليوم، إنه قد حضر من أبيك ما ليس بتارك منه أحداء الموافاةُ يوم القيامة“[1].

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات شروع ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی سختی اور تکلیف نہ آئے گی، تمہارے والد پر وہ وقت آگیا جو سب پر آنے والا ہے، اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔

علامہ احمد بن ابو بکر بن اسماعیل کنانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کے متعلق ”مصباح الزجاجة“[2] میں فرماتے ہیں:

”هذا إسناد فيه عبد الله بن الزبير الباهلي أبو الزبير ويقال أبو معبد البصري، ذكره ابن حبان في الثقات، وقال أبو حاتم: مجهول، وقال الدارقطني: بصري صالح، قلت: وباقي رجال الإسناد على شرط الشيخين، رواه الإمام أحمد في مسنده من حديث أنس أيضا، ورواه الترمذي في الشمائل عن نصر بن علي الجَهْضَمِي به “.

اس سند میں عبد اللہ بن زبیر باہلی ابو زبیر ہے، اسے ابو معبد بصری بھی

---

[1] سنن ابن ماجه:كتاب الجنائز، ١/ ٥٢١، رقم: ١٦٢٩، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر – بيروت، ط: ١٣٧٣ هـ.

[2] شروح سنن ابن ماجه(مصباح الزجاجة):٢/ ٦٤٨، رقم:١٦٢٩، ت: رائد بن صبري، بيت الأفكار الدولية – الرياض، ط:٢٠٠٧ م .

کہتے ہیں، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر "ثقات" میں کیا ہے، اور ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ مجہول ہے، اور دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: یہ صالح ہے۔ میں [احمد بن اسماعیل کنانی رحمۃ اللہ علیہ] کہتا ہوں: سند کے باقی رجال شیخین کی شرط کے مطابق ہیں، اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "شمائل" میں نصر بن علی جہضمی سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

❷ امام ابو عیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ "الشمائل المحمدية"[1] میں تخریج فرماتے ہیں:

"حدثنا سفيان بن وكيع، أنبأنا جُميع بن عمير بن عبد الرحمن العِجْلِي، [قال: حد] ثني رجل من بني تميم من ولد أبي هالة زوج خديجة يكنى أبا عبد الله، عن ابن لأبي هالة، عن الحسن بن علي [رضي الله تعالى عنهما] قال: سألت خالي هند بن أبي هالة وكان وصّافا، قلت: صف لي منطق ـ رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ قال: كان رسول الله متواصل الأحزان، دائم الفكرة، ليست له راحة ....".

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بہت زیادہ بیان کرنے والے تھے: آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا انداز بتائیے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل غمگین، ہمہ وقت فکر مند رہتے تھے، کسی پل آپ کو راحت نہ تھی ..."۔

---

[1] الشمائل المحمدية:ص: ١٨٤،رقم:٢٢٦،ت:سيد بن عباس الجَليمي،المكتبة التجارية– مكة المكرمة، ط:١٤١٣هـ.

مذکورہ روایت کو حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ "مجمع الزوائد"[1] میں امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے، روایت ذکر کرنے کے بعد حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وفيه من لم يسم". اس روایت کی سند میں ایسا راوی ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا۔

[1] مجمع الزوائد:۸/ ٤٩٤، رقم:١٤٠٢٦، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر—بيروت، ط: ١٤١٢ هـ.
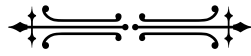
روایت نمبر:⑪

داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر

روایت: ”اللہ تعالیٰ داعی کو ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر عطاء فرمائیں گے“۔

مذکورہ روایت کو حجۃ الاسلام علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مکاشفة القلوب“[1] میں اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال موسى: يا رب! ماجزاء من دعا أخاه وأمره بالمعروف ونهاه عن المنكر؟ قال: أكتب له بكل كلمة عبادة سنة، وأستحي أن أعذبه بناري“.

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہو گی جو اپنے بھائی کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس کے ہر لفظ کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھ دوں گا، اور مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ اسے اپنی آگ سے عذاب دوں۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ روایت کے مضمون پر مشتمل ایک طویل روایت حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلية الأولياء“ میں ذکر کی ہے، وہ روایت بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول نہیں ہے، البتہ اسرائیلی روایت ہے، جسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] مكاشفة القلوب: ص:٤٢، ت: صلاح محمد عويضة، دار الكتب العلمية — بيروت.

روایت

"حدثنا أبو بكر أحمد بن السندي، ثنا الحسن بن علوية القطان، ثنا إسماعيل بن عيسى العطار، ثنا إسحاق بن بشر القرشي أبو حذيفة، عن سعيد، عن قتادة، عن كعب قال: قال موسى عليه السلام حين ناجاه ربه تعالى .... قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا كافرة إلى الإسلام؟ قال: يا موسى! أجعل له حكما يوم القيامة في الشفاعة، قال: إلهي! فما جزاء من دعا نفسا مؤمنة إلى طاعتك ونهاها عن معصيتك، قال: يا موسى! هو يوم القيامة في زمرة المرسلين ... "[1]

ترجمہ: "موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب کہ وہ اپنے رب سے مناجات میں مصروف تھے: ... اے رب! اس شخص کی کیا جزاء ہو گی ہو جو کسی کافر شخص کو اسلام کی طرف بلائے؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں اسے روزِ قیامت شفاعت کا اہل بنادوں گا، کہا: اے رب! اس شخص کیا جزاء ہو گی جو کسی مؤمن کو آپ کی طاعت کی طرف بلائے اور آپ کی معصیت سے روکے؟ فرمایا: اے موسیٰ! قیامت کے دن وہ مرسلین کی جماعت میں سے ہو گا ..."۔
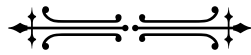
[1] حلية الأولياء: ٦/ ٤١، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة الأولي: ١٤٠٩ هـ.

روایت نمبر:⑫

نماز مؤمن کی معراج ہے

روایت: آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز مؤمن کی معراج ہے“۔

مذکورہ روایت کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مرقاۃ المفاتیح“[1] میں بلاسند بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”ولهذا ورد: الصلاة معراج المؤمن“. اسی وجہ سے آیا ہے کہ نماز مؤمن کی معراج ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ یہ مضمون روایات حدیث سے ثابت ہے کہ نمازی باری تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے، چنانچہ علامہ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“[2] میں لکھتے ہیں:

”عن البَيَاضِي أن رسول الله صلى الله عليه و سلم خرج على الناس وهم يصلون، وقد علت أصواتهم بالقراءة، فقال: ”إن المصلي يناجي ربه ـ عز و جل ـ فلينظر بما يناجيه، ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن“.

---

[1] مرقاة المفاتيح:كتاب الإيمان، ١/١١٣، ت:جمال عيتاني، دار الكتب العلمية – بيروت، ط:١٤٢٢هـ.
[2] مجمع الزوائد:٢/٥٤٣، رقم:٣٥٩٧، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

ترجمہ: بیاضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ لوگوں کے پاس آئے، لوگ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی قرأت کی آواز بلند ہو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک نماز پڑھنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے، پس اس کو چاہیے کہ اپنی مناجات پر غور کرے، اور تم میں سے بعضوں کی بعضوں پر تلاوت کی آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح". اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔
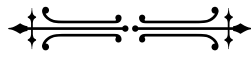
روایت نمبر:(۱۴)

معراج میں ”التحیات“ کا واقعہ

روایت: ”آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ”التحيات لله والصلوت و الطيبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته. پھر آپ ﷺ نے کہا: السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدارسول الله“۔

علامہ عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نزهة المجالس“[1] میں اس روایت کو بلاسند، علائی نامی شخص کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے۔

روایت

”(قال العلائي) قال النبي ﷺ: رأيت عجائب عظيمة، وظننت أن كل من في السموات والارض قد مات، لأني لم أسمع هناك يعني عند العرش شيئا من أصوات الملائكة، وانقطع عني حس كل شيء، فلحقه عندذلك استيحاش.

فناداني جبريل من خلفي، يا محمد ! إن الله تعالى يثنى عليك، فاسمع وأطع، ولايهولنّك كلامه ـ سبحانه تعالى ـ فبدأت بالثناء على الله تعالى، وقلت: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله، فقال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقلت: السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين، فقال جبريل: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله“.

---

[1] نزهةالمجالس:۲/۱۱۷، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية — الهند، ط:۱۲۸۳ هـ.

ترجمہ: علائی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بڑے بڑے عجائب دیکھے، مجھے یہاں تک گمان ہوا کہ زمین اور آسمان کے سب رہنے والے مر گئے، کیونکہ میں نے عرش کے پاس فرشتوں کی ذرا بھی آواز نہ سنی، اور ہر شے کا حس مجھ سے منقطع ہو گیا، اس وقت مجھ کو ایک قسم کی وحشت محسوس ہوئی۔

میرے پیچھے سے جبریل علیہ السلام نے مجھے آواز دی: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرما رہے ہیں، سنیئے! اطاعت کیجئے! کہیں اللہ کا کلام آپ کو ہول میں نہ ڈال دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرنے لگا، اور میں نے کہا: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله. اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته. میں نے عرض کیا: السّلام علينا وعلى عبادالله الصالحين. جبرائیل علیہ السلام نے کہا: أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله.

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "مرقاة المفاتيح"[1] میں مذکورہ روایت ابن الملک (محمد بن عبد اللطیف بن عبد العزیز، المعروف بابن ملک الکرمانی، المتوفی: ۸۵۴ھ) کے حوالے سے بلا سند اس طرح نقل کیا ہے: "قال ابن الملك: روي أنه لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات .... ". ابن ملک نے کہا: منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثناء کی ..."۔

---

[1] مرقاة المفاتيح: كتاب الصلاة، باب التشهد، ٢/ ٥٧٩، ت: جمال عيتاني، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٢٢هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
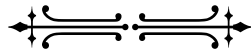
روایت نمبر:⑭

صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا

روایت: ”ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی داڑھی میں ایک ہی بال تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، وہ صحابی یہ سمجھے کہ داڑھی میں ایک بال ہونے کی وجہ سے میں مضحکہ خیز لگ رہا ہوں، انہوں نے اس بال کو کاٹ دیا، جب وہ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ انور پھیر لیا، وہ صحابی بہت پریشان ہوئے، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی داڑھی کے ایک بال پر فرشتے جھول رہے تھے، میں اس وجہ سے مسکرایا تھا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
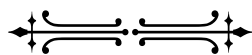
روایت نمبر:⑮

مسجد سے بال نکالنے پر فضیلت

روایت: ”مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

ذیل میں مسجد سے خس وخاشاک نکالنے کے بارے میں ایک روایت ذکر کی جائے گی، اور اس پر ائمہ کا کلام بھی لکھا جائے گا، اور یہ روایت فضائل کے باب میں ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

روایت

”عن أبي قِرْصَافة، أنه سمع النبي صلى الله عليه و سلم يقول: ابنوا المساجد و أخرجوا القُمَامَة منها، فمن بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا في الجنة، فقال رجل: يا رسول الله ! و هذه المساجد التي تبنى في الطريق؟ قال: نعم، وإخراج القُمَامة منها مهور الحور العين“[1]۔

ترجمہ: ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”مساجد بناؤ اور ان سے خس وخاشاک نکال دو، جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا، ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مساجد جو راستے میں بھی بنی ہوئی ہوتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اور ان مساجد سے خس وخاشاک نکالنا حور عین کا مہر ہے“۔

---

[1] مجمع الزوائد: ۱۱۳/۲، رقم: ۱۹۴۹، ت: عبداللہ محمد درویش، دار الفکر – بیروت، ط: ۱۴۱۲ھـ۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "رواه الطبراني في الكبير، وفي إسناده مجاهيل". اس روایت کو حافظ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صححه الضياء المقدسي في المختارة"[1]. اسے ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاحادیث المختارہ" میں صحیح کہا ہے۔

علامہ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے متعلق علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[2]۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کی تشریح کے بعد فرماتے ہیں:

"رمز المؤلف لصحته،وإن تعجب فعجب رمزه مع حكم الحافظ المنذري بضعفه، وإعلال زين الحفاظ العراقي في شرح الترمذي له بأن في إسناده جهالة، وقول الحافظ الهيتمي وغيره في إسناده، لكن المؤلف اغتر بتصحيح الضياء"[3].

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع صغیر" میں اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، آپ کو تعجب ہو رہا ہو گا، بات ہے بھی تعجب کی کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر صحیح ہونے کی علامت لگائی ہے، حالانکہ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے، اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "شرح ترمذی" میں جہالتِ سند کی وجہ سے اسے معلول قرار دیا ہے، نیز حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ضیاء مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح قرار دینے کی وجہ سے بے خبری میں اسے صحیح کہہ گئے ہیں۔

---

[1] اللآلئ المصنوعة:كتاب البعث،٢/ ٣٧٦، دار الكتب العلمية—بيروت، ط: ١٤١٧هـ.

[2] تنزيه الشريعة:الفصل الثاني،٢/ ٣٨٤،رقم:٢١، ت: عبد الله بن محمد الغماري، دار الكتب العلمية—بيروت، ط:١٤٠١هـ.

[3] مصنف عبدالرزاق:٥٢٨/١،رقم:٢٠٢١، ت:حبيب الرحمن الأعظمي،المكتب الإسلامي—بيروت،ط:١٤٠٣هـ.

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ہی "التیسیر"[1] میں فرماتے ہیں: "في إسناده جهالة لكنه اعتضد، فصار حسنا". اس کی سند میں جہالت ہے، لیکن یہ (دوسری سندوں سے) مضبوط ہو کر "حسن" کہلائے گی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی سند ضعیف ہے، لیکن اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
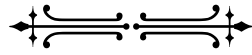
[1] التيسير بشرح الجامع الصغير: ١/١٧، دار الطباعة الخديوية – مصر، ط: ١٢٨٦ هـ.

روایت نمبر:⑯

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکبیرِ اولیٰ کی اہمیت کو اجاگر کرنا

روایت: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولی فوت ہو گئی ہے“، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے“۔

اس روایت کو علامہ عبد الرحمن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نزهة المجالس“[1] میں بلاسند اس طرح سے ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”أخذ اللصوص لأبي بكر الصديق رضي الله عنه أربع مائة بعير وأربعين عبدا، فدخل النبي صلى الله عليه وسلم فرآه حزينا، فسأله فأخبره، فقال: ظننت أنه فاتتك تكبيرة الإحرام، فقال: يا رسول الله! وفواتها أشد؟ قال: ومن ملء الأرض جِمَالا. وفي الخبر: من فاته تكبيرة الإحرام، فقد فاتته تسع مائة وتسع وتسعون نعجة في الجنة، قرونها من ذهب، ذكره النيسابوري“.

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چار سو اونٹ (۴۰۰) اور چالیس غلاموں (۴۰) کو چور لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں غمگین پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے ساری بات گوش گزار کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] نزهة المجالس: ۱/ ۱۱۹، محمد الخشاب، المطبعة الكاستلية – الهند، ط: ۱۲۸۳ هـ.

فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آپ کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی“، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ! تکبیرِ اولیٰ کا فوت ہونا اتنا سخت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تکبیرِ اولیٰ کا فوت ہو جانا زمین بھر اونٹ لٹ جانے سے زیادہ سخت ہے“۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جائے تو اس کی جنت سے نوسو ننانوے (۹۹۹) ایسی بھیڑیں جن کے سینگ سونے کے ہیں فوت ہو گئیں، اسے نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: زیرِ بحث روایت سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا منقول ہے، جسے حافظ عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“[1] میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

”أخبرنا عبد الرزاق، قال: أخبرنا إسرائيل، عن أبي يحيى، عن مجاهد، قال: سمعت رجلا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم، قال: لا أعلمه إلا من شهد بدرا، قال لابنه: أدركت الصلاة معنا؟ [كذا في الأصل، وفي كنز العمال: قال: لا] قال: أدركت التكبيرة الأولى؟ قال: لا، قال: لما فاتك منها خير من مائة ناقة كلها سُوْدُ العين“.

---

[1] مصنف عبد الرزاق: ۵۲۸/۱، رقم: ۲۰۲۱، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ۱٤۰۳هـ.

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے سنا، اور میں تو انھیں شرکاءِ بدر ہی میں سمجھتا ہوں، انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ [بیٹے نے کہا: جی ہاں] انہوں کہا: تکبیر اولیٰ کو پایا؟ بیٹے نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: جو تکبیر اولیٰ تم سے فوت ہوئی ہے وہ ایسی سو (۱۰۰) اونٹیوں سے بہتر ہے جو سب کی سب سیاہ آنکھوں والی ہو۔
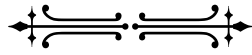
روایت نمبر:(۱۷)

اللہ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا:”اللہ تعالی اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً انہی الفاظ کے ساتھ تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

باری تعالیٰ کے اپنے بندوں پر رحم سے متعلق روایات امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”صحیح“ میں ذکر کی ہیں، ذیل میں انہیں ذکر کیا جارہا ہے:

روایت (۱)

”حدثنا محمد بن عبد الله بن نُمَيْر، حدثنا أبي، حدثنا عبد الملك، عن عطاء، عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن لله مائة رحمة، أنزل منها رحمة واحدة بين الجن والإنس والبهائم والهَوَام، فبها يتعاطفون وبها يتراحمون، وبها تعطف الوحش على ولدها، وأخر الله تسعا وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة“[۱].

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کی سو (۱۰۰) رحمتیں ہیں، اس میں سے ایک رحمت اللہ نے جن وانس، چوپائے

---

[۱] الصحيح لمسلم:ص:١١٠١، رقم:٢٧٥٢، ت:محمد فؤادعبدالباقي،بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط:١٤١٩هـ.

اور حشرات الارض کے درمیان اتاری ہے، اس کے ذریعے سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے نرمی اور رحم کا معاملہ کرتے ہیں، اور اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر نرمی کرتے ہیں، اور اللہ تعالی نے ننانوے (۹۹) رحمت کے حصے روکے رکھے ہیں، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔

روایت ②

"حدثني الحسن بن علي الحُلْوَاني ومحمد بن سَهْل التميمي (واللفظ لحسن)، حدثنا بن أبي مريم، حدثنا أبو غسان، حدثني زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عمر بن الخطاب أنه قال: قدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم بسَبْيٍ، فإذا امرأة من السَبْيِ تبتغي، إذا وجدت صبيا في السَبْيِ، أخذته، فألصقته ببطنها وأرضعته، فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أترون هذه المرأة طارحة ولدها في النار؟ قلنا: لا والله وهي تقدر على أن لا تَطْرَحَه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لله أرحم بعباده من هذه بولدها"[1].

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی، اچانک اسے قیدیوں میں ایک بچہ مل گیا، اس نے اسے چمٹالیا اور دودھ پلانے لگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے عرض کیا: خدا کی قسم! جہاں تک ہو سکا یہ نہیں پھینکے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس طرح یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے، اللہ تعالی اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے"۔

---

[1] الصحيح لمسلم: ص:١٠٢١،رقم:٢٧٥٤، ت:محمد فؤادعبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط:١٤١٩هـ.

روایت نمبر:⑱

پانچ نمازوں کو چھوڑنے پر پانچ نقصانات

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا“۔

علامہ محمد جعفر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الواعظین“ میں مذکورہ روایت بلاسند اس طرح نقل کی ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ أنه قال: من لم يصل صلوة الفجر لم يكن في رزقه بركة، ومن لم يصل صلوة الظهر لم يكن في قلبه نور، ومن لم يصل صلوة العصر لم يكن في أعضائه قوة، ومن لم يصل صلوة المغرب لم يكن في طعامه لذة، ومن لم يصل صلوة العشاء لم يكن مؤمنا في الدنيا والاخرة“[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز نہ پڑھے اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا۔

---

[1] تذكرة الواعظين: ص: ١٠، مطبع محمدي بمبي—الهند، ط: ١٣٧٠ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت اس خاص طرز واسلوب کے ساتھ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
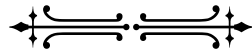
روایت نمبر:(۱۹)

اے ابن آدم! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے

روایت: اے ابن آدم ! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

مذکورہ روایت کو حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادر الأصول"[1] میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"حدثنا عمر بن أبي عمر، قال: حدثنا عبدالوهاب بن نافع، عن مبارك بن فَضَالَة، عن الحسن قال: قال الله تبارك و تعالى: يا داود! تريد و أريد، و يكون ما أريد، فإذا أردت ما أريد، كفيتك ما تريد و يكون ما أريد، و إذا أردت غير ما أريد، عَنَيْتُك فيما تريد و يكون ما أريد".

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داوٗد ! ایک تیری چاہت ہے اور ایک میری چاہت ہے، ہو گا وہی جو میری چاہت ہے، اگر تو اپنی چاہت کو تابع کر دے اس کے جو میری چاہت ہے تو تیری چاہت بھی پوری کر دوں گا، اور بہر حال ہونا تو وہی ہے جو میری چاہت ہے، اگر تو نے وہ نہ کیا جو میری چاہت ہے تو تجھے تیری چاہت میں تھکا دوں گا، اور ہو گا وہی جو میری چاہت ہے۔

---

[1] نوادر الأصول في أحاديث الرسول: ١/ ٥١٢، رقم: ٧٣٩، إسماعيل إبراهيم متولي عوض، مكتبة الإمام البخاري — مصر، ط: ١٤٢٩ هـ.

علامہ اسماعیل استنبولی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر روح البیان"[1] میں اس روایت کو بعض کتب الہیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"أن في بعض الكتب الإلهية: عبدي تريد وأريد ولا يكون إلا ما أريد، فإن رضيت بما أريد كفيتك ما تريد، وإن لم ترض بما أريد أبقيتك فيما تريد، ثم لا يكون إلا ما أريد".

بعض کتب الہیہ میں ہے ...

اس کے بعد یہی روایت ذکر کی ۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت تلاش کے باوجود مرفوعاً کہیں نہیں مل سکی، لہذا اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب کر کے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

[1] تفسير روح البيان: ٩/ ٤٦٤، مطبعة عثمانيه – إستانبول، ط: ١٣٣١هـ.
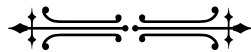
روایت نمبر:(۲۰)

جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اسے اپنے راستے میں قبول کر لیتے ہیں

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دس (۱۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے گھر آنے کی توفیق دیتے ہیں، اور جسے چالیس (۴۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے حج کرنے کی توفیق عطاء فرماتے ہیں، اور جسے ستر مرتبہ (۷۰) محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے کے لئے قبول کرتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

یہ بھی واضح رہے کہ زیرِ بحث روایت مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ ثواب کی تعیین صرف صاحبِ شریعت ہی کر سکتا ہے، اس لئے اسے بہر صورت بیان کرنا درست نہیں، خواہ حضور ﷺ کے انتساب سے ہو یا آپ ﷺ کے انتساب کے بغیر۔
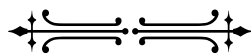
روایت نمبر:(۲۱)

اللہ کے راستے میں نکلنے پر پانچ سو (۵۰۰) فرشتوں کی حفاظت

روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ سو (۵۰۰) فرشتے مامور ہو جاتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

مذکورہ روایت کے مضمون جیسی ایک دوسری روایت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”المعجم الکبیر“[1] میں ذکر کی ہے، اسے بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا بكر بن سَهْل، ثنا عمرو بن هاشم البيروتي، عن الأوزاعي، حدثني سليمان بن حبيب المحاربي، عن أبي أمامة الباهلي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ثلاث من كان فيه واحدة منهن كان ضامنا على الله عز وجل: من خرج في سبيل الله كان ضامنا على الله، إن توفاه أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من أجر أو غنيمة، ورجل كان في المسجد فهو ضامن على الله، إن توفاه أدخله الجنة، وإن رده إلى أهله فبما نال من أجر أو غنيمة، ورجل دخل بيته بسلام فهو ضامن على الله عز وجل“.

[1] المعجم الكبير: ۸/ ۱۱۸، رقم: ۷۴۹۱، مكتبة ابن تيمية – مصر، ط: ۱٤۰٤هـ.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے ایک چیز جس شخص میں ہو گی وہ اللہ کے ضمان (ذمہ داری) میں ہو گا: جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پاجائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص مسجد میں ہو گا وہ اللہ کے ضمان میں ہے، اگر وہ وفات پاجائے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا، اگر اللہ اسے اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹائے تو اجر یا غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا، جو شخص اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہو وہ اللہ کے ضمان میں ہے۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت کو تفصیل سے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رواه الطبراني في الأوسط والكبير بنحوه باختصار، والبزار، ورجال أحمد رجال الصحيح غير ابن لهيعة، وحديثه حسن على ضعفه"[1].

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" اور "کبیر" میں اسی طرح اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور "مسند احمد" کے رجال، صحیح کے رجال ہیں سوائے ابن لہیعہ کے، اور ابن لہیعہ کی حدیث، ضعف کے باوجود حسن درجے کی ہے۔

[1] مجمع الزوائد: ۵۴۸/۱۰، رقم: ۱۸۱۹۲، ت: عبداللہ محمد درویش، دار الفکر–بیروت، ط: ۱۴۱۲ھ۔
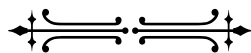
روایت نمبر:(۲۲)

ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے، آپ ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کا جنازہ گذرا، اسے دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے آپ ﷺ کیوں روئے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرا ایک امتی کلمہ کے بغیر جہنم میں چلا گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
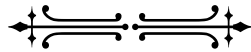
روایت نمبر:(۴۳)

کلمہ کی برکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو سال کا بوڑھا مشرک بھی مرتے وقت کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”فضائل اعمال“[1] میں ایک حدیث کے فائدے میں اس جملہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

”اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو (۱۰۰) برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر وشرک میں گذری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے، اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں“۔

ثابت ہوا کہ اسے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتساب سے بیان کرنا درست ہے، لیکن مرفوعاً ثابت نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا ارشاد کہہ کر بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---

[1] فضائل أعمال: كتاب الذكر، ص: ۵۰۱، كتب خانة فيضي – لاهور.

تتمہ: کلمہ طیبہ کی بے شمار فضیلتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث نقل کی جارہی ہے، جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "سنن"[1] میں تخریج کیا ہے:

"حدثنا مالك بن عبد الواحد المِسْمَعي، حدثنا الضحاك بن مخلد، حدثنا عبد الحميد بن جعفر، حدثني صالح بن أبي عَرِيب، عن كثير بن مُرَّة، عن مُعَاذ بن جبل قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة".

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا آخری کلام "لا إله إلا الله" ہوا، وہ جنت میں داخل ہوا۔
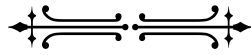
[1] سنن أبي داود:۳۱۸/۳، رقم:۳۱۱٦، ت: عزت عبيد الدعاس و عادل السيد، دار ابن حزم — بيروت، ط:۱٤۱۸ھ۔

روایت نمبر:(۲۴)

ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے جب معراج کا واقعہ بیان کیا تو ایک یہودی شخص نے اس واقعہ کا انکار کیا کہ ایک ہی دن میں ایسا نہیں ہو سکتا، وہ شخص مچھلی خرید کر گھر لایا اور بیوی سے کہا: اسے پکاؤ! میں نہا کر آتا ہوں، یہ شخص نہر پر نہانے گیا، جب نہا کر باہر نکلا تو عورت بن چکا تھا اور جگہ بدل گئی تھی اور کپڑے بھی نہیں تھے، وہ اسی حالت میں تھا کہ وہاں سے ایک رئیس کا گذر ہوا، اس نے خوبصورت عورت دیکھی تو اسے اپنے ساتھ لے گیا اور شادی کر لی، اس کے دو بچے پیدا ہوئے، ایک عرصہ کے بعد وہ (یہودی شخص جو عورت بن گیا تھا جس سے رئیس آدمی نے شادی کی) نہر پر نہانے گیا، جب باہر نکلا تو وہ مرد بن چکا تھا، اور پہلی والی جگہ پر تھا اور کپڑے بھی موجود تھے، وہ جلدی سے کپڑے پہن کر گھر گیا تو دیکھا کہ مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی ہے، اور بیوی اسی طرح کام کر رہی ہے، اور بیوی نے خاوند کو دیکھ کر کہا کہ آپ اتنی جلدی آگئے ابھی تو میں نے کام ہی ختم نہیں کیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر: (۲۵)

نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: سوتے وقت پانچ کام کرکے سویا کرو:

(۱) چار ہزار صدقہ کرکے (۲) ایک قرآن پاک پڑھ کے (۳) جنت کی قیمت ادا کرکے (۴) دو لڑنے والوں میں صلح کرواکر (۵) ایک حج کرکے (یعنی یہ پانچ کام کرکے سویا کرو)، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کام اتنے تھوڑے وقت میں کون کرسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چار مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھنا، ثواب میں چار ہزار دینار صدقہ کرنے کے برابر ہے، تین مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھنا، ثواب میں ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے، تین مرتبہ دورد شریف پڑھنا، ثواب میں جنت کی قیمت ادا کرنے کے برابر ہے، دس مرتبہ استغفار پڑھنا، ثواب میں دو لڑنے والوں میں صلح کرانے کے برابر ہے، چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنا، ثواب میں ایک حج کرنے کے برابر ہے''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:۲۶

مذاق شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے

روایت: "المزاح استدراج من الشيطان". "مذاق کرنا، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے (یعنی مذاق کے راستے سے شیطان انسان کو شکار کرلیتا ہے)"۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۸ھ - ۲۸۱ھ) نے "الصمت وآداب اللسان"[1] میں حسن بن حیی (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کے مقولے کے طور پر ذکر کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"بلغني عن الحسن بن حيي رحمه الله قال: المزاح استدراج من الشيطان واختداع من الهوى". مجھے حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات پہنچی ہے: "مذاق شیطان کی طرف سے ڈھیل ہے (جس سے وہ رفتہ رفتہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے) اور نفس کا دھوکہ ہے"۔

روایت کا حکم

حافظ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مذکورہ جملہ حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ - ۱۶۹ھ) کا ایک قول ہے، چنانچہ مذکورہ مقولہ کو حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست ہے، البتہ مرفوعاً یہ کلام نہیں مل سکا، اس لئے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو۔

---

[1] الصمت وآداب اللسان:ص:۲۱۲، ت: أبو إسحاق الحويني، دار الكتاب العربي – بيروت، ط:۱٤۱۰هـ.

روایت نمبر:(۲۷)

جو شخص علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے نکلا اور راستے میں مر گیا، تو اسے جنت میں اس کے راستے جتنا طویل و عریض بے جوڑ موتی کا محل ملے گا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
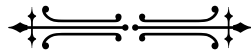
روایت نمبر:(۲۸)

تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے

روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیرِ اولی دنیا ومافیہا سے بہتر ہے"۔

مذکورہ روایت کو علامہ علاؤ الدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے "بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع"[1] میں مرفوعاً بلاسند اس طرح سے ذکر کی ہے:

"قال النبي صلى الله عليه وسلم: تكبيرة الافتتاح خير من الدنيا وما فيها". نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

واضح رہے کہ صحیح روایت کے مطابق فجر کی دو رکعتیں دنیامافیہا سے بہتر ہیں، چنانچہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح"[2] میں لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن عبيد الغُبَرِي، حدثنا أبو عَوَانَة، عن قتادة، عن زرارة بن أوفى، عن سعد بن هشام، عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها".

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعت دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے۔

---

[1] بدائع الصنائع: ٢٨٦/١، دار الكتب العلمية – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

[2] الصحيح لمسلم: ص: ٢٨٦، رقم: ٧٢٥، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، بيت الأفكار الدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر:(۲۹)

ایک عورت کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر کچرا پھینکنا اور راستے میں کانٹے بچھانا

روایت: ایک عورت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے راستے میں کانٹے بچھادیتی تھی اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ گزرتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پر کچرا پھینکتی تھی، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اس جگہ سے گذرے تو وہاں کانٹے نہیں تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو تعجب ہوا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں ایک عورت مجھ پر کچرا پھینکتی تھی وہ کہاں ہے، آج اس نے کچرا نہیں پھینکا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اس کی عیادت کرنے اس کے گھر گئے اور اس کی خیریت دریافت کی، اس عورت نے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے یہ اخلاق دیکھے تو بہت متأثر ہوئی، اور بالآخر مسلمان ہوگئی۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
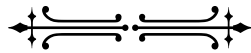
روایت نمبر:(۴۰)

ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لانا

واقعہ: ”مکہ مکرمہ میں ایک بوڑھی عورت رہتی تھی اس نے سنا کہ بنی ہاشم کے گھر میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے، اور وہ ایسا جادوگر ہے کہ لوگوں کو ان کے آباء و اجداد کے دین سے پھیر دیتا ہے، اس نے جب یہ چرچا بہت زیادہ سنا تو ایک دن سوچا کہ میں مکہ سے کہیں دور جا کر رہائش اختیار کر لوں، تا کہ کہیں میں بھی اپنے آباء کے دین سے نہ پھر جاؤں، اس نے اپنا سامان باندھا اور گھر سے نکل پڑی، سامان وزنی تھا اسے اٹھانے میں مشکل ہو رہی تھی، آپ ﷺ اس راستے سے گذر رہے تھے، آپ ﷺ نے جب ایک بوڑھی کو سامان اٹھاتے دیکھا تو آگے بڑھے اور اس کا سامان اٹھا لیا اور اس سے پوچھا کہ کہاں جانا ہے؟ اس نے کہا: جنگل میں لے چلو، وہاں جا کر اس نے ایک جگہ اپنا سامان رکھوایا، آپ ﷺ نے اس پوچھا کہ وہ اس جنگل میں کیا کرنے آئی ہے؟ اس نے ساری بات بتادی، آپ ﷺ نے اس کہا کہ وہ نبی میں ہی ہوں، بوڑھی عورت آپ ﷺ کے اخلاق دیکھ کر حیران ہوئی اور سوچنے لگی کہ اتنے عمدہ اخلاق والا شخص جادوگر کیسے ہو سکتا ہے اور وہ مسلمان ہو گئی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکا، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:(۳۱)

آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے

روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ایمان لے آئے تو آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا: اے اللہ کے رسول! اب میرا کیا کام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرا کام ہے وہ ہی تمہارا کام ہے (یعنی کلمہ کی دعوت دو)“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد لوگوں کو دعوت دینا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے:

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ”دلائل النبوۃ“[1] میں روایت نقل کرتے ہیں:

”وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال: حدثنا أبو العباس هو الأصم، قال: حدثنا أحمد بن عبد الجبار، قال: حدثنا يونس بن بكير، عن ابن إسحاق قال: كان أول من اتبع رسول الله صلى الله عليه وسلم

[1] دلائل النبوة: باب من تقدم إسلامه من الصحابة، ٢/ ١٦٥، ت: عبد المعطي قلعجي، دارالكتب العلمية-بيروت، ط:١٤٠٨هـ.

خديجة بنت خويلد زوجته، ثم كان أول ذكر آمن به علي بن أبي طالب، وهو يومئذ ابن عشر سنين، ثم زيد بن حارثة، ثم أبو بكر الصديق، فلما أسلم أبو بكر أظهر إسلامه ودعا إلى الله ورسوله، وكان أبو بكر رجلا مألفا لقومه محببا سهلا، وكان أنسب قريش لقريش، وأعلم قريش بما كان فيها من خير وشر، وكان رجلا تاجرا ذا خلق ومعروف، وكان جل قومه يأتونه ويألفونه لغير واحد من الأمر لعلمه وتجارته وحسن مجالسته، فجعل يدعو إلى الإسلام من وثق به من قومه، من يغشاه ويجلس إليه.

فأسلم على يديه فيما بلغني: الزبير بن العوام، وعثمان بن عفان، وطلحة بن عبيد الله، وسعد، وعبد الرحمن بن عوف، فانطلقوا حتى أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعهم أبو بكر، فعرض عليهم الإسلام، وقرأ عليهم القرآن، وأنبأهم بحق الإسلام، وبما وعدهم الله من الكرامة فآمنوا وأصبحوا مقرين بحق الإسلام، فكان هؤلاء النفر الثمانية الذين سبقوا إلى الإسلام، فصلوا وصدقوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وآمنوا بما جاء من عند الله".

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایمان لائیں، پھر مردوں میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایمان لائے جبکہ وہ دس سال کے تھے، پھر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ ورسول کی طرف لوگوں کو بلایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ملجاوماوی، ان سے محبت کرنے والے، نرم مزاج، اور قریش کے نسب کو بہت جاننے والے تھے، ان کے اچھے برے کو جاننے والے تھے، آپ ایک تاجر، اچھے اخلاق وبھلائی کے

حامل شخص تھے، ان کی قوم کے بہت سے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور بہت سے معاملات میں ان کی تجارت، اچھی بیٹھک کی وجہ سے ان سے الفت رکھتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں سے جس پر بھروسہ ہوتا انہیں اسلام کی طرف بلاتے، جو ان کے پاس کثرت آتے اور ساتھ بیٹھتے تھے۔

(راوی کہتے ہیں) مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان کے ہاتھ پر یہ لوگ اسلام لائے ہیں: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، یہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، ان پر اسلام پیش کیا، انہیں اسلام کی حقانیت کی خبر دی، اور انہیں بتایا کہ اللہ نے ان سے شرف و کرامت کا وعدہ کر رکھا ہے، یہ لوگ ایمان لے آئے اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کرنے والے ہو گئے، یہ آٹھ افراد کی جماعت تھی جنھوں نے اسلام لانے میں سبقت کی، انہوں نے نماز ادا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی، اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے تھے اس پر ایمان لے آئے۔
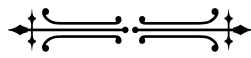
روایت نمبر:(۳۲)

تمام تر دین، ادب ہے

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:“الدين كله أدب”. تمام تر دین، ادب ہے“۔

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تنبیہ: مذکورہ قول ”الدين كله أدب“. اگر ائمہ میں سے کسی کا قول ہو تو ہم نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ ہماری تحقیق مذکورہ جملہ بحیثیت حدیث نبوی ﷺ کے تناظر میں ہے۔
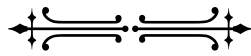
روایت نمبر:(۳۲)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے

روایت: ”نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد میں مدینہ طیبہ میں ایک طبیب آیا، اس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اجازت سے وہاں اپنا مطب کھولا، کئی دن ہوگئے اور کوئی بھی اس کے پاس علاج کے لئے نہیں آیا، اس طبیب نے کسی سے اس بات کی شکایت کی اور اس کی وجہ پوچھی تو طبیب سے کہا گیا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے، اس طبیب نے یہ بات سن کہا: ایسی قوم کبھی بیمار نہیں ہوگی، اور وہاں سے چلا گیا“۔

مذکورہ روایت ہمیں تلاش کے باوجود سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ہم معنی ایک روایت ”السیرۃ الحلبیة“[1] میں مرفوعاً بلا سند اس طرح لکھی ہے:

”وقد قال بعضهم: إن المَقُوقِس أرسل مع الهدية طبيبا، فقال له النبي: ارجع إلى أهلك، نحن قوم لا نأكل حتى نجوع، وإذا أكلنا لا نشبع“.

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مَقُوقِس نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ہدایا کے ساتھ ایک طبیب بھی بھیجا، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے کہا: اپنے اہل کی طرف لوٹ جا، کیونکہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک میں کھاتے ہیں، اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے۔

---

[1] السيرة الحلبية:٣/ ٣٤٨، المطبعة العامره الزاهرة – مصر، ط: ١٢٩٢ هـ.

روایات کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ دونوں روایات سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکیں، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
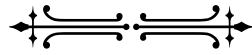
روایت نمبر:(۳۴)

بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے

روایت: "زمین ایک چٹان پر رکھی ہوئی ہے اور وہ چٹان بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو زمین ہلتی ہے اس سے زلزلہ آجاتا ہے"۔

مذکورہ روایت ہمیں سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المنار المنيف في الصحيح و الضعيف"[1] میں بلاسند اس طرح ذکر کیا ہے:

"ومن هذا حديث: إن الأرض على صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذاحرك الثور قرنه تحركت الصخرة، فتحركت الأرض، وهي الزلزلة".

ان [من گھڑت روایات] میں سے ایک یہ روایت ہے کہ زمین ایک چٹان پر رکھی ہے اور وہ چٹان ایک بیل کے سینگ پر ہے، جب بیل اپنے سینگ کو حرکت دیتا ہے تو چٹان حرکت کرتی ہے، (اس کی وجہ سے) زمین حرکت کرتی ہے اور یہی زلزلہ ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: "والعجب من مسود كتبه بهذه الهَذَيَانَات". تعجب ہے اس شخص پر جس نے اپنی کتابوں میں یہ فضولیات لکھیں ہیں۔

علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "موضوع، لكن أخرج نحوه ابن أبي الدنيا وأبو الشيخ من قول ابن عباس".[2] یہ من گھڑت ہے، البتہ اس

[1] المنار المنيف:ص:۷۸، ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية-حلب، ط:۱٤۰۳هـ.
[2] اللؤلؤ المرصوع:ص:٥۲، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية- بيروت، ط:۱٤۱٥هـ.

اس حدیث کے ہم معنی ایک دوسری روایت مرفوعاً دوسندوں سے منقول ہے، جسے ذیل میں لکھا جارہا ہے:

① اسے امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعاً عن ابن عمر رضی اللہ عنہ تخریج کیا ہے، جس میں یہ ہے کہ زمین پانی پر ہے، پانی ایک سبز چٹان پر ہے، سبز چٹان ایک ایسی مچھلی کے پیٹھ پر ہے جس کے دونوں کنارے عرش کو چھورہے ہیں، اور یہ مچھلی ہوا میں موجود ایک فرشتے کے کندھے پر ہے، ملاحظہ ہو: "وحدثنا عبد الله بن أحمد، حدثنا أبو اليمان، حدثنا سعيد بن سِنَان، عن أبي الزاهرية، عن كثير بن مُرَّة، عن ابن عمر قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم فقيل: أرأيت الأرض على ما هي؟ فقال: الأرض على الماء، فقيل: الماء على ما هو؟ فقال: على صخرة خضراء، فقيل: الصخرة على ما هي؟ قال: على ظهر حوت يلتقي طرفاه بالعرش، قيل: فالحوت على ما هو؟ فقال: على كاهل ملك قدماه في الهواء". (مسند البزار: ۱۷/۳،رقم: ۵۱۸۲)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ سند میں موجود راوی سعید بن سِنَان کی مرویات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وأحاديث سعيد بن سِنَان، عن أبي الزاهرية، عن ابن عمر إنما كتبت لحسن كلامهما، ولا نعلم شاركه في أكثرها غيره، وسعيد ليس بالحافظ، وهو شامي قد حدث عنه الناس على سوء حفظه، واحتملوا حديثه ... ".

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "رواه البزار عن شيخه عبد الله بن أحمد – يعني ابن شبيب – وهو ضعيف". (مجمع الزوائد: ۲٤۰/۸،رقم: ۱۳۳٦۳)

حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے سند میں موجود ابو مہدی سعید بن سنان کندی کے ترجمہ میں اسے "منکر الحدیث" کہنے کے بعد یہ روایت تخریج کی ہے۔(المجروحين: ۳۲۲/۱)

حافظ محمد بن طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نقل روایت کے بعد لکھتے ہیں: "وسعيد متروك الحديث". (ذخيرة الحفاظ: ٦٥٤/٢، رقم: ۱۱٤۹)

ابو مہدی سعید بن سنان کندی (المتوفی ۱٦۸ھ) کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہو:

"وقال الجوزجاني: قلت ليحيى: عفير بن معدان تضمه إليه؟ قال: هو قريب منه، وقال البزار في كتاب السنن: سيئ الحفظ، وفي كتاب المروزي عن أحمد: ليس بشيء، ولما ذكر ابن الجوزي في الموضوعات [حديث] من أشراط الساعة لبس المشهور، قال: قال العقيلي: لا يعرف هذا الحديث إلا بأبي المهدي [يعني سعيد بن سِنَان] ولا يتابع عليه [تم كلام ابن الجوزي]، وقال أبو حاتم: يروي عن أبي الزاهرية عن كثير بن مرة عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوا من ثلاثين حديثا منكرة، وقال النسائي: لا يكتب حديثه، وسئل أبو زرعة عنه فأومأ بيده أنه ضعيف، وقال الدُوْرِي عن يحيى: متروك الحديث، وقال الساجي: منكر الحديث، وذكره أبو العرب وابن السكن والعقيلي والبلخي وابن شاهين في جملة الضعفاء، وقال أبو عبد الرحمن السلمي: وسألته – يعني – الدارقطني عن سعيد بن سنان؟ فقال: هما اثنان أبو مهدي حمصي يضع الحديث، وأبو سنان كوفي سكن الري من الثقات، وقال مسلم بن الحجاج في كتاب الكنى: منكر الحديث، وقال أبو أحمد الحاكم: حديثه ليس بالقائم، وقال ابن الجارود: ليس بثقة، وفي كتاب الصَرِيْفِيْنِي عن الدارقطني في رواية: هو ثقة، وفي كتاب ابن الجوزي عن يحيى: ليس بشيء، أحاديثه بواطيل، وقال ابن حبان: مات سنة ثمان وستين ومائة، وهو منكر الحديث، لا يعجبني الاحتجاج بخبره إذا انفرد، وكان يحيى بن معين سيئ الرأي فيه، ونسخته أكثرها مقلوب لا يحل ذكرها في الكتب إلا على سبيل القدح في ناقلها".(إكمال تهذيب الكمال: ۲۱۰/۵)

واضح رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے میں سعید بن سنان متفرد ہے، نیز مضمون کی نکارت بھی واضح ہے، اور ان کے بارے میں

شدید جرح بھی موجود ہے، اس لئے اس روایت کا ضعفِ شدید سے خالی رہنا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔

④ حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرفوعاً یہی روایت ایک دوسری سند سے تخریج کی ہے، ملاحظہ ہو: ”أخبرنا عبد الله بن الحسين النيسابوري، قال: حدثنا محمد بن إدريس الرازي، قال: حدثنا حرملة بن يحيى، قال: حدثنا عبد الله بن وهب، قال: حدثنا عبد الله بن عيَّاش بن عباس، قال: حدثنا عبد الله بن سليمان الطويل، عن دَرَّاج، عن عيسى بن هلال الصَدَفِي، عن عبد الله بن عمر [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الأرضين بين كل أرض والتي تليها مسيرة خمس مائة عام ...[كذا في الأصل] منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاه في السماء، والحوت على صخرة والصخرة بيد ملك“. (التوحيد: ١٨٦/١، رقم:٦٣)

حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ تخریج کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا إسناد متصل مشهور عند المصريين، وعيسى بن هلال روى عنه كعب بن علقمة، وعيَّاش بن عباس، وعبد الله بن سليمان وعبد الله بن عياش مشهوران، ودرَّاج هو ابن سمعان، اسمه عبد الرحمن بن أبي عمر، وابن جَزْء الزُبَيْدِي روى عنه عمرو بن الحارث والليث وجماعة قاله لي أبو سعيد بن يونس بن عبد الأعلى“.

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت مفصلاً تخریج کی ہے، نیز دونوں سندوں میں ظاہری اضطراب بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو: ”حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا بحر بن نصر، ثنا عبد الله بن وهب، أخبرني عبد الله بن عباس، حدثني عبد الله بن سليمان، عن درَّاج، عن أبي الهيثم، عن عيسى بن هلال الصَدَفِي، عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما [كذا في الأصل] قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”إن الأرضين بين كل أرض إلى التي تليها مسيرة خمسمائة سنة، فالعليا منها على ظهر حوت، قد التقى طرفاهما في سماء، والحوت على ظهره على صخرة، والصخرة بيد ملك، والثانية مسخر الريح، فلما أراد الله أن يهلك عادا أمر خازن الريح أن يرسل عليهم ريحا تهلك عادا، قال: يا رب! أرسل عليهم الريح قدر مَنْخَر الثور، فقال له الجبار تبارك وتعالى: إذا تكفي الأرض ومن عليها، ولكن أرسل عليهم بقدر خاتم، وهي التي قال الله عز وجل في كتابه العزيز: ﴿مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ﴾ [الذاريات: ٤٢]، والثالثة فيها حجارة جهنم، والرابعة فيها كِبْريت جهنم ، قالوا: يا رسول الله! أللنار كبريت؟ قال: نعم، والذي نفسي بيده إن فيها لأودية من كبريت، لو أرسل فيها الجبال الرواسي لَمَاعَتْ، والخامسة فيها حيَّات جهنم، إن أفواهها كالأودية، تَلْسَع الكافر اللَسْعَةَ فلا يبقى منه لحم على عظم، والسادسة فيها عقارب جهنم، إن أدنى عقربة منها كالبغال المُؤكَفَة، تضرب الكافر ضربة تُنْسِيْه ضربتها حر جهنم، والسابعة سَقَر، وفيها إبليس مُصَفَّد بالحديد، يدٌ أمامه ويدٌ خلفه، فإذا أراد الله أن يطلقه لما يشاء من عباده أطلقه“.(مستدرك: ٥٩٤/٤)

حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ تخریج کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا حديث تفرد به أبو السَمْح، عن عيسى بن هلال، وقد ذكرت فيما تقدم عدالته بنص الإمام يحيى بن معين رضي الله عنه، والحديث صحيح ولم يخرجاه“.

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب کرتے ہوئے اس روایت کو منکر کہا ہے: ”بل منكر، وعبد الله بن عباس القِتْبَاني ضعفه أبو داؤد، وعند مسلم أنه ثقة، ودرَّاج كثير المناكير“. (مستدرك: ٥٩٤/٤)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام نقل کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو غلط قرار دیتے ہیں، اور کہا ہے کہ یہی کلام عطاء بن یسار نے کعب سے نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: ”قلت: رفعه منكر جدا، ولعله

جیسی روایت کو ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے طور پر نقل کیا ہے"۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے من گھڑت کہا ہے، چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
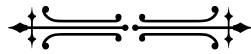
موقوف، وغلط بعضهم فرفعه، وروى عطاء بن يسار عن كعب من قوله نحو هذا الكلام أيضا". (روائع التفسير: ۱/ ۱۰۲)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ روایت حضرت کعب سے نقل کی، پھر اسے بسند درّاج مرفوعاً ذکر کرنے کے بعد روایت کے مرفوع ہونے کو قابل نظر قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: "هذا حديث غريب جدا، ورفعه فيه نظر". (تفسير ابن كثير:طه: الآية ۱۔۸)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ، حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے بعد لکھتے ہیں: "وهو حديث منكر كما قال الذهبي، لا يعول عليه أصلا، فلا تغر بتصحيح الحاكم". یہ منکر حدیث ہے جیسا کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا آپ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کو صحیح کہنے سے دھوکہ نہ کھائیں۔(روح المعاني: سورة التغابن ۲۸/ ۱٤۳)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً اس سند سے بھی منکر، شدید ضعیف ہے، نیز حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ اس کا مرفوع ہونا درست نہیں ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متن کے مثل تفصیلی روایت عطاء بن یسار نے حضرت کعب سے نقل کی ہے، جیسا کہ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے، نیز علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کو موضوع کہنے کے بعد کہا ہے کہ اس جیسی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر بھی منقول ہے، اور یہی حاصل کلام ہے کہ یہ روایت ان ائمہ کے اقوال کی روشنی میں مرفوعاً درست نہیں ہے، یہ بھی واضح رہے کہ سابقہ تحقیق ضمناً لکھی گئی ہے، اس لئے اس میں اجمالی طرز اختیار کیا گیا ہے، واللہ اعلم۔

روایت نمبر:۳۵

سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک ہی مچھلی کھا گئی

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نفحة العرب“[1] میں مذکورہ روایت کو عبدالرحمن بن سلام المقرئ کے حوالے سے اس طرح ذکر کیا ہے:

”نقل الشيخ عبدالرحمن بن سلام المقرئ في كتاب العقائد أن سليمان لما رأى أن الله أوسع له الدنيا، وصارت بيده، قال: إلهي! لو أذنت لي أن أطعم جميع المخلوقات سنة كاملة، فأوحى الله إليه أنك لن تقدر على ذلك، فقال: إلهي! أسبوعا، فقال الله تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! يوما واحدا، فقال تعالى: لن تقدر، فقال: إلهي! ولو يوما واحدا فأذن الله تعالى له في ذلك.

فأمر سليمان الجن والإنس بان يأتوا بجميع ما في الأرض من أبقاروأغنام ومن جميع مايؤكل من أجناس الحيوان من طيروغيرذلك، فلماجمعوا ذلك اصطنعوا له القدور الراسيات، ثم ذبح ذلك وطبخه وأمرالريح أن تهب على الطعام لئلايفسد، ثم مدّ ذلك الطعام في البرية، فكان طول ذلك السِمَاط مسيرة شهروعرضه مثل ذلك، ثم أوحى الله تعالى إليه يا سليمان! بمن تبتدئ من المخلوقات، فقال سليمان: أبتدئ بدواب البحر.

فأمرالله حوتا من البحر المحيط أن يأكل من ضيافة سليمان،

---

[1] نفحة العرب:ص:۱۱۰، میرمحمد کتب خانہ۔کراتشي .

فرفع ذلك الحوت راسه، وقال: يا سليمان ! سمعت أنك فتحت بابا للضيافة، وقد جعلت ضيافتي في هذا اليوم، فقال سليمان: دونك والطعام، فتقدم ذلك الحوت وأكل من أول السماط، فلم يزل يأكل حتى أتى إلى آخره في لحظة، ثم نادى أطعمني ياسليمان! وأشبعني، فقال سليمان: أكلت الجميع وما شبعت، فقال الحوت: هكذا يكون جواب أصحاب الضيافة للضيف؟ اعلم ياسليمان! إن لي في كل يوم مثل ماصنعت ثلاث مرات، وأنت كنت السبب في منع راتبتي في هذااليوم، وقد قصرت في حقي، فعند ذلك خر سليمان ساجدا لله تعالى وقال: سبحان المتكفل بأرزاق الخلائق من حيث لايعلمون".

ترجمہ: شیخ عبد الرحمن بن سلام مقریؒ رحمۃ اللہ علیہ کتاب "العقائد" میں نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو دنیا میں وسعت دی ہے اور تمام چیزیں ان کے قبضے میں آگئی ہیں، توانہوں نے کہا: اے میرے رب! اگر تو اجازت دے تو میں تیری تمام مخلوقات کو ایک سال تک کھانا کھلاؤں ؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ آپ اس کی قدرت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! ایک ہفتہ کی، اللہ تعالیٰ نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب ! ایک دن کی، اللہ تعالی نے کہا: آپ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے، سلیمان علیہ السلام نے کہا: ایک وقت کے کھانے کی، اللہ تعالی نے اس کی اجازت دے دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے انسان وجنات کو حکم دیا کہ زمین میں جتنی گائے اور بکریاں ہیں انہیں لے آؤ، اور وہ حیوان اور پرندے جو کھائے جاتے ہیں انہیں بھی لے آؤ، جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں توان کے لئے زمین میں

گھڑی ہوئی ہانڈیاں تیار کیں، پھر ان تمام جانوروں کو ذبح کر کے انہیں پکایا اور ہوا کو حکم دیا کہ کھانے پر چلو تا کہ کھانا خراب نہ ہو جائے، پھر اس کھانے کو ایک میدان میں بچھادیا، اس دستر خوان کا طول و عرض ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ کون سی مخلوق سے ابتداء کروگے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: میں سمندری جانوروں سے ابتداء کروں گا، اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے سمندر کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ سلیمان کی ضیافت میں سے کھائے، اس مچھلی نے اپنا سر باہر نکالا اور کہا: اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ آپ نے ضیافت کا دروازہ کھولا ہے اور آج کے دن میری ضیافت کی ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: لے کھا، وہ مچھلی آگے بڑھی اور دستر خوان کی ابتداء سے کھانا شروع کیا اور کچھ ہی دیر میں آخر تک سارا کھانا کھا گئی، پھر اس نے آواز دی اے سلیمان! میرا پیٹ بھرو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: تو سب کچھ کھا گئی اور تیرا پیٹ نہیں بھرا، مچھلی نے کہا: کیا میزبان اس طرح اپنے مہمان کو جواب دیتا ہے؟ جان لے اے سلیمان! جو کچھ تو نے تیار کیا اس کا تین گنا میری یومیہ خوراک ہے، اور آج تو میرے وظیفے میں رکاوٹ بن گیا اور میری حق تلفی کی ہے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام سجدے میں گر گئے اور کہا: پاک ہے وہ ذات جو مخلوق کو ایسی جگہ سے روزی دینے کی کفیل ہے، جسے مخلوق جانتی بھی نہیں ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت مرفوعاً سند کے ساتھ ہمیں کہیں نہیں مل سکی، چنانچہ اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ اسے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
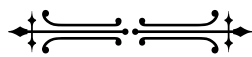
روایت نمبر:۳۶

دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

روایت: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

روایت: ”ایک گھڑی کا غور وفکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے“، کی تحقیق حصہ اول میں گذر چکی ہے۔
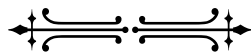
روایت نمبر: ۴۷

جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالی کی توہین کی“۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت ”التفسیر الکبیر“[1] میں بلاسند اس طرح لکھی ہے:

”قال عليه السلام: من اغبرت قدماه في طلب العلم، حرم الله جسده على النار، واستغفر له ملكاه، وإن مات في طلبه مات شهيدا، وكان قبره روضة من رياض الجنة، ويوسع له في قبره مد بصره، وينور على جيرانه أربعين قبرا عن يمينه. وأربعين قبرا عن يساره، وأربعين عن خلفه، وأربعين أمامه، ونوم العالم عبادة، ومذاكرته تسبيح، ونفسه صدقة، وكل قطرة نزلت من عينيه تطفىء بحرا من جهنم، فمن أهان العالم فقد أهان العلم، ومن أهان العلم فقد أهان النبي، ومن أهان النبي فقد أهان جبريل، ومن أهان جبريل أهان الله، ومن أهان الله أهانه الله يوم القيامة“.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے قدم طلبِ علم میں غبار آلود ہوئے اللہ اس کے جسم پر آگ کو حرام کردے گا، اور اس کے دونوں فرشتے اس کے لئے بخشش مانگتے ہیں، اور اگر وہ علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا تو وہ شہید

[1] التفسير الكبير: ٢٠٦/٢، دار الفكر – بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

مرے گا، اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہو گی، اور اس کی قبر کو تاحدِ نگاہ وسیع کر دیا جائے گا، اس کے قرب وجوار کی دائیں جانب کی چالیس قبروں تک، بائیں جانب کی چالیس قبروں تک، پیچھے کی جانب چالیس قبروں تک، آگے کی جانب کی چالیس قبروں تک نور ہی نور ہو گا، عالم کا سونا عبادت ہے اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے اور اس کا سانس لینا صدقہ ہے، اور ہر وہ قطرہ جو اس کی آنکھ سے نکلے جہنم کی آگ کے سمندر کو بھی بجھا دیتا ہے، جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرائیل کی توہین کی، اور جس نے جبرائیل کی توہین کی اس نے اللہ تعالی کی توہین کی، اور جس نے اللہ کی توہین کی اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی اہانت کرے گا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
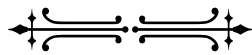
روایت نمبر:(۴۸)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے، اس کے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں“۔

مذکورہ روایت ہمیں سنداً کہیں نہیں مل سکی، البتہ حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ”الموضوعات“ میں بلا سند اس طرح تحریر کیا ہے:

”من تكلم بكلام الدنيا في المسجد أحبط الله تعالى أعماله أربعين سنة“[1]. جو شخص مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہے اللہ تعالی اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

روایت پر ائمہ کا کلام

حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”موضوع“[2]. یہ من گھڑت ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”قال الصغاني: موضوع، وهو كذلك لأنه باطل مبنًى ومعنًى“[3]. صغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ موضوع ہے، (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور یہ اسی طرح ہے، کیونکہ یہ الفاظ و معنی کے اعتبار سے باطل ہے۔

---

[1] المصنوع:ص:۱۸۲، رقم:۳۲۸، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[2] المصنوع:ص:۱۸۲،رقم:۳۲۸، ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية- حلب، ط: ١٤١٤هـ.

[3] الأسرار المرفوعة:ص:۳۲۵، رقم:٤٧٧، ت: محمد الصباغ، مؤسسة الرسالة- بيروت، ط:۱۳۹۱هـ.

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[1]۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "موضوع"[2]. یہ من گھڑت ہے۔

روایت کا حکم

مذکورہ روایت کو حافظ صغانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع، باطل کہا ہے، اس لئے اس روایت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
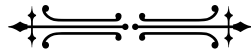
---

[1] تذكرة الموضوعات:ص: ٣٦، كتب خانه مجيديه – ملتان.

[2] اللؤلؤ المرصوع:ص:١٧٨، رقم:٤٩، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية – بيروت، ط:١٤١٥ هـ.

روایت نمبر:(۳۹)

اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر،
جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص عید اللہ کے راستے میں گزارے گا، وہ جنت میں میرے نکاح یا ولیمہ میں شریک ہو گا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
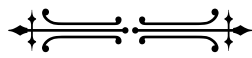
روایت نمبر:(۴۰)

سنت کی حفاظت پر چار انعام

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: ① نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوگی، ② فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہوگی، ③ اس کے رزق میں برکت ہوگی، ④ دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی“۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابو القاسم محمود بن احمد الفاریابی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۷ھ) ”خالصة الحقائق“[1] میں بلاسند اس طرح نقل فرماتے ہیں:

”وقال النبي صلى الله عليه وسلّم: من حفظ سنتي أكرمه الله تعالى بأربع خصال: المحبة في قلوب البَرَرَة، والهيبة في قلوب الفجرة، والسَعَة في الرزق، والثقة في الدين“.

ترجمہ: رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: نیک لوگوں کے دل میں اس کی محبت ہوگی، فاجر لوگوں کے دل میں اس کی ہیبت ہوگی، اس کے رزق میں برکت ہوگی، دین میں ثقہ ہوگا۔

علامہ یعقوب بن سید علی (المتوفی ۹۳۱ھ) نے ”شرح شرعة الإسلام“[2] میں اسے بحوالہ ”خالصة الحقائق“ بلاسند ذکر کیا ہے، نیز علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”روح البیان“[3] میں بلاسند نقل کیا ہے۔

---

[1] خالصة الحقائق: ص: ١٦٧ ألف، مخطوط.

[2] شرح شرعة الاسلام: ١/٨، در سعادت – استانبول، ط: ١٣١٥ هـ.

[3] روح البيان: ٢/ ٢٣١، مطبعة عثمانية – إستنبول، ط: ١٣٣٠ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
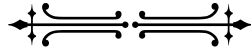
روایت نمبر: (۴۱)

داعی کے قبرستان سے گزرنے پر، مردوں سے چالیس روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے

روایت: ”داعی اگر قبرستان سے گزرے تو اس قبرستان سے چالیس (۴۰) روز تک مردوں سے عذاب دور کر دیا جاتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک روایت بلا سند ”شرح العقائد النسفية“ میں اس طرح نقل کی ہے:

”قال عليه السلام: إن العالم والمتعلم إذا مرا على قرية، فإن الله تعالى يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يوما“[1]۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک عالم اور طالب علم جب کسی بستی سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالی اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن (۴۰) تک عذاب اٹھا لیتے ہیں۔

مذکورہ روایت کے متعلق حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لا أصل له“. اس کی کوئی اصل نہیں ہے، نیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] شرح العقائد: ص: ١٥٤، مير محمد كتب خانة – كراتشي.

کے کلام پر اکتفاء کیا ہے[۱]۔

حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ "الفتاوی الفقهية الكبرى"[۲] میں لکھتے ہیں: "لم أر لهذا الحديث وجودا في كتب الحديث الجامعة المبسوطة ولا في غيرها، ثم رأيت الكمال بن أبي شريف صاحب الإسعاد قال: إن الحديث لا أصل له. وهو موافق لما ذكرته".

میں نے اس حدیث کو حدیث کی جامع، مفصل کتابوں میں، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی کتاب میں پایا ہے، پھر بعد میں صاحب "اسعاد" کمال بن ابو شریف کو دیکھا، وہ فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ حدیث بے اصل ہے۔ ان کا یہ کہنا میرے قول کے موافق ہے۔

علامہ محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا أصل له"[۳]. اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ذیلی روایت کا حکم

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مذکورہ روایت بے اصل ہے، چنانچہ مذکورہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔

---
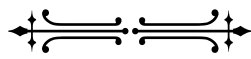
[۱] الأسرار المرفوعة:ص:١٤٢، رقم:٨٠،ت: محمد الصاغ، مؤسسة الرسالة ـ بيروت، الطبعة: ١٣٩١هـ

[۲] الفتاوى الفقهية الكبرى: باب الجنائز،٣٢/٢، دار الفكر — بيروت .

[۳] اللؤلؤ الموصوع: ص: ٥٣، رقم: ٩٣، ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية– بيروت، ط:١٤١٥هـ .

روایت نمبر:(۴۲)

بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا

روایت: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور فاقہ کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھر کے دروازے پر پردہ ڈال دو، پردہ ڈالنے کے بعد اس شخص کی مفلسی ختم ہو گئی، جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے گھر کے سامنے سے ایک بے نمازی شخص گزرتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے اس کے گھر میں فقر وفاقہ تھا''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
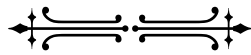
روایت نمبر: (۴۳)

بے نمازی کی چالیس گھروں تک نحوست

روایت: ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے نمازی کی نحوست چالیس گھروں تک جاتی ہے: چالیس گھر دائیں جانب، چالیس گھر بائیں جانب، چالیس گھر آگے کی جانب اور چالیس گھر پیچھے کی جانب''۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اَتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
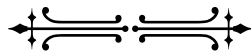
روایت نمبر:(۴۴)

پانچ نمازوں پر پانچ انعام

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: ①رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، ②عذابِ قبر اس سے دور کر دیا جائے گا، ③اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، ④پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، ⑤بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا“۔

مذکورہ روایت کو علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الزواجر عن اقتراف الکبائر“[1] میں بلا سند اس طرح ذکر کیا ہے:

”قال بعضهم: وورد في الحديث: أن من حافظ على الصلاة أكرمه الله بخمس خصال: يرفع عنه ضيق العيش و عذاب القبر و يعطيه الله كتابه بيمينه و يمر على الصراط كالبرق و يدخل الجنة بغير حساب .....“.

ترجمہ: بعض حضرات کا کہنا ہے: ”حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے گا اسے اللہ پانچ انعام عطاء کرے گا: رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی، عذاب قبر اس سے ہٹا دیا جائے گا، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، وہ پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا، اور جنت میں بغیر حساب کتاب کے داخل ہو گا...“۔

مذکورہ روایت کو فقیہ ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنبیہ الغافلین“[2] میں اسی طرح بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

---

[1] الزواجر: ۱/ ۲۵۵، ت: محمد محمود عبدالعزیز وغیرہ، دار الحدیث – قاهرة، ط:۱٤۲٥ هـ.

[2] تنبيه الغافلين: ص: ۲۱۲، ت: السيد العربي، مكتبة الإيمان – مصر، ط:۱٤۱٥ هـ.

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اَتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ اول

فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) سے متصل تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب والے مضمون کو بھی ذکر کیا ہے، اس روایت (تارک صلاۃ پر پندرہ عذاب) کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے باطل وموضوع کہا ہے، فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ روایت کے ساتھ ساتھ اس پندرہ عذاب والے مضمون کو نقل کرنے سے یہ استیناس ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وسیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مذکورہ روایت (پانچ نماز پڑھنے پر پانچ انعام) کو بھی شامل ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ دوم

مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک موضوع روایت حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ذيل اللآليء المصنوعة"[1] میں حافظ دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے نقل فرمائی ہے، ملاحظہ ہو:

"الديلمي،أنبانا أبي، أنبانا إبراهيم بن الحسن بن نصر، حدثنا الوليد، حدثنا عبدالله بن علي بن محمد، حدثنا أبوعصمة محمد بن أحمد، حدثنا علي بن أحمد الأنصاري الجرجاني، أنبانا أبوياسر الأستَراباذِي،

[1] ذيل اللآلیء المصنوعة:ص:٢٧٩،رقم:٤٨٤،ت:زياد النقشبندي،دار ابن حزم –بيروت،ط ١٤٣٢ هـ.

حدثنا يزيد بن هارون، عن حميد عن أنس رفعه: من صلى صلاة الفجر في جماعة ولا يؤخرها، استوجب من الله عز وجل أربعة أشياء: أولها: رزقا من الحلال، وثانيها: ينجو من عذاب القبر، وثالثها: يعطى كتابه بيمينه، والرابع: يمر على الصراط كالبرق الخاطف".

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور اسے مؤخر نہیں کیا، اللہ تعالیٰ اسے چار چیزوں سے نوازیں گے، پہلا: اس کو رزقِ حلال عطاء ہو گا، دوسرا: وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو گا، تیسرا: اسے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، چوتھا: پل صراط سے بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا۔

حافظ ابن عراق رحمۃ اللہ علیہ "تنزيه الشريعة"[1] کی فصل ثالث میں اس روایت کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

"(قلت): لم يبين علته وفي سنده جماعة لم أعرفهم، والله أعلم". میں کہتا ہوں: [حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے] اس روایت کی علت بیان نہیں کی، اور اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جسے میں نہیں جانتا، واللہ اعلم۔

تنبیہ: واضح رہے کہ روایتِ ہذا کی تحقیق اس خاص حیثیت سے پیش کی گئی ہے کہ پانچ نمازوں کی پابندی پر یہ پانچ انعامات اس ترتیب سے مرفوعاً بیان کیے جاتے ہیں، نیز اس کا حکم آپ مشاہدہ فرچکے ہیں، البتہ کسی روایت میں ان فضائل میں کسی فضیلت کا مستقل بیان کسی معتبر روایت میں ہو سکتا ہے، جو ہماری اس خاص روایت کی تحقیق کے منافی نہیں۔

---

[1] تنزيه الشريعة: كتاب الصلاة،الفصل الثالث،٢/ ١١٩، رقم: ١١٨،ت: عبد الله محمد الصديق الغماري، دار الكتب العلمية — بيروت، ط: ١٤٠١هـ.

روایت نمبر: (۴۵)

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حقب جہنم میں جلنا

روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ وقت گزر جائے پھر وہ قضاء پڑھ لے، اس کے باوجود وہ جہنم میں ایک حقب جلے گا، اور حقب اسی (۸۰) سال کا ہے، اس کا ہر سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا اور ہر دن کی مقدار دنیا کے ایک ہزار (۱۰۰۰) دن کے برابر ہے“۔

مذکورہ روایت کو علامہ احمد بن عبد القادر رومی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۴۳ھ) نے ”مجالس الأبرار“[1] میں بلا سند اس طرح سے ذکر کیا ہے:

”روي أنه عليه السلام قال: من ترك صلاة حتى مضى وقتها، ثم قضي، عذب في النار حُقُبا، والحُقُب ثمانون سنة، والسنة ثلاث مائة وستون يوما، كل يوم كان مقداره ألف سنة“.

ترجمہ: روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتی کہ اس نماز کا وقت نکل گیا، پھر اگرچہ اس نے قضاء نماز پڑھ لی، اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حقب اسی (۸۰) سال کا ہو گا اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہو گی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ”روح البیان“[2] میں یہی روایت بلا سند اس طرح سے ذکر کی ہے:

”قال النبي صلى الله عليه وسلم: من ترك صلاة حتى مضى وقتها عذب في النار حُقُبا، والحُقُب ثمانون سنة، كل سنة ثلاث مائة وستون يوما، كل يوم ألف سنة مما تعدون“.

---

[1] خرينة الأسرار ترجمة مجالس الأبرار: ص: ۳۲۰، مطبع مصطفائي - الهند، ط: ۱۲۸۳ هـ.
[2] روح البيان: سورة البقرة، ۱/ ۳٤، مطبعة عثمانية - إستنبول، ط: ۱۳۳۰ هـ.

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس شخص نے نماز کو چھوڑا حتی کہ اس نماز کا وقت نکل گیا اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، اور ایک حقب اسی (۸۰) سال کا ہوگا، اور ایک سال تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کا، ہر دن کی مقدار ایک ہزار (۱۰۰۰) سال ہوگی جو تم شمار کرتے ہو [یعنی دنیا کے ایک ہزار دن کے برابر]۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سند اُتاحال ہمیں کہیں نہیں ملی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: فرض نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں ایک حدیث ذکر کی جارہی ہے، جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”عن مكحول، عن أم أيمن أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال:لا تترك الصلاة متعمدا، فإنه من ترك الصلاة متعمدا فقد برئت منه ذمة الله ورسوله“[1]۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم نماز کو جان بوجھ کر مت چھوڑو، کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز کو چھوڑتا ہے اللہ اور اس کا رسول اس کے ذمہ سے بری ہیں۔

حافظ نورالدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ ”مجمع الزوائد“[2] میں مذکورہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] مجمع الزوائد:٢٦/٢،رقم:١٦٣٣،ت:عبدالله محمد درويش، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

[2] مجمع الزوائد: ٢٦/٢، رقم: ١٦٣٣، ت: عبدالله محمد درويش، دار الفكر–بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

”رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح إلا أن مكحولا لم يسمع من أم أيمن، والله أعلم“. اس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں، لیکن مکحول (سند میں موجود راوی) کا ام ایمن رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں ہے، واللہ اعلم۔

اہم تنبیہ

واضح کہ ہمارا موضوع خاص سیاق سے - کہ جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنے کے بعد، پھر پڑھ بھی لے تو ایک حقب جو اتنے اتنے سالوں پر مشتمل ہے، اس شخص کو عذاب ہو گا- روایت کا حکم بیان کرنا ہے، یعنی اسے سند ملنے تک بیان نہ کریں، یہ الگ بات ہے کہ حقب کی مستقل تفسیر بعض موقوف روایات میں موجود ہے، جیسا کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”مستدرک“[1] میں ایک صحیح روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً تخریج کی ہے، جس میں آیتِ شریفہ ”لابثين فيها أحقابا“ [النبأ:٢٣] کے تحت لکھا ہے کہ ایک حقب اسی برس کا ہوتا ہے، اسی طرح ترک نماز پر شدید وعیدوں پر مستقل احادیث کا ایک مجموعہ موجود ہے۔

[1] المستدرك على الصحيحين: ٢/ ٥٥٦،رقم: ٣٨٩٠، ت: يوسف عبدالرحمن المرعشلي، دار المعرفة– بيروت، ط: ١٤٠٦ هـ.
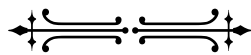
روایت نمبر: ۴۶

جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ محبوب ہے یا دین زیادہ محبوب ہے؟

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا کلام؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہوں، کیونکہ اللہ نے مجھ پر اپنا کلام نازل کیا ہے، پھر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ محبوب ہیں یا میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں زیادہ محبوب ہیں، کیونکہ آپ کو میرے پاس بھیجا جاتا ہے، پھر پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ محبوب ہیں یا اللہ کو اپنا دین زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو تو اپنا دین محبوب ہے کیونکہ دین کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے“۔

اہم وضاحت

واضح رہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے ملتے جلتے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اًتا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
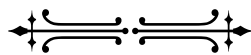
روایت نمبر: ۴۷

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت کا دودھ پیتے بچے کو جہاد کے لئے پیش کرنا

روایت: ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: مذکورہ روایت سے ملتی جلتی ایک روایت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً منقول ہے، جسے بابِ فضائل میں بیان کرنا درست ہے، ملاحظہ ہو:

"عفان ، قال: حدثنا حماد بن سلمة ، قال: أخبرنا عطاء بن السائب، عن الشعبي، أن امرأة ، دفعت إلى ابنها يوم أحد السيف ، فلم يطق حمله فشدته على ساعده بِنِسْعَة، ثم أتت به النبي عليه الصلاة والسلام، فقالت: يا رسول الله ! هذا ابني يقاتل عنك ، فقال النبي عليه الصلاة والسلام: أي بني ! احمل هاهنا، أي بني ! احمل هاهنا. فأصابته جراحة، فصرع فأتي به النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أي بني ! لعلك جزعت؟ قال: لا يا رسول الله !"[1]

[1] المصنف لابن أبي شيبة: ٢٠ / ٣٦٠، رقم: ٣٧٩٣٧، ت: محمد عوامة، دار قرطبة – بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

ترجمہ: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی بعد ۱۰۰ھ) سے منقول ہے کہ ایک عورت نے احد کے دن اپنے بیٹے کو ایک تلوار دی، لیکن بیٹا اسے اٹھا نہ سکا، اس عورت نے تلوار بازو کے ساتھ تسمہ سے باندھ دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ! میرا یہ بیٹا آپ کے دفاع میں قتال کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے ! یہاں سے پکڑو، اے میرے بیٹے ! یہاں سے پکڑو"، (اسی دوران) اسے چوٹ لگی اور گر گیا، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے کہ گھبرا گئے ہو، لڑکے نے کہا: یارسول اللہ ! گھبرا نہیں رہا"۔
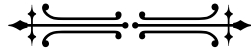
روایت نمبر:۴۸

عالم کے کھانے کی برکت

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے کھانے کا حساب معاف ہو جاتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
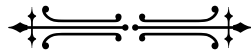
روایت نمبر:۴۹

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہورہی تھی

روایت: "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی لکنت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے سے منع کر دیا اور کسی دوسرے شخص نے صبح کی اذان دے دی، اس کے بعد بہت دیر ہو گئی صبح ہی نہیں ہورہی تھی، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے، جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے کہ جب تک بلال رضی اللہ عنہ اذان نہیں دیں گے صبح نہیں ہوگی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی تو صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بلال اذان نہ دیتے تو صبح ہی نہ ہوتی"۔

روایت کا حکم

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان میں لکنت یا ہکلاہٹ "بے اصل" بات ہے، اس کی تفصیل روایت: "سين بلال عند الله شين. بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے"۔ کے تحت گذر چکی ہے، ذکر کردہ واقعہ میں بھی لکنت کا ذکر ہے، اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ قصہ بھی "بے اصل" ہے۔

فائدہ: کتب احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک واقعہ ملتا ہے، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" میں ذکر کیا ہے، اس واقعہ میں درجِ بالا مضمون سے ایک حد تک معارض مضمون ملتا ہے، ملاحظہ ہو:

واقعہ

"حدثنا عمران بن ميْسرة، قال: حدثنا محمد بن فضيل، قال: حدثنا حصين، عن عبد الله بن أبي قتادة، عن أبيه، قال: سرنا مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة، فقال بعض القوم: لو عرّست بنا يا رسول الله!

قال أخاف أن تناموا عن الصلاة، قال بلال: أنا أوقظكم، فاضطجعوا وأسند بلال ظهره إلى راحلته فغلبته عيناه فنام، فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم وقد طلع حاجب الشمس، فقال: يا بلال! أين ما قلت؟ قال: ما أُلقِيتْ علي نومةٌ مثلها قط، قال: إن الله قبض أرواحكم حين شاء وردها عليكم حين شاء، يا بلال! قم فأذن بالناس بالصلاة، فتوضأ، فلما ارتفعت الشمس وابْيَاضَّتْ[كذا في الأصل] قام فصلى"[1].

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات سفر کررہے تھے، کسی نے کہا: یارسول اللہ! بہتر ہو گا کہ ہم رات کے آخری پہر کچھ آرام کرلیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم نماز سے سوتے نہ رہ جاؤ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ سب کو جگادوں گا، چنانچہ سب لیٹ گئے، بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی پیٹھ اپنی سواری سے لگائی اور انہیں بھی نیند آگئی، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو سورج نکل چکا تھا، فرمایا: اے بلال! تم نے کیا کہا تھا؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کرلیں اور جب چاہا لوٹا دیں، بلال! اٹھو اور اذان دو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب سورج بلند ہوا اور سفید ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔
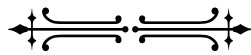
[1] الصحيح للبخاري: باب الأذان بعد ذهاب الوقت، ١/ ١٢٢، ت: محمد زهيربن ناصر، دارطوق النجاة- بيروت،١٤٢٢هـ.

روایت نمبر:۵۰

شوہر کے پیر دبانے پر سونا چاندی صدقہ کرنے کا اجر

روایت: ”آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے ان الفاظ کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

شوہر کی اطاعت وخدمت پر اجر کے متعلق ذخیرہ احادیث میں متعدد روایات منقول ہیں، ذیل میں ان میں سے ایک روایت ذکر کی جارہی ہے، جسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”سنن“ میں تخریج کیا ہے، اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

روایت

”حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا محمد بن فضيل، عن أبي نصر عبد الله بن عبد الرحمن، عن مُسَاوِر الحِمْيَرِي، عن أمه قالت: سمعت أم سلمة تقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة“[1]۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

---

[1] سنن ابن ماجه: ص:٥٩٥، رقم: ١٨٥٤، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار الفكر – بيروت، ط: ١٣٧٣هـ.

روایت نمبر: (۵۱)

خدمت کرنے والوں کا اجر شہیدوں کے برابر

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اً تا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام اور واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب الجهاد“ میں ایک موقوف روایت خدمت فی سبیل اللہ پر مشتمل ہے، جسے فضائل کے باب میں بیان کیا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو:

” أخبرنا إبراهيم، حدثنا محمد، حدثنا سعيد قال: سمعت ابن المبارك، عن ابن لهيعة، عن أبي قُبَيْل، عن عبد الله بن عمرو قال: من خَدَمَ أصحابه في سبيل الله عز و جل فضل على كل إنسان منهم بقيراط من الأجر“[1].

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، اسے ہر شخص کی خدمت کے بدلے ایک قیراط اجر ملے گا۔

---

[1] الجهاد: ص: ۱۷۸، رقم: ۲۱۱، ت: نزيه حماد، دار المطبوعات الحديثة –جده، ط:۱۴۰۳هـ.

روایت نمبر:(۵۲)

حضور ﷺ کا معراج میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کا تحفہ پیش کرنا

روایت: ”حضوراقدس ﷺ جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدارِ خدوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
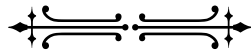
روایت نمبر: ۵۴

بسم اللہ پڑھ کر گھر کی جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر

روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بسم اللہ کہہ کر جھاڑو لگائے گی اسے بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر ملتا ہے“۔

مذکورہ روایت ہمیں ذخیرہ احادیث میں کہیں نہیں مل سکی، البتہ ”أنیس الواعظین“ کے ترجمہ ”مؤید الواعظین“[1] میں اس طرح سے ذکر کیا ہے: ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت گھر میں جھاڑو دے تو ایسا ہے گویا کعبہ شریف کو جھاڑو دی ہو“۔

واضح رہے کہ ”أنیس الواعظین“ کا ایک ترجمہ ایچ، ایم سعید سے مطبوع ہے، لیکن اس ترجمہ میں یہ روایت نہیں ہے۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت سند اَتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ: حافظ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”المصنف“ میں ایک مستقل باب باندھا ہے جو گھر کی صفائی ستھرائی کے متعلق ہے، اس باب میں صحابہ کرام اور تابعین کی موقوف روایات منقول ہیں کہ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے، ذیل میں ان میں سے ایک اثر کو لکھا جارہا ہے۔

---

[1] مؤید الواعظین: ص: ۵۲۵، ط: مطبع کریمي – بمبئي.

اثر

’’أبو بکر، قال حدثنا أبو أسامة، عن أبي العُميس، عن أبي إسحاق، عن أبي زياد، عن أم ولد لعبدالله بن مسعود قالت: كان عبد الله يامر بداره فتُكنس حتى لو التمست فيها تِبْنَة أو قَصَبَة ما قدرت عليها‘‘[1]۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ام ولد رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جھاڑو لگانے کا حکم دیتے تھے، اور گھر میں ایسی صفائی ہوتی کہ اگر تم اس میں بھوسا یا تنکا بھی ڈھونڈنا چاہو تو نہ ڈھونڈ سکو۔

[1] المُصنف لابن أبي شيبة: ١٣/ ٢٥٠، رقم: ٢٦٤٤١، ت: محمد عوامة، دار قرطبة - بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.
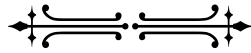
روایت نمبر: ۵۴

حاملینِ عرش کی اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں۔

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: ① یا اللہ! اس کی بخشش فرما ② اس کے گھر والوں کی بخشش فرما ③ اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: قرآن مجید وفرقان حمید کی تصریح کے مطابق عرش کو اٹھانے والے فرشتے مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، نیز جنت میں مؤمنین کی ان کے نیک آباء، اولاد اور بیویوں کے ساتھ داخلے کی دعا کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ٱلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ ٱلۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْۖ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٖ رَّحۡمَةٗ وَعِلۡمٗا فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ ۝٧ رَبَّنَا وَأَدۡخِلۡهُمۡ جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدتَّهُمۡ وَمَن صَلَحَ مِنۡ ءَابَآئِهِمۡ وَأَزۡوَٰجِهِمۡ وَذُرِّيَّٰتِهِمۡۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ۝٨﴾ (سورة المؤمن الآية ٧،٨)

ترجمہ: جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے پروردگار ہمارے! ہر چیز سمائی ہوئی ہے تیری بخشش اور خبر میں، سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے، اے رب ہمارے! اور داخل کر ان کو سدا بسنے کے باغوں میں جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں اور اولاد میں بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔
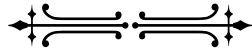
روایت نمبر:۵۵

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تکبیرِ اولیٰ کے بارے میں ارشاد

روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
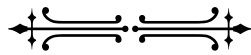
روایت نمبر: ۵۶

نیک عورت کا اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جانا

روایت: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مددگار ہو، ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سنداً تاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ:

① زیرِ بحث روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ذخیرہ احادیث میں ملتی ہے، جسے حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”صفة الجنة“[1] میں تخریج کیا ہے، اسے فضائل کے باب میں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

”حدثنا أبو محمد بن حيَّان، ثنا الحكم بن معبد، ثنا يعقوب الدَوْرَقِي، ثنا يزيد بن هارون، ثنا محمد بن ثابت العبدي، حدثني رجل، من أهل الشام، عن شهر بن حوشب فيما نعلم عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يا معشر النسوان! أما إن خياركن يدخلن الجنة قبل خيار الرجال، فيغسلن ويطيبن ويرفعن

---

[1] صفة الجنة: ۲/ ۱۵۰، رقم: ۲۹۹، ت: علي رضا بن عبد الله، دار المأمون للتراث – دمشق، ط:۱۴۱۵ هـ

إلى أزواجهن على براذين الأحمر والأصفر والأخضر، يشيعهن الولدان كأنهن اللؤلؤ المنثور"[1].

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم میں سے نیک عورتیں، نیک مردوں سے پہلے جنت داخل ہوں گی، انہیں صاف ستھرا اور معطر کرکے، لال، زرد اور سبز رنگ کے گھوڑوں پر ان کے شوہروں کے پاس لے جایا جائے گا، ان عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی چلیں گے گویا کہ وہ پروئے ہوئے موتی ہیں۔

۲ یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت پر، خاوند کے نیک اعمال کا اجر ملتا ہے، ذیل میں "مسند البزار"[2] کی ایک ایسی ہی روایت ملاحظہ ہو جسے فضائل کے باب میں بیان کرنا درست ہے:

---

[1] سند کے راویوں کے بارے میں ائمہ کے اقوال:

① شهر بن حوشب (المتوفي:١١٢ هـ): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صدوق، كثير الإرسال والأوهام". یہ صدوق ہیں اور ان کی مراسیل اور اوہام زیادہ ہیں (تقريب التهذيب:ص:٢٦٩،رقم: ٢٨٣٠)-حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں اپنی کتاب "ذكر أسماء من تكلم فيه وهو موثق" (ص:٢٦٥،رقم:١٦٢) میں ذکر کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: "من علماء التابعين، وثقة أحمد وابن معين، وقال أبو حاتم: ما هو بدون أبي الزبير، وقال النسائي وغيره: ليس بالقوي".

② رجل من أهل الشام: ابہام دور نہیں ہو سکا۔

③ محمد بن ثابت العبدي أبوعبدالله البصري:حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صدوق لين الحديث". یہ صدوق، لین الحدیث ہے (تقريب التهذيب:ص: ٤٧١،رقم: ٥٧٧١)-حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال غير واحد: ليس بالقوي د ق". ایک سے زائد محدثین نے انھیں "ليس بالقوي" کہا ہے(الكاشف: ص: ١٦١،رقم:٤٧٥٦)-

④ يزيد بن هارون أبو خالد السُلَمِي(المتوفي:٢٠٦هـ): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "تقريب التهذيب" (ص:٦٠٦، رقم:٧٧٨٩) میں فرماتے ہیں: "ثقة، متقن، عابد". یہ ثقہ، عابد، متقن ہیں۔

⑤ يعقوب بن أبراهيم بن كثير أبو يوسف الدَوْرَقي(المتوفي:٢٥٢هـ):حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ثقة، وكان من الحفاظ". (تقريب التهذيب: ص:٦٠٧،رقم:٧٨١٢)-

⑥ الحكم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي(المتوفي:٢٩٥ هـ):حاظ ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ "تاريخ أصبهان" (ص:٢٩٥) میں فرماتے ہیں: یہ ثقہ اور کثیر الحدیث شخص ہیں۔

⑦ عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيّان أبو محمد(المتوفى: ٣٦٩هـ): یہ مشہور محدث ابوالشیخ اصبہانی رحمہ اللہ ہیں۔

[2] مسند البزار: مسند ابن عباس،٣٧٧/١، رقم: ٥٢٠٩،ت: عادل بن سعد، مؤسسة القران- بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩هـ.

”حدثنا القاسم بن وُهيب الكوفي، قال: حدثنا علي بن عبد الحميد، قال: حدثنا مِنْدَل عن، رِشْدِين بن كُريب، عن أبيه، عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني وافدة النساء إليك، هذا الجهاد كتبه الله على الرجال، فإن نصبوا أجروا، وإن قتلوا كانوا أحياء عند ربهم يرزقون، ونحن معاشر النساء نقوم عليهم فما لنا من ذلك؟ قال: فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أبلغي من لقيت من النساء أن طاعة الزوج واعترافا بحقه يعدل ذلك، وقليل منكن من يفعله.

وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد، ورِشْدِين بن كُريب قد حدث عنه جماعة ثقات من أهل العلم واحتملوا حديثه“.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتوں کی جانب سے نمائندہ بن کر آئی ہوں، یہ جہاد اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے، مرد جہاد کرکے اجر پاتے ہیں، اگر شہید ہو جائیں تو زندہ رہتے ہیں، اپنے رب کے نزدیک روزی دیے جاتے ہیں، اور ہم عورتوں کی جماعت ان مردوں کی خدمت کرتی رہتی ہیں ہمیں کیا ملے گا ؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان عورتوں کے پاس جاکر یہ کہنا کہ عورتوں کا اپنے خاوند کی اطاعت اور ان کے حقوق کا اعتراف (مردوں کے) ان اعمال کے برابر ہے، لیکن تم میں ایسا کرنے والی عورتیں کم ہیں ...“۔
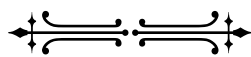
روایت نمبر: (۵۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے...

روایت: "ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی"۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
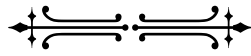
روایت نمبر: ۵۸

روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا

روایت: ”ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرمارہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صبح ہوگئی (یعنی سحری کا وقت ختم ہوگیا)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرماتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: یارسول اللہ ! صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرماتے رہے، تیسری مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم صبح ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری کھانے سے رک گئے اور فرمایا: صبح تو نہیں ہوئی تھی مگر اللہ تعالی نے بلال رضی اللہ عنہ کی قسم کی وجہ سے صبح کردی“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

تتمہ

زیرِ بحث روایت کے مقابلہ میں ایک دوسری مرسل روایت ملتی ہے، جسے امام عبد الرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ ”المصنف“[1] میں تخریج کیا ہے:

”عبد الرزاق، عن بن عيينة، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن حكيم بن جابر قال: جاء بلال إلى النبي صلى الله عليه و سلم والنبي

[1] المصنف:٤/ ٢٣١، رقم: ٧٦٠٨، ت: حبيب الرحمن الأعظمي، المكتب الإسلامي – بيروت، ط: ١٤٠٣هـ.

صلى الله عليه و سلم يتسحر، فقال: الصلاة يا رسول الله! قال: فثبت كما هو يأكل، ثم أتاه فقال: الصلاة، وهو حاله، ثم أتاه الثالثة فقال: الصلاة يا رسول الله ! قد والله أصبحت، فقال النبي صلى الله عليه و سلم: يرحم الله بلالا، لولا بلال لرجونا أن يُرَخَّص لنا حتى تطلع الشمس".

حکیم بن جابر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرمارہے تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کھاتے رہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ دوبارہ آئے اور کہا کہ نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنی حالت پر رہے، حضرت بلال پھر تیسری مرتبہ آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! نماز، اللہ کی قسم صبح ہوگئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا: اللہ بلال پر رحم فرمائے، اگر بلال نہ ہوتے تو ہمیں امید تھی کہ ہمیں طلوعِ شمس تک کی رخصت مل جاتی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "المصنف" کی اس سند کے رجال کو ثقہ کہا ہے[1]۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے طلوعِ صبح کی تقدیم و تاخیر میں تو کوئی فرق نہیں پڑا، جیسا کہ زیرِ بحث قصہ میں مذکور ہے، البتہ سحری کے وقت کی مزید رخصت سے یہ کلام مانع بن گیا، واللہ اعلم!

[1] فتح الباري: ٤/ ١٣٥، ت: عبدالعزيز بن باز، دار المعرفة — بيروت، ط: ١٣٧٩ هـ.
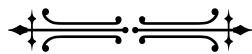
روایت نمبر: (۵۹)

فرشتے کا ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کرنا

روایت: ”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
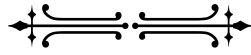
روایت نمبر:(۶۰)

یہودی کا استنجاء کے طریقہ میں آپ ﷺ کی پیروی پر جان بخشی اور ایمان لانا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس یہودی کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تا کہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اس طرح جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتا حال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

فائدہ: واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق مرفوعاً بسند ضعیف ثابت ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، ملاحظہ ہو:

”وعن سراقة بن مالك – رضي الله عنه – قال: علمنا رسول الله – صلى الله عليه وسلم – في الخلاء: أن نقعد على اليسرى، وننصب اليمنى.

رواہ البيهقي بسند ضعيف"[1].

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا کہ ہم بیت الخلاء میں بائیں پاؤں پر بیٹھیں، اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں۔
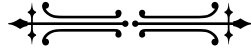
[1] بلوغ المرام: رقم: ١ / ٢٢، رقم: ١٠٤، ت: سمير بن أمين الزهري، دار الفلق ـ الرياض، الطبعة السابعة: ١٤٢٤هـ.

روایت نمبر: (۶۱)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب ونسب کی جگہ نہیں ہے

واقعہ: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو انہیں تدفین کے لئے جنت البقیع لایا گیا، انہیں قبر میں رکھنے سے پہلے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے قبر سے کہا: اے قبر! تو جانتی ہے کہ یہ کون آرہی ہے؟ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی، حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ، جنتی عورتوں کی سردار، فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے، ان کے لئے گل گلزار بن جا، ان کے لئے وسیع بن جا، اللہ پاک نے قبر کو گویائی دی، قبر نے کہا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ! یہ حسب ونسب کی جگہ نہیں ہے، اگر اس کے اعمال اچھے ہوئے تو میں اس کا استقبال کروں گی، اگر اعمال اچھے نہ ہوئے تو میں اس کے ساتھ اپنا کام کروں گی جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

مصدر

مذکورہ واقعہ کو علامہ عثمان بن حسن بن احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے "درّۃ الناصحین"[1] میں بلاسند اس طرح نقل کیا ہے:

"حكي أن فاطمة الزهراء بنت النبي صلى الله عليه وسلم لما ماتت، حمل جنازتها أربعة نفر: زوجها علي كرم الله وجهه و ابناها الحسن والحسين وأبوذر الغفاري رضي الله عنهم أجمعين، فلما وضعوها على سفير القبر قام أبو ذر،فقال: يا قبر! أتدري من التي جئنا بها إليك، هي فاطمة الزهراء بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم و زوجة علي المرتضي وأم الحسن والحسين، فسمعوا نداء من القبر،يقول: ما أنا

[1] درة الناصحين: ٢/ ٨٠، مطبع مجتبائي – دهلي، ط: ١٣١٩ هـ.

موضع حسب ونسب، وإنما أنا موضع العمل الصالح، فلاينجومني إلا من كثر خيره وسلم قلبه و خلص عمله. كذا في مشكاة الأنوار".

واقعہ کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود یہ واقعہ سنداً تاحال ہمیں کسی معتبر کتاب میں نہیں مل سکا، لہٰذا جب تک اس واقعہ کا ثبوت کسی معتبر کتاب میں نہ ملے اسے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، واللہ اعلم۔

اہم فائدہ

زیرِ بحث روایت کے مضمون پر مشتمل ذیلی روایت ملتی ہے:

آپ ﷺ نے ایک دفعہ قریش کو جمع فرمایا، اور آپ ﷺ نے اپنے ارشادات میں یہ بھی فرمایا:

"...أنقذوا أنفسكم من النار، يا فاطمة! أنقذي نفسك من النار، فإني لا أملك لكم من الله شيئا غير أن لكم رَحِما سَأبُلُّها ببِلالِها".[1]

تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے فاطمہ! تم بھی اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا، البتہ تم سے رشتہ داری ہے، عنقریب میں رشتہ داری کو اس کی تری سے تر کروں گا (یعنی تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا)۔
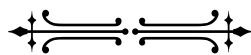
[1] الصحيح لمسلم: ص: ١١٣، رقم: ٢٠٤، ت: محمد فؤاد عبدالباقي، بيت الأفكارالدولية – الرياض، ط: ١٤١٩هـ.

روایت نمبر: (۶۴)

نماز کے مختلف ارکان واعمال پر اجر

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں“۔

روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”أنیس الواعظین“[1] میں مذکورہ روایت کو ”مصابیح“[2] کے حوالے سے بلا سند ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”مصابیح میں حدیث مذکور ہے کہ تکبیر کہتے وقت بندہ اس طرح گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اور جب ”سبحانك ...“ پڑھتا ہے تو اس کے ہر روئیں کے عوض میں اللہ تعالیٰ ایسی ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کو دیتا ہے، جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور شب کو عبادت کی ہو، اور جب ”أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں چار ہزار نیکیاں لکھواتا ہے

---

[1] جلیس الناصحین ترجمة أنیس الواعظین: ص:۳۰، مترجم: برکت اللہ لکھنوي، ط: ایج، ایم، سعید کمپني.

[2] مشہور مصابیح یعنی ”مصابیح السنہ للبغوي“ میں تلاش کے باوجود ہمیں یہ روایت نہیں ملی، ممکن ہے ”مصابیح“ سے کوئی اور کتاب مراد ہو، واللہ اعلم۔

اور چار ہزار برائیاں دور کرتا ہے اور جنت میں اس کے لئے چار ہزار درجے بلند کرتا ہے، اور جب بندہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں حج اور عمرے کا ثواب درج کرتا ہے، اور جب بندہ رکوع میں جاتا ہے تو گویا خدا کی راہ میں اپنے وزن کے برابر سونا دیتا ہے، اور جب رکوع میں "سبحان ربي العظيم" تین مرتبہ پڑھتا ہے تو گویا تمام کتبِ منزلہ کی تلاوت کرتا ہے، اور جب رکوع سے سر اٹھا کر "سمع الله لمن حمده" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور جب سجدہ میں جاتا ہے تو گویا ہر آیتِ قرآنی پر ایک بَرُدَہ (غلام) آزاد کرتا ہے، اور جب "سبحان ربي الأعلى" کہتا ہے تو دیو اور پریوں کے شمار کے برابر نیکیاں اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتا ہے، اسی قدر برائیاں اس کی دور کرتا ہے، اور جنت میں اسی قدر درجے اس کے لئے بلند کرتا ہے، اور جب جلسہ (قعدہ) کرتا ہے اور تشہد پڑھتا ہے تو صبر کرنے والوں کا ثواب اللہ تعالی اسے عطاء فرماتا ہے، اور جب سلام پھیرتا ہے تو بہشت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو"۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام وواقعہ ہی منسوب کیا جاسکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔
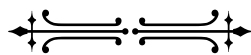
روایت نمبر: (۶۳)

نوجوان کی توبہ پر مشرق سے مغرب تک عذاب کا دور ہونا

روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے“۔

روایت کا مصدر

شیخ ابو بکر بن محمد علی قرشی رحمہ اللہ ”أنیس الواعظین“[۱] میں مذکورہ روایت کو بلا سند ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

”حدیث میں ہے کہ جب کوئی بوڑھا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے، اور جب کوئی جوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے، اور وہ سب (اہل مقابر) اس کے لئے دعا کرتے ہیں“۔

روایت کا حکم

تلاش بسیار کے باوجود مذکورہ روایت سند اًتاحال ہمیں کہیں نہیں مل سکی، اور جب تک اس کی کوئی معتبر سند نہ ملے اسے آپ ﷺ کے انتساب سے بیان کرنا موقوف رکھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی جانب صرف ایسا کلام و واقعہ ہی منسوب کیا جا سکتا ہے جو معتبر سند سے ثابت ہو، واللہ اعلم۔

---
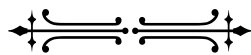
[۱] جليس الناصحين ترجمة أنيس الواعظين: ص:۱۵۵، مترجم: بركت الله لكهنوي، ط: ايچ، ايم، سعيد كمپني.

روایات کا مختصر حکم

فصل اول (مفصل نوع)

روایت	حکم
① روایت: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس پہننا اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُن پر سلام۔	من گھڑت
② روایت: "جس کام کی ابتداء بروز بدھ کی جائے وہ تکمیل تک پہنچتا ہے"۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
③ روایت: "آسمان کے فرشتے اپنی قسم میں یہ الفاظ کہتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی، اور عورتوں کو مینڈھیوں سے"۔	ساقط، ناقابل بیان۔
④ روایت: "علم حاصل کرو اگرچہ چین تک جانا پڑے"۔ ضمنی طور پر روایت: "علم حاصل کرو، ماں کی گود سے قبر تک" کو ذکر کیا گیا ہے۔	دونوں روایتیں باطل، من گھڑت ہیں۔
⑤ روایت: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑥ روایت: "باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے، میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"۔ یہ روایت ان الفاظ سے بھی نقل کی جاتی ہے: "اے محمد! اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا"۔ "اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہیں کرتا"۔ "اللہ رب العزت نے فرمایا: میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا نہ دنیا کو"۔ "... اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ جنت کو پیدا کرتا نہ آگ کو ..."۔	محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اسے من گھڑت کہا ہے۔

روایت	حکم
⑦ روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا..."۔ ضمنی طور پر روایت: "میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے"۔ کو ذکر کیا گیا ہے۔	پہلی روایت بے سند، من گھڑت ہے، اور ضمنی روایت مذکورہ الفاظ سے ثابت نہیں ہے،دوسرے الفاظ ثابت ہیں، تفصیل تحقیق میں ملاحظہ فرمائیں۔
⑧ روایت: "جس نے علماء کی زیارت کی، گویا کہ اس نے میری زیارت کی، جس نے علماء سے مصافحہ کیا، گویا کہ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس نے علماء کی ہم نشینی اختیار کی، گویا کہ اس نے میری ہم نشینی اختیار کی، اور جس نے دنیا میں میری ہم نشینی اختیار کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اسے میری ہم نشینی عطا فرمائیں گے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑨ روایت: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روشن رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا، اس دوران میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہو سکتی ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں عمر کی"۔ میں نے عرض کیا: پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں کہاں گئیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ساری نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، محدثین کی ایک جماعت نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔
⑩ روایت: "کھڑے ہو کر کنگی کرنے والا شخص مقروض ہو جاتا ہے"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، اسے محدثین کی ایک جماعت نے من گھڑت تک کہا ہے۔

روایت	حکم
⑪ روایت: "اگر رمضان شریف ٹھیک رہا، تو پورا سال ٹھیک رہے گا، اور اگر جمعہ ٹھیک رہا تو پورا ہفتہ ٹھیک رہے گا"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے، بعض نے اسے صراحتاً من گھڑت کہا ہے۔
⑫ روایت: "عالم کا سونا بھی عبادت ہے"۔	یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ مرفوع (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) روایت درست ہے: "علم کے ساتھ سونا، جہالت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔
⑬ روایت: "گوہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دینا اور اعرابی کا مسلمان ہونا"۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
⑭ روایت: "الدنيا مزرعة الآخرة". دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔	یہ روایت ان الفاظ سے مرفوعاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول) ثابت نہیں ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے اسے بیان کرنا درست نہیں ہے، البتہ اس کا معنی درست ہے۔
⑮ روایت: "تخلّقوا بأخلاق الله". اللہ کے اخلاق اپناؤ۔	باطل ہے، بیان نہیں کر سکتے۔
⑯ روایت: "کھانے کے بعد کی دعا: "الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين".	یہ روایت اس حیثیت سے تحقیق کا جزء بنی ہے کہ اس میں لفظِ "مِنْ" کی زیادتی مصادر اصلیہ سے ثابت نہیں ہے، یعنی صحیح عبارت: "الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين". ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

روایت	حکم
⑰ وضوء کے بعد : "إنا أنزلناه في ليلة القدر" پڑھنے کے مختلف فضائل	آپ ﷺ سے ثابت نہیں، بیان نہیں کر سکتے۔
⑱ روایت: "أفضل الدعاء أن تقول: اللهم ارحم أمة محمد رحمة عامة". سب سے افضل دعا یہ ہے کہ تو کہے: اے اللہ! امت محمد پر رحمت عامہ فرما۔	من گھڑت
⑲ روایت: جو مسلمان مرد، عورت آیۃ الکرسی پڑھے اور اس کا ثواب قبر والوں کو بخش دے، اللہ روئے زمین کی ہر قبر میں نور داخل کر دے گا اور قبر کو مشرق سے مغرب تک وسیع کر دے گا، اور اس کے پڑھنے والے کے لئے ستر (۷۰) شہیدوں کا ثواب لکھ دے گا۔	من گھڑت
⑳ روایت: "المعدة بيت الداء، والحِمْيَة رأس كل دواء، وأعط كل بدن ما عودته". معدہ بیماری کا گھر ہے، پرہیز کرنا ہر دواء کی جڑ ہے، بدن کو اس کی عادت کے مطابق خوراک دو۔	اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا بے اصل و من گھڑت ہے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ طبیبِ عرب، حارث بن کَلَدَہ ثقفی کا قول ہے۔
ضمناً اس رویت کی تحقیق بھی کی گئی ہے: "آپ ﷺ کا ارشاد ہے: معدہ بدن کا حوض ہے، اور رگیں معدہ میں آتی ہیں، لہذا اگر معدہ درست ہو تو یہ رگیں صحت لے کر لوٹتی ہیں، اور اگر معدہ خراب ہو تو یہ رگیں بیماری لے کر لوٹتی ہیں"۔	یہ ضمنی روایت بھی منکر، شدید ضعیف ہے، اسے بیان نہیں کر سکتے، نیز حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق یہ ابن اَبْجَر ہمدانی کا قول ہے۔
㉑ روایت: "العلم علمان: علم الأبدان وعلم الأديان". علم کی دو قسمیں ہیں: جسمانی علوم اور دینی علوم۔	اسے آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا من گھڑت ہے، نیز ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول کہا ہے۔
㉒ روایت: "خير البر عاجله". بہترین نیکی، جلد کی جانے والی ہے۔	یہ الفاظ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں، بیان نہیں کر سکتے۔

روایت	حکم
㉓ روایت: "الدنیا ضَرَّۃ الآخرۃ". دنیا آخرت کی سوکن ہے۔	یہ رسالت مآب ﷺ کا قول نہیں ہے، البتہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے۔
㉔ روایت: "حسنات الأبرار سيئات المقربين". یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔	یہ نبی اکرم ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ ابوسعید خرّاز رحمۃ اللہ علیہ یا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔
㉕ روایت: "الناس نيام فإذا ماتوا انتبهوا". لوگ سورہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔	یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض صوفیائے کرام کا قول ہے۔
㉖ روایت: "سين بلال عند الله شين". بلال کا سین بھی اللہ کے نزدیک شین ہے۔ بعض مقامات پر یہ روایت ان الفاظ سے ہے: "إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سيناً". بلال رضی اللہ عنہ اذان میں شین کو سین سے بدل دیتے تھے۔	یہ بے اصل ہے۔
㉗ روایت: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص نے ایک مرتبہ یہ دعا پڑھی: "الحمد لله رب السموات والأرض رب العالمين، وله الكبرياء في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الحمد رب السموات والأرض رب العالمين، وله العظمة في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم، لله الملك رب السموات ورب الأرض ورب العالمين، وله النور في السموات والأرض وهو العزيز الحكيم". پھر یہ کہے: اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے، تو اس پر اپنے والدین کا جو حق تھا، اس نے ادا کر دیا۔	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "موضوعات" میں شمار کیا ہے۔

(۲۸) روایت:"حب الوطن من الإيمان". نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وطن سے محبت کرنا ایمان کا حصہ ہے۔	من گھڑت و بے اصل
(۲۹) روایت:"من استوى يوماه فهو مغبون". جس شخص کے دونوں دن (اعمال کے اعتبار سے) برابر ہوں وہ شخص خسارے میں ہے۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بیان نہیں کر سکتے، مشہور قول کے مطابق یہ روایت عبد العزیز بن ابی رَوّاد کے خواب سے جانی گئی ہے۔
(۳۰) روایت:"تزوجوا ولا تطلقوا، فان الطلاق يهتز له العرش". نکاح کرو اور طلاق مت دیا کرو، کیونکہ طلاق سے عرش ہل جاتا ہے۔	شدید ضعیف، بیان نہیں کر سکتے۔
(۳۱) روایت:"من عرف نفسه فقد عرف ربه". جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔	من گھڑت ہے، نیز مشہور قول کے مطابق یہ یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

فصلِ ثانی: مختصر حکم

روایت	حکم
① روایت: ابو جہل کے دروازے پر آپ ﷺ کا دعوت دینے کے لئے سو (۱۰۰) دفعہ جانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
② روایت: طوفانی رات میں آپ ﷺ کا قافلے والوں کو دعوت دینا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
③ روایت: "آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اے علی! آپ کی وجہ سے ایک آدمی کا بھی راہ راست پر آجائے تو آپ کی نجات کے لئے کافی ہے"۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
④ روایت: ایوب علیہ السلام کا اپنے جسم کے کیڑے کو یہ کہنا: "اللہ کے رزق میں سے کھا"۔	مذکورہ روایت کو علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے "لایصح" کہاہے، اور علامہ لَقَّانی رحمۃ اللہ علیہ، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی بیماری کے واقعات کی نسبت کی نفی کی ہے، چنانچہ مذکورہ واقعہ کو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا درست نہیں ہے۔
⑤ روایت: آپ ﷺ کا مشرک مہمان کے پاخانے والے بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑥ روایت: آپ ﷺ کا اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال پر ایک خاص دعا کا امت کے لئے محفوظ رکھنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑦ روایت: آپ ﷺ کا سکرات میں اپنی امت کی موت کی تکلیف کو یاد کرنا، اور جبریل علیہ السلام سے کہنا کہ میری ساری امت کی سکرات کی تکلیف مجھے دیدو۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
⑧ روایت: روزِ قیامت ایک نیکی دینے پر دو افراد کا جنت میں داخل ہونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑨ روایت: ایک عورت اپنے ساتھ چار اشخاص کو جہنم میں لے کر جائے گی: باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کو۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑩ روایت: ''آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بستر سمیٹ دو، اب میرے آرام کے دن ختم ہوگئے''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑪ روایت: داعی کے ہر بول پر ایک سال کی عبادت کا اجر۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لہذا آپ ﷺ کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ بظاہر بطور اسرائیلی روایت ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے۔
⑫ روایت: ''نماز مؤمن کی معراج ہے''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑬ روایت: '' آپ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے کہا: ''التحيات لله والصلوت و الطيبات. اللہ رب العزت نے فرمایا: السّلام عليك أيهاالنبي ورحمة الله وبركاته . پھر آپ ﷺ نے کہا: السلام علينا وعلى عبادالله الصالحين. اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام اور ملائکہ نے کہا: أشهد أن لاإله الا إلله و أشهد أن محمدارسول الله''۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑭ روایت: صحابی کی داڑھی کے ایک ہی بال پر فرشتوں کا جھولنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑮ روایت: مسجد سے بال کا نکالنا ایسے ہے جیسے مردار گدھے کا مسجد سے نکالنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
⑯ روایت: ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اونٹ گم ہو گئے آپ رضی اللہ عنہ بہت غم زدہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غمگین پایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے ساری بات بتادی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا تو یہ خیال تھا کہ تمہاری تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب اتنا زیادہ ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ کا ثواب تو دنیا مافیہا سے بہتر ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑰ روایت: ”اللہ اپنے بندوں سے ستر (۷۰) ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑱ روایت: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز نہ پڑھے اس کے رزق میں برکت نہ ہو گی، جو شخص ظہر کی نماز ترک کر دے اس کے قلب میں نور نہ ہو گا، جو شخص عصر چھوڑ دے گا اس کے اعضاء کی قوت جاتی رہے گی، جو شخص مغرب کی نماز میں غفلت کرے گا اس کے کھانے میں لذت نہ ہو گی، جو شخص عشاء ادا نہیں کرے گا دنیا و آخرت میں اسے ایمان نصیب نہ ہو گا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑲ روایت: ”اے ابن آدم! ایک تیری چاہت اور ایک میری چاہت ہے ...“۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے، البتہ بظاہر بطور اسرائیلی روایت ثابت ہے، اس لئے اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے۔
⑳ روایت: ”جسے اللہ ستر (۷۰) مرتبہ محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسے اپنے راستے میں قبول کر لیتے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

⑳ روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں نکلتا ہے اس کے گھر کی حفاظت کے لئے پانچ (۵۰۰) سو فرشتے مامور ہو جاتے ہیں“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉒ روایت: ایک یہودی کے جنازے کو دیکھ کر آپ ﷺ کا رونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉓ روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سو (۱۰۰) سال کا بوڑھا مشرک بھی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرمادیں گے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉔ روایت: ایک یہودی کا معراج کے واقعہ سے انکار پر عورت اور پھر مرد بن جانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉕ روایت: نبی اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتے وقت پانچ ہدایات۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉖ روایت: ”مذاق، شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے“۔	آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ حسن بن حیی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ- ۱۶۹ھ) کا قول ہے۔
㉗ روایت: ”جو شخص اللہ کے راستے میں علم حاصل کرتے ہوئے مر گیا، اسے بے جوڑ موتی کا محل ملے گا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉘ روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تکبیرِ اولیٰ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉙ روایت: ایک عورت کا آپ ﷺ پر کچرا پھینکنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉚ روایت: ایک ضعیفہ کا آپ ﷺ کا اخلاق سے متأثر ہو کر ایمان لانا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
㉛ روایت: ”آپ ﷺ کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا: جو میرا کام ہے وہ تمہارا کام ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
۳۲ روایت: "تمام تر دین، ادب ہے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۳ روایت: "آپ ﷺ کا طبیب کو یہ فرمانا: ہم ایسی قوم ہیں جو سخت بھوک کے علاوہ نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کر نہیں کھاتے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۴ روایت: بیل کے سینگ ہلنے سے زمین میں زلزلہ آجاتا ہے۔	من گھڑت
۳۵ روایت: حضرت سلیمان علیہ السلام نے مخلوقات کی ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا جسے ایک مچھلی کھا گئی۔	بظاہر اسرائیلی روایت ہونے کی بناء پر اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جا سکتا ہے، آپ ﷺ کے انتساب سے ثابت نہیں ہے۔
۳۶ روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دین کے بارے میں ایک گھڑی فکر کرنا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۷ روایت: "جس نے عالم کی توہین کی اس نے اللہ کی توہین کی"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۳۸ روایت: "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے چالیس (۴۰) دن کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں"۔	من گھڑت
۳۹ روایت: اللہ کے راستے میں عید گزارنے پر، جنت میں حضور ﷺ کے ولیمہ میں شرکت۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
۴۰ روایت: "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو میری سنت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالی اسے چار خصلتوں سے نوازیں گے: (۱) نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہو گی (۲) فاجر لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت ہو گی (۳) اس کے رزق میں برکت ہو گی (۴) دین میں معتبر سمجھا جائے گا / اسے ایمان پر موت آئے گی"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا درست نہیں۔

(۴۱) روایت: ”داعی کے قبرستان سے گزرنے سے مردوں سے چالیس (۴۰) روز تک عذاب معاف ہو جاتا ہے“۔	من گھڑت
(۴۲) روایت: بے نمازی کی نحوست سے بچنے کے لئے گھر کے دروازے پر پردہ ڈالنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۳) روایت: بے نمازی کی چالیس (۴۰) گھروں تک نحوست پھیلتی ہے۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۴) روایت: ”آپ ﷺ نے فرمایا: جو پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازیں گے: (۱) رزق کی تنگی اس سے دور کر دی جائے گی (۲) عذاب قبر اس سے دور کر دیا جائے گا (۳) اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا (۴) پل صراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا (۵) بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو گا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۵) روایت: جان بوجھ کر نماز چھوڑنے پر ایک حُقب جہنم میں جلنا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۶) روایت: جبرائیل علیہ السلام کا سوال: اللہ کو آپ ﷺ زیادہ محبوب ہے یا دین زیادہ محبوب ہے؟	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۷) روایت: ” ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس دودھ پیتا بچہ لے کر آئی اور کہا کہ اسے آپ اپنے ساتھ جہاد میں لے جائیں، لوگوں نے اس سے کہا: یہ بچہ جہاد میں کیا کرے گا، اس عورت نے کہا: کچھ نہ ہو تو اسے اپنے لئے ڈھال بنالینا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۴۸) روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کھانے میں عالم شریک ہو جائے تو اس کھانے کے تمام شرکاء سے حساب کتاب معاف ہو جاتا ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

(۴۹) روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان نہیں دی تو صبح نہیں ہو رہی تھی۔	بے اصل
(۵۰) روایت: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی عورت خاوند کے کہے بغیر اس کے پیر دبائے تو اسے سونا صدقہ کرنے کا اجر ملے گا، اور اگر خاوند کے کہنے پر دبائے تو اسے چاندی صدقہ کرنے کا اجر ملے گا"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۵۱) روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدمت کرنے والے (اجر میں) شہید کے درجوں تک پہنچ جاتے ہیں"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۵۲) روایت: "حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں عرش پر تشریف لے گئے اور دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے محمد! آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو تیرے پاس نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں عاجزی لے کر آیا ہوں"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۵۳) روایت: بسم اللہ کہہ کر گھر کو جھاڑو لگانے پر بیت اللہ میں جھاڑو لگانے کا اجر۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۵۴) روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاملین عرش اللہ کے راستے میں جانے والے کے لئے تین دعائیں کرتے ہیں: (۱) یا اللہ! اس کی بخشش فرما (۲) اس کے گھر والوں کی بخشش فرما (۳) اس کو اور اس کے گھر والوں کو جنت میں جمع فرما"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
(۵۵) روایت: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا بھر میں بارش کے قطروں کو گن سکتا ہوں مگر تکبیرِ اولیٰ کا ثواب نہیں لکھ سکتا"۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

روایت	حکم
⑤⑥ روایت: ”آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو عورت نیک ہو اور دینی کاموں میں اپنے خاوند کی مددگار ہو ایسی عورت اپنے خاوند سے پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں جائے گی“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑤⑦ روایت: ”ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہدایت اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اگر ہدایت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تو میری باری نہ جانے کب آتی“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑤⑧ روایت: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قسم پر سحری کے وقت کا ختم ہونا۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑤⑨ روایت: ”جب کوئی شخص مسجد میں ہوا خارج کرتا ہے تو فرشتہ اس ہوا کو منہ میں لے کر مسجد سے باہر خارج کر دیتا ہے“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑥⓪ روایت: ” نبی اکرم ﷺ نے ایک دفعہ استنجاء کا طریقہ بیان فرمایا کہ دایاں ہاتھ سر پر ہو اور بایاں ہاتھ پہلو پر، یہ طریقہ ایک یہودی نے سنا اور استنجے کے لئے اسی طرح بیٹھا، اس وقت اس کے کسی دشمن نے باہر سے اس پر ایک پھندا پھینکا تاکہ وہ گلا گھٹ کر مر جائے، اس یہودی کا دایاں ہاتھ چونکہ سر پر تھا اس نے وہ پھندا اپنے گلے سے نکال دیا، اور جان بچ گئی، آپ ﷺ کی صرف ایک سنت کا یہ فائدہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا“۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے، البتہ مرفوعاً بسندِ ضعیف منقول ہے کہ بیت الخلاء میں بیٹھے کی حالت میں بائیں پاؤں پر نسبتاً زیادہ وزن ہونا چاہیے، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔
⑥① روایت: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے قبر کا یہ کہنا کہ یہ حسب نسب کی جگہ نہیں ہے۔	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔
⑥② روایت: ”نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھے اسے ایک حج، ایک عمرہ اور ایک قرآن	سنداً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

پڑھنے کا اجر ملے ملتا ہے، جو شخص نماز میں ثناء پڑھے تو جسم پر جتنے بال ہیں اللہ تعالی اسے اتنی نیکیاں عطاء فرماتے ہیں، جو شخص رکوع میں تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ پڑھے، اسے چاروں آسمانی کتابیں پڑھنے کا اجر ملتا ہے، جو شخص رکوع کے لئے جھکے تو اللہ تعالی اس کے جسم کے وزن کے بقدر سونا صدقہ کرنے کا اجر عطاء فرماتے ہیں“۔	
(۶۳) روایت: ”نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جب کوئی نوجوان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک تمام قبرستان سے چالیس دن (۴۰) اللہ عذاب کو دور کر دیتا ہے“۔	سند اً نہیں ملتی، بیان کرنا موقوف رکھا جائے۔

فائدہ:

(۱) ”بیان نہیں کر سکتے“ سے مراد ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔

(۲) ”بیان کرنا موقوف رکھا جائے“ یعنی سندِ معتبر ملے بغیر ہر گز بیان نہ کریں، مزید تفصیل ”مقدمہ“ میں ملاحظہ فرمائیں، اور کتاب کے اندر اس قسم کی روایات کے تحت اکثر فنی روایات لکھی گئی ہیں، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) ”بے اصل“ اکثر من گھڑت کے معنی میں ہے۔

(۴) ”اسرائیلی روایت“ سے مراد وہ روایات ہیں جو بنی اسرائیل سے چلی آرہی ہیں، یہ روایات اگر ہماری شریعت کے مخالف نہ ہوں تو ان کو اسرائیلی روایت کہہ کر بیان کیا جاسکتا ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتساب سے بیان نہیں کر سکتے۔

(۵) بعض مقامات پر لکھا گیا ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ کسی کا قول ہے، محدثین کرام کی تصریح کے مطابق صاحبِ قول کا نام بھی لکھا جاتا ہے، ممکن ہے کہ یہی قول ان کے علاوہ کسی اور کی جانب بھی منسوب ہو، یہ کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ایک ہی قول ایک سے زائد افراد سے مشہور ہو سکتا ہے۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست رُواۃ

	إمرأة محمد بن علي أم عبدالرحمن		سكت عليه	٢١٦
	باذام أو باذان أبوصالح مولي أم هاني		اختلف فيه	١٠٥
	بُرَيْه بن محمد بن بُرَيْه		جرح	١٨٩
	بِشْر بن حسين أبو محمد الهلالي الأصبهاني	توفي بعد ٢٠٠ هـ	جرح	٣١٧
	جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبى طالب	توفي بعد ١٤٨ هـ	تعديل	٢٣٤
	حسن بن حُسين أبو علي الأسواري		لم أجده	٤١
	حسين بن داود بن مُعاذ البلخي	توفي ٢٨٢هـ	جرح	٦٠
	الحسن بن علي بن محمد الجَوْهَرِي	توفي ٤٥٤هـ	تعديل	٢٠٥
	حفْص بن عمر العدني		جرح	١٧٧
	حفْص بن عمر بن ميمون		جرح	١٧٩
	الحَكَم بن عبد الله البَلْخِي أبو مُطِيْع	توفي ١٩٩هـ	جرح	٢٢٤
	الحكم بن معبد بن أحمد أبو عبد الله الخزاعي	توفي ٢٩٥ هـ	تعديل	٤٤٧
	حمْدان بن أحمد الشَاوغَرِي		لم أجده	١٨٤
	خازم بن جَبَلَة بن أبي نَضْرَة العبدي		جرح	٢٠١
	داود بن سليمان الخُرَاسَاني الخوّاص		اختلف فيه	٢٠٢
	رَتَن الهندي	توفي حدود ٦٣٢ هـ	جرح	٣٣٩
	سعيد بن سِنَان الكندي أبو مهدي	توفي ١٦٨هـ	اختلف فيه	٤٠٨

	سعيد بن فِيْرُوز الطائي الكوفي أبو البَخْتَري	توفي ۸۲هـ	تعديل	۲۳٦
	سليما ن بن مِهْرَان الكوفي الأعمش أبو محمد	توفي ۱٤۸هـ	تعديل	۲۳٦
	سهْل بن صُقير أبو الحسن الخِلاطِي		جرح	۳٦
	شهر بن حوشب	توفي ۱۱۲هـ	اختلف فيه	٤٤٦
	طَرِيف بن سليمان أبو عاتكة		جرح	٦٩
	عبد الرحمن بن الحسن أبو محمد الضَرَّاب الأصبهاني	توفي ۳۰۹هـ	تعديل	۲۳۳
	عبد الرحمن بن زيد بن أسلم		جرح	۱۱۲
	عبد الرحمن بن محمد الإدريسي	توفي ٤۰٥هـ	تعديل	۱۸٤
	عبدالرحمن بن محمد بن علي الجُرْجَاني أبو سعيد	توفي ۳۱٦هـ	سكت عليه	۲۱٥
	عبد الرحمن بن قيس أبو معاوية الزعفراني		جرح	۹۹
	عبد الرحمن بن معاوية ابو القاسم الأمَوي العُتْبِي المصري	توفي ۲۹۲هـ	سكت عليه	٤۸
	عبد الرحمن بن يحيى بن سعيد الأنصاري		جرح	۲۷۷
	عبد الصمد بن علي بن عبد الله		جرح	۱٤۸
	عبد العزيز بن أبان أبو خالد القرشي	توفي ۲۰۷هـ	جرح	۲۲۳
	عبد الله بن محمد بن جعفر أبو محمد المعروف بأبي الشيخ	توفي ۳٦۹هـ	تعديل	۲۳۳ و ٤٤۷
	عبيد الله بن محمد بن المؤ يد السِنْجَاري		لم أجده	۱۷۳
	عبيد الله بن موسى القرشي		لم أجده	۱٥۱
	عبد الملك بن عبد الله بن أبي سفيان الثقفي		تعديل	۳٤۱
	عثمان بن خالد		جرح	۱۲۸
	عراقي بن طاهر الملاحي		سكت عليه	۱۸۳
	علاء بن عمرو الحنفي	توفي ۲۲۷هـ	اختلف فيه	۳۳
	علي بن أحمد بن يوسف القرشي الهَكّاري أبو الحسن	توفي ٤۸٦هـ	جرح	۱٦۹

	علي بن عمر الدارَقُطْنِي أبوالحسن	توفي ٣٨٤هـ	تعديل	٢٠٦
	علي بن عثمان بن خطاب أبو الدنيا الأشج المغربي	توفي٣٢٧هـ	جرح	٢٨٢
	عمران بن سَهْل		جرح	١٧٣
	عمرو بن أوس الأنصاري		جرح	١٤٤
	عمرو بن جُميع أبو عثمان		جرح	٣٣١
	عمرو بن محمد بصري البصري الأعسم		جرح	٢٧٧
	الفضل بن العباس المروزي		لم أجده	١٨٤
	فضيل بن جعفر بن سليمان		لم أجده	١٥١
	القاسم بن إسماعيل بن المَحَامِلِي أبوعبيد	توفي ٣٢٣هـ	تعديل	٢٠٦
	قاسم بن محمد بن سعيد الشَاشِي		لم أجده	١٨٤
	المحسن بن الحسن أبو الفتح الراشدي		سكت عليه	١٨٣
	محمد بن أحمد بن إسماعيل أبو بكر الصَّرّام السَّخْتِياني	توفي ٣٥٨هـ	سكت عليه	٢١٥
	محمد بن بابْشَاذ أبو عبيد الله البصري	توفي ٣٠٦هـ	جرح	٤٣
	محمد بن ثابت العبدي أبوعبدالله البصري		اختلف فيه	٤٤٧
	محمد بن الحسين المُقَوِّمي أبو منصور	توفى بعد ٤٠٨هـ	تعديل	١٨٣
	محمد بن السائب الكلبي أبو النضر الكوفي	توفى١٤٦	جرح	١٠٤
	محمد بن عبدالله بن إبراهيم بن ثابت أبوبكر الأشْنَاني		جرح	٤٧
	محمدبن عمر بن محمد سلم الجِعابي	توفي ٣٥٥هـ	اختلف فيه	٣٩
	محمد بن عمر المحاربي		لم أجده	١٤٥
	محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبى طالب	توفي بعد ١١٠هـ	تعديل	٢٣٥
	محمد بن علي بن زُهير أبو عبد الرحمن الجُرْجَاني		تعديل	٢١٦
	محمد بن علي بن الوليد البصري السُلَمِي		جرح	٢٤٥

	محمد بن غانم بن الأزرق التَنُوخِي		جرح	١٦٩
	محمد بن مُعاذ بن فهْد النُهَاوَنْدِي الشعراني	توفي بعد ٣٣٤هـ	جرح	٦٤
	محمدبن نَهْشَل بن عبدالواحدالبصري		لم أجده	٤١
	محمد بن يحيى الضَرِير		لم أجده	٢٣٤
	محمد بن يحيى بن الضريس		تعديل	٢٣٤
	موسى بن السِنْدِي أبو محمد الجُرْجَاني		تعديل	٢١٦
	الوليد بن الفَضْل العَنَزِي البغدادي أبو محمد		جرح	١٩٧
	وهب بن وهب بن كثير أبو البختري القُرَشِي القاضي	توفي ٢٠٠هـ	جرح	٢١٠
	يحيى بن أحمد الكوفي		لم أجده	٢٠٦
	يحيى بن ميمون بن عطاء البصري التَمَّار أبوأيوب	توفي ١٩٠هـ	جرح	١٣٨
	يزيد بن هارون أبو خالد السُلَمِي	توفي٢٠٦هـ	تعديل	٤٤٧
	يعقوب بن أبراهيم بن كثير أبو يوسف الدَوْرَقِي	توفي ٢٥٢هـ	تعديل	٤٤٧
	يعقوب بن إسحاق العسقلاني		اختلف فيه	٨٨
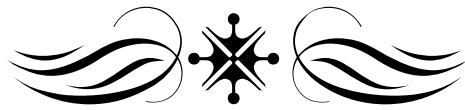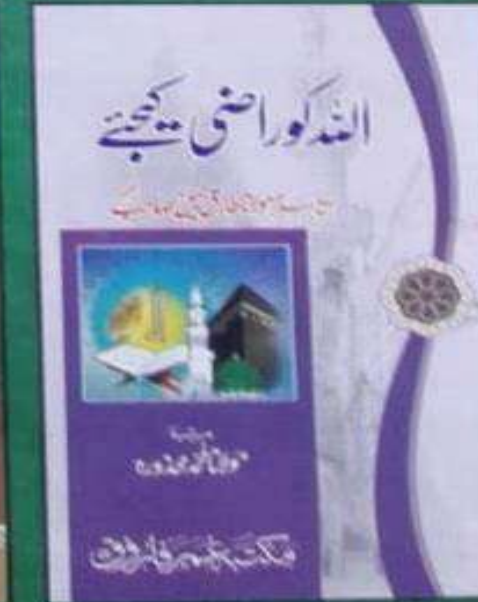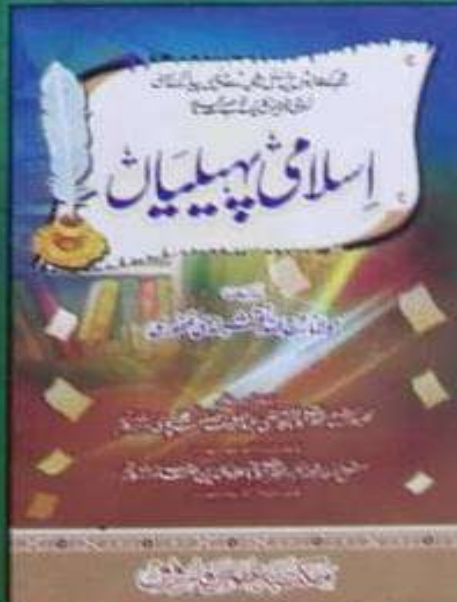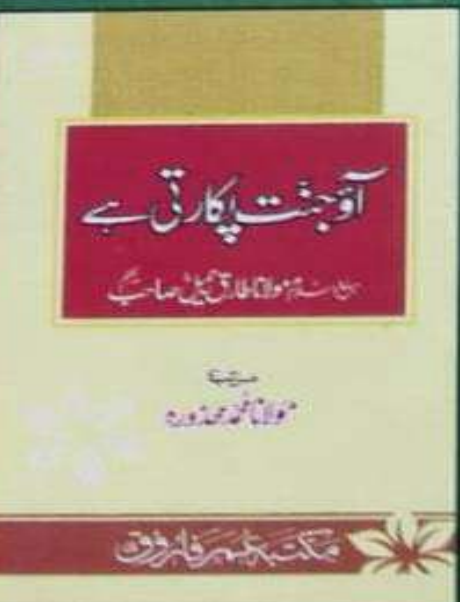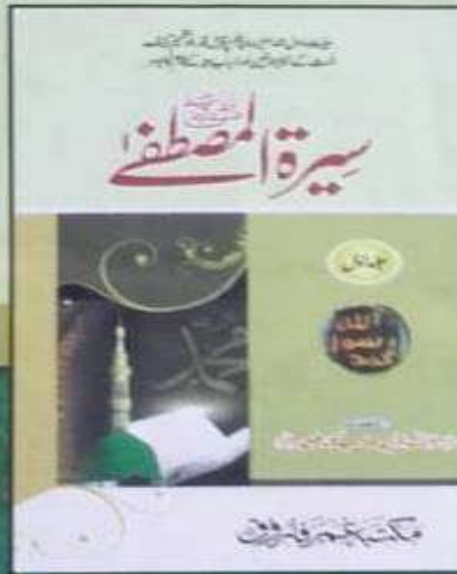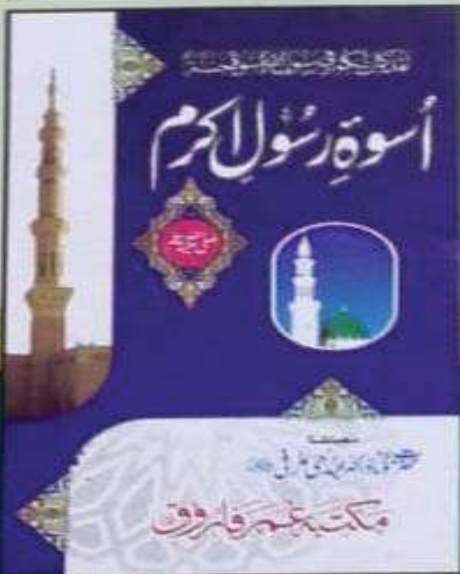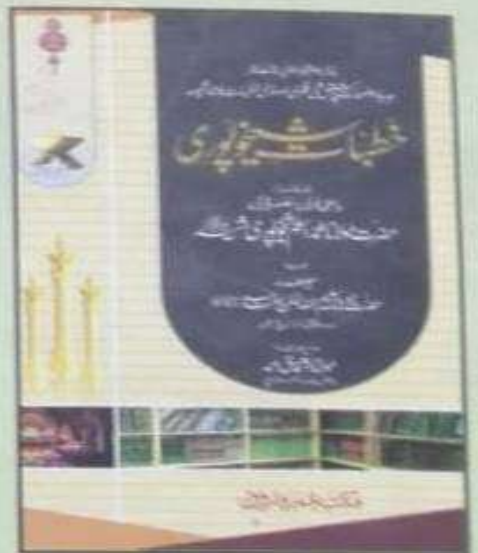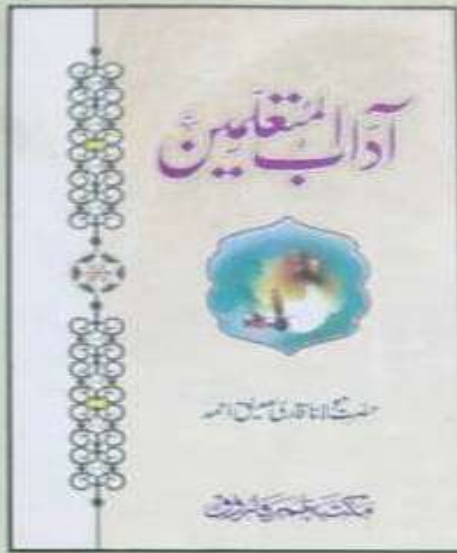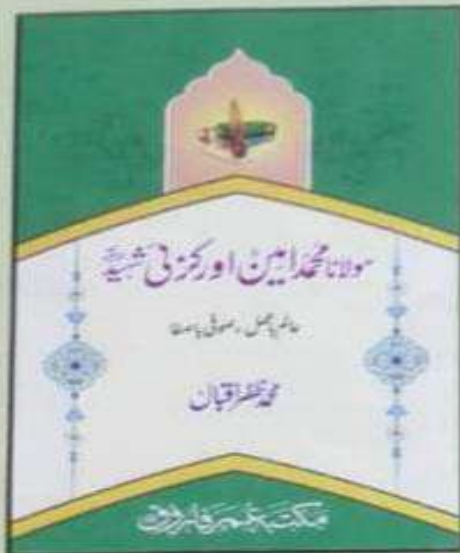
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345